تاریخی واقعات اور حکمت و دانش کا خزانہ

حکمرانوں کے نام نصیحت

مثنوی

ہشت بہشت

مع مقدمہ

الانہار

حضرت امیر خسرو دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

سیف اللہ المسلول علامہ سید سلیمان اشرف بہاری رحمۃ اللہ تعالیٰ

چیئرمین شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور

تاریخی واقعات اور حکمت و دانش کا خزانہ

حکمرانوں کے نام نصیحت

مثنوی

ہشت بہشت

مع مقدمہ

الانہار

تصنیف : خسرو اقلیم سخن حضرت امیر خسرو دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی

تصحیح و تنقید و تحشیہ : سیف اللہ المسلول علامہ سید سلیمان اشرف بہاری رحمۃ اللہ تعالٰی

(خلیفہ امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالٰی) چیئرمین شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

حضرت امیر خسرو دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی

تقدیم

رئیس المتکلمین مولانا علامہ سید سلیمان اشرف بہاری چیئرمین شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

نوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی

کمہار منڈی، رشید روڈ، بلال گنج لاہور

marfat.com

کتاب	مثنوی ہشت بہشت
مصنف	امیر خسرو دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
مقدمۃ الانتھار	تصحیح و تنقید علامہ سید سلیمان اشرف بہاری رحمۃ اللہ علیہ
تعداد	ایک ہزار
ناشر	محمد مصطفےٰ اشرف محمد مختار اشرف
مطبع	اے، این، اے
قیمت	۳۰۰/- روپے

باہتمام محفوظ احمد قادری

marfat.com

ہشت بہشت

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ
انتساب	۱
تعارف سید سلیمان اشرف بہاری رح	۱
التماس	۱
مقدمہ	
شاعری	
مدارج نطق	۱
شعراور شاعر	۴
اجزاء لوازم و شرائط شعر	۵
بلاغت	۸
سلاست	۸
اصلیت	۱۰
جوش	۱۰
فارسی شاعری	
اقسام شاعری	۱۰
قدیم وجدید زبان	۱۲
اردو کی مثال	۱۳
فارسی شاعری پر عربی شاعری کا اثر	۱۴
فارسی اصطلاحات شعریہ	۲۱
آب وہوا کا اثر شاعری پر	۲۴
عربی شاعری کی بنیاد کمالات ذاتی پر ہے	۲۶
آب وہوا کا ایک اور اثر	۲۹
عربی قصائد کے چند اور لوازم	۳۰
مناظر قدرت	۳۰
فارسی شاعری کی تاریخ اور تدریجی ترقی	۳۲
اردو شاعری کی حالت بطور مثال کے	۳۵
سادگی کی تاثیر	۳۶

marfat.com

مضمون	صفحہ
طمع زر کا اثر جذبات پر	۳۸
فردوسی اور اسدی طوسی	۴۰
دوسرا دَور	۴۲
تیسرا دَور	۴۴
پانچویں صدی کی شاعری	۴۴
چوتھا دَور	۴۶
فارسی شاعری کی لفظی و معنوی خصوصیات	۴۸
جوہر ذاتی کا فقدان	۴۹
ایرانی شاعری کی خصوصیات ایجابی	۵۱
مدارج محل محبت مختلف ممالک میں	۵۲
خط و سبزہ کے مضامین	۵۴
انھا اکبر من نفعھا	۵۴
رقیب ورقابت کے مضامین	۵۵
بہار کا نمونہ خزاں میں	۵۸
فارسی الفاظ	۵۹
حضرت امیر خسرو کی شاعری	
خسرو اور انواع کمال	۶۱
کلام خسرو اور ہر دَور کے محاسن	۶۲
خسرو شاعر گر تھے	۶۳
کلام خسرو کا ناصحانہ پہلو	۶۴
تواضع و خاکساری	۶۵
ہنر کی رغبت اور کاہلی کی برائی	۶۵
بلندی ہمت و پستی حرص	۶۶
شرافت انسانی اور ایک جاں نواز نصیحت	۶۷
جوہر ذاتی چاہیے نہ آبائی	۷۰
خسرو کا تصوف	۷۰
تصوف کا پہلا شعبہ یعنی الٰہیات	۷۱
تصوف کا دوسرا شعبہ	۷۳
تصوف کا تیسرا شعبہ	۷۵
تخیل کا کمال اور کلام میں درد	۷۶
کلام میں درد آگینی کی وجہ	۷۷
تاثیر کلام	۸۰
خسرو کی غزل سرائی	۸۱
صنف غزل میں خسرو کے اضافے	۸۳
غزل کا دوسرا دَور	۹۲
مثنوی	۱۰۶
اصناف نظم میں مثنوی کی قدامت	۱۰۶

marfat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
مثنوی کے اقسام	۱۰۶	سلاطین میں خسرو کی مثنویوں کی قدردانی	۱۲۵
رزم اور فردوسی	۱۰۷	ملک وقوم میں قدردانی	۱۲۷
فردوسی دیوسف زلیخا	۱۰۷	سلسلہ تعلیم میں مقبولیت	۱۲۸
مولنا نظامی اور مثنوی	۱۰۸	قران السعدین کی پسندیگی کی وجہ	۱۲۹
مولنا نظامی کی جامعیت	۱۰۹	مثنوی خضرخاں ودیول دی کا اجمالی بیان	۱۳۰
مثنوی میں نظامی کی خصوصیات	۱۰۹	قطعہ و رباعی	۱۳۲
مولنا نظامی کی جامعیت بمقابلۂ فردوسی	۱۱۵	**قطعات**	۱۳۳
خمسۂ نظامی کا سو برس تک جواب نہو سکا	۱۱۶	**رباعیات**	۱۳۵
خسرو کا احسان اور مثنوی کی دوبارہ زندگی	۱۱۷	صنائع وبدائع	۱۳۰
صنف مثنوی پر احسان خسروی کی تفصیل	۱۲۰	ترکیب الفاظ سے لحن	۱۳۷
بحور مثنوی میں ازدیاد	۱۲۰	الفاظ ہندی کا استعمال	۱۳۹
عنوان میں جدت	۱۲۰	اقتباس آیات قرانی	۱۳۹
مثنوی میں صحیح دلچسپی تاریخ	۱۲۲	فصل بہار	۱۴۰
سلاست	۱۲۳	خود اپنے کلام کی تنقید	۱۴۰
شاعری میں مذہب وعلم کا لحاظ	۱۲۴	تواضع وہضم نفس	۱۴۱
وصف نگاری کا ایجاد	۱۲۴	نظامی سے اظہار عقیدت اور اُن کے کمال کا اعتراف	۱۴۲
		متاخرین اور کمال خسروی کا اعتراف	۱۴۵

marfat.com

مضمون	صفحہ
(۱) امیر حسن علاء سجزی	۱۴۵
(۲) کاتبی نیشاپوری	۱۴۶
(۳) امیر شاہی سبزواری	۱۴۶
(۴) مرزا محمد طاہر آشنا	۱۴۶
(۵) ظہوری	۱۴۷
(۶) خواجو کرمانی	۱۴۷
(۷) مولانا جامی کی تین شہادتیں	۱۴۸
(۸) امیر ہاشمی کرمانی	۱۴۹
(۹) ضیاء برنی	۱۵۰
(۱۰) داراشکوہ	۱۵۱
(۱۱) شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح	۱۵۱
(۱۲) دولت شاہ سمرقندی	۱۵۲
(۱۳) آزاد بلگرامی	۱۵۳
(۱۴) شعر العجم	۱۵۴
خسرو کا حاسد عبید شاعر	۱۵۵
عبید کا افساد اور اُس کا انجام	۱۵۸
خسرو کا اتباع اور اہل زبان	۱۵۹
ایک سطحی اعتراض اور اُس کا جواب	۱۵۹
جواب کا دوسرا حصہ	۱۶۲
خسرو اور مجتہدانہ طبیعت	۱۶۳

مضمون	صفحہ
نظامی و خسرو کا مقابلہ	۱۶۵
نظامی کی فارغ البالی	۱۶۶
مثنوی ہشت بہشت	
مثنوی کی بنا اور اُس کے ادوار	۱۶۹
مثنوی ہشت بہشت	۱۶۹
مثنوی بمقابلہ دیگر اصناف نظم کے	۱۷۰
مثنوی ہشت بہشت کا درجہ	۱۷۲
مثنوی ہشت بہشت کے قصے	۱۷۳
حمد	۱۷۸
قدرت کا بیان	۱۷۸
کمال صنعت	۱۸۰
ایجاد و انعدام	۱۸۰
ترغیب طاعت اور انعام الٰہی	۱۸۱
نعت	۱۸۲
میم کا نکتہ	۱۸۲
بقا فی الفنا	۱۸۵
منقبت اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین	۱۸۶
مدح شیخ طریقت	۱۸۶
رہنما کی تعریف اور ولی کی شناخت	۱۸۸

marfat.com

مضمون	صفحہ
کمال عشق اور قوت تکمیل	۱۹۰
برادران طریقت کی مدح	۱۹۲
دعا اور باہمی اتحاد	۱۹۳
نصیحت بسلطان علاء الدین خلجی	
نصیحت بدختر نیک اختر	
خسرو کی جدت اور ایک عجیب بحث	۱۹۹
فلسفہ جذبات اور شکسپیر کے ڈرامے سے مثال	۲۰۰
خسرو اور زبان عوام کی ترجمانی	۲۰۱
اصلاح عوام اور صنعت التفات	۲۰۳
گراں بہا دلائل سے صنف نازک کی اہمیت	۲۰۴
نصیحت کا شفقت آمیز حصہ	۲۰۵
مطلع الانوار سے تائید مزید	۲۰۶
خسرو اور نکات نصیحت	۲۰۷
عصمت و عفت کی تاکید	۲۰۸
طاعت و عبادت	۲۰۹
حیا و پردہ	۲۰۹
جھولا اور سرود	۲۱۰

مضمون	صفحہ
حد سے زیادہ بناؤ سنوار	۲۱۰
خانہ داری و کفایت شعاری	۲۱۱
ہنر و دستکاری	۲۱۱
امرا کا اثر متوسط و غربا پر	۲۱۲
نئی تہذیب کا اعتراض	۲۱۳
ناصح کی شان	۲۱۳
ایام سلف کی برکات	۲۱۵
حاصل جواب	۲۱۶
عود باصل	
بیان حسن کنیز چینی	۲۱۸
قدراندازی بہرام	۲۱۸
گنبد مشکیں بہشت دوم	۲۱۹
واقعہ نگاری اور تسلسل	۲۲۲
حیثیت شخصی کا لحاظ	۲۲۵
جذبات عاشق و معشوق اور ان کے لوازم	۲۳۰
لیل و نہار	۲۳۳
وصل و وصال	۲۳۴
جزئیات داستان نگاری	۲۳۶
وصف معشوقہ	۲۳۶
باغ و صحرا	۲۳۷

marfat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
تشبیہ و استعارے	۲۳۸	مقام وصل وصال تکمیل و کمال	۲۷۲
بہشت سوم	۲۳۹	رجوع بعالم صورت	۲۷۵
〃 چہارم	۲۳۹	مدح سلطان	۲۷۶
〃 پنجم	۲۴۰	سبب نظم کتاب	۲۸۲
〃 ششم	۲۴۱	آغاز قصہ بذکر بہرام	۲۸۸
〃 ہفتم	۲۴۲	تیر اندازی بہرام	۲۸۹
مقابلہ ہفت پیکر و ہشت بہشت		صفت اسپ	۲۹۰
حمد	۲۴۷	زندہ گرفتاری گور	۲۹۱
حمد کے ارکان	۲۴۷	واقعہ نگاری	۲۹۳
مسئلہ وجوب و قدم	۲۴۸	ایک اور موقع	۲۹۷
وحدت الوجود	۲۵۱	موضوع کتاب اور اُس کے	
ربوبیت	۲۵۳	اجزاء	۲۹۹
مدعا طرازی	۲۵۵	ہفت منظر ہاتفی	۳۱۳
نعت شریف	۲۵۸	خواجو کرمانی	۳۱۵
منقبت	۲۶۶	تائید تنقید از بہارستان	
معراج	۲۶۷	جامی	۳۱۹
سیر عرش	۲۷۰	اعجاز سخن اور فیض شیخ	۳۲۲
مقام قاب قوسین	۲۷۱	تمت بالخیر	

marfat.com

صفحہ	مضمون

متن

حمد	۱
نعت	۵
معراج	۹
مدح شیخ	۱۱
مدح سلطان	۱۵
پند بہ پادشاہ	۱۸
سبب نظم کتاب	۲۱
نصیحت بہ دختر	۲۷
صفت دلارام	۳۲
خشم گرفتن بہرام با دلارام	۳۸
تعمیر ہفت گنبد برائے بہرام	۴۸
بہرام در گنبد مشکین	۵۲
افسانہ گفتن حور ایں قصر بے قصور	۵۶
ورود بہ گنبد زعفرانی	۶۵
افسانہ گفتن ماہ زعفرانی پوشش	۶۹
در آمدن بہرام در گنبد ریحانی	۹۵
افسانہ گوئی سبز پوش سیماندام	۹۷
گلگشت بہرام در گنبد گلناری	۱۱۰

marfat.com

مضمون	صفحہ
افسانۂ عاشقانہ سرخ روئے این برج - - - - - - -	۱۱۲
آرام گیری بہرام در گنبد بنفشہ فام - - - - - - -	۱۳۷
افسانہ سرائی سروآزاد این قصر آباد - - - - - - -	۱۳۸
صندلی نہادن بہرام در گنبد صندلی - - - - - - -	۱۶۸
افسانہ گفتن شجرۂ معطرۂ آں گنبد - - - - - - -	۱۶۹
معطر کردن بہرام گنبد کافوری را - - - - - - -	۱۹۱
افسانہ گفتن لعبت کافوری - - - - - - - -	۱۹۳
آہنگ بہرام سوئے گور - - - - - - - -	۲۱۲
باتمام رسیدن عمارت آرائی و افسانہ سرائی - - - - - -	۲۱۹
در شکر گزاری جناب باری - - - - - - -	۲۲۴

marfat.com

انتساب

یہ سلسلہ نہایت فخر و مباہات کے ساتھ حسب
اِجازت اعلیٰحضرت بندگانِ عالی متعالی ہز اگزالٹڈ
ہائنس آصف جاہ مظفر الممالک نظام الملک نظام الدولہ
نوّاب میر سر عثمان علی خاں بہادر
فتح جنگ جی سی ایس آئی، جی سی بی خلد اللہ ملکہ
و سلطانہ و دام اقبالہ کے نامِ نامی و اسمِ سامی
کے ساتھ منسوب و معنون کیا جاتا ہے

marfat.com

رئیس المتکلّمین مولانا سیّد محمّد سُلیمان اشرف بہاری قدس سرہٗ

دُنیائے علم وفضل کے تاجدار، میدانِ تحقیق وتدقیق کے شہسوار مولانا سیّد محمد سلیمان اشرف بہاری ابن مولانا حکیم سیّد محمد عبد اللہ قدس سرہما تقریباً ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء میں محلہ میرداد بہار (ضلع پٹنہ) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی کتب پڑھنے کے بعد مدرسہ حنفیہ جونپور میں اُستاذ العلماء مولانا علامہ محمد ہدایت اللہ رامپوری ثم جونپوری سے علوم کی تحصیل وتکمیل کی[۱] ان کے علاوہ اُستاذ الاساتذہ مولانا یار محمّد بندیالوی قدس سرہٗ سے بھی استفادہ کیا۔[۲]

طریقت کے اعتبار سے آپ چشتی نظامی فخری سُلیمانی تھے (آپ کے مرشد کا نام معلوم نہیں ہو سکا) موجودہ صدی کے مجدّدِ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی آپ کو اجازت وخلافت حاصل تھی۔

۲۰-۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۲ء میں علی گڑھ یونیورسٹی کے شعبۂ اسلامک اسٹڈیز کے چیئرمین مقرر ہوئے۔ آپ کے تقرر کی تفصیل جناب حافظ غلام غوث (نبیرہ مولانا ہدایت اللہ خاں جونپوری) نے ایک مضمون میں بیان کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایم۔ اے۔ او کالج علی گڑھ میں دینیات کے لیکچرار کی ضرورت تھی، مولانا کو اطلاع دی گئی اور انٹرویو میں "معجزہ" پر مقالہ لکھنے کی فرمائش کی گئی اور ساتھ ہی کہا گیا کہ کتابوں کی ضرورت ہو تو صبح تشریف لے جائیں۔ مولانا نے فرمایا: بحمد اللہ مجھے کتابوں کی ضرورت نہیں ہے، صرف کاغذ اور قلم دوات مہیّا کر دیا جائے۔ چنانچہ نمازِ عشاء کے بعد سے صبح کی نماز تک ایک ہی مجلس میں بائیس فل اسکیپ صفحات پر مدلّل مضمون قلمبند کر دیا جسے بہت پسند کیا گیا۔ پھر نماز جمعہ کے بعد "توحید" پر خطاب کرنے کے لئے کہا گیا تو آپ نے تین گھنٹے

---

[۱] محمود احمد قادری، مولانا: تذکرہ علمائے اہل سنّت، ص ۱۰۰

[۲] حیات استاذ العلماء بندیالوی، ص ۳۹

marfat.com

تک اس موضوع پر تقریر فرمائی جسے سُن کر پرستاران وحدت جھوم گئے۔ اس تقریر میں دینیات کمیٹی کے تمام اراکین نواب وقار الملک مُشتاق حسین اور مولانا حبیب الرحمٰن شروانی موجود تھے۔ اسی دن پچاس روپیہ مشاہرہ پر آپ کا تقرر کر دیا گیا[۱] آپ نے تا حیات بڑے جاہ وجلال کے ساتھ فرائضِ منصبی کو ادا کیا۔

قدرتِ ایزدی نے آپ کو حیرت انگیز صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ خطابت میں، بلا کا زور تھا، جس وقت آپ گفتگو فرماتے، تو دریا کی روانی کا نقشہ سامنے آجاتا تھا پروفیسر رشید احمد صدیقی صدر شعبۂ اُردو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ لکھتے ہیں:

"جونپور میں سیرتِ رسُول کا جلسہ تھا، مرحوم (مولانا محمد سلیمان اشرف) کی تقریر ہو رہی تھی، جلسہ کیا، ایک جم غفیر تھا۔ مرحوم اپنے مخصوص والہانہ جوش و وارفتگی کے ساتھ تقریر کر رہے تھے۔ حاضرین کی خاموشی کا عالم یہ تھا کہ سارا مجمع ایک ہی متنفس تھا، اتنے میں دُور سے ایک بوڑھا پستہ قد منحنی شخص جھکا ہوا، انبوہ کو چیرتا ہوا بڑھتا نظر آیا، جس شخص کے پاس سے گزرتا ہے، وہ خوف وعقیدت سے سمٹ کر تعظیم دیتا ہے، دیکھتے دیکھتے پلیٹ فارم پر پہنچ گیا، مرحوم کو سینہ سے لگا کر پیشانی کا بوسہ دیا اور واپس چلا گیا۔ یہ مولانا ہدایت اللہ خاں صاحب، جبروت جونپوری کے اُستاد اور جونپور میں اس وقت علم وہنر کے چشم وچراغ تھے۔"[۲]

جرأت اور بیباکی مولانا کی طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اپنی رائے کا اظہار بے دھڑک کر دیتے تھے۔ کسی کے علم وفضل یا وجاہت واقتدار سے مرعوب ہونا تو آپ نے سیکھا ہی نہ تھا۔ خودداری کا یہ عالم تھا کہ یونیورسٹی کے کسی ایسے اجلاس میں شریک نہ

---

[۱] غلام غوث، حافظ مولانا محمد سلیمان اشرف اور مولانا حبیب الرحمٰن شروانی کے تعلقات،
(سہ ماہی العلم، اپریل تا جون ۱۹۷۴ء، ص ۸۲)

[۲] رشید احمد صدیقی، پروفیسر، گنجہائے گراں مایہ (آئینۂ ادب، لاہور)، ص ...

marfat.com

ہوتے، جس میں کسی بڑے آدمی کو مدعو کیا گیا ہوتا اور نہ ہی کسی کے گھر جاتے جب تک اس سے دوستانہ مراسم نہ ہوتے۔[1]

پروفیسر رشید احمد صدیقی لکھتے ہیں:

"مرحوم میں اپنے استاد ہی کا جبروت و طنطنہ تھا، ان کی شفقت میں بھی جبروت کارفرما تھا۔ میں نے مرحوم کو جھجک کر یا گول مول باتیں کرتے کبھی نہ پایا۔"[2]

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں مردانہ وار حصہ لینے کی بناء پر مسلمانوں کو خوفناک مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ کونسا وہ ظلم ہوگا جو انگریزوں نے اہلِ اسلام کے لئے روا نہ رکھا۔ مسلمانوں کی خستہ حالی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہندوؤں نے پہلے تو مسلمانوں کی املاک اور جاہ و منصب پر ہاتھ صاف کیا، پھر اس طرف سے یک گونہ مطمئن ہو کر ان کے مذہب پر جارحانہ حملے کا آغاز کیا۔ ابتداءً گائے کی قربانی بند کرنے کی تحریک شروع کی اور نکتہ یہ اٹھایا کہ اسلام میں گائے کی قربانی فرض نہیں ہے۔ لہٰذا اگر اس خیال سے کہ گائے کی قربانی سے ہندوؤں کی دل آزاری ہوتی ہے، اسے ترک کر دیا جائے تو کیا مضائقہ ہے؟ اس قسم کے سوالات علماء کی خدمت میں پیش کئے گئے۔ بعض حضرات نے ہندوؤں کے فریب میں آکر فتویٰ دے دیا کہ گائے کی قربانی ترک کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ حضرت مولانا محمد سلیمان اشرف اور آپ کے شیخ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی اور دیگر علمائے اہل سنت ہی کا کام تھا کہ انہوں نے اس فتنے کا ڈٹ کر مقابلہ کیا، اور واشگاف الفاظ میں اعلان کیا کہ:

"شریعت نے جو اختیار عطا فرمایا ہے، اس سے فائدہ اٹھانے کا

---

[1] رشید احمد صدیقی، پروفیسر: گنج ہائے گراں مایہ (آئینۂ ادب، لاہور) ص ۴۳

[2] ایضاً: ص ۳۲

marfat.com

ہمیں حق حاصل ہے، خوفِ فتنہ ہو تو حکومت کی قوت کو متوجہ کرنا چاہیئے بہ پاسِ خاطرِ ہنود یا خوفِ ہنود اپنے دینی حق سے باز رہنا ہرگز روا نہیں"[۱]

امام احمد رضا بریلوی نے اس مسئلہ پر ایک مستقل رسالہ انفس الفکر فی قربان البقر سپردِ قلم فرمایا اور مولانا محمد سلیمان اشرف نے اپنی گراں قدر تالیف النور میں سیر حاصل بحث فرمائی۔

پھر ہندوؤں کے عیار اور مکار لیڈر گاندھی نے کانگریس نواز علماء کو کچھ ایسا چکر دیا کہ یہ حضرات اس کے دامِ تزویر میں آگئے اور نہ صرف یہ کہ تحریکِ خلافت اور تحریکِ ترکِ موالات ایسی تحریکوں میں گاندھی کے فیصلے کو حرفِ آخر سمجھنے لگے، بلکہ اس کی اقتدار میں دین و مذہب سے بھی بے اعتنائی برتنے لگے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمان عوام اپنے دینی شعائر کو ترک کر کے ہنود کی خرافات کو اپنانے لگے، اس دور کا نقشہ مولانا سید سلیمان اشرف نے کس درد و کرب سے کھینچا ہے، ذیل کی عبارت میں ملاحظہ فرمائیے:

"گائے کی قربانی مسلمانوں سے چھڑائی جاتی ہے۔ موحدین کی پیشانی پر قشقہ جو شعارِ شرک ہے، کھینچا جاتا ہے۔ مساجد ہنود کی تفرج گاہیں، مندر مسلمانوں کا ایک مقدس معبد ہے، ہولی شعارِ اسلام ہے جس میں رنگ پاشی اور وہ بھی خاص اہلِ ہنود کے ہاتھوں جبکہ وہ نشۂ شراب میں بدمست ہوں، عجب دلکش عبادت ہے۔ بتوں پر ریوڑیاں چڑھانا، ہار پھولوں سے انہیں آراستہ کرنا، پھولوں کا تاج اصنام کے سروں پر رکھنا خالص توحید ہے ۔۔۔ یہ سارے مسائل ان صورتوں میں اس لئے ڈھل گئے کہ ہندوؤں کی دلنوازی اور استرضا سے زیادہ اہم نہ توحید ہے نہ رسالت نہ معاد۔ نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ!"[۲]

---

[۱] محمد سلیمان اشرف، مولانا: النور (مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۲۱ء) ص ۲

[۲] ایضاً، ص ۸

marfat.com

اس وقت اُمّتِ مُسلمہ کو ایسے راہنما کی ضرورت تھی جو ہندو کی شاطرانہ چالوں کے تار و پود بکھیر کر راہِ راست واضح کرتا اور مسلمانوں کو ہندوازم میں مدغم ہونے سے بچاتا۔ اس نازک دَور میں علمائے اہل سُنّت نے طعن و تشنیع سے بے نیاز ہو کر حق گوئی کا فریضہ کما حقہٗ ادا کیا اور علی الاعلان کہا:

"بُت پرست اور بُت شکن کا اتحاد نہیں ہوسکتا۔"

یہی وہ دو قومی نظریہ کا نعرہ تھا جو پہلے پہل علمائے اہل سُنّت کی طرف سے بُلند ہوا اور اسی نظریے کی بنا پر پاکستان معرضِ وجود میں آیا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی کی بلند پایہ تصنیف المحجۃ المؤتمنہ اور مولانا سیّد محمد سلیمان اشرف کی تصنیف لطیف النّور کا مطالعہ کیجئے، یہ حقیقت بے نقاب ہو کر سامنے آجائے گی۔

مولانا سیّد محمد سلیمان اشرف، مشرکین ہنود سے کس قدر متنفر تھے، اس کا اندازہ ذیل کے واقعہ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ جناب ڈاکٹر عابد احمد علی بیان کرتے ہیں:

ایک مرتبہ علی گڑھ یونیورسٹی کی مسجد میں بعض لوگوں نے گاندھی کو تقریر کے لئے بُلایا، تو سیّد صاحب (مولانا محمد سلیمان اشرف) نے بعد میں خود اپنے ہاتھ سے ساری مسجد کو دھو کر صاف کیا۔ [1]

مشرکین سے یہ نفرت و بیزاری محض دینی جذبے اور خوفِ خُدا کے تحت تھی۔ چنانچہ ایک موقعہ پر فرمایا:

"دیکھو علماء کس طرح لیڈروں کا کھلونا بنے ہوئے ہیں اور لیڈروں نے مذہبی اصول اور فقہی مسائل کو کیسا گھروندا بنا رکھا ہے — ؟ میں جھگڑا مول لینا نہیں چاہتا ہوں اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ کالج اس قسم کے مناقشوں کا مرکز بنے، لیکن کیا کروں خدا کو تو بعد میں مُنہ دکھانے

---

[1] عابد احمد علی، ڈاکٹر: مقالاتِ یوم رضا (حصہ سوم) مطبوعہ اپریل ۱۹۷۱ء، ص ۱۰

marfat.com

کا موقع ملے گا، اس دُنیا کے پڑھے لکھے لوگ کیا کہیں گے۔" [1]

مولانا کے نزدیک دین کی حفاظت سب سے اہم تھی، سلطنت کے حصول کی خاطر ہنود سے اتحاد مناکر دین کے پس پشت ڈالنے کو بدترین گمراہی قرار دیتے تھے، چنانچہ فرمایا کرتے تھے،

"لعنت ہے اُس سلطنت پر جو دین بیچ کر حاصل کی جائے۔" [2]

ماہِ رجب بمطابق مارچ (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء) میں جمعیۃ العلماء ہند کا اجلاس بریلی میں ہونا طے پایا۔ پروپیگنڈے کے طور پر دو اشتہار سامنے آئے، جن سے معلوم ہوتا تھا کہ اراکین جمعیت اس آن بان سے بریلی آئیں گے کہ ان کی گھن گرج سے مخالفین دہل جائیں گے اور کسی کو مجال دم زدن نہ ہوگی۔ ایک اشتہار کا عنوان تھا، "زندگی مستعار کی چند ساعتیں" اس میں اجلاس کے مقاصد بیان کرتے ہوئے کہا گیا تھا:

"مخالفین ترکِ موالات اور موالاتِ نصاریٰ کے عملی حامیوں پر اتمامِ حجت کیا جائے گا۔"

دُوسرا اشتہار بعنوان "آفتابِ صداقت کا طلوع" شائع ہوا۔ اس میں مخالفین پر بڑے رکیک حملے کیے گئے تھے، ذرا اس اشتہار کے غیر منصفانہ تیور ملاحظہ ہوں، اس میں لکھا تھا:

"منکرین و منافقین پر اتمامِ حجت، مسائلِ حاضرہ کا انقطاعی فیصلہ، خدائی فرمان پہنچانے کے لئے بریلی میں جمعیۃ العلماء کا اجلاس ہونے والا ہے، سچائی ظاہر ہوگئی اور جھوٹ بھاگ نکلا، خداوند جبار و قہار کا یہ فرمان پورا ہو کر رہے گا۔" [3]

---

[1] رشید احمد صدیقی، پروفیسر: گنج ہائے گراں مایہ، ص ۳۰

[2] محمد نعیم الدین مُرادآبادی، مولانا سید: حیات صدر الافاضل، ص ۱۰۱

[3] اراکین جماعتِ رضائے مصطفےٰ بریلی: دوامغ الحمیر (مطبوعہ بریلی)، ص ۷، ۴

marfat.com

۱۰ رجب، ۲۰ مارچ (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء) کو صدر شعبۂ علمیہ جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی، صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی نے ستر سوالات پر مشتمل اعلانِ مناظرہ بنام اتمام حجت شائع کر کے جمعیۃ العلماء کے ناظم کو بھیج دیا، لیکن بار بار تقاضوں کے باوجود عمائدین جمعیۃ مناظرہ کے لئے تیار نہ ہوئے اور بلند بانگ دعاوی کو صاف نظر انداز کر گئے۔

۱۳ رجب ۱۳۳۹ھ کو مولانا سید محمد سلیمان اشرف بھی تشریف لے آئے۔ انہوں نے انفرادی طور پر بھی مناظرہ کی دعوت دی، اس کا جواب مولانا ابو الکلام آزاد نے دیا، لیکن مختلف فیہ مسائل پر گفتگو کرنے کی بجائے غیر متعلقہ مسائل کا تذکرہ چھیڑ دیا اور کسی طرح نزاعی مسائل پر گفتگو کرنے کے لئے تیار نہ ہوئے۔ آخر ۱۴ رجب کو شام کے بعد مولانا سید سلیمان اشرف، حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی، صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی صدر جماعت رضائے مصطفےٰ صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی، ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری، مولانا محمد حسنین رضا خاں ناظم جماعت رضائے مصطفےٰ اور مولانا برہان الحق وغیرہم حضرات شان و شوکت کے ساتھ جمعیۃ العلماء کے پنڈال میں تشریف لے گئے۔ صدر جلسہ مولوی ابو الکلام آزاد نے جماعت رضائے مصطفےٰ کے مناظرین کو خطاب کا وقت نہ دیا۔ غالباً وہ اس طرح ستر سوالات کے جواب سے پہلو تہی کرنا چاہتے تھے، البتہ مولانا سید سلیمان اشرف کو ۳۵ منٹ کا وقت دیا، اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ ان کے نام اجلاسِ بریلی میں شرکت کا دعوت نامہ جا چکا تھا۔ [۱]

مولانا سید محمد سلیمان اشرف نے خطاب فرمایا اور علماء اہل سنت کا موقف بڑی خوبی سے واضح کیا۔ اس تقریر کو پڑھ کر مولانا کی حق گوئی، صلابتِ رائے اور چھا جانے والی شخصیت کا گہرا احساس دل پر نقش ہو جاتا ہے۔ یہ تقریر رودادِ مناظرہ میں جماعت رضائے مصطفےٰ، بریلی کی طرف سے شائع ہو چکی ہے۔ اس تقریر کے چند اقتباسات ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں، مولانا نے مابہ الاتفاق اور مابہ الاختلاف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

---

[۱] اراکین جماعت رضائے مصطفےٰ، بریلی: رودادِ مناظرہ ص ۲، ۴

marfat.com

"مسئلہ خلافت وتحفظ وصیانت اماکن مقدسہ اور ترکِ موالات" یہ وہ مسائل ہیں جن میں نہ صرف فقیر بلکہ تمام علمائے کرام، نہیں، بلکہ تمام عامہ مسلمین ہمیشہ متفق اللسان ہیں، ترکوں کی خلافت بمعنی قوتِ دفاعی ایک امر مسلّم ہے، خدمت حرمین شریفین ہر مسلمان پر فرض کفایہ ہے۔ نیز محافظت حرمین شریفین بھی ہر مسلمان پر فرض کفایہ ہے۔ سلطنت ترکی ہماری دینی بھائی، اس پر اسلامی سلطنت، اس پر اسلام کی قوتِ دفاعی، پھر حرمین شریفین کی خادم و محافظ، پس ان کی اعانت اور نصرت نہ صرف مسلمانانِ ہند بلکہ تمام مسلمانانِ عالم پر بقدرِ استطاعت فرض ہے۔ یہ وہ مسائلِ شرعیہ ہیں جنہیں نہ میں صرف اس وقت بیان کر رہا ہوں، بلکہ آج سے دس برس پیشتر فقیر نے کہا، لکھا، چھاپا، ملک میں شائع کیا۔

میرا و نیز دیگر علمائے اہل سُنّت وجماعت کا آپ سے اختلاف اس مسئلہ میں ہرگز نہیں، ہاں اختلاف اس میں ہے کہ آپ ہندوؤں سے موالات برتتے ہیں اور مسلمانوں کو حرام وکفریات کا مرتکب بناتے ہیں تفصیل اس کی یہ ہے کہ موالات ہر نصرانی ویہودی سے ہر حال میں حرام ہے اور قطعی حرام! یاایھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا الیھود والنصاریٰ (الآیۃ) نصرانی اور یہودی خواہ فریقِ محارب ہو یا غیر محارب مطلقاً موالات اُن سے حرام اور مطلقاً حرام، ہر کافر سے موالات حرام، خواہ محارب ہو یا غیر محارب، لایتخذ المؤمنون الکافرین اولیآء۔

آپ حضرات انگریزوں سے تو موالات حرام بتاتے ہیں اور کافروں (ہندوؤں) سے موالات نہ صرف جائز، بلکہ عین حکمِ الٰہی کی تعمیل بتاتے ہیں۔ آپ نے قشقہ لگایا، گاندھی کی جے ایک دو بار نہیں، بلکہ بیسیوں جگہ بیسیوں

marfat.com

بار پکاری کہ مہاتما گاندھی کی جے۔ جس طرح صلیب علامت تثلیث ہے، کیا قشقہ علامتِ شرک نہیں ؟ کیا آپ کی غیرت تقاضا کرتی ہے کہ شرک کی علامت قشقہ اپنی پیشانیوں پر لگائیے ؟

آپ ہمارے سامنے سمرنا وغیرہ کے مظالم بیان کر کے ہمارے جذبات اُبھارتے ہیں، مگر کیا ہندوؤں نے آرہ، شاہ آباد، کٹار پور وغیرہ میں قربانی بند کرنے کے لئے ایسے ہی مظالم نہیں کئے ؟ قرآن مجید نہیں پھاڑے ؟ عورتوں کی بے حُرمتی نہیں کی ؟ مسلمانوں کی جانیں نہیں لیں ؟ مسجدوں میں بے ادبیاں نہیں کیں ؟ آج آپ سبز گنبد کی بے ادبی ہونے سے غیرت دلاتے ہیں، مگر کیا آپ کے لئے یہ غیرت کی بات نہیں تھی، جبکہ یہ کہہ کر دربارِ نبوّت و رسالت کی اہانت کی گئی کہ:

"اگر نبوّت ختم نہ ہو گئی ہوتی، تو مہاتما گاندھی نبی ہوتے۔"

آپ نے اس پر کیوں انکار نہ کیا ؟ کیوں خاموش رہے ؟

غرض مقاماتِ مقدّسہ و خلافتِ اسلامیہ کے مسائل میں ہمیں اختلاف نہیں، ہندوستان کے مفاد کی کوشش کیجیے، اس سے ہمیں خلاف نہیں۔ خلاف ان حرکات سے ہے، جو آپ لوگ منافی و مخالفِ دین کر رہے ہیں، ان حرکات کو دُور کر دیجیے، ان سے باز آیئے، ان کی روک تھام کیجیے، عوام کو ان سے باز رکھیے، تو خلافتِ اسلامیہ و ممالکِ مقدّسہ کی حفاظت، ہندوستان کے ملکی مفاد کی کوششیں، ہم بھی آپ کے ساتھ مل کر کرنے کو تیار ہیں۔"[1]

اس کے بعد ابوالکلام آزاد نے چند باتیں بطورِ صفائی کہیں، جن کا خلاصہ آئندہ سطور میں مندرج ہے:

---

[1] اراکین جماعت رضائے مصطفےٰ، بریلی: رُودادِ مناظرہ، ص ۵، ۸

marfat.com

یہاں کس نے قشقے کی اجازت دی؟ کس نے مہاتما گاندھی کی جے، پکارنے کو کہا؟ بلکہ میں خود تو مہاتما کے یہ معنی تک نہیں جانتا کہ وہ کوئی تعظیم کا لفظ ہے۔ یہاں کے کس ذمہ دار نے کہا کہ "اگر نبوت ختم نہ ہو گئی ہوتی، تو مہاتما گاندھی نبی ہوتے"؟ یہ کفر کا کلمہ کون مسلمان کہہ سکتا ہے؟ اور جے، قشقہ وغیرہ حرکاتِ مخالفِ دین پر ہم سخت نفرین کرتے ہیں۔ نفسِ موالات تمام کفار سے خواہ وہ حربی یا غیر حربی، یقیناً حرام اور ممنوع ہے اور ہم کب اسے جائز بتاتے ہیں ـــــ کوئی غیر مسلم کسی مسلم کا ہرگز پیشوا و رہنما نہیں ہو سکتا، مسلمانوں کی پیشوائی و راہنمائی ایک ذات حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ہے اور ان کی نیابت سے علماء کے لئے ہے۔ میں صاف کہتا ہوں کہ ہمارے ہندو بھائی بائیس کرور ہیں اور اگر وہ بائیس کرور گاندھی ہوں اور مسلمان اُن کو اپنا پیشوا بنائیں اور اُن کے بھروسہ پر رہیں تو وہ بُت پرست ہیں اور گاندھی اُن کا بُت"۔[1]

مولانا آزاد نے اپنی تقریر میں مسئلہ قربانی کے بارے میں کچھ نہ کہا، اس تقریر کے جواب میں مولانا سید سلیمان اشرف نے کہا:

"ابو الکلام صاحب کہتے ہیں کہ آیات میں تحریف کر کے ہنود سے موالات کس ذمہ دار شخص نے جائز بتائی؟ کیا حکیم اجمل خاں صاحب ذمہ دار شخص نہیں؟ پھر اُن کا مطبوعہ خطبہ دیکھئے، جس کی ہزاروں کاپیاں شائع ہوئیں۔ آپ کہتے ہیں کہ قشقہ وغیرہ حرکات کی ہم نے کب اجازت دی؟ مگر آپ نے عوام کے سامنے ہنود سے اتحاد کو کیوں اس طرح مفصل و مشرح کر کے نہیں پیش کیا کہ ان امور میں اتحاد کرو اور ان امور میں الگ ہو۔ آپ نے

---

[1] اراکین جماعت رضائے مصطفےٰ، بریلی: رُوداد مناظرہ، ص ۸، ۹

marfat.com

ان کے سامنے مجمل صورت میں اتحاد پیش کیا، جس سے وہ ان حرکات میں مبتلا ہوتے، پھر آپ ان حرکات کی ذمہ داری سے کیسے الگ ہو سکتے ہیں۔ خود آپ کے شہر بریلی میں گاندھی کو سپاسنامہ پیش کیا گیا، جس میں گاندھی کی نسبت کہا گیا۔

ع خاموشی از ثنائے تو حدِ ثنائے تست

کیا آپ حضرات نے اس پر کچھ انکار کیا، کیا آپ کا یہ سکوت آپ پر الزام نہیں لاتا؟

ابوالکلام آزاد۔ اِن الزامات پر خاموش رہے، پھر مولانا محمد سلیمان اشرف نے مولانا عبدالماجد بدایونی کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا:

"کہو یار تمہاری بھی کہہ دیں، تم نے گاندھی کو کہا کہ خدا نے ان کو مذکِّر بنا کر بھیجا ہے، یہ کفر ہے۔"[۱]

اِس پر مولانا بدایونی خاموش رہے، تقریر ختم ہونے پر مولانا حامد رضا بریلوی نے فرمایا:

"ہمیں خلاف آپ حضرات کی ان خلافِ شرع و خلافِ اسلام حرکات سے ہے، جن میں سے کچھ مولوی سید محمد سلیمان اشرف صاحب نے بیان کیں، اور جن کے متعلق جماعت رضائے مصطفیٰ کے ستر سوال بنام "اتمامِ حجت تامہ" آپ کو پہنچے ہوئے ہیں، ان کے جواب دیجئے، جب تک آپ ان تمام حرکات سے اپنا رجوع نہ شائع کر دیں گے اور اُن سے عہدہ برآنہ ہولیں گے، ہم آپ سے علیحدہ ہیں اور اس کے بعد خدمت و حفاظت حرمین شریفین و مقاماتِ مقدسہ و ممالکِ اسلامیہ میں ہم آپ کے ساتھ مِل کر جائز

---

[۱] اراکین رضائے مصطفیٰ، بریلی: رُوداد مناظرہ ص ۹-۱۰

marfat.com

کوشش کرنے کو تیار ہیں۔" [۱]

یہ ہے خلاصہ گفتگو، جس میں علمائے اہل سنت کو نمایاں کامیابی ہوئی۔ صدرالافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی نے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا بریلوی کے نام ایک مکتوب میں اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے لکھا:

"روانگی کے وقت بریلی کے اسٹیشن پر ایک تاجر صاحب نے مجھ سے کہا کہ ابوالکلام جس وقت بریلی سے جارہے تھے، میں اُن کے ساتھ تھا، وہ یہ کہتے جاتے تھے کہ "اُن کے جس قدر اعتراض ہیں، حقیقت میں سب درست ہیں، ایسی غلطیاں کیوں کی جاتی ہیں، جن کا جواب نہ ہو سکے اور ان کو اس طرح گرفت کا موقع ملے۔"

میں اپنی مسرت کا اظہار نہیں کرسکتا، جو مجھے اس فتح سے حاصل ہوئی۔ میدان مولوی سلیمان اشرف صاحب کے ہاتھ رہا۔ حضرت کے غلاموں کی ہمت قابل تعریف ہے۔" [۲]

مولانا سید محمد سلیمان اشرف نے متعدد کتابیں تحریر فرمائیں جن میں بیان و برہان کا زور پوری طرح جلوہ گر ہے۔ آپ نے جب النور اور الرشاد ایسی کتابیں لکھ کر ہندو نواز کانگریسی لیڈروں کا شرعی نقطۂ نگاہ سے محاسبہ کیا تو مخالفتوں کا طوفان کھڑا ہو گیا۔ تحریر و تقریر کے ذریعے آپ کے خلاف پروپیگنڈا کیا گیا، لیکن آپ کوہِ وقار بنے رہے اور طعن و تشنیع کی پروا کیے بغیر اعلاء کلمۃ الحق کا فریضہ ادا کرتے رہے۔ اس وقت عوام تو عوام بعض خواص بھی اس مغالطے میں واقع ہو گئے کہ عام طور پر کانگریس اور جمعیۃ العلماء ہند کے لیڈر جو کچھ کہہ رہے ہیں، وہی سو فیصد درست ہے

marfat.com

جوں جوں وقت گزرتا گیا، یہ احساس یقین کی حد کو پہنچنے لگا کہ اس افراتفری کے دور میں علماء اہل سُنّت نے جو کچھ کہا تھا، وہی حقیقت تھا۔

پروفیسر رشید احمد صدیقی لکھتے ہیں:

"سیلاب گزر گیا، جو کچھ ہونے والا تھا وہ بھی ہوا، لیکن مرحوم (مولانا سید محمد سلیمان اشرف) نے اس عہد سراسیمگی میں جو کچھ لکھ دیا تھا، بعد میں معلوم ہوا کہ حقیقت وہی تھی، اُس کا ایک ایک حرف صحیح تھا، آج تک اس کی سچائی اپنی جگہ پر قائم ہے، سارے علما سیلاب کی زد میں آچکے تھے، صرف مرحوم اپنی جگہ پر قائم تھے۔" [1]

فارسی شعر و ادب کی تاریخ پر الانہار لکھی۔ عربی، فارسی اور اردو کے محقق اور ادیب مولانا حبیب الرحمٰن شروانی نے اسے شبلی کی شعر العجم سے بہتر قرار دیا۔ حج کے موضوع پر الحج تالیف کی، جسے مولانا شروانی نے حج کے موضوع پر سب سے بہتر قرار دیا۔ عربی زبان کی برتری اور فوقیت پر نہایت وقیع کتاب المبین لکھی، جسے اہلِ علم نے بے حد سراہا۔ مشہور مستشرق مسٹر براؤن نے اسے دیکھ کر کہا:

"مولانا نے اِس عظیم موضوع پر اُردو میں یہ کتاب لکھ کر ستم کیا، عربی یا انگریزی میں ہوتی، تو کتاب کا وزن اور وقار بڑھ جاتا۔" [2]

مولانا نے المبین کا ایک نسخہ ڈاکٹر اقبال کو بھی بھجوایا تھا۔ اتفاقاً کچھ دن بعد علامہ اقبال، علی گڑھ گئے تو دورانِ ملاقات اس کتاب کی بڑی تعریف کی اور کہا:

"مولانا آپ نے عربی زبان کے بعض ایسے پہلوؤں پر بھی روشنی

---

[1] رشید احمد صدیقی، پروفیسر: گنج ہائے گراں مایہ، ص ۲۱

[2] محمود احمد قادری، مولانا: تذکرہ علمائے اہل سنت، ص ۱۰۰

marfat.com

ڈالی ہے، جنکی طرف پہلے کبھی میرا ذہن منتقل نہیں ہوا تھا۔" لـه

مولانا کا اہل سنت پر یہ احسان بھی کچھ کم نہیں ہے کہ آپ نے مجاہد جلیل مولانا علامہ محمد فضل حق خیر آبادی کی لاجواب تصنیف امتناع النظیر پہلی دفعہ شائع کر کے اسے علمی دُنیا میں متعارف کرایا ہے۔ ٢ـه

مثنوی ہشت بہشت اور اس کا مقدمہ

حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین دہلوی کے محبوب مرید حضرت امیر خسرو تصوّف و اخلاق، حکمت و دانش، علم و فضل اور شعر و سخن کی دنیا کے امام تھے، ہندوستان کے باشندے ہونے کے باوجود ان کے فارسی کلام کی عظمت و ثقاہت کا یہ عالم ہے کہ ایرانی شعراء نے نہ صرف ان کی سخنوری کے سکے کو تسلیم کیا بلکہ ان کی پیروی بھی کی۔

حضرت امیر خسرو نے ہر صنف سخن میں طبع آزمائی کی اور کمال کی بلندیوں کو چھوا، رودکی، فردوسی اور مولانا نظامی کے بعد مثنوی کے میدان میں ان کا رہوار قلم چلا اور بعد والوں کے لیے ناقابل قبول چیلنج چھوڑ گیا۔

مثنوی ہشت بہشت ان کی آخری مثنوی ہے جس میں انہوں نے ایران کے بادشاہ بہرام گور کی عیش پرستی اور شوق شکار کا قصہ قلم بند کیا ہے۔ اسی ضمن میں انہوں نے بڑے حکیمانہ انداز میں بادشاہ وقت علاؤالدین خلجی کو نصیحت بھی کی ہے اور بیٹی کو بھی نصیحت فرمائی ہے۔ یہ وہ نصیحتیں ہیں جو ہر حکمران اور ہر بیٹی کے لیے کار آمد ہیں اور حرز جان بنانے کے قابل ہیں۔

اس نادر روزگار مثنوی کی تصحیح، تنقید اور تعارف کا کام جناب عماد الملک سید بلگرامی رحمہ اللہ تعالیٰ نابغۂ عصر علامہ سید سلیمان اشرف بہاری، خلیفۂ امام احمد رضا بریلوی و صدر شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے ذمہ لگایا۔ نواب حاجی محمد اسحاق خاں آنریری سیکرٹری مدرسۃ العلوم علی گڑھ اور شیخ محقق شاہ عبدالحق

لـه رشید احمد صدیقی، پروفیسر: گنجہائے گرانمایہ ص ۱۲۱

٢ـه محمد یعقوب ضیاء القادری، مولانا: اکمل التاریخ حصہ اول ص ۹۰

marfat.com

محدث دہلوی قدس سرہ کے خانوادہ کے صاحب علم بزرگ مولانا محمد احتشام الدین ایم ۔اے نے علمی سطح پر ان کے ساتھ تعاون فرمایا۔ علامہ بہاری نے یہ کام بحسن وخوبی پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ مولانا محمد مقتدیٰ شروانی نے مطبع انسٹی ٹیوٹ علی گڑھ کالج سے ۱۳۳۶ھ / ۱۹۱۵ء میں مثنوی ہشت بہشت اور علامہ بہاری کے مقدمہ کی اشاعت کا اہتمام کیا۔ اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو اجر جمیل عطا فرمائے۔

علامہ سید سلیمان اشرف بہاری نے اس مثنوی کی تصحیح کیلئے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ دس نسخے جمع کئے اور پوری دماغ سوزی کے ساتھ تصحیح کا کام انجام دیا۔

اس کام میں جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ان کا تذکرہ کرتے ہوئے علامہ بہاری فرماتے ہیں :

> کتاب کی تصحیح کیا تھی؟ چیونٹیوں بھرا کباب تھا۔ اگرچہ دس نسخے موجود تھے لیکن ان کانٹوں میں سے پھول چُننا (چننا) میرے لیے نہایت دشوار تھا۔ (التماس ص ۴)

تصحیح اور تقابل کے علاوہ ۲۲۴ صفحے کا طویل مقدمہ لکھا جس کا نام الانہار رکھا گیا۔ اس مقدمہ میں انہوں نے ۔اقسام شاعری، فارسی شاعری پر عربی شاعری کا اثر، فارسی شاعری کی تاریخ اور تدریجی ترقی، حضرت امیر خسرو کی شاعری خسرو کا تصوف، خسرو کی غزل سرائی، مثنوی کے اقسام، مولانا نظامی اور فردوسی کا تقابل سلاطین کے ہاں خسرو کی مثنویوں کی قدر و منزلت، متاخرین اور کمال خسروی کا اعتراف نظامی و خسرو کا تقابل وغیرہ عنوانات پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے۔

اس کے بعد مثنوی ہشت بہشت کا تفصیلی تعارف کرایا ہے۔ مولانا نظامی کی مثنوی ہفت پیکر اور ہشت بہشت کا تقابل اس طرح پیش کیا کہ کسی بزرگ کی تنقیص کا پہلو نہیں نکلتا۔ بلکہ '' ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است '' کا منظر پیش کیا ہے۔

عربی، اردو اور فارسی کے محقق اور ادیب مولانا حبیب الرحمن شروانی نے اس

marfat.com

کتاب " الانصار " کو شبلی کی شعر العجم سے بہتر قرار دیا۔ امید ہے کہ اہلِ علم مطالعہ کے بعد اس رائے کی تائید کریں گے۔

یہ کتاب ۱۹۱۵ء میں چھپی، اسی بیاسی سال کا عرصہ گزر جانے کے باوجود کسی ناشر نے اس علمی جواہر پارے کی اشاعت کی طرف توجہ نہ کی، اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے جناب الحاج محمد محفوظ احمد نوری سکھروی، مالک نوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی بلال گنج لاہور اور ان کے دونوں صاحبزادوں محمد مصطفےٰ اشرف اور محمد مختار اشرف سلمہا اللہ کو، انہوں نے اس نادر اور گرانمایہ کتاب کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا ہے۔ بلاشبہ اہلِ علم کے لیے یہ عظیم علمی تحفہ ہے۔

مولانا سید محمد سلیمان اشرف قدس سرہٗ نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ میں فرائضِ تدریس انجام دیتے رہے۔ آپ سے ہزارہا افراد نے استفادہ کیا۔ چند مشاہیر تلامذہ کے نام یہ ہیں:

۱۔ مبلغِ اسلام مولانا ڈاکٹر فضل الرحمٰن انصاری، بانی المرکز الاسلامی، کراچی
۲۔ پروفیسر رشید احمد صدیقی، مؤلف گنج ہائے گراں مایہ، علی گڑھ۔
۳۔ ڈاکٹر عابد احمد علی، مہتمم بیت القرآن، پنجاب پبلک لائبریری، لاہور

(م ۲۵ را پریل ۱۹۷۴ء)

۴۔ ڈاکٹر برہان احمد فاروقی، لاہور۔

۵ ربیع الاول، ۲۵ اپریل ۱۳۵۸ھ/ ۱۹۳۹ء) میں مولانا علامہ سید محمد سلیمان اشرف بہاری قدس سرہٗ کا وصال ہوا اور علی گڑھ کے قبرستان میں دفن کیے گئے۔ [۱]

---

[۱] عبد القدوس ہاشمی: تقویم تاریخی ص ۳۴۰

[۱] نوٹ: تذکرہ علمائے اہلِ سنت میں لکھا ہے کہ رمضان المبارک ۱۳۵۲ھ میں آپ کا وصال ہوا جو صحیح نہیں ہے۔

marfat.com

علامہ سید سلیمان اشرف بہاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات پر مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے پروفیسر رشید احمد صدیقی نے درد و سوز میں ڈوبے ہوئے تاثرات تحریر کئے جو ان کی کتاب "گنجہائے گرانمایہ" میں چھپ چکے ہیں۔ چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں۔

غزالاں تم تو واقف ہو کہو مجنوں کے مرنے کی
دوانا مرگیا آخر کو ویرانے پہ کیا گزری

مولانا سلیمان اشرف صاحب اس جہان سے اُٹھ گئے اور اپنے ساتھ وہ تمام باتیں لے گئے جو میرے لئے اب کسی اور میں نہیں۔ میرا اُن کا خون کا کوئی رشتہ نہ تھا، صرف علی گڑھ کا رشتہ تھا لیکن کس سے کہوں اور کون سمجھے گا کہ اس رشتہ میں کیا تھا اور کیا نہ تھا۔ وہ میرے لئے عزیزوں سے زیادہ عزیز تھے بزرگوں سے زیادہ بزرگ اور دوستوں سے زیادہ دوست۔ پریشان ہوتا تو اُن کے ہاں جاتا، جی گھبراتا تو وہاں جاتا، خوش ہوتا تو وہاں ضرور جاتا .... اور جب کہیں نہ جانا ہوتا تو وہاں جاتا، گھنٹوں بیٹھتا۔

زندگی میں ہر طرح کے لوگوں سے ملنے کا اتفاق ہوا ہے۔ لیکن اکثر محسوس بھی ہوا کہ مخاطب میں کہیں نہ کہیں کوئی خامی ہے۔ کوئی بڑا مخلص ملا تو اتنا ہی ثقہ اور روکھا پھیکا۔ کوئی ہنسنے ہنسانے والا ہوا تو یہ محسوس ہوا کہ اس میں تھوڑا بہت گنوار پن بھی ہے۔ کوئی بڑا عالم فاضل ہوا تو اس میں نخوت، تنگ نظری اور کم ظرفی بھی کسی نہ کسی تک ضرور پائی گئی۔ اللہ والے ملے تو انہیں دنیا کے کام کا نہ پایا۔ کسی منکرِ خدا کو ایسا نہ پایا جو کچھ اور نہیں رسول کی شرافت وعظمت کا تو قائل ہوتا۔ لیکن مرحوم کی شخصیت اتنی جامع اور متنوع تھی کہ وہ ہر موضوع اور ہر موقع سے اس خوبی سے عہدہ برآ ہوتے کہ ان کی صحبت میں

marfat.com

جی لگتا اور کبھی یہ محسوس نہیں ہوا کہ فلاں جگہ کمی ہے جسے پورا کرنے کے لئے کسی اور کو ڈھونڈنا چاہیئے۔

آج کم وبیش دس گیارہ سال ہوئے یونیورسٹی پر تحقیقاتی کمیٹی بیٹھ چکی تھی، بعض دوسرے لوگوں کی طرح مولانا خاص طور پر زد میں تھے۔ ہر طرف سراسیمگی چھائی ہوئی تھی نفسی نفسی کا عالم تھا۔ بڑے بڑے سورماؤں کے پاؤں لڑکھڑانے لگے تھے۔ اُس وقت کا حال کچھ وہی لوگ جانتے ہیں جن پر وہ عالم گزر چکا ہے اُس زمانہ میں مَیں نے مولانا کو دیکھا کیا مجال کہ روزمرّہ کے معمولات میں فرق آ جاتا، جن کے بارے میں جو رائے رکھتے تھے اُس کا علی الاعلان اظہار کرتے۔ شام کے وقت برآمدہ میں لوگ بیٹھے ہوتے، چائے نوشی کی صحبت گرم ہوتی اور ایسا معلوم ہوتا جیسے مصیبت کا کہیں نام و نشان نہیں کسی کی مجال تک نہ ہوتی کہ آنے والی آفت کا تذکرہ کرتا ایک دن شب میں مَیں بھی حاضر ہوا، میں مرحوم کی خدمت میں اکثر ایسی باتیں بھی کہہ جاتا جو دوسرے کہنے میں ہمیشہ تامل کرتے تھے، میں نے کہا مولانا کیا ہونے والا ہے؟ خدا نخواستہ نوع دیگر ہوا۔ تو کیا ہوگا؟ کہنے لگے رشید! تم بھی ایسا کہتے ہو مجھے خیال تھا تم اس قسم کا ذکر نہ چھیڑو گے ہوگا کیا؟، وہی ہوگا جو ازل سے تقدیر میں ہو چکا ہے۔ مومن کی نشان یہی ہے کہ اس پر ہراس طاری نہ ہو۔ تم ڈرو گے تو اُن لوگوں کا کیا حال ہوگا جو تم کو اپنا سردار سمجھتے ہیں۔ جو ہونے والا ہے وہ ہو چکا ہے۔ پھر ڈرنے جھجکنے سے کیا فائدہ؟

مولانا پر اس وقت ایک عجیب جلال سا طاری تھا اور مجھے شہنشاہیت روما کا وہ عہد یاد آگیا جب گالس نے روم پر قبضہ کیا اور وحشیوں نے فتح کے نشہ میں آکر سینٹ کا رُخ کیا جہاں کا ہر رُکن اپنی اپنی جگہ متانت اور وقار کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا جن میں سے ہر ایک کو وحشیوں نے نشست ہی پر ذبح کر دیا لیکن

marfat.com

کسی سینیٹر نے نہ اپنی جگہ چھوڑ دی اور نہ آہ وزاری کی۔

۱۹۲۱ء کا زمانہ ہے۔ نان کوآپریشن کا سیلاب اپنی پوری طاقت پر ہے، "گائے کی قربانی" اور "موالات" پر بڑے بڑے جیّد اور مستند لوگوں نے اپنے خیالات کا اظہار کر دیا ہے۔ اُس زمانہ کے اخبارات، تقاریر، تصانیف اور رجحانات کا اب اندازہ کرتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کیا سے کیا ہو گیا۔ اُس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ کہا جا رہا ہے۔ وہی سب کچھ ہے۔ یہی باتیں ٹھیک ہیں۔ ان کے علاوہ کوئی اور بات ٹھیک ہو نہیں سکتی کالج میں عجیب افراتفری پھیلی ہوئی تھی۔ مرحوم مطعون ہو رہے تھے۔ لیکن چہرہ پر اثر تھا اور نہ معمولات میں کوئی فرق۔

بالآخر مولانا نے ان مباحث پر قلم اُٹھایا اور دن رات قلم برداشتہ لکھتے رہتے۔ اکثر بٹھا کر سناتے اور رائے طلب کرتے۔ میں کہتا مولانا میری مذہبی معلومات اتنی نہیں ہیں کہ میں محاکمہ کر سکوں۔ آپ جو کہتے ہیں ٹھیک ہی کہتے ہوں گے۔ کہتے یہ بات نہیں ہے۔ تم پر اس ہڑ گم کا اثر ہے اور سمجھتے ہو کہ یہ تمام علماء جو کچھ کہتے ہیں وہ ٹھیک ہے اور میں کالج کا مولوی یونہی ہانکتا ہوں یہ بات نہیں ہے ہم تم زندہ ہیں تو دیکھ لیں گے کہ کون حق پر تھا اور کون ناحق پر!

سیلاب گزر گیا۔ جو کچھ ہونے والا تھا وہ بھی ہوا۔ لیکن مرحوم نے اس عہد سراسیمگی میں جو کچھ لکھ دیا تھا بعد میں معلوم ہوا کہ حقیقت وہی تھی اس کا ایک ایک حرف صحیح تھا۔ آج تک اس کی سچائی اپنی جگہ پر قائم ہے۔ سارے علماء سیلاب کی زد میں آ چکے تھے۔ صرف مرحوم اپنی جگہ پر قائم تھے۔ اس کا اعتراف کسی نے نہ کیا اور نہ کبھی مولانا نے کہا کہ میں نے یا آپ نے مولانا کی اس خدمت اور قابلیت کا اعتراف کیوں نہیں کیا۔ ایک دفعہ میں نے دریافت کیا تو مرحوم نے

marfat.com

ہنس کر فرمایا۔ لیکن میں ان کلمات کو دوہرانا نہیں چاہتا۔ اس سے بدمزگی اور پیچیدگی پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔

تیس سال سے زیادہ کا زمانہ گزرا، جونپور میں سیرتِ رسول کا جلسہ تھا، مرحوم کی تقریر ہو رہی تھی۔ جلسہ کیا ایک جمِ غفیر تھا۔ مرحوم اپنے مخصوص والہانہ جوش و وارفتگی کے ساتھ تقریر کر رہے تھے۔ حاضرین کی خاموشی کا یہ عالم تھا کہ سارا مجمع ایک ہی متنفس تھا۔ اتنے میں دور سے ایک بوڑھا پستہ قد منحنی شخص جھکا ہوا، انبوہ کو چیرتا ہوا بڑھتا نظر آیا۔ جس شخص کے پاس سے گزرتا ہے وہ خوف و عقیدت سے سمٹ کر تعظیم دیتا ہے۔ دیکھتے دیکھتے پلیٹ فارم پر پہنچ گیا۔ مرحوم کو سینہ سے لگا کر پیشانی کا بوسہ دیا اور واپس چلا گیا۔ یہ مولانا ہدایت اللہ خاں صاحب جبروتؔ جونپوری مرحوم کے اُستاد اور جونپور میں اس وقت علم و ہنر کے چشم و چراغ تھے۔ مرحوم میں اپنے اُستاد ہی کا جبروت و طنطنہ تھا۔ ان کی شفقت میں بھی جبروت کارفرما تھا۔ میں نے مرحوم کو جھجک کر یا گول مول باتیں کرتے کبھی نہ پایا۔

جمعہ کی ایک نماز یاد ہے، جاڑے کے دن تھے۔ یخ بھری ہوائیں ایسا معلوم ہوتا تھا گویا رگ و ریشہ میں سوئیاں بن بن کر اُتر جاتی ہیں۔ ناظم صاحب دینیات غالباً موجود نہ تھے۔ مرحوم امامت کے لئے آگے بڑھے۔ تکبیر بھی ختم نہیں ہوئی تھی کہ مولانا نے کہا اللہ اکبر ایسا معلوم ہوا جیسے اس صدا نے فضا کی ہر صدا کی ہر لرزش چھین لی۔ اس کے بعد جو قرائت شروع کی ہے تو یہ معلوم ہوتا جیسے خالد کی تلوار میدانِ جہاد میں کوندتی، لرزتی، گرجتی، لچکتی، کاٹتی، سمٹتی، تیرتی، اُبھرتی آگے بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ کوئی لمبی سورت تھی جب تک ختم نہیں ہوئی یہ معلوم ہوتا تھا جیسے جسم و جان میں بجلیاں بھر گئی ہیں اور شوقِ خود سپاری میں ہمیں نہیں در و دیوار بھی جھوم رہے ہیں اُس دن کی نماز اب بھی یاد ہے۔

marfat.com

مرحوم مذہبی معتقدات میں بڑا غلو رکھتے تھے اور اظہار کا موقع آتا تو کھلم کھلا ان کا اعلان بھی کر دیا کرتے تھے بایں ہمہ مختلف الخیال لوگوں سے بھی بقول ان کے کھاتا کھلا ہوا تھا۔ خانقاہ سلیمانیہ کے مقربین میں محمد اکرام اللہ خاں ندوی، مولانا ابوبکر صاحب، محمد مقتدیٰ خاں شروانی، نواب صدر یار جنگ بہادر سید زین الدین صاحب تھے۔ باہر والوں میں سے مولوی ابوالحسن صاحب سید بہاؤ الدین صاحب کو یہ امتیاز حاصل تھا۔ مولانا ابوبکر صاحب کے بڑے مداح تھے، ایک دن کہنے لگے جب یونیورسٹی میں ان کا تقرر ہو رہا تھا تو میں کچھ تذبذب میں تھا۔ تم تو جانتے ہو ان کا مسلک میرے مسلک سے جدا ہے۔ میں سمجھتا تھا شاید میرا ان کا نباہ نہ ہو سکے۔ لیکن یہ آدمی تو بے نظیر نکلا۔

میں نے انہیں جلال کے عالم میں بھی پایا ہے۔ علم و مذہب پر گفتگو کرتے کرتے اکثر جلال میں آجاتے۔ لیکن اس جلالت کی شان ہی کچھ اور ہوتی ایسا معلوم ہوتا جیسے وہ علم یا مذہب کے بل پر یا اُن کے ناموس کی حفاظت میں آمادۂ جہاد ہیں، تکبر یا تبختر کا شائبہ تک نہ ہوتا۔ لیکن جب بے تکلف دوستوں کے حلقہ میں ہوتے تو ان کی باتوں میں شگفتگی، رنگینی و زیبائی ہوتی، مرحوم یاد آتے ہیں تو میرے ذہن میں ع

"عجم کا حُسنِ طبیعت، عرب کا سوزِ دروں"

کا نقشہ بھی پھر جاتا ہے[۱]

•

محمد عبدالحکیم شرف قادری

۵ ر ذوالحجہ ۱۴۱۷ھ، ۱۳ ر اپریل ۱۹۹۷ء

[۱] رشید احمد صدیقی پروفیسر، گنجہائے گرانمایہ ۵۲-۱۹

التماس

فقیر سے جو خدمت کہ سپرد کی گئی تھی اُس میں کہاں تک کامیابی ہوئی اس کے متعلق صرف اسقدر گزارش ہی کہ حق تعالیٰ نے جو کچھ چاہا اور جیسا کچھ چاہا وہی ہوا۔ اگر مضمون تشنہ ہی یا بیان ناقص تو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اس کا اکمال کسی اور کے قلم سے مقدر ہو چکا ہی۔ یہ سعادت جب کہ میرے حصّہ میں نہ تھی تو پھر اُس کا تکملہ میرے ہاتھوں سے کیونکر ہوتا۔ کوئی اللہ کا بندہ لکھ کر طالبین کی پیاس بجھا دیگا۔ فقیر گوشہ نشین بھی اُس سے استفادہ کر لیگا۔ اس کے بعد یہ گزارش ہی کہ پہلے محض تنقید ہشت بہشت کا کام سپرد ہوا تھا۔ اُس کے بعد کتاب کی تصحیح متعلق ہوئی۔ لیکن دل یہ چاہتا تھا کہ اس ایک کتاب کی تنقید مفصل اور دیگر اصناف نظم پر خسرو علیہ الرحمہ کے ایک مجمل تبصرہ لکھا جائے۔ اور تبصرہ سے پہلے فارسی شاعری کے ادوار دکھائے جائیں

گو بعض اصحاب اس تبصرہ اور ادوار شاعری کے مضمون کو تنقید سے بے تعلق سمجھینگے لیکن کسی نہ کسی حیثیت سے اُن مضامین کا پیوند تنقید سے ضرور صحیح ہو سکتا ہی۔ میں اسی فکر میں تھا کہ شیدائے علم و فن و نقاد سخن **نواب حاجی محمد اسحق خاں** متع اللہ المسلمین بطول بقائہٖ نے بھی اس کی تحریک فرمائی۔

اُن حضرات کی خدمت میں جو کسی کتاب کی تنقید کا دائرہ اُسی کتاب میں محدود سمجھتے ہیں اور اُن کی تحقیق میں اُس سے سرِمو تجاوز کرنا یا تعلقات سے بحث ایک ناقابل معافی گناہ ہی) یہ گزارش ہی کہ فقیر کو مورد عتاب نہ قرار دیں اور چین بجبیں نہوں حصص ماقبل کو چھوڑ دیں۔ اور صفحہ ۱۶۹ سے کتاب کا مطالعہ شروع فرمائیں۔ یہ بحث پھر بھی ہو رہیگی کہ تنقید کا کیا مفہوم ہے اور اُس کے اجزا و لوازم کیا ہیں۔ اس وقت صرف اس ایک شعر پر اکتفا کرتا ہوں

marfat.com

حافظ بخود نپوشید ایں خرقۂ می آلود — اے شیخ پاکدامن معذور دار ما را

اب میں مخدوم قوم عالی جناب **نواب حاجی محمد اسحاق خاں** صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جن کے اشفاق والطافِ گوناگوں نے مجھ جیسے ناکارہ و ہیچ کارہ کو اس سعادت کا موقع دیا۔

اپنی حالت تو اس شعر کی مصداق ہے ؎

نہ شگوفہ ام نہ برگم نہ درختِ سایہ دارم — ہمہ حیرتم کہ دہقاں بچہ کار کشت ما را

ایک وجود معطل ہے جو کام کرنے سے ہمیشہ گریزاں و ترساں رہا۔ جیلہ جو کاہل و سست طبیعت میں کبھی کسی کام کی ہمت ہی پیدا نہ ہوئی۔ پھر ایسا مہتم بالشان کام جس کی نہ اپنے میں قابلیت نہ صلاحیت اس کے انجام کا کیا سامان تھا۔ لیکن ممدوح موصوف الصدر نے اپنے عنایاتِ بزرگانہ کے ایسے مینھ برسائے کہ کاہلی کے خوابِ گراں سے نفس کو مجبوراً بیدار ہی ہونا پڑا اور اپنی عادت کے خلاف کام کرنے پر یہ کہتا ہوا آمادہ ہوا ؎

بے چوں ماہ زانو زدمی چوں لعل پیش آورد — تو گوئی تائبم حافظ ز ساقی شرم دار آخر

خسرو علیہ الرحمۃ کا کلام اور اس کے احیاء پر نواب صاحب جیسا علم پرور آمادہ و کمربستہ پھر سستی اور کاہلی! توبہ!! توبہ!!!

آخر کتاب کی تصحیح لغات کا حل مشکلات اشعار کی تشریح سب سے مقدم کی گئی اس کے بعد کتاب کی تنقید تمام کی۔ پھر مقابلہ کی سخت کشاکش سے فرصت ملی۔ اب ایک تبصرۂ اجمالی خسرو کی عام شاعری کے متعلق لکھا گیا۔ آخر میں مقدمہ شعر و شاعری لکھ کر اپنے کار مفوضہ سے سبکدوشی پائی۔

لیکن تصحیح کا کام ہرگز انجام نہ پاتا اور اپنے دیگر خیالات خانہ تخیل سے ہرگز آگے نہ بڑھتے اگر ایک پیکرِ علم کی مدد فرمائی نہ ہوتی۔ یعنی مولانا **محمد احتشام الدین** صاحب ایم اے سلالۂ خاندان حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔

marfat.com

مدرسۃ العلوم علی گڑھ میں جہاں جذبات گوناگوں رکھنے والے اشخاص پائے جاتے ہیں وہاں یہ ایک وجود علم و فن کا والہانہ شیدا گوشۂ تنہائی میں بیٹھا ہوا مشرقی و مغربی مصنفین سے محققانہ مشورہ میں محو رہا کرتا ہے۔

یہ فقیر کی بڑی خوش قسمتی ہے کہ ایسے مجسمۂ علم سے ابتدائے تعلق کالج سے آج تک مسلسل نیازمندی و ارادت کا سلسلہ قایم ہے۔ اور اُس جانب سے کرم فرمائی و ذرہ نوازی۔

کتاب ہشت بہشت کا پہلا نسخہ جو خاص کتب خانہ کالج کا تھا مجھے جس وقت ملا تو اُس کے مطالعے سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جو کتاب اہلِ علم کی خدمت سے محروم رہی اور گروہِ کملا کی صحبت اُسے نصیب نہوئی وہ ظاہر آرا صحبتوں میں پھنسکر سیرت کی خوبی کھو بیٹھی۔ طرفہ یہ کہ کالج کا یہ نسخہ کرم خوردہ بھی تھا جس کی ہر سطر میں کوئی نہ کوئی حرف یا لفظ کیڑوں کی نذر ہو گیا تھا۔

اب معلوم ہوا کہ یہ کتاب دوبارہ مطبع نولکشوری میں طبع ہوئی ہے میں نے لکھنؤ اپنے عزیز دوست ملک محمد علی افضل بی اے کو اس کے بھیجنے کی تکلیف دی۔

ایک ہفتہ میں کتاب پہنچی شوق کے ہاتھوں لیا اور نہایت بیتابی سے تار نظر سطور پر پڑنے لگے لیکن وہی تین اشعار کے بعد جو نا اُمیدی کی تلخی محسوس ہوئی ہے اُس کا کیا اظہار کیا جائے۔ خیال گذرا کہ شاید پہلا مطبوعہ نسخہ کچھ صحیح ہوگا اب اُس کی تلاش ہوئی آخر وہ بھی ملا لیکن ایک سے دوسرا غلطی زیادہ پیش کرنے میں مستعد و آمادہ تھا۔

اب پھر خیال قلمی نسخوں کی طرف گیا ایک نہایت ہی نایاب نسخہ نواب حاجی محمد اسحاق خاں صاحب نے اپنے خاص کتب خانہ سے عنایت فرمایا دوسرا نسخہ خمسہ کا بانکی پور لائبریری سے منگوایا۔ تیسرا کتب خانہ حبیب گنج سے حاصل ہوا اس کے بعد اور نسخے بھی رامپور، سہارنپور، حیدرآباد، دیوبند وغیرہ سے وقتاً فوقتاً ملتے گئے۔

قریب قریب ہر ایک نسخہ حسین نقش و نگار پاکیزہ حروف و نقاط سے آراستہ تھا لیکن جو جتنا حسین تھا اُتنا ہی صحت سے بعید۔ چنانچہ بانکی پور کا نسخہ حسنِ خط میں لاجواب و بے مثل دیگر

marfat.com

اوصافِ ظاہری میں بھی بے نظیر لیکن ایسی فاش غلطیاں اُس میں قدم قدم پر ملتی تھیں کہ حسن ظاہری بھی اُس کا بدنما معلوم ہونے لگتا تھا۔ غرض کتاب کی تصحیح کیا تھی چیونٹیوں بھرا کباب تھا۔ اگرچہ دس نسخے موجود تھے لیکن اُن کانٹوں میں سے پھول چننا میرے لیے نہایت ہی دشوار تھا آخر اپنے اُسی کرم فرما شیدائی علم و فن کی طرف دستِ استمداد پھیلانا پڑا اور اُس علم دوست نے بھی اپنے کرم کریمانہ سے اس سائل کے دامن کو اُمید سے کہیں زیادہ بھر دیا۔ تصحیح و مقابلہ نسخ کا نہ صرف طریقہ بتایا بلکہ پانچ ماہ کامل تک اپنے مشاغل علمیہ کا ایک کثیر حصہ برابر تصحیح و مقابلہ میں صرف کرتا رہا۔ میں حیران ہوں کہ اپنے مکرم کا کیونکر شکریہ ادا کروں جزاھم اللہ خیر الجزاء۔

کسی کتاب کی تصحیح واقعی طور پر جس نے کی ہوگی وہی سمجھ سکتا ہے کہ تصحیح کا کام کسقدر اہم ہے۔ کامل برس روز کی محنت کا نتیجہ ہے جو آج ہشت بہشت کا صحیح نسخہ ناظرین کے ہاتھوں میں ہے۔ کاپی و پروف تین تین اور چار چار بار دیکھے گئے ہیں جس میں ہمارے عزیز طلبائے کالج کی یاوری کا بہت بڑا حصہ ہے۔ خاصکر سید منظور حسن و سید وصی احمد رضوی متعلم بی اے کلاس و حافظ غلام غوث کا میں تہِ دل سے دعاگو ہوں کہ ان عزیزوں نے بہت گراں بہا امداد کی ہے۔

منیجر مطبع مولانا محمد مقتدیٰ خاں صاحب شروانی کا بھی دل سے شکر گزار ہوں جنہوں نے کاپی و پروف کی تصحیح میں بہت مبالغہ سے محنت کی ہے۔ جو دیدہ سوزی و عرق ریزی کہ مولانا محمد مقتدیٰ خاں صاحب شروانی نے فرمائی ہے کوئی منیجر مطبع تو کیا کر سکتا ہے بعض مالک مطابع و مصنفین و مولفین بھی اس دماغ کادی کے متحمل نہیں ہو سکتے۔

اب باوجود اس سعی و کوشش کے اگر نقاط و حروف یا مرکز کی کوئی غلطی رہ گئی ہو تو وہ بشریت کا اقتضا ہے۔ حتی الامکان یہ کوشش کی گئی ہے کہ یقینی طور پر وہی الفاظ ملجائیں جو خسرو علیہ الرحمہ کے قلم سے نکلے ہیں۔ اصح و انسب الفاظ متن میں رکھے گئے ہیں اختلاف نسخ علامت ن دیگر فٹ نوٹ میں لکھ دیئے گئے ہیں ~ نشان حل کا ہے اور ن نسخہ کی علامت ہے۔

marfat.com

سہولت کے لیے ہندسہ بھی دے دیا گیا ہی۔ جس نسخہ کا لفظ فٹ نوٹ میں لیا گیا ہی وہاں اُس کا حوالہ بھی حرف اوّل سے دیدیا گیا ہی۔ مثلاً ج علامت کتب خانہ جہانگیرآباد ریاست نواب حاجی محمد اسحاق خاں صاحب ح علامت کتب خانہ حبیب گنج ریاست مولنا حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی۔ ر علامت رام پور۔ س علامت سہارن پور۔ با علامت کتب خانہ بانکی پور وغیرہ

خسرو علیہ الرحمہ کی تصنیف تصحیح و تنقید کے لئے چھ سو برس سے اِن باہمت علم دوست حضرات کی منتظر تھی یتیمی ایسا داغ ہی جس سے سینکڑوں داغ اور بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ الا ماشاءاللہ خسرو علیہ الرحمہ جب سایۂ بے پدری میں آئے تو اُنکے نانا **عماد الملک** نے کنار عاطفت میں لے لیا اور اُن کی تربیت و نگرانی میں یہ پودا نہال کمال بن کر پھولا اور پھلا۔

لیکن اُن کا کلام جو معنوی اولاد کہلانے کا اصل مستحق تھا سایۂ خسروی سے محروم ہوا تو کسی نے ان یتیموں کے سر پر شفقت کا ہاتھ نہ رکھا آخر نسا خوں اور کاتبوں کی بیدرد صحبت میں ایسے پھنسے کہ اپنے اصلی اور دلکش جوہر کو کھو بیٹھے حتیٰ کہ جوہر شناس اور نکتہ رس نگاہیں صحت و سقم کی تمیز میں مضطر و پریشان ہو گئیں۔

خدائے پاک **نواب عماد الملک سید بلگرامی** کا بھلا کرے جن کی علم دوست نگاہوں نے خسروؒ کے فرزندانِ معنوی کو اس خستہ و خراب حالت میں دیکھکر اُن کی تہذیب و تربیت کا خیال کیا لیکن یہ خیال خانہ تخیل سے آگے نہ آتا اگر شاعری اور کمال کے اصلی وارث **نواب حاجی محمد اسحاق خاں** صاحب آنریری سکریٹری مدرسۃ العلوم علی گڑھ کمربستہ و آمادہ نہو جاتے۔

اس طرح کے علمی کام کا جنھیں اتفاق نہیں ہوا ہی وہ تو اُن انتھک اور حوصلہ شکن صبر آزما کوششوں کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ لیکن اگر کسی کو اس دورِ ایام میں اس قسم کے کام کرنے کا اتفاق پڑا ہی تو وہی اسکو سمجھ سکتا ہی کہ اہلِ علم کی تلاش اُن کی طرح طرح کی نازبرداریاں اور پھر نتیجہ نفی میں دیکھکر کسی اور کی جستجو میں سرگرداں پھرنا، پیہم مایوسیوں سے نہ تھکنا اور سعی کا مسلسل جاری رکھنا کسقدر اہم و معرکۃ الآرا ہی۔

marfat.com

زمانے کا دستور ہی باغ عالم میں دورِ خزاں کے بعد فصلِ بہار ضرور آتی ہی خواب غفلت میں تنگ لباسوں کے مسکنے اور آنکھ کے کاجل پھیل جانے اور زلف تا کمر رسیدہ کے الجھنے سے جو بے ترتیبی پیدا ہو جاتی ہی نیند کھلنے کے بعد دوسرے کپڑوں کا بدلنا کاجل کا پوچھنا بالوں کا سلجھانا کچھ اور نکھار پیدا کر دیا کرتا ہی۔ جس پر حسنِ خداداد کے سوا مشاطہ کی سحر آفرینیاں اور بھی ستم ڈھاتی ہیں۔ حضرت خسرو کے کلام پر جسے بیتیمی کی گرد نے غازۂ جمال بنکر اور بھی چمکا دیا تھا زمانہ کی غفلتوں اور اہلِ کمال کی انقلابی صعوبتوں نے اُنھیں بہت کچھ قابلِ آراستگی بنا رکھا تھا جس کا مخصوص شرف خدا نے **نواب حاجی محمد اسحٰق خاں** صاحب کے لیے ازل میں ودیعت کر رکھا تھا۔ طباعت کا حُسنِ صورت اور تصحیح کا حُسنِ سیرت، تنقید کا ہر ہفت کرنا یہ وہ چیزیں ہیں کہ لطائف معنوی اگر اہلِ مذاق کے دل موہ لینگے تو صفائیِ طبع و عمدگی خط و کاغذ اربابِ بصر کو بھی متحیر کرنے میں کمی نہ کرینگے۔ اب اُس ارحم الراحمین سے یہ دعا ہی کہ خدا اپنے اُن بندوں کی اُن علمی خدمات کو شرفِ قبول عطا فرمائے جنھوں نے اُس میں کسی نہ کسی طرح کی معاونت کی ہی۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

یا رب ز جنس ما چہ خیر آید
تو کرم کن کہ رب اربابے

حررہٗ بقلمہٖ

فقیر محمد سلیمان اشرف عفی عنہٗ

بہار شریف

محلہ میر داد

ضلع پٹنہ

۱۲ ذوالقعدہ سنہ ۱۳۳۶ھ

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً

مقدمہ

شاعری

مدارِج نطق | کائنات کا ایک ایک ذرہ جس طرح قانونِ ارتقا کا پابند ہی اسی طرح زبان بھی آہستہ آہستہ درجہ بدرجہ اپنے مرتبۂ کمال تک پہنچتی ہی۔ ایک طفلِ شیرخوار جب اپنی زبان کھولتا ہی اگر اُس کی گویائی کی تدریجی ترقی کی طرف ایک حکیمانہ نگاہ ڈالی جائے تو فلسفہ بہت اچھی طرح حل ہو سکتا ہی کہ قانونِ ارتقا کی ہمہ گیری کس طرح زبان کے کامل بنانے میں جاری ہی۔

ابتدا میں بچے جب نطق سے زبان آشنا ہوتے ہیں اور اپنے جذبات اور خواہشات کا اظہار اپنے تکلم سے کرنا چاہتے ہیں تو اُس وقت اُن کی کمزور زبانیں جن کے

marfat.com

یا عرضِ اظہارِ مدعا کے وسائل محض برائے نام ہوتے ہیں۔ صرف چند حروف پر اکتفا کرتی ہیں مثلاً اگر بھوک نے اُنھیں بیتاب کر دیا ہے اور دودھ پینے کی طرف طبیعت مضطر ہے تو صرف لفظ "دُودُو" کا شور مچاتے ہیں اور روتے جاتے ہیں۔ اگر پیاس نے تڑپا دیا ہے تو "مم مم" کہتے جاتے ہیں اور بلبلاتے جاتے ہیں۔ اسی طرح اگر ماں کی آغوشِ شفقت نے یاد آکر بیکل کر دیا ہے یا باپ کے کنارِ عاطفت میں راحت پانے کو جی چاہا ہے تو "مَم بَ بَ" کہکر اپنی دلی تمنا کا اظہار کرتے ہیں۔ اس سے دو باتوں کا پتہ چلتا ہے ایک تو یہ کہ جو چیزیں قریب تر ہوتی ہیں اور جن کی طرف حاجت مضطر کرتی ہے سب سے پہلے وہی چیزیں خیال میں آکر الفاظ سے ظاہر ہوتی ہیں۔ دوسرے یہ کہ ابتدائے امر میں جب کہ اظہارِ خیال پر اس قدر قدرت بھی نہیں ہوتی کہ اپنے مطلوب و مرغوب کا کم از کم نام ہی بتا دیں تو اُس وقت اُس کمی کو اپنے حرکات و افعال سے پورا کرتے ہیں۔

اب وہی لڑکا ذرا بڑھتا ہے زبان میں اُس کے طاقت کچھ زیادہ ہوتی ہے والدین و دیگر اہلِ خاندان کے گفتگوئیں پیہم اُس کے کانوں میں پہنچتی رہتی ہیں۔ اُس وقت اُس کی قوتِ آخذہ اشیائے کے اسمار سیکھ لیتی ہے اور اب وہ بچہ حروف کے بجائے اظہارِ مطلب میں اسمار استعمال کرتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ نہ فعل ہوتے ہیں اور نہ حروف کا انضمام ہوتا ہے۔ اگر ماں یا باپ کے متعلق اُسے کچھ کہنا ہے یا خود اُنھیں متوجہ کرنا ہے تو صرف "اماں" اور "ابا" کا پیارا لفظ اُس کی زبان سے نکلتا ہے۔ پھر کچھ اور بڑھتا ہے اور اب اسمار کے ساتھ افعال بھی ملاتا ہے "اماں آؤ" "ابا جاؤ"۔ اس کے بعد سن تمیز کو پہنچکر اسمار، افعال و حروف

marfat.com

سے کامل مرکب جملے اُس کے مُنھ سے ادا ہوتے ہیں۔ تاہم ہنوز اس کے جملوں میں الفاظ کی نشست صحیح نہیں پائی جاتی ہے۔ تلفظ میں ہمواری پیدا نہیں ہوتی ہے۔ موقع و وقت کی مناسبت سے اس کی باتیں نہیں ہوتی ہیں۔ اُس کے خطاب کرنے میں فرق مراتب پایا نہیں جاتا۔ لیکن وہ اب تعلیم پاتا ہے، بزرگوں کی صحبت سے مستفیض ہوتا ہے۔ مختلف مدارج و حیثیات کے انسانوں سے اسے ملنا پڑتا ہے جن میں کوئی استاد ہے، کوئی دوست ہے، کوئی باپ ہے، کوئی بزرگ ہے اور کوئی خادم ہے۔ غرض ہر ایک کا اندازِ خطاب و تکلم مختلف دیکھتا ہے جس کے مطابق اپنی گفتگو میں اصلاح کرتا جاتا ہے۔ کچھ کتابوں کی تعلیم اور کچھ عملی زندگی کا سبق مل جل کر اُس کی اس کمی کو پورا کرتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ جوان ہو کر اب وہ فرق مراتب بھی اپنے کلام میں قائم کرتا ہے اور موقع و مصلحت کے مطابق گفتگو کرتا ہے۔

جس قدر تعلیم کا دائرہ وسیع اور مہذب و شایستہ صحبتوں کا اثر قوی ہوتا جائے گا اُسی قدر اُس کے الفاظ میں قوت، جملوں میں زور کلام میں حسن و دل آویزی بڑھتی جائیگی اور جس قدر الفاظ کے ذریعہ سے خیال کی ترجمانی پر قدرت بڑھتی جائیگی اُسی قدر حرکات (جو اب تک ادائے مطلب کے ایک عنصرِ اعظم تھے) کم ہوتے جائینگے اور اُن میں بھی ایک معتدل شایستگی و شان پیدا ہو جائے گی۔

اس تمہید کا مدعا یہ ہے کہ جس طرح ایک بچے کی زبان آہستہ آہستہ تمدن و تعلیم و تربیت کے سہارے درجہ کمال کو پہنچتی ہے یہی حال ہر ایک ملکی زبان بلکہ بنی نوع انسان کی زبان کا ہے۔ انسان میں جذبات رکھے گئے ہیں اُس میں قوت متخیلہ کا خزانہ ودیعت کیا گیا ہے وہ

marfat.com

تاثیر و تاثر کا مجسمہ بنایا گیا ہے۔ گرد و پیش کی چیزیں اُس کی حاجت روائی کے لیے پیدا کی گئی ہیں، پس وہ ابتدا میں خیالات کی مصوری اپنے حرکات اور غیر موضوع الفاظ سے شروع کرتا ہے۔ پھر جیسے جیسے تعلیم و تمدن اس میں آتا جاتا ہے وہ الفاظ وضع کرتا ہے اور ہر مفہوم و ہر شے کے لئے ایک اسم قرار دیتا ہے۔ جب الفاظ کا ذخیرہ کافی ہو جاتا ہے اور نازپروردگی بڑھ جاتی ہے تو اُس وقت الفاظ کے قالب پر نظر کی جاتی ہے۔ نفاستِ طبع الفاظ کی درستگی کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ اب اُن کی ثقالت و خفت دیکھی جاتی ہے، اختصار مطبوع خاطر ہوتا ہے غرض اسی طرح بآہستگی زبان میں لطافت و روانی پیدا ہو جاتی ہے اور خیالات کی دھندلی تصویر الفاظ کے آئینہ میں اپنا جلوہ دکھانے لگتی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ زبان خیال کا آئینہ ہے، مگر کچھ زنگ آلود۔ انسان چاہتا ہے کہ خیالات و جذبات کی کامل ترجمانی الفاظ سے ہو جائے، مگر نہیں ہوتی۔ اس میں شک نہیں کہ تعلیم، تہذیبِ اخلاق، تمدن و سیاست اگر سب مل کر اس کی مدد کریں تو بہت کچھ اس آئینہ کا زنگ دور ہو جاتا ہے لیکن حرکاتِ اعضا و جوارح کے بغیر اس تصویر کے خط و خال واضح طور پر نمایاں نہیں ہوتے۔ الغرض انسان کی یہ کوشش کہ خیالات یا جذبات کی بعینہ و بجنسہ تصویر الفاظ کے قالب میں منعکس ہو جائے ایوانِ شاعری کے در کی کنجی ہے۔

شعر و شاعر | موزوں و مناسب الفاظ میں جو حقائق کی تصویر کشی کی جاتی ہے وہی شاعری کی سنگِ بنیاد ہے۔ شاعر خیالات، جذبات، کیفیات، محسوسات و معقولات کو چونکہ اپنے بیان سے اس طرح ظاہر کرتا ہے کہ سننے والوں کے سامنے اُس کا نقشہ کھنچ جاتا ہے دلوں پر

marfat.com

کیفیت طاری ہو جاتی ہے اس لئے اُسے شاعر کہتے ہیں۔ اب جس قدر کلام میں یہ وصف زیادہ ہوگا اُسی قدر اُس کی شاعری کامل سمجھی جائیگی۔ لفظ شاعر کا مادہ (یعنی حروفِ اصلیہ) ش ع ر ہیں یہ مادہ جہاں جہاں پایا جائے گا اُس میں ظہور کے معنی کا لحاظ ضرور ہوگا۔ اس لئے عربی میں بال کو شعر کہتے ہیں جو جسم پر ظاہر ہوتے ہیں جسم سے اوپر جو کپڑا پہنا جائے اُسے شعار کہتے ہیں۔ حواس جو قوتِ مدرکہ کے سامنے موجودات کو ظاہر کرتے ہیں انھیں مشاعر کہتے ہیں۔ وہ کلمات جو خیال کے لئے صاف آئینہ ہوں، واضح شکل میں خیالات کو ظاہر کریں وہ شعر ہیں۔ اسی بنا پر وزن و قافیہ کو بعضوں نے شعر کی حقیقت سے خارج رکھا ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ شعر کے یہ اجزا ہیں بھی نہیں، بلکہ اُس کے شرائط ہیں۔ مثلاً ؎

اکھتر بہتر تہتر چوہتر ۔۔۔ پچھتر چھہتر ستتر اٹھتر

دیکھو اس میں وزن و قافیہ موجود ہے، لیکن اسے شعر کہنا کیا حماقت نہیں؟

اجزاء، لوازم و شرائط شعر | پس باعتبارِ حقیقت شعر کے دو اجزا ہیں، دو لوازم ہیں، اور دو شرائط ہیں۔ محاکات و تخیل اجزا ہیں اکتشاف الفاظ و مطالعہ صحیفۂ کائنات لوازم ہیں وزن و قافیہ شرائط ہیں۔

۱۔ محاکات | محاکات کے معنی نقالی ہے یعنی جو واقعہ جس طرح دیکھا جائے یا سنا جائے یا جو اثر و کیفیت کہ دل پر گزرے اُس کو اس طرح ادا کر دیا جائے کہ غائب اُسے سن کر اپنے کو حاضر سمجھنے لگے لیکن صرف اسی قدر شعر ہونے کے لئے کافی نہیں ہے مثلاً ؎

چشمانِ تو زیرِ ابر وانند ۔۔۔ دندانِ تو جملہ در دہانند

۲۔ تخیل | بلکہ محاکات کے ساتھ تخیل کا انضمام بھی بدرجۂ ضروری جز ہے، تاکہ شعر نمک بندی کا

marfat.com

مصداق نہو۔ مثلاً خسرو اُس حالت کو بیان کرتے ہیں جب کہ برسات میں پانی برستا ہے۔ اور درختوں کی لچکدار شاخیں پیہم پانی اور ہوا کے جھونکوں سے جھک جھک جاتی ہیں زمین پر پانی بہتا ہوتا ہے اور ان شاخوں کا لچکنا ایک خاص لطف پیدا کرتا ہے۔ اس منظر کو امیر خسرو شاعرانہ تخیل کے ساتھ یوں دکھاتے ہیں ؎

نگوں سر شاخہائے سبز گوئی در ہمی چیند
زبس کابرِ دُرافشاں لولوئے غلطاں ہمی بارد

یعنی سبز شاخیں جو زمین پر جھکی پڑتی ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابر نے جو بے انتہا موتی برسائے ہیں اُن کے رولنے کو جھکی جاتی ہیں۔ یا مثلاً ایک عاشق جو اپنے محبوب کی ایک ایک ادا پر مٹا ہوا ہے اور اُس کی نزاکت و لطافت پر والہانہ فریفتہ و شیدا ہے وہ کاغذ کے اُن چاک شدہ ٹکڑوں میں بھی ایک لطافت محسوس کرتا ہے جسے اُس کے معشوق نے ریزہ ریزہ کر دیا ہو۔ اب وہ اپنے اس لطیف کیف کی حکایت کرتا ہے ؎

ہر کجا برگِ گلے افتادہ بینم در رہت
از تو پارہ کردنِ مکتوب یاد آید مرا

یعنی اگر گلاب کی پتیاں کہیں بکھری ہوئی میں دیکھ لیتا ہوں تو مجھے مکتوب کے وہ ٹکڑے یاد آجاتے ہیں جو تیرے ہاتھوں سے چاک ہو کر برگِ گل جیسے نازک و خوشبو ہو جاتے ہیں

۴۔ اکثار الفاظ و مطالعہ صحیفۂ فطرت

لیکن تخیل و محاکات اُس وقت تک اپنا فرض پورا نہیں ادا کر سکتے جب تک اُن کے پاس الفاظ کا کافی ذخیرہ نہو، تاکہ نازک سے نازک پہلو بھی واقعہ کا قلت الفاظ کے سبب چھوٹ نہ جائے یا لطیف سے لطیف جذبہ صرف الفاظ کی کم یابی کے نذر ہو کر ظاہر ہونے سے نہ رہ جائے۔ جیسے کہ بہار کا موسم جس نے دیکھا ہو

marfat.com

یا اُس وقت جو سرور و مستی کہ دلوں پر چھا جاتی ہے اُس سے لذت آشنا نہو تو پھر بہار کے متعلق اُس کی شاعری کیا ہوگی مُنھ چڑہانا ہوگا۔ اور اگر لفظ کی بھی کمی ہو تو پھر بہار کا نقشہ کھینچنا بالکل ہی ناممکن ہو جائے گا۔ پس حکایت و تخیل کے لئے اکثار الفاظ و مطالعۂ صحیفۂ کائنات لوازم میں سے ہیں۔

۴۔ وزن وقافیہ | اب جبکہ کلام میں حکایت و تخیل مع اپنے لوازم کے پائے جائیں تو اُس وقت وزن وقافیہ کا ہونا بھی ایک ضروری شرط ہے اس لئے کہ جس اسلوب میں ایک قادرالبیان فصیح اللسان اپنا کلام مخاطب کے سامنے پیش کرتا ہے جب اُنھیں اسلوبوں میں وزن کی کھچاوٹ اور قافیوں کا تناسب پایا جاتا ہے تو کلام شعر کے سانچے میں ڈھل کر مخاطب کے لئے ایک نوع کا تعجب اور تعجب کے ساتھ خوشی پیدا کر دیتا ہے، اور یہی مخاطب کے دل کی شگفتگی متکلم کے خیالات کا کامل نقش دل پر بٹھا دیتی ہے۔ مثلاً پانی برس رہا ہے عاشق سے معشوق رخصت ہو رہا ہے مدتوں بعد جو لذتِ دیدار ملی تھی یوں ہاتھ سے جا رہی ہے عاشق کی آنکھیں بے اختیار بہ نکلتی ہیں۔ جذبِ کامل و محبتِ صادق رنگ لاتی ہے معشوق کے دل پر بھی اس فراق کا صدمہ گزرتا ہے۔ اسی کو امیر خسرو یوں کہتے ہیں ؎

ابر باراں و من و یار ستادہ بوداع — من جدا گریہ کناں ابر جدا یار جدا

شعر کیا ہے واقعہ کی ایک بولتی تصویر ہے۔ ہم نثر میں ادا نہ کر سکے اور خسرو نے ایک شعر میں ادا کر دیا۔ ایک ایک لفظ پر غور کرو۔ اُس حالت و کیفیت و موقع کا لحاظ کرو۔ اور پھر شعر کی بلاغت کو دیکھو۔ بہر حال محاکات، تخیل، اکثار الفاظ، مطالعہ صحیفہ کائنات، وزن وقافیہ شعر کے لئے

maarfat.com

یہ امور بمنزلہ شئے ضروریہ ہیں جن کے بغیر شعر کامل نہیں ہو سکتا لیکن کلام ایسا ہو جس میں جا بجا بجلیاں کوندتی نظر آئیں اور اُس کی ہر تجلی دلوں کو تڑپا دینے والی ہو اس کے لئے صرف شعر کا مجسمہ ہیولانی ہی کافی نہیں ہے۔ ان کے علاوہ چند اور جزئیات ہیں جن کی رعایت شعر کے حسن کو نکھار کر دل آویز و دل پذیر بناتی ہے۔ اور یہی ایک باکمال شاعر کی آخری منزل ہے اور بڑی کڑی منزل ہے۔ وہ چار چیزیں ہیں بلاغت، سلاست، اصلیت اور جوش۔

بلاغت بلاغت تو یہ ہے کہ کلام وقت اور حال کے مطابق ہو۔ انسان میں گوناگوں خیالات و جذبات پائے جاتے ہیں کبھی غم و غصہ ہے اور کبھی مسرت و مہربانی ایک وقت بیتابی و بیقراری ہے تو دوسرے وقت راحت و سکون کبھی مستی و بیہوشی ہے اور کبھی باخودی و ہوشیاری پس جس حالت و کیفیت کا بیان ہو کلام اگر اُس میں اس طرح ڈوبا ہوا ہے کہ کہنے والا کہہ رہا ہے اور سننے والے کی آنکھوں کے سامنے اُس کا نقشہ کھنچا جاتا ہے تفصیل کی جگہ وضاحت ہے اور اجمال کی جگہ اختصار تو وہ کلام بلیغ کہا جائے گا۔ اور اسی کو بلاغت کہتے ہیں۔

سلاست سلاست کے یہ معنی ہیں کہ الفاظ وہ ہوں جو روزمرہ کے استعمال میں ہوں۔ محاورہ وہ ہو جو عام طور پر زبانوں پر جاری ہو۔ استعارہ و تشبیہ ایسے ہوں کہ سامع کا ذہن فوراً اُس طرف منتقل ہو جائے۔ اضافات کی کثرت و پیچیدگی نہ ہو۔ ادنیٰ، اوسط، اعلیٰ ہر شخص اپنے فہم و مرتبہ کے مطابق برابر کا لطف اٹھائے۔ اسی مضمون کو خاتم الشعرا غالبؔ دہلوی نے کہا ہے

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اُس نے کہا — میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

marfat.com

صاحب عقدالفرید شعر کے محاسن بیان کرتے ہوئے آخر میں قول فیصل یہ لکھتے ہیں کہ اس باب میں سب سے بہتر زہیر ابن سلمیٰ کا قول ہے۔ وہ کہتا ہے ؎

وَاِنَّ اَحسَنَ بَیتٍ اَنتَ قَائِلُہٗ بَیتٌ یُّقَالُ اِذَا اَنشَدتَّہٗ صَدَقاً

یعنی سب سے بہتر وہی شعر ہے کہ جب تو اُسے پڑھے تو سُننے والا بے اختیار کہہ اُٹھے کہ سچ کہا۔ یہی شعر ایک جگہ حضرت حسان انصاری کے کلام میں بھی پایا جاتا ہے جس سے اس رائے کی موافقت ظاہر ہوتی ہے۔ لیکن فقیر کے خیال میں بہترین فیصلہ ابن رشیق کا ہے۔ سلاست شعری کی جو تصویر اُس کے قلم نے کھینچی ہے اس سے بہتر ناممکن ہے۔ وہ کہتا ہے ؎

فَاِذَا قِیلَ اَطمَعَ النَّاسَ طُرًّا وَاِذَا رِیمَ اَعجَزَ المُعجِزِینَا

یعنی جب شعر پڑھا جائے تو اُس کی سلاست و سادگی سے ہر شخص کو یہ طمع ہو کہ ایسا میں بھی کہہ سکتا ہوں، لیکن جب کہنے کا قصد کریں تو ادنیٰ اور اوسط کا تو کیا ذکر ہے معجز بیان بھی عاجز آجائیں۔ اس میں شک نہیں کہ ابن رشیق کا یہ فیصلہ فیصلۂ ناطق ہے۔ ایک قصہ مشہور ہے کہ مفتی صدرالدین مرحوم آزردہ کے مکان پر مومن خاں، نواب مصطفےٰ خاں شیفتہ وغیرہ کا مجمع تھا۔ کسی نے انھیں میں سے میر کا یہ شعر پڑھا ؎

اب کے جنوں میں فاصلہ شاید نہ کچھ رہے دامن کے چاک اور گریباں کے چاک میں

ہر ایک نے قلم ہاتھ میں اُٹھایا کہ جواب اس کا لکھیں لیکن گھنٹوں گزر گئے اور قلم نے ہاتھ سے صفحۂ کاغذ تک آنے کی جرأت نہ کی۔ اسی عرصہ میں کوئی دوسرے بے تکلف دوست آگئے اُنھوں نے ایک مجمع سراپا محو استغراق دیکھ کر پوچھا خیر ہے؟ مومن نے کہا ہاں قل ھو اللہ کا جواب لکھنا چاہتے ہیں

marfat.com

اصلیت | اصلیت سے یہ معنی ہیں کہ جس چیز کا بیان ہو وہ باعتبار واقعہ یا شاعر کے عندیہ میں یا مخاطب کے عقیدے میں ویسا ہی ہو جیسا کہ اُس کے الفاظ اس کو کہہ رہے ہیں اور اگر ایسا نہیں ہے تو کلام کا اسی قدر نقص اُسے بے اثر بنا دے گا۔

جوش | جوش کے یہ معنی ہیں کہ شعر کو سنکر یہ اثر پیدا ہو کہ مضمون نے شاعر کو مضطر کر دیا ہے شاعر مضمون نہیں لایا ہے۔ یہ وہ امور جزئیہ ہیں جن سے شعر کا آب و رنگ کھلتا ہے۔ اور زبان سے نکل کر دلوں کو تڑپا دیتے ہیں

فارسی شاعری

اقسام شاعری | اب آئیے فارسی زبان کے نشو و نما اور فارسی شاعری کے اوجِ کمال پر ایک نظر ڈالیں کتابوں میں زبان فارسی کی سات قسمیں پائی جاتی ہیں۔ فارسی، دری، پہلوی، ہروی، سگزی، زاولی، سغدی۔ ہمارے مصنفین جب ان زبانوں کی حقیقت بیان کرتے ہیں تو اُن کا اضطراب عجیب عجیب پہلو سے کروٹیں لیتا ہے۔ حالانکہ بات صرف اس قدر ہے کہ یہ تقسیم کچھ تو باعتبار اُن ملکی خصوصیات کے ہے جو بعض بعض حصص ملک میں پائے جاتے ہیں اور بعض وہ ہیں جو شہر اور دیہات کی وجہ سے ہوئیں مثلاً ملک ہندوستان کو لو۔ یہاں ایک زبان تو وہ ہے جو تقریباً تمام ہندوستان میں سمجھی جاتی ہے اور جس سے کاروبار میں، لین دین میں، تبادلۂ خیالات میں کام لیا جاتا ہے۔ اُسے تھوڑی دیر کے لئے اُردو کہہ لیجئے۔ لیکن جب اس کو باعتبار حصص ملک یا شہر اور گاؤں کے آپ تقسیم کیا چاہیں گے تو بے شمار اس کی قسمیں پیدا ہو جائیں گی کلکتہ کی اُردو کو دہلی کی اُردو سے کیا مناسبت اور بمبئی کی زبان کا لکھنؤ کی اُردو سے کیا علاقہ۔

marfat.com

اُردو زبان دہلی میں پیدا ہوئی اور یہی جگہ اُس نے نشو و نما پایا۔ اپنے آخر عہد میں یہ لکھنؤ پُہنچی اس لئے یہ کہنے کا حق ہے کہ اُردو وہی ہے جو اِن دونوں شہروں میں بولی جائے لیکن اگر اُردو ایک نئی زبان نہ ہوتی تو کیا ملک کے مختلف گوشے کچھ اپنی خاص خصوصیت نہ رکھتے۔

یہ ہر زبان کا قاعدہ ہے کہ تھوڑے تھوڑے بُعد مسافت سے کچھ کچھ متغیر ہوتی جاتی ہے۔ عربی زبان جو نہایت ہی کامل زبان ہے اُس کو دیکھئے یہی اختلاف آپ کو وہاں بھی نظر آئے گا۔ اہل عرب جہاں باعتبار قبائل آپ کو باہم ایک دوسرے سے ممتاز ملیں گے وہاں اُن کے محاورے الفاظ بلکہ حروف تہجی کے اصوات و تلفظ میں بھی ایک علٰحدہ شان ہوگی پس یہی حال ایران کے اقسام ہفت گانہ زبان کا ہے۔ عہدِ قدیم میں فارس کا علاقہ کنارۂ جیحون سے فرات تک اور باب الابواب سے کنارۂ عمّان تک پھیلا ہوا تھا۔ اب یہ ظاہر ہے کہ ملک کا علاقہ جب اس قدر وسیع ہوگا تو ہر وہ گوشۂ ملک جو دوسرے ملک کے ٹکرے سے پیوستہ یا قریب ہوگا یا جن غیر ممالک کے باشندوں سے معاشرتی کاروبار میں سابقہ رہتا ہوگا اُن کی زبان کا اثر اس گوشۂ ملک کی زبان پر ضرور پڑیگا۔ پھر اُس کے ساتھ ہی ایک ایسی عام زبان ملکی ہوگی جو ہر گوشۂ ملک میں سمجھی جاسکے یا بولی جاسکے۔ اب خیال فرمائیے۔

فارسی تو وہ زبان ہوئی جو تمام ملک میں بولی جاتی یا سمجھی جاتی تھی۔

پہلوی بیرون شہر کی زبان تھی اس میں قصبات و دیہہ و درۂ کوہ کے باشندے متفق اللسان تھے۔

دری دربار کی زبان تھی جس میں صفائی اور نزاکت حروف کو گھٹا بڑھا کر پیدا کی گئی تھی

marfat.com

زاولی قندھار و غزنی و زابلستان کی گفتگو کا نام ہے۔

سگزی۔ یہ وہ زبان ہے جو سیستان میں بولی جاتی تھی۔ عہدِ قدیم میں سیستان کا نام سگزی تھا۔

سُغدی۔ سمرقند کے قرب و جوار میں سرسبز و شاداب قطعہ پر ایک نامور اور آباد شہر تھا یہ زبان اُس شہر کی طرف منسوب ہے۔

ہَرَوی ہرات و ماژندران کی زبان ہے۔

قدیم و جدید زبان | جسے عہدِ قدیم کی فارسی زبان دیکھنے کا شوق ہو وہ ژند و پاژند و دساتیر کو دیکھے۔ ان کتابوں کے جو فقرات یا کچھ حصص ملتے ہیں اُن کو جب عہدِ جدید کی فارسی سے مقابلہ کیا جاتا ہے تو صاف طور پر دکھائی دے جاتا ہے کہ یہ لفظ کیوں کر کیا سے کیا ہوتے گئے محض تفننِ طبع کے طور پر ہم پانچ چار لفظ لکھے دیتے ہیں تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو سخندانِ فارس

فارسی	پہلوی	ژند	پاژند
انبار	انبار	ہاں بار	انبار
شرم	شرم	فشارما	شرم
سپاس	اسفاس	۔	ان سپاس
اکنوں	اکنی	۔	اکنین
خان	خوانو	۔	اخان

انھیں چند لفظوں کو دیکھنے تو معلوم ہو جائے گا کہ تعلیم تہذیب تمدن و سویلیزیشن اس طرح

marfat.com

آہستہ آہستہ زبان میں تصرف کرتے رہتے ہیں کہ ایک صدی کے اولٹ پھیر کے بعد زبان کچھ سے کچھ ہو جاتی ہے۔ اہل شہر اور اربابِ علم کی زبان صفائی اور لچک رکھتی ہے۔ قریہ و دیہہ کے باشندے اپنی زبان میں سختی اور لہجے میں درشتی رکھتے ہیں ان کی ضرورتیں تھوڑی ہوتی ہیں اور ضرورت کی پوری کرنے والی چیزیں ضرورت سے بھی کم خیالات محدود، واقفیت کا دائرہ بہت ہی چھوٹا اس لئے الفاظ کا ذخیرہ بھی ان کی زبانوں میں قلیل ہوتا ہے۔ لیکن ان کی خالص ملکی زبان ہوتی ہے۔ اس لئے شعرائے ایران کبھی کبھی پھلوی زبان کی مدح کا راگ گاتے ہیں۔ چوں کہ وہ اصلیت پر قائم ہے شہر کے باشندے تمدن کے گھوارے میں زندگی بسر کرتے ہیں، نازپروردگی و تنعم ضروریات روز افزوں کرتی رہتی ہے تبادلۂ خیالات سے دماغ میں وسعت پیدا ہوتی ہے، علمی مضامین صیقل و جلا کرتے رہتے ہیں۔ اسی سے الفاظ کا اکتنا رہوتا ہے اور اُن میں لطافت پیدا ہوتی ہے۔ پس شعرا جب زبان کی لطافت و نزاکت کا خیال کرتے ہیں تو دری زبان کی ثنا میں رطب اللسان پائے جاتے ہیں۔ نظامی فرماتے ہیں

نظامی کہ نظمِ دری کارِ اوست　　چنیں نظم کردن سزاوارِ اوست

اُردو کی مثال اس کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے ہندوستان کی سرزمین میں جب اُردو پیدا ہوئی ہے اُس وقت کے الفاظ کو دیکھئے پھر جو اُن میں تغیر پیدا ہوا اُس کو دیکھئے مثلاً سوں بجائے سے۔ ہمن کو بجائے ہم کو۔ نمن بجائے طرح یا مثل۔ بھیتر بجائے اندر اسی طرح جب انگریزی سلطنت مع اپنے تمدن و علوم کے ہند پر حکومت کرنے لگی تو کتنے لفظ نئے داخل ہو کر اُردو کے وسیع کرنے والے ہوئے اور کتنے الفاظ کے مفہوم و معنی

marfat.com

متغیر و متبدل ہو گئے مثلاً گلاس، لالٹین، فلالین، کوچبان وغیرہ یہ سب لوگ رہے آئے ہوئے ہیں جنہوں نے ہندی لباس پہن لیا ہے۔

تغیر معنی کی مثال کوٹھی پہلے مہاجنوں اور تاجروں کی کاروبار کی جگہ کو کہتے تھے اب اُس کے زیادہ مستعمل معنی ایسے مکان کے ہیں جس میں یورپ کی شان باعتبار ساخت و آرائش ہو صاحب ایک تعظیمی لفظ تھا معزز القاب کے ساتھ بولا جاتا۔ مولوی صاحب خانصاحب اب اُس کے معنی یوروپین یا ہندی یوروپین وضع و معاشرت رکھنے والا۔ اسی طرح تعلیم یافتہ کے اصلی معنی ظاہر ہیں لیکن اب اس کا اطلاق انگریزی داں پر ہوتا ہے بشرطیکہ کچھ مغربیت کی اداؤں پر فریفتگی رکھتا ہو۔

غرض جس طرح اُردو زبان امتداد زمانہ و انقلاب حالات سے متغیر ہوتی رہی اسی طرح ایران کی زبان بھی موقع بموقع متبدل ہوتی گئی۔ اگر تحقیق کی نظر سے اُن اوراق کا مطالعہ کیا جائے جو جابجا بکھرے ہوئے اب بھی پائے جاتے ہیں تو صاف طور پر یہ واضح ہو سکتا ہے کہ ایرانی زبان بھی ٹھیک اُسی طرح جیسا کہ ایک طفلِ شیر خوار ہُوں ہاں غُوں غاں سے دیباچہ اپنی گویائی کا شروع کرتا ہے فارسی زبان بھی اپنے عہدِ طفلی کی منازل کو طے کرتی ہوئی آگے بڑھتی جاتی ہے لیکن مرتبۂ کمال تک پہنچنے کے لئے شاعری کی محتاج ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ زبان میں اصلی حسن و خوبی اور نزاکت شاعری سے پیدا ہوتی ہے۔ اور کلام شعر کے ہی سانچے میں ڈھل کر تیجا اور صحیح فوٹو جذبات کا ہوتا ہے پس اس کے لئے زبان فارسی ہمہ تن عربوں کے مبارک قدم کی منتظر معلوم ہوتی ہے۔

فارسی شاعری پر عربی شاعری کا اثر | اس میں شک نہیں کہ بعض محبانِ ایران کو یہ بات تلخ

marfat.com

گزرتی ہے کہ عرب کو شاعری میں ایران کا استاد کیوں کہا جاتا ہے۔ لیکن اس کا جواب بجز اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ واقعہ یوں ہی ہے۔ پس مجبوری ہے۔ بعضوں نے اس ثبوت میں جو متفرق اشعار یا بعض مصطلحات شعریہ پیش کئے ہیں وہ خود اُن کے رد دعوی کے دلائل ہیں یا شہادت میں ناقص۔ مثلاً یہ کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے بہرام نے اور اُس کی معشوقہ نے مل کر ایک شعر برجستہ موزوں کیا تھا، اور یہی شعر سنگِ بنیاد ایران کی شاعری کا ہے۔ بہرام نے جب ایک شیر کو زندہ پکڑ لیا اور اُسے اس قدر زیر و مجبور کیا کہ دونوں کانوں کو اُس کے کھینچکر گرہ باندہ دی تو بہادری کے جوشِ فخر میں بے ساختہ اُس کے مُنھ سے یہ مصرع نکلا

منم آں پیلِ دماں و منم آں شیر یلہ

اُس کی معشوقہ جو بہت ہی حاضر جواب تھی اور جو ہمہ دم اُس کے ساتھ رہتی تھی اُس کی طرف بہرام نے ایک نگاہ تحسیں طلب ڈالی۔ اُس نے برجستہ یہ مصرع کہا

نام بہرام ترا و پدرت بوجبلہ

اگر اس واقعہ کو بعینہٖ ہی طرح مان لیا جائے تب بھی یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ لفظِ بوجبلہ عرب کی اوستادی کا کیا ثبوت نہیں دے رہا ہے؟ اس کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ بہرام نے دیارِ عرب میں پرورش پائی تھی اور مصرع یوں ہی ہے نام بہرام مرا و پدرم بوجبلہ یوں ہی سہی۔ پھر بھی تو جبلہ نے عرب کی اُستادی ہی ثابت کی۔

اس کے علاوہ چند اور متفرق اشعار ہیں۔ من جملہ اُن کے ایک یہ شعر ہے ؎

ہزبرا بگیہاں انوشہ بدے   جہاں را بدیدار نوشہ بدے

marfat.com

اِس کے متعلق ہمدردانِ ایران یہ روایت کرتے ہیں کہ عضد الدولہ دیلمی کے عہد میں بعض عمارتیں قصرِ شیریں کی قائم تھیں اُن کے کسی دروازہ پر یہ شعر کندہ تھا۔ لیکن اِس شعر کا انداز خود اپنی قدامت سے انکار کرتا ہے۔ یہ دعائیہ شعر اور عمارت کے در پر کندہ۔ یہ تو موزوں فقرات ہیں جو شعر کے قالب میں لائے گئے ہیں۔ اہلِ ایران حضورِ شاہ میں انھیں فقرات سے سلام و تحیۃ پیش کرتے تھے۔

اسی طرح خانِ آرزو کا یہ کہنا کہ "سلاطینِ قدیمہ میں سے فرہوش نام ایک عالی شان بادشاہ تھا اس کے دربار میں گروہِ کثیر اہلِ سخن کا حاضر رہتا تھا۔ ان میں سے شیدوش شاعر نے ایک موقع پر بادشاہ بیگم کے حق میں کہا ؎

زنِ شاہ ہست در داوَر گردا — گوزگردد ندارد بیم از کس

(زبانِ قدیم میں در داوَر بمعنی شجاعت۔ گردا بمعنی سمندر۔ گوز بمعنی ہرن) یعنی بادشاہ بیگم شجاعت میں سمندر ہے ہرن کی طرح پھرتی ہے اور کسی سے نہیں ڈرتی"۔ فارس جیسا ملک جس میں چار سلسلے سلاطینِ باآئین کے گزر گئے اور ایسے شان و شکوہ کے ساتھ سلطنت کر گئے جس کی باتیں آج افسانے ہیں علوم و فنون اس کے یونان و روما کا پہلو مارتے ہیں۔ گلزار زمین، خداداد حُسن تفریح کے سامان اور عیش و طرب میں پرستان طبیعتیں زندہ اور شعر کی قوت یہ۔ شاہی دربار کا شاعر بادشاہ بیگم کی مدح سرائی کرے اور وہ مدح ایسی ہو اگر ایران جیسے ملک کے لئے ایسی شاعری مایۂ نازو فخر ہے اور ملک کی سرسبزی و شادابی آب و ہوا کی تازگی و ولولہ انگیزی نے اسلام سے قبل ایسے ہی شاعر دربار شاہی کے لئے

marfat.com

پیدا کئے تو کسی کو اس کے ماننے میں کوئی عذر نہیں کہ ایران ہمیشہ سے شاعر تھا۔ بلکہ ایک قدم آگے بڑھائیے تو دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہ ملے گا جو ایسے باکمال شاعر ہر وقت تعداد کثیر میں پیش نہ کرے۔ یاد رکھئے بجز قوم افغان جو آج ہند کے مختلف گوشوں میں آباد ہے اس میں رامپور کے بے پڑھے پٹھان چار بیتی کہتے ہیں۔ وہ سماں دیکھنے کے قابل ہوتا ہے۔ پھر ہر فریق جو کچھ کہتا ہے وہ ان اشعار سے کہیں زائد پرمعنی ہوتا ہے۔

افسوس ایران کو عربوں کا شاعری میں شاگرد کہنا اس کے پایۂ منزلت کو کچھ کم نہیں کرتا ہے لیکن ایسے باکمالوں کا کلام اور پھر شعرا کی فہرست میں اُن کے اسمار کا شمار بیشک اُن کی شان کے منافی ہے۔ یہ خان آرزو کی ذاتی آرزو ہے جس نے چند متروک لفظوں کے ساتھ شعر کی صورت میں ظہور کیا ہے۔ دیکھئے ارباب یورپ کی جستجو نے پہلوی زبان کی متعدد کتابیں بہم پہنچائیں۔ جو علوم و فنون کہ ایران میں تھے اُن کا نہ صرف سُراغ ہی ملا بلکہ حکما و ارباب فن کے اقوال و اسمار تک معلومات کی رسائی ہوئی۔ لیکن نظم کے متعلق نہ تو ایک شعر مل سکا نہ کسی شاعر کا نام ہی معلوم ہو سکا۔ کیا زبان قدیم اور علوم و فنون تو اپنا نشان دینے کے لئے زندہ رہ گئے مگر فنِ ادب و انشار کا بہترین سرمایہ لٹریچر کا نادر الوجود گنجینہ (یعنی نظم) خود قوم کے گنج خانۂ دماغ اور اہل وطن کے حافظوں سے اس طرح محو و سہو ہو گیا کہ ایک دھندلا سا نشان بھی پایا نہیں جاتا۔ پس جس طرح ایران عربوں سے مفتوح ہونے کا انکار نہیں کر سکتا اُسی طرح اُن کے اس احسان کو بھی مٹا نہیں سکتا کہ دینِ صحیح کی تلقین کے بعد شاعری بھی فاتح و جواد عرب کا ہی عطیہ ہے۔

marfat.com

دوسری بدیہی دلیل یہ ہے کہ شاعری زبان کو بہت جلد تراش خراش کر گھٹا بڑھا کر مہذب و نازک بنا دیتی ہے ایران پر چار خاندانوں نے مسلسل صدیوں تک حکومت کی میدانِ کارزار کی جو گرما گرمی رہی وہ شاہنامہ سے ظاہر ہے۔ شاہنامہ جہاں اُن کے طرزِ جنگ و فنِ سپاہگری کو بتاتا ہے وہاں وہ ایران کا دائرۃ المعارف یعنی انسائکلوپیڈیا کہے جانے کا بھی مستحق ہے۔ اہل ایران کی معاشرت باہمی تعلقات مآکل و مشارب لباس و پوشاک ان سب کا جہاں اس سے سراغ ملتا ہے وہاں شاعری کا نام و نشان بھی پایا نہیں جاتا۔ جس عہد کی داستانیں ہیں اُس وقت کے کسی شاعر کا ذکر بلکہ اسم تک نہیں پایا جاتا۔ پھر خود شاہنامہ کی زبان ایسی ہے جس میں بہت کچھ سختی و سنگینی ہے جس کو فردوسی سے بعد آنے والوں نے بنا سنوار کر اس درجہ تک پہنچایا جہاں پہنچ کر وہ مسندِ کمال پر مستقر ہو گئی اور یہ ساری ترقی چوتھی صدی سے شروع ہو کر پانچویں صدی پر ختم ہو جاتی ہے۔

دورِ اول کے شعرا کے کلام کو پڑھئے بندش ڈھیلی الفاظ بھس بھسے۔ بے ضرورت حروف کا بڑھنا گھٹنا بے قاعدہ متحرک کو ساکن ساکن کو متحرک بنا دینا نہایت بے موقع لفظ فارسی کو مشدد کر دینا آپ جا بجا پائیں گے۔ اس پر الفاظ کا ثقل اور بھی غضب ڈھاتا ہے۔ اضافتِ تشبیہی کا نام نہیں استعارہ خال خال جس میں کوئی ندرت نہیں اگر وزن کو توڑ دیجئے تو ڈھیلی عبارت نثر کی ہو جائے۔ شعر میں وہ چستی نہیں کہ الفاظ تھوڑے اور معنی دسیع کو محیط۔ یعنی ایک شعر کا مضمون اگر نثر میں لایا جائے تو دو سطریں ہوں یہ سب اس امر کے بین ثبوت ہیں کہ ابھی شاعری کی مشق اول ہی زبان ترقی پا کر شاعری تک آ گئی لیکن شاعری

marfat.com

اپنے عہد طفولیت میں ہے۔ اس سے بھی بڑھکر یہ ثبوت ہے کہ اس وقت جو کلام دور اول کے شعرا کا پایا جاتا ہے اُس میں اگر کوئی شعر اپنے معنی کی وجہ سے بلیغ ہے تو وہ بعینہ ترجمہ کسی عربی شعر کا ہے۔ اس کثرت سے عربی اشعار کا ترجمہ قدیم شعرائے ایران کے کلام میں پایا جاتا ہے جس سے بعضوں کو یہ شبہ ہوا کہ ابتدائی مشق اس طرح شعر کی گئی ہے کہ عربی اشعار کو فارسی میں ترجمہ کیا ہے۔ پھر اُسے نظم میں لے آئے ہیں۔ اگر شاعری ایران میں قبل از اسلام موجود ہوتی تو ناممکن تھا کہ جہاں عرب کے کلام کو منظوم کیا تھا وہاں اپنے شعرائے سلف کے کلام کو بھی موجودہ زبان کا لباس نہ پہناتے۔ دیکھئے کعب ابن زہیر جو عرب کے مشہور شعرا میں سے ہیں سبعہ معلقہ کے سات قصیدوں میں سے ایک ان کا قصیدہ بھی ہے وہ ایک شعر میں کہتے ہیں ؎

مَا اَرَانَا نَقُوْلُ اِلَّا مُعَاراً　　　اَوْ مُعَاداً مِنْ قَوْلِنَا مَکْرُوْراً

یعنی ہم جو کہتے ہیں وہ اگلوں سے مستعار لیا ہوا خیال ہوتا ہے یا اپنے ہی ایک بار کے کہے ہوئے کو پھر دوہرا دیتے ہیں۔ جیساکہ شراب کی مدح میں اعشیٰ کا ایک شعر ہے ؎

وَکَاْسٍ شَرِبْتُ عَلٰی لَذَّۃٍ　　　وَاُخْرٰی تَدَاوَیْتُ مِنْھَا بِھَا

یعنی پہلا ساغر تو میں نے لذت سرور کے لئے پیا، لیکن دوسرے جام سے اُس درد کی دوا کی جو پہلے پیالے سے پیدا ہو گیا تھا۔ اسی مضمون کو بغداد کا مشہور شاعر ابو نواس عجب مستانہ طرز سے ادا کرتا ہے ؎

دَعْ عَنْكَ لَوْمِیْ فَاِنَّ اللَّوْمَ اِغْرَاءُ　　　وَدَاوِنِیْ بِالَّتِیْ کَانَتْ ھِیَ الدَّاءُ

marfat.com

بنی ملامت کرنا چھوڑ اس لئے کہ ملامت شراب نوشی پر تو اور بھی برانگیختہ کرتی ہے۔ ہاں جو مرض ہے اُسی سے دوا کر (یعنی شراب لا) یہی ابو نواس کا دوسرا شعر وہ ہے جو اُس نے فضل بن ربیع کی شان میں کہا تھا جس میں بلا کا اچھوتا تخیل ہے ؎

لَیسَ عَلَی اللہِ بِمُستَنکَرٍ　　　اَن یَّجمَعَ العَالَمَ فِی وَاحِدٍ

یعنی قدرت خداوندی کے نزدیک یہ کیا محال ہے کہ وہ ایک شخص واحد میں ایک عالم کو جمع کر دے۔ بغداد کی گلی گلی میں اس شعر کا چرچا پھیل گیا۔ لوگوں نے ابو نواس سے پوچھا کہ یہ نادر خیال تمھاری قوتِ متخیلہ نے کیوں کر پیدا کیا۔ اُس نے کہا کہ جریر کے ایک شعر سے یہ مضمون ماخوذ ہے۔ اُس نے قبیلہ بنو تمیم کے مدح میں جو قصیدہ کہا ہے اُس کا ایک شعر یہ ہے ؎

اِذَا غَضِبَتْ عَلَیکَ بَنُو تَمِیمٍ　　　حَسِبتَ النَّاسَ کُلَّھُمْ غِضَابَا

یعنی جب تم سے بنو تمیم غصہ ہو جائیں تو سمجھ لو کہ تمام بنی آدم تم سے غصہ ہو گئے۔ اب اسی مضمون کو عنصری کہتا ہے ؎

کس از خدائے ندارد عجب اگر دارد　　　ہمہ جہان را اندر یکے تنِ تنہا

کیا یہ ابو نواس کے شعر کا ترجمہ نہیں کیا اس کی بندش ڈھیلی نہیں۔ پورے شعر میں ابو نواس کے جس قدر الفاظ ہیں اُس قدر یہاں ایک مصرع میں موجود ہیں پس اگر ایران میں شاعری پہلے سے ہوتی تو جس طرح ابو نواس نے جریر یا اعشیٰ کے شعر سے ایک مطلب لیکر اپنی چست بندش سے شعر کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا اُسی طرح اہلِ ایران بھی اپنے اسلاف کے کلام کو بلند کر دکھاتے۔ لیکن جب کہ اسلاف کا خزانہ اس گنج سے خالی ہو تو یقیناً دوسروں

marfat.com

کی طرف سے تمنا دراز کرنا ہوگا۔ اسی بنا پر انوری نے اپنے محسن و معطی کی سپاس گزاری اور ان کی تقلید و تلمذ کا نہایت فراخ حوصلگی سے اقرار کیا ہے وہ کہتا ہے ؎

شاعری دانی کدامی قوم کردند آنکہ بود   اولِ شاں امرالقیس آخرِ شاں بونواس

اب صرف اس امر کو مقام دلیل میں لانا کہ اصنافِ سخن کے لئے اصطلاحیں خالص فارسی لغات میں موجود ہیں یہ اسلام کی بے تعصبی و نصفت پسندی سے چشم پوشی کا نتیجہ ہے۔ اسلام نے کبھی کسی کے مذہب یا زبان سے تعرض نہیں کیا۔ یہ ایک ایسا بدیہی مسئلہ ہے جو براہین و دلائل کا محتاج نہیں ع

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب

لیکن اب اس کو کیا کیا جائے کہ خود ہی باطل صدق و حق میں آہستہ آہستہ جذب ہوتا گیا۔ اور اس طرح ایرانی مذہب نیست و نابود ہو کر تقریباً ایرانی مسلم کا مرادف ہو گیا۔ اسی طرح عربی زبان (جو بولتی زبان ہے) اپنی گویائی و نطق سے بے معنی صداؤں کو خاموش کرتی گئی۔ اس وقت کہ اسلام کا مبارک قدم ایران میں آیا ہے اُن کی اپنی زبان پوری قوت کے ساتھ زندہ تھی۔

فارسی میں اصطلاحات شعریہ

اسلام کی بے تعصبی اور زبان کی زندگی دونوں نے مل کر اہلِ ایران سے اصطلاحات وضع کرائیں۔ فاروقِ اعظم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں ایران فتح ہوا۔ اُس وقت سے لیکر ابتدائے عہد حجاج تک دفتر کی زبان فارسی رہی۔ دفاتر جب خلیفہ کے سامنے معائنہ کے لئے پیش ہوتے تو اُن کا ترجمہ عربی میں ہو کر ملاحظہ کے لئے آتا۔

maarifat.com

خدا کی بے شمار رحمت اُن نفوسِ قدسیہ پر جنہوں نے براہ راست بارگاہ نبوت سے تزکیہ و تصفیہ حاصل کیا تھا جس کی بدولت ان میں اس قدر بے تعصبی و شفقت علی الخلق پیدا ہوگئی تھی۔ اُن کے حوصلے کی بلندی و دماغ کے وسعت نے کبھی اس طرح کی تنگ خیالی کا وہم بھی ہونے نہ دیا۔ یہ تو صرف عربی زبان کے ذاتی محاسن و کمال کا نتیجہ تھا جو فارسی زبان نے غریب الوطن بدیسی عربی مہمان کو اس فراخ دلی سے اپنے ہم وطن جیسا بنالیا۔ حکومت عربوں کی تھی عمال وگورنر عرب ہی ہوتے تھے۔ رعایا کو آئے دن جو ضرورتیں پیش آتی تھیں اُن کے انصرام کے لئے نیز حکام کے ساتھ تعلقات و روابط کو صحیح طور پر مستحکم بنانے کے لئے عربی سیکھنے کی اُنھیں ضرورت پیش آئی۔ جب عربی کی تعلیم شروع ہوئی اور اس زبان سے اہل ایران مانوس ہوئے تو اُس کے ہر لفظ میں جو فلسفہ تھا اُس کی خوبی نے انھیں اپنا والہ و شیدا بنالیا۔ اب جو دیکھا تو عربوں کے پاس اظہار جذبات کا فوٹو بھی تھا جسے وہ شاعری کہتے تھے۔ فارسیوں نے زبان عربی کے ساتھ اس نقاشی اور فوٹوگرافی کو بھی سیکھنا شروع کردیا۔ اہل ایران کے لئے شاعری ایک عجیب و غریب شئے تھی جس کی لذت سے قبل میں وہ قطعاً آشنا نہ تھے۔ پس ملک کے ہر فرد کو اس کی حقیقت سمجھانے کے لئے تعلیم یافتہ اشخاص نے اُسی وقت فارسی زبان میں ہر صنفِ سخن کے لئے ایک علیحدہ اسم قرار دیا اور اس طرح اصطلاحاتِ شعریہ کا وجود عالم لغت میں آگیا۔ نظم کا نام "چامہ" نثر کا "چکامہ"، غزل کا "پیوستہ" قصیدہ کا "پرگندہ"، وزن شعر کا "پساوند" اسم و رسم قرار پایا۔ لیکن عربی زبان کا ایک ایک لفظ جو فلسفہ و حکمت سے لبریز تھا اور جس میں اپنی وسعت و حلاوت کے سبب یہ کمال تھا

marfat.com

کہ ہر طرح کے خیالات بلا تخصیص بہت سہولت سے پوری طرح ادا ہو جاتے تھے۔ اس نے اپنی حلاوت و شیرینی سے بہت سے مواقع پر فارسی کے لب بند کر دیے اور بہت سے الفاظ فارسیہ اس کے وسیع دامن میں گم ہو گئے۔ جب میزبان و مہمان باہم شیر و شکر ہو کر مل گئے تب روزمرہ کی گفتگو میں بھی چاشنی الفاظ عربی کی ہوئی۔ وہ کلام بے نمک ہوتا۔ وہ تقریر بے مزہ ہوتی جس میں عرب و عجم کی آمیزش نہ ہوتی۔ آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ اب اپنی زبان کے الفاظ ایک معتدبہ مقدار میں اُن سے متروک ہو گئے اور اُن کی جگہ صرف عربی الفاظ رہ گئے۔ اب نہ نظم کا نام چامہ رہا نہ نثر کا چکامہ۔ ہاں ان مصطلحات کا وجود صرف لغات میں مثل دیگر متروک الفاظ کے رہ گیا۔ اب باوجود ان قرائنِ واضحہ کے پھر بھی یہ دعویٰ اور اس پر غلو کہ ایران میں شاعری پہلے سے تھی یہ تو محض خوش اعتقادی و وہم پرستی اور دَورِ آخر کے تعصب کا نتیجہ ہے جس کے سامنے تمام دلائل بے سود ہیں۔

آب و ہوا کا اثر شاعری پر | ہاں یہ ضرور ہے کہ ایران میں جب شاعری آئی تو اس نے یہاں نکھر کر نئی حسین شکلیں پیدا کرلیں اور ملک کی آب و ہوا نے اپنی شادابی و تازگی سے بہت جلد فارسی شاعری کو ایک عروسِ دل آرا بنا دیا۔ لیکن پھر بھی بعض خصوصیاتِ عرب ایران میں نہ آسکے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شاعری پر ملک کی آب و ہوا کا بہت کچھ اثر پڑتا ہے جو چیزیں کہ نگاہوں کے سامنے ہوتی ہیں اور خصوصیات ملکی جس طرح کے جذبات و کیفیات قلوب میں پیدا کیا کرتی ہیں اُسی کو شاعری کا مایۂ خمیر سمجھنا چاہیے۔ اس لئے ہر ملک کا باشندہ اپنے پسند کا معیار جداگانہ رکھتا ہے۔ ایک ہندی عاشق زلفِ معشوق کی

marfat.com

تشبیہ و توصیف میں بھونرے اُڑاتا ہی، برسات کی رات اور کالی گھٹا کو اُس کا عکس بتاتا ہی۔ عرب زغال یعنی کوئلہ کو شرمندہ کرتا ہی۔ جی چاہتا ہی تو عنبر و مُشک سے بھی دماغ معطر کرلیتا ہی۔ ایرانی سنبل سُنگھاتا ہی۔ اہل یورپ سونے کو مقابل میں لاتے ہیں۔ یہ اپنے اپنے ملک کی خصوصیتیں ہیں۔ قاعدہ ہی کہ جس چیز سے انسان کو راحت ملتی یا فرحت و انبساط حاصل ہوتا ہی تو اُس چیز کے ساتھ ایک گونہ دل کا لگاؤ ہو جاتا ہی۔ پھر جب کہ وہ چیزیں اپنے ہی ملک کی ہوں تو پھر دلی میلان کا کیا پوچھنا۔ دیکھئے عرب کا ملک ریگستان اور کوہستان ہی۔ پتھریلی خاکی، ہموار ناہموار نشیب و فراز متعدد اقسام کی زمین اُس میں تھی۔ پھول اور پھل کے درخت کا وہاں نام تک نہ تھا۔ جو درخت پائے جاتے تھے وہ روکھے سوکھے اور اکثر خاردار تھے۔ زراعت کے لئے نہ زمین قابل تھی، نہ پانی میسر تھا۔ عربوں کا اسی ملک میں رات دن رہنا سہنا اور خانہ بدوش پھرنا کام تھا۔ قدرت نے ان کے زندہ رہنے کے لئے دو چیزیں دے دی تھیں حیوانوں میں اونٹ اور نباتات میں کھجور۔ انھیں دو چیزوں سے عربوں نے ہر طرح کے سامان عیش و حیات اپنے لئے پیدا کر لئے تھے۔ دشوار گزار کوہستانی و ریگستانی منازل کو اس عجیب الخلقت جانور کی مدد سے طے کرتے تھے اس کی اُون سے کپڑے بناتے اس کی کھالوں کا خیمہ بنتا اس کے دودھ سے پورا کنبہ پرورش پاتا۔ ذبح کر کے اس کے گوشت سے پورے قبیلہ کی دعوت کرتے اور دادِ سخاوت لیتے۔ یہی حال کھجور کا تھا۔ اُس کو کھاتے اُس کے شیرے سے ہر طرح کی شیرنی بناتے اُس کی شاخوں سے مکان چھاتے اُس کو کاٹ کر ستون بناتے

marfat.com

غرض یہ اونٹ اور کھجور چونکہ عربوں کی ہر طرح کی راحت کا سامان تھے اور ان کا کوئی جز اُن کے لئے بے کار نہ تھا اس لئے اُن کے کلام میں ان دونوں کے لئے بکثرت لغات وضع ہوئے۔ استعارے اور تشبیہ میں ان دونوں سے کام لیا گیا۔ ان دونوں کی مدح میں طرح طرح کے راگ گائے گئے۔ یہ سب اس لئے کہ ان دونوں نے عربوں کو بہت ہی آرام پہنچایا تھا۔ اور خود اُنکے ملک کی چیزیں تھیں پھر کیا وجہ جو عربوں کو محبوب نہ ہوتیں۔ عرب کی آب و ہوا جس طرح سے جذبات دلوں میں پیدا کرتی ہے وہی شعرائے عرب کے گلزارِ کلام کا شگفتہ چمن ہے اب اگر کسی ملک کا باغ اس تختۂ چمن سے محروم ہو تو یہ کون سے تعجب کا مقام ہے۔

اقوام و امم کا مورخ جب عرب کی وادیوں میں قدم رکھتا ہے تو اُسے عربی قوم کے خون کا نظام تمام اقوام عالم سے جدا اور غیرت و شرافت انسانی سے مالا مال دکھائی دیتا ہے۔ آزاد عرب حریت کے دالہ و شیدا شجاعت و سخاوت کے دل دادہ جفاکشی و محنت کے عادی غیرت و حمیت کے فدائی کاہلی و بزدلی سے نفور بخل و دناءت سے بمراحل دور۔ غرض یہ کہ محکومیت کے شکنجے سے مامون رہ کر آزاد زندگی بسر کرنے والے اور فضائے حریّت میں جذباتِ فطری کو نشو و نما دینے کے عادی تھے۔ ہمت کی وہ پستی اور حوصلے کی وہ تنگی جو مسلسل محکومیت سے قوم میں پیدا ہو جاتی ہے اُس سے قطعاً آشنا نہ تھے۔

اس لئے ایام جاہلیت کے قصائد دوسروں کی تعریف میں بہت کم ہیں اور جو کچھ ہیں وہ ممدوح کے واقعی اوصاف کے مظاہر ہیں۔ حرص و آز عرب کی قوّتِ بیانیہ کو جنبش دے نہیں سکتے تھے۔ جیسا کہ بنو تمیم نے جب ایک شاعر جاہلیت سلامہ بن جندل کے سامنے یہ درخواست

marfat.com

پیش کی کہ مجّدْنَا بِشِعرِکَ یعنی اپنے اشعار مدحیہ سے مجھے عزت بخش تو اُس نے نہایت صفائی سے یہ جواب دیا کہ اِفْعَلُوا حَتّٰی اَقُولَ یعنی کچھ کر دکھاؤ تو ہم بھی کچھ کہیں۔

عربی شاعری کی بنیاد کمالات ذاتی پر ہے

عرب کی شاعری ہمیشہ اس عیب سے پاک و صاف رہی کہ اُس کی فصاحت و بلاغت اور اُس کا جوشِ بیان سلاطین و امرا کے خوف و طمع سے مرعوب و مرہون نہ رہا۔ عربوں میں شاعری کی ابتدا رجز خوانی سے ہوئی اور یہ صنفِ کلام کمالاتِ ذاتی چاہتی ہے، نہ ثنائے ملوک و اہل دول۔ اس لئے شعرائے عرب کے قصائد اُن کے محاسن و فضائل کے روشن آئینے ہیں جن میں جوہر ذاتی کے تمام خط و خال جھلک رہے ہیں اور اُن پر یہ شعر صادق آتا ہے ؎

نے گلم نے بلبلم نے شمع نے پروانہ ام — عاشقِ حسنِ خودم بر حسنِ خود دیوانہ ام

عربی شاعری اسی پیمانے پر اُس وقت تک رہی جب تک عرب کا تمدن ایران کی دل فریب معاشرت سے ہم آغوش نہ ہوا۔ دیکھئے عرب جب بے یار و مددگار رہ جاتا ہے اور حوادثِ دہر اس سے خویش و اقارب احباب و اعزّہ کو چھین لیتے ہیں تو وہ اپنی اُس بیکسی و تنہائی کو بھی اپنی اُسی شجاعت و خودداری عزم و استقلال کے لہجے میں بیان کرتا ہے ؎

ذَھَبَ الَّذِیْنَ اُحِبُّھُمْ — وَبَقِیْتُ مِثْلَ السَّیْفِ فَرْدًا

(جن لوگوں کو میں دوست رکھتا تھا۔ وہ سب کے سب چل بسے اور میں مثل تلوار کے تنہا رہ گیا)

اسی طرح مصیبت کے وقت دوسروں کا دست نگر ہونا یا مضطر و بے قرار ہو کر اپنے پائے استقامت و متزلزل کرنا عرب کی غیور طبیعت گوارا کر نہیں سکتی وہ شرافتِ نفس کو بدرجۂ غایت عزیز

marfat.com

رکھتا ہی اور حریت جیسے گراں مایہ جوہر کو سنگِ مصائب و اضطرار سے چکنا چور ہونے نہیں دیتا وہ کہتا ہے ؎

فَلَوْ کَانَ یُغْنِیْ اَنْ یَّرَی الْمَرْءُ جَازِعاً بِحَادِثَۃٍ اَوْ کَانَ یُغْنِی التَّذَلُّلُ
لَکَانَ التَّعَزِّیْ عِنْدَ کُلِّ مُصِیْبَۃٍ وَنَائِبَۃٍ بِالْحُرِّ اَوْلٰی وَاَجْمَلُ

[اگر نزول حادثہ کے وقت مرد کا مضطر ہونا یا لوگوں کے روبرو ذلیل ہونا مفید معلوم ہو۔ تب بھی آزاد مرد کے لئے مصیبت میں صبر ہی زیبا تر و لائق تر ہی]

جنگ کی گرما گرمی میں جب کہ تلوار اور نیزوں کی چمک تیروں کی بارش لڑنے والوں کو فرار کی راہ بتا رہی ہو اُس وقت عرب کا شاعر یوں کہتا ہے ؎

فَلَسْنَا عَلَی الْاَعْقَابِ تُدْمٰی کُلُوْمُنَا وَلٰکِنْ عَلٰی اَقْدَامِنَا تَقْطُرُ الدِّمَاءُ

[یعنی ہم وہ نہیں ہیں جن کی ایڑیوں پر خون ہے۔ بلکہ ہمارے خون کے قطرے بہہ کر قدم پر گرتے ہیں]

عرب جس طرح کہ تذلیل نفس اور جُبن و بزدلی کو اپنی شان کے خلاف جانتا ہی اُسی طرح بخل و مال اندوزی اُس کے علوہمتی و شرافت عربی کے خلاف ہی۔ اُس کو مالکِ گنج و خزانہ کہنا اُس کی سخت توہین کرنی اور کھلی گالی دینی ہے ؎

اَعَیَّرْتَنَا اَلْبَانَھَا وَلُحُوْمَھَا وَذَالِکَ عَارٌ یَا ابْنَ رَیْطَۃَ ظَاھِرٌ

[ہم پر اونٹوں اور اُن کے دودھ و گوشت کے بکثرت ہونے کا تو نے عیب لگایا ہی۔ اے ابن ریطہ اُس کا مصرف جب ہم بیان کرینگے تو تیرا یہ الزام جاتا رہے گا]

نُحَابِیْ بِھَا اَکْفَائَنَا وَنُھِیْنُھَا وَنَشْرَبُ فِیْ اَثْمَانِھَا وَنُقَامِرُ

marfat.com

[اونٹوں کو ذبح کر کے اعزہ و اقارب فقراو مساکین کو کھلاتے ہیں اور ان کی قیمتوں سے ہم شراب پیتے ہیں اور جوا کھیلتے ہیں]

ایک دوسرا شاعر اپنے اور اپنے قبیلہ کی نفرت و بریت بخل سے یوں بیان کرتا ہے ؎

وَاللُّومُ دَاءٌ لِوَبْرٍ يُقْتَلُونَ بِهِ　　　وَلَا يُقْتَلُونَ بِدَاءٍ غَيْرِهِ اَبَدًا

[یعنی بنی وبر کے لئے بخل ہی ایک قاتل مرض ہے۔ اور بجز اس درد کے کسی اور مرض سے کبھی نہیں مرتے]

ایک تیسرا شاعر اپنے عزم بالجزم کا اظہار کرتے ہوئے اس طرح قسم کھاتا ہے ؎

بَقِيْتُ وَفْرِيْ وَانْحَرَفْتُ عَنِ الْعُلَىٰ　　　وَلَقِيْتُ اَضْيَافِيْ بِوَجْهٍ عَبُوْسٍ

[میں بہت مال چھوڑ کر مروں اور بلندی مراتب کی طلب سے انحراف کروں اور اپنے مہمانوں کا استقبال ناگواری ترش روئی سے کروں]

اسی طرح وہ شرافتِ نسب کو اپنے اخلاق و شریفانہ جذبات سخاوت و شجاعت کا محافظ جانتے تھے نسب کی بربادی کو اپنے لئے اپنے قبیلہ و خاندان کے لئے ایک مصیبتِ عظمیٰ جانتے اگر کہیں سلسلۂ نسب میں کچھ بھی نقص نکل آتا تو ساری عزت کا خاتمہ ہو جاتا۔ اخلاق و سیرت میں نسب کا دخل و اثر وہ یہاں تک تسلیم کرتے تھے کہ گھوڑے اور اونٹ کا نسب نامہ بھی ان کے پاس ہوتا۔ اور حیوانوں میں بھی شریف و اعلیٰ نسب کو خراب و تباہ نہ ہونے دیتے۔ عرب کہتا ہے ؎

لَعَمْرُكَ مَا اَخْزٰى اِذَا مَا نَسَبْتَنِيْ　　　اِذَا لَمْ تَقُلْ بُطْلًا عَلَيَّ وَمَيْنًا

[تیری جان کی قسم میں رسوا نہ ہونگا جب کہ تو میرا نسب صحیح صحیح ٹھیک بلا دروغ و افترا بیان کرے گا]

marfat.com

مضامین کے اعتبار سے یہ وہ خصوصیات ہیں جن کو ایرانی شاعر اپنے آپ میں پا نہیں سکتا صدیوں تک بیہم جو اُن پر زبردست حکومت رہی اُس نے اُن کے اُن جذبات کو فنا کر ڈالا جو عرب میں بدرجۂ کمال موجود تھے اور جس کا تلاطم اُن کے سینوں میں جب موجیں مارتا تو ایسے اشعار بے ساختہ اُن کے مُنہ سے نکلتے اور طرفہ یہ کہ اُن کے افعال اُن کے اقوال سے بھی بڑھکر آزاد و غیور رہتے۔

آب و ہوا کا ایک دوسرا اثر — ملکی آب و ہوا کا ایک یہ بھی اثر تھا جو عرب اپنے اسلوب بیان کا انداز خاص رکھتا ہے۔ عموماً جب قصیدہ شروع کرتا ہے تو سامع کی دلچسپی اور اپنے مقصد کی دل آویزی کے لئے پہلے دیارِ یار کا ذکر کرتا ہے۔ وہاں کے کھنڈروں اور آثار کو اپنی شاعرانہ نگاہ سے دیکھتا ہے۔ خود روتا ہے دوسروں کو رولاتا ہے۔ شکستہ در و دیوار کو کبھی خطاب کرتا ہے اور کبھی اُن پتھروں کو دیکھکر جن سے چولھے کا کام لیا جاتا تھا ایک نالۂ جگر دوز کرتا ہے۔ وہاں کی ہودج نشین مستورات کا تذکرہ تصویرِ درد و غم ہو کر کرتا ہے۔ مصیبت کی داستان جب کہ ایسے دل گداز پیرایہ میں بیان کی جلئے تو سامع کی ہمدردی قائل کے ساتھ ہو ہی جاتی ہے۔ اب وہ یہاں سے مضامین عشقیہ کی طرف رجوع کرتا ہے جسے اصطلاح شعرا میں نسیب کہتے ہیں۔ اِس میں اپنے عشق کے دلولے اور محبت کے جوش کو ظاہر کرتا ہے۔ فراق کے درد سے آہ سرد بھرتا ہے۔ یہ عشق و حُسن کی داستان اُن غم خوار سامعین کو اور بھی متوجہ و مائل بنا دیتی ہے۔ وہ کونسا دل ہے جو حُسن کا خواہاں نہیں اور کس کا قلب ہے جس میں عشق کی چاشنی نہیں۔ اِس قدر کلام کا حصہ جب سامع کو ہمہ تن گوش بنا دیتا ہے تو وہ

marfat.com

اپنے شعر میں سفر کرتا ہے۔ راتوں کی بیداری، تمازت آفتاب کی گرمی، لو کی لپٹ تند و تیز
ہواؤں کے ہوش رُبا جھونکے، راستے کی ناہمواری، اونٹ کی مضبوطی و تیز روی اُس کی
بعد مسافت و شدائد سفر سے اُس کی لاغری۔ غرض ایسی ایسی باتیں کہتا ہے جن سے اُس کی
جفاکشی استقلال ہمت و مردانگی ظاہر ہوتی ہے۔ اب وہ اپنے قصیدے میں گریز کرتا ہے اور
کہتا ہے جو کچھ کہنا چاہتا ہے۔ چاہے میدانِ جنگ کے اپنے شجاعانہ حملوں کا بیان کرے یا
اپنی شرافتِ نسب و حریت کا خطبۂ بلیغ پڑھے یا اپنے ممدوح کو اپنے کلام سے عزت بخشے

عربی قصائد کے چند اور لوازم

عربی قصائد میں علاوہ ان باتوں اور اپنے ذاتی فخر و مباہات کے
جس کے وہ ہر طرح مستحق ہیں، چند اور چیزیں ہیں ایک تو اُن کا وہی محبوب جانور اونٹ جس کا
بیان ہزاروں طرح سے عرب کرتا ہے اور پھر بھی اُس کی طبیعت سیر نہیں ہوتی دوسرے پہاڑ
اور ریگستان اور ان مقامات کے لوازم یہ وہ چیزیں ہیں جن کو وہ خوب کہتے ہیں۔ چوں کہ
یہ سب چیزیں عرب کے پیشِ نظر ہیں اور ان کا ملک ان چیزوں کے سوا اور کچھ اُن کے سامنے
پیش نہیں کرتا اس لئے کلام بھی اور چیزوں کے ذکر سے مستغنی ہے۔

مناظر قدرت

ہاں کبھی کبھی بارش اور موسلا دھار پانی کی روانی بھی اُن کے کلام
میں پائی جاتی ہے۔ اگرچہ وہاں بھی اُونٹ اپنی ہیولانی صورت کے ساتھ پانی کا بند بنا ہوا
معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ عرب کا مشہور شاعر ابن مطر جب کہ والی مدینہ کے پاس پہنچا تو اُس روز
وہاں پانی خوب برستا تھا۔ والی نے فرمائش کی کہ آج کی بارش کے متعلق کچھ کہو۔
ابن مطیر نے کہا کہ پہلے منظر اور سماں دیکھ لوں پھر کچھ کہہ سکتا ہوں۔ چنانچہ ایک بلند مقام

marfat.com

پر پڑھا اور ہر طرف نگاہ ڈال کر کیفیت ملاحظہ کی۔ پھر جو والی کے پاس آیا تو ایک قصیدہ تیار تھا۔ لیکن بادل کی تشبیہ اونٹ سے دی گئی اور پورے قصیدے میں اسی کا تلازمہ رہا اسی ذیل میں جو اشعار کہ گھنگھور گھٹا اور موسلا دھار پانی اور بجلی کے چمک میں کہہ گیا ہے وہ عجب بلاغت کا نمونہ ہیں۔ ملاحظہ ہو ؎

مُسْتَضْحِكٌ بِلَوَامِعٍ مُسْتَعْبِرٌ ۔۔۔ بِمَدَامِعٍ لَمْ تَمْرِهَا الْاَقْذَاءُ

فَلَهُ بِلَا حُزْنٍ وَلَا بِمَسَرَّةٍ ۔۔۔ ضَحِكٌ يُؤَلِّفُ بَيْنَهُ وَبُكَاءُ

[بادل بجلیوں کی چمک کے ساتھ ہنستا ہے اور لگاتار بارش سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا خس و خاشاک میل کچیل سے صاف و شفاف آنکھیں ہیں جو آنسوؤں سے رو رہی ہیں بلا خوشی کے ہنستا ہے اور بلا غم کے روتا ہے اس کی ہنسی رونے سے ملی ہوئی ہے]

ذَابَ السَّحَابُ فَهُوَ بَحْرٌ كُلُّهُ ۔۔۔ وَعَلَى الْبُحُورِ مِنَ السَّحَابِ سَمَاءُ

(سارے بادل گھل کر دریا کے دریا ہو گئے اور دریا پر بادل کا آسمان چھا گیا)

سُحْمٌ فَهُنَّ اِذَا كَظَمْنَ فَوَاحِمٌ ۔۔۔ سُوْدٌ وَهُنَّ اِذَا ضَحِكْنَ وِضَاءُ

[وہ بادل بہت ہی سیاہ ہیں مگر جب پانی بھر لیتے ہیں تو اس وقت کوئلہ ہو جاتے ہیں سیاہ ہیں مگر جب ہنس دیتے ہیں تو روشن ہو جاتے ہیں]

لَوْ كَانَ مِنْ لُجَجِ السَّوَاحِلِ مَاؤُهُ ۔۔۔ لَمْ يَبْقَ مِنْ لُجَجِ السَّوَاحِلِ مَاءُ

[اگر سواحل کے عمق سے ان دریاؤں میں پانی آیا ہوتا تو سواحل خشک ہو جاتے اور ایک قطرہ بھی پانی کا ان میں باقی نہ رہتا]

marfat.com

وہ اشعار جن میں بارش و باران ابر وسحاب کی تشبیہ اُونٹنی اور اُس کے شیر وحمل وغیرہ سے دی گئی ہی، اُن کو پیش کرنا فضول سمجھا۔ ہند کی سرزمین میں اُس کا بیان کیا لطف پیدا کر سکتا ہی۔ یہاں مقصود صرف اسی قدر ہی کہ شاعر جن چیزوں کو دیکھتا ہی اور جو اس جس طرح کے جذبات پیدا کرتے ہیں شاعر اُنھیں کو الفاظ کے قالب میں ڈھال دیتا ہی عربوں کے کلام میں قصائد ہیں اور مراثی ہیں اور یہ دونوں صنفیں نظم کی بدرجہ کمال پائی جاتی ہیں۔ اور ان دونوں سے مقصود اپنے خصائص و فضائل کو زندہ رکھنا اور آیندہ نسلوں کو رغبت دلانا تھا۔ غزل اُن کے کلام میں اپنی مستقل حیثیت نہیں رکھتی ہی۔ چاہیے تو تشبیب کو غزل کہہ لیجئے۔ اسی طرح مثنوی کے صنف سے بھی اُن کا کلام خالی ہی۔ حالانکہ اس کا مواد جس اکثار و فراوانی کے ساتھ عربوں کے پاس تھا اُس کا اقتضا یہ تھا کہ ایک عظیم الشان کتب خانہ آج ایام جاہلیت کی مثنویوں سے مزین و آراستہ ہوتا۔ بہت سی باتیں عربی شاعری میں اسی وجہ سے نہ آسکیں کہ اُن کا

بیان صنفِ مثنوی کا خواہاں تھا ؎

لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم   چناں کہ حرفِ عصا گفت موسیٰ اندر طور

فارسی شاعری کی تاریخ اور تدریجی ترقی

اب فارسی شاعری کی تاریخ اور اُس کی تدریجی ترقی اور اُن خصوصیات پر نظر ڈالنے کی حاجت ہی جو اس میں باعتبار مضمون اور انداز بیان کے پائی جاتی ہیں۔ تاکہ اُستاد اور شاگرد کی خصوصیتِ خاصہ اچھی طرح واضح ہو جائے۔

محققینِ السنۂ مشرقیہ کا اس پر اتفاق ہی کہ فارسی زبان اپنے حسن و دل آویزی یعنی مرتبۂ شاعری تک پہنچنے کے لئے عربوں کی سراپا انتظار تھی۔ عرب اُستاد نے شعر کی حقیقت اور اس کی

marfat.com

قوت وکیفیت سے اپنے تلامذہ کو آگاہ کیا اور کچھ ایسے خوش آیند لہجے میں دعوت شعر کی نغمہ سرائی کی کہ ایران کے تمام گوشے لبیک کی صدا سے گونج اُٹھے۔ یہ امر تو مسلّم ہو چکا کہ ایران میں شاعری کی ابتدا اکتسابی طور سے ہوئی۔ اب غور طلب یہ امر ہی کہ تعلیم یافتہ ایرانیوں نے پہلے پہل جو شاعری کے لئے زبان کھولی، وہ کلام کس زبان میں تھا۔ اگر معان نظر سے کام لیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہی کہ پہلی مشق شاعری کی عربی ہی زبان میں کی گئی تا کہ اُستاد کی اصلاح سے کلام مرصع ہو جائے اور نکاتِ شعریہ کے دقیق مسائل اچھی طرح حل ہو کر سمجھ میں آجائیں۔ جب عربی میں شعر کی مشق ہو گئی اور شعر گوئی کا طریقہ اور صحت کی راہ معلوم ہو گئی تو اپنی ملکی اور مادری زبان کی طرف فوراً متوجہ ہو گئے۔ اس لئے کہ علم ہو یا فن جب تک اُس پر غیر زبان کا قفل چڑھا ہوا ہی اُس میں کمال بہم پہنچانا اگر محال عقلی نہیں تو محالِ عادی ضرور ہی۔ اس لئے اہلِ ایران نے اپنی بحور بھی علٰحدہ قرار دیں اور انھیں جدید مقرر کردہ بحروں میں اُنھوں نے شاعری کی داغ بیل ڈال دی۔ لیکن ابتدائی اشعار کی یہ حالت تھی کہ جس طرح ایک بھولا آدمی سیدھی سیدھی باتیں کرتا جاتا ہی اُسی طرح فارسی کے وہ اشعار تھے جن میں بہت جلد رنگینی و چستی پیدا ہو گئی۔ اس کو واضح طور پر سمجھنے کے لئے اس طرح خیال کرنا چاہیے کہ انسان کو کھانے کے لئے غذا، رہنے کے واسطے مکان، بدن ڈھانکنے کو ستر، حملۂ اعدا سے محفوظ رہنے کے لئے سپر اور حملہ آور ہونے کے لئے آلات درکار ہیں۔ اب انسان اپنی ان ضرورتوں کو جن چیزوں سے پورا کرتا ہی وہ دو قسم کی ہیں؛ ایک تو وہ جو اپنی موجودہ سادی اور خلقی صورت میں انسان کی

marfat.com

خدمت کے لئے زبانِ حال سے لبیک کی صدا بلند کر رہی ہیں جیسے غار و خندق سکونت کے لئے جنگلی برگ و بار غذا کے لئے، درختوں کے لمبے چوڑے پتے ستر پوشی کے لئے، پتھر کے ٹکڑے اور درختوں کی خشک و تر شاخیں اسلحہ بننے کے لئے ہر وقت طیار ہیں اور یہ وہ ادنیٰ مرتبہ انسان کے زندگی بسر کرنے کا ہے جسے خالق نے خود اُس کے لئے مہیا کر دیا ہے۔ دوسری قسم یہ ہے کہ ان کی خلقی حالت پر اکتفا نہ کی جائے بلکہ ان چیزوں سے بہرہ مند ہونے کے لئے اس میں تغیر و تبدل، ترکیب و تحلیل کو عمل میں لائیں اور اس طرح مایحتاج فی الحیات میں ایک نئی شان پیدا کریں۔ جس قدر ناز پروردگی بڑھتی جائیگی اور عیش و تنعم کا سامان بہم پہنچتا جائیگا اور محفوظ رہنے کے وسائل قوی ہوتے جائینگے اُسی قدر تمدن کا پلہ گراں ہوتا جائیگا وہی قوم جو اشیاء کا استعمال ابتدا میں اس طرح کرتی تھی کہ صنعتِ عبد کا اُس میں کوئی حصّہ نہ ہوتا تھا انتہا میں اگر اُن کے طریقِ استعمال کو دیکھا جائے تو صنعتِ عبد نے اس کی حقیقت بالکل گم کر دی ہوگی۔ اگر متمدن و غیر متمدن قوم کے مآکل و مشارب، ملابس و مساکن کو دیکھا جائے تو بہت اچھی طرح یہ حقیقت منکشف ہو سکتی ہے۔ بعینہٖ یہی حال ایران کی شاعری کا سمجھنا چاہیئے۔

حقیقت یوں ہے کہ پہلے پہل جس زبان میں شاعری کا آغاز ہوتا ہے اُس میں ابتدائی رفتار ہی آہستگی و سادگی سے ہوتی ہے۔ ورنہ نظم کمالِ سخن کی جگہ اہمال و لغویت کا دفتر بے معنی ہو جائے۔ ابتداءً شعرا کلام کو موزوں کرنے کی مشق کرتے ہیں پھر بہ تدریج ترقی کرتے جاتے ہیں، ورنہ اگر آغاز ہی میں بلند پروازی کی جائے تو یہ بجاے ملاءِ اعلیٰ پر پہنچانے

marfat.com

کے تحت الثریٰ تک لے جانے والی ہو۔

اُردو شاعری کی حالت بطور مثال کے

مثال کے لئے اُردو شاعری کی ابتدا اور پھر مرتبہ کمال تک پہنچنے پر غور کرنا کافی ہے۔ شاعری نے جب ہندوستان کی اُس زبان میں جو اب یہاں پیدا ہوگئی تھی اپنی جلوہ آرائی کی اُس وقت اُردو میں شعر کہنے والے وہ باکمال حضرات تھے جن کی نگاہوں میں دونوں شاعریاں عرب و عجم کی موجود تھیں۔ لیکن اُردو میں چونکہ کوئی نمونہ موجود نہ تھا اس لئے سادگی ہی کا جامہ اُس کے لئے مستحسن سمجھا گیا۔

اُردو میں وؔلی کا وہی مرتبہ ہے جو رؔودکی کا فارسی میں ہے۔ یہ کون کہہ سکتا ہے کہ ولی نے فارسی و عربی شاعری کا کافی مطالعہ نہیں کیا تھا۔ پھر جو ولی کے کلام میں سادگی ہے اور الفاظ بغیر تراش و خراش کے ادا ہوتے ہیں، دور کے استعارات اور تشبیہات بھی نہیں پائی جاتیں وہ بجز اس کے اور کس کا نتیجہ ہے کہ اُردو میں شاعری اپنی طفولیت کا عہد بسر کر رہی ہے گویا بچوں کی طرح گھٹنوں گھٹنوں چل رہی ہے جس طرح کوئی راہ رو اُس راستے کو طے کرے جو قبل سے قدموں کے نیچے نہ آیا ہو یا کوئی اجنبی ایسے مکان میں داخل ہو جس میں پہلے گیا نہ ہو، تو وہ قدم سنبھل کر رکھے گا تیز روی و سرعت اس کے لئے بجائے منزل رساں ثابت ہونے کے سنگِ راہ ہو جائیگی۔

اسی وجہ سے ابتدا میں ایران کی شاعری محض موزوں فقرات سے شروع ہو کر بہت جلد اس قابل ہوگئی کہ اُس کو بزم شعرا میں پیش کیا جا سکے۔ فارسی شاعری پر یہ رودکی کا احسان ہے جس کی دایۂ فکر نے اس طفل شیر خوار کو اپنی جودتِ طبع اور حدت

marfat.com

ذہن سے پرورش کر کے عالمِ تمیز تک پہنچایا لیکن ابھی اس کو جوان اور جوانی کے ساتھ سنجیدہ و متین ہونا باقی ہے۔

سادگی کی تاثیر | طبقۂ اوّل کے وہ شعرا جو دورِ اوّل میں گزرے اُن سب کا کلام ایک ہی انداز رکھتا ہے۔ بندش کی چستی نہیں مضمون کی بلند پردازی نہیں۔ ان کی نظم میں صرف محسوسات اور ان کے اصلی حالات ہیں۔ سادہ الفاظ میں سیدھی باتیں جو آپس میں بولتے ہیں اکثر و بیشتر اُسی کو نظم کر دیتے ہیں۔ استعارہ و تکلفات سے بہت کم کلام کو آراستہ کرتے ہیں۔ مثلاً رودکی جب کہ بڈھا ہو جاتا ہے اور اُس کے دانت ٹوٹ جاتے ہیں، ضعیفی اعضا پر چھا جاتی ہے، اُس وقت جوانی کی یاد میں ایک قصیدہ کہتا ہے۔ عمر کے آخر حصے میں جو کچھ کہتا ہے وہ دیکھنے کے قابل ہے سیدھی سادی باتیں ہیں جو نہایت سادگی سے وزن و قافیہ کے محاصرہ میں لے آئی گئی ہیں۔ مثال کے لئے تین پہلے شعر اس قصیدے سے حاضر ہیں

مرا بسود فرو ریخت ہر چہ دنداں بود ۔۔۔ نبود دنداں ہا بل چراغ تاباں بود
یکے نماند کنوں زاں ہمہ بسود و بریخت ۔۔۔ چہ نحس بود ہمانا کہ نحسِ کیواں بود
نہ نحس کیواں بود و نہ روزگار دراز ۔۔۔ چہ بود منّت بگویم قضائے یزداں بود

وزن و قافیہ کے ساتھ عہدِ شباب کا مرثیہ ہے اس لئے اسے شعر کہئے۔ مگر جو شعر کی حقیقت ہے اُس کا نام و نشاں تک نہیں۔ اگر آج کوئی اس طرح کا شعر کہے تو ہمارے شعرا اُس کی طرف بھول کر بھی ایک نگاہ غلط انداز نہ ڈالیں۔ مگر چونکہ یہ رودکی کا کلام ہے جس نے شاعری کو بزمِ شعرا تک آنے کے قابل بنایا ہے، اس لئے یہ اشعار کتابوں میں اربابِ ذوق کی زبانوں

marfat.com

پر جاری و مکتوب ہیں۔ رودکی کے کلام میں سب سے مشہور اور بہترین نمونہ وہ اشعار ہیں جو شاہ بخارا کو ہرات سے مضطربانہ بخارا لے گئے۔ اس میں شک نہیں کہ اُن اشعار میں لذت کے اور لطف و ذوق سے بھی خالی نہیں لیکن شبنم سے ایک پیاسے کی کیا تسکین ہو سکتی ہے۔ واقعہ اُن اشعار کا یوں ہے کہ شاہِ بخارا ہرات پہنچتا ہے اُن اطراف کی نزہت فزا آب و ہوا اُس کے دامن گیر ہو جاتی ہے۔ ایک خوش گوار و روح پرور موسم جب گزر جاتا ہے تو دوسرے موسم کا اشتیاق پاؤں کا زنجیر ہو جاتا ہے۔ ہرات کے سرسبز و شاداب خطے اور سیستان و مازندران کے لذیذ و خوش بو میوے چار برس تک بادشاہ کی مہماں نوازی کرتے رہے۔ اس مدت دراز میں اعیانِ دولت و وابستگانِ سلطنت وطن کی دوری اور سفر کی زندگی سے چیخ اُٹھے رعبِ شاہی سے کسی کو لب ہلانے کی طاقت بھی نہ تھی۔ رودکی دربارِ شاہی کا شاعر تھا اور گانے میں بھی بدرجۂ کمال ماہر تھا۔ سبھوں نے مل کر پانچ ہزار اشرفیوں کا وعدہ رودکی سے اس شرط پر کیا کہ وہ اپنی نظمِ دل گداز اور نغمۂ داؤدی سے بادشاہ کو وطن کی یاد دلائے۔

رودکی بادشاہ کی محلس میں اُس وقت جب کہ وہ جام و صراحی سے دادِ انبساط دے رہا تھا حاضر ہوا اور اپنے درد بھرے لحن میں اپنا برجستہ کلام یادِ وطن میں گانا شروع کیا۔ یہ سحرِ حلال بادشاہ پر چل گیا۔ اُس کی بے چینی بڑھی اور ایسا مضطربانہ گھوڑے پر سوار ہوا کہ موزہ بھی پہن نہ سکا۔ رہوارِ تیز رفتار کو خیز کیا اور جب تک ایک منزل طے نہ ہوئی گھوڑے کی باگ نہ روکی۔ وہ اشعار بہت تھے لیکن افسوس کہ اب بجز چند اشعار کے جو تذکروں میں منقول ہیں یاد نہیں ملتے ؎

marfat.com

بوے جوے مولیاں آید ہمی ‏ ‏ یادِ یارِ مہرباں آید ہمی
ریگِ آموں با درشتی ہاے او ‏ ‏ زیرِ پایم پرنیاں آید ہمی
آبِ جیحوں با ہمہ پہناوری ‏ ‏ خنگِ ما را تا میاں آید ہمی
اے بخارا شاد باش و شاد زی ‏ ‏ شاہ سویت میہماں آید ہمی
شاہ سرو ست و بخارا بوستاں ‏ ‏ سرو سوئے بوستاں آید ہمی
شاہ ماہ ہست و بخارا آسماں ‏ ‏ ماہ سوئے آسماں آید ہمی

یہ دلکش قصیدہ ایک مدت تک مقناطیس کی طرح لوگوں کے قلوب کو اپنی جانب کھینچتا رہا۔ بعض شعرا نے اس پر طبع آزمائی بھی کرنی چاہی لیکن اس کے مقابل میں نہ آسکے۔ وجہ اس کی صاف ہے شاعر خود چار برس تک وطن سے دُور رہا، یادِ وطن جس جس طرح دل میں چٹکیاں لیتی ہوگی اس درد کی لذت کسی غریب الوطن سے پوچھنی چاہیے۔ اُس پر پانچ ہزار اشرفیوں کا وعدہ

زر کا اثر جذبات پر

حطیہ جو عرب کا مشہور شاعر ہے اُس سے کسی نے سوال کیا کہ سب میں بڑا شاعر کون ہوتا ہے، تو اُس نے اپنی زبان باریک مثل سانپ کے نکال کر کہا کہ یہ جس وقت طمع سے لذت آشنا ہو جائے۔ اسی طرح احمد بن یوسف نے ابو یعقوب شاعر سے کہا کہ کاتب ملہ محمد بن منصور بن زیاد کی شان میں تیرے مدائح بھی ہیں اور مراثی بھی۔ لیکن جو جودت شاعرانہ تخیل کہ مدح میں ہے مراثی اُس سے بالکل خالی ہیں۔ ابو یعقوب نے کہا کنا نمدحہ علی الرجاء ونحن الیوم نعمل علی الوفاء وبینہما بون بعید۔ [یعنی اُس وقت جو ہم مدح کہتے تھے تو اُمیدیں وابستہ تھیں اور اب جو مرثیہ کہتے ہیں یہ تو محض وفاداری ہے اور ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے]

marfat.com

پھر پانچ ہزار اشرفیوں کی جھنکار نے اگر رودکی کے شاعرانہ جذبات و احساسات کو تیز کر دیا تو کیا تعجب ہی۔ وطن کی یاد پردیس کی تکلیف اور اشرفیوں کی اُمید نے تڑپ تڑپ کر ان اشعار کی صورت اختیار کی۔ اِس لئے ان میں اُس وقت بھی لذت و لطافت تھی اور آج بھی ذوق سے خالی نہیں۔ ہرچہ از دل خیزد بر دل ریزد۔

لیکن اگر تامل صادق سے کام لیا جائے تو دور اوّل کے پہلے شاعر کی خصوصیت یہاں بھی نمایاں ہی۔ رودکی نابینا ہی وہ پانی کی لہروں اور موج کے تلاطم کو دیکھ نہیں سکتا اُس کی حس باصرہ لب دریا کے سبزہ زار اور وہاں کی شادابی سے خنک نہیں ہوتی پس اُس کا دماغ اُس تخیل سے بالکل صاف ہی۔ قوت شامہ موجود ہی وہ اپنا کام کرتی ہی پانی کی مہک سونگھتا ہی لیکن اُس کی روانی و سیلاب کا پتہ بھی نہیں دریا کے ریگ پر گزرتا ہی لیکن یہاں بھی آنکھ کا کام وہ اپنے قدم سے لیتا ہی۔ موٹے موٹے ریت کے دانے نہ سخت معلوم ہوتے ہیں نہ پاؤں جلاتے ہیں نہ تلووں میں چبھتے ہیں بلکہ نرم ہو کر قدموں کے نیچے پرنیاں کے فرش ہو جاتے ہیں۔ یہ نتیجہ حبِ وطن کا ہی۔ دیگر اشعار کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیئے لیکن کیا اگر طبقۂ ثانی کے شعرا ہوتے تو اپنے وطن کا راگ اسی سادے لحن میں گاتے؟ نہیں کبھی نہیں۔ وہ کم از کم ریگ کے ایک ایک ذرہ کو آفتاب اور ہر ایک سبزہ کو گلستانِ ارم و باغ جناں بنا دیتے۔ موج و حباب کو جب بیان کرتے تو ایک دریا بہا دیتے رودکی بڑا پرگو شاعر گزرا ہی۔ اُس پر بادشاہوں کی قدردانی و عزت افزائی، درہم و دنیار کی بارش نے کبھی اُس کو خاموش بیٹھنے نہ دیا ایک لاکھ تک اُس کے اشعار کا شمار بعضوں

نے کیا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ جب اشعار کی تعداد اس قدر ہو تو پھر اُس میں سب طرح کے مضامین ہو نگے۔ تذکروں میں جو رودکی کا کلام منقول ہے اُس میں ہر جنس موجود ہے۔ جا بجا مضمون آفرینی بھی ہے۔ کہیں کہیں تشبیہ و استعارے کا بھی لطف ہے۔ اخلاق و موعظت کے پاک و شیریں مضامین بھی موجود ہیں۔ کہنہ مشق دیرینہ سال شاعر کا جب جی چاہتا ہے تو عشق و حسن کے ناز و نیاز بھی کر لیتا ہے۔ قصیدے کی تشبیب میں غزل کا لطف آجاتا ہے۔ اور گریز میں بھی اس کی قوت و قابلیت نمایاں ہے۔ لیکن با ایں ہمہ شاعری کو ابھی بہت کچھ ہونا ہے اس لئے وہ اپنا قدم نہایت سرعت و تیزی سے آگے بڑھائے جاتی ہے۔

فردوسی اور اسدی طوسی

اس دور کا آخر شاعر فردوسی ہے۔ اُس نے شاہنامہ کیا لکھا اپنی اُس قوتِ دماغی اور جودتِ ذہن کا جو بشر میں ایک عطیۂ الٰہی ہے کامل ثبوت دیا ہے۔ اس نے یہ یہ مثنوی لکھکر ثابت کر دیا کہ انسان کی دماغی قوت اعلیٰ نمونہ صانع بیچوں کے صنعت کا ہے۔ میدانِ جنگ کی تصویر تو ایسی کھینچتا ہے کہ ہو بہو فوٹو ہوتا ہے۔ اس کا کلام و کمال کسی کی تحسین اور روشناسی کا محتاج نہیں۔ ع

حاجتِ مشاطہ نیست روے دل آرام را

یہ کہنا ایک امر واقعی کا بیان کرنا ہوگا کہ فردوسی ہی کی بدولت معانی کی کمی انتہاے کمال پر پھنچکر اپنی شان کا جلوہ دکھانے لگی۔ لیکن الفاظ اپنے بناؤ سنوار کے لئے ہنوز مضطر ہیں۔ گو بہت سے الفاظ متروک ہو چکے محاورات بھی بدل گئے لیکن پھر بھی شعر کی نزاکت و لطافت ان ثقیل الفاظ کے بوجھ سے دبی جاتی ہے۔ مثلاً فردوسی کہتا ہے ؎

marfat.com

برستم دہم تخت و گنج و کلاہ   نشانمش بر جائے کاؤس شاہ

یہاں متحرک کا ساکن ہونا فصاحت پر کس قدر ناگوار ہے۔

سیاہ بر آمد برہنہ تنا   بیا و یخت با پور اہرمنا

الف کی زیادتی قافیہ میں کیسی بدنما ہے۔

ایک موقع پر چاند سے خطاب کر کے بہت سے شعر لکھے ہیں اُن میں کا ایک شعر یہ ہے

بہ سی روز گیتی بہ پیمایدا   دو روز و دو شب روے ننمایدا

یہاں فعل میں الف کی زیادتی اُسی طرح بھدی ہے۔

کہ دربانِ ایں کار یزداں کند   مگر کیں غماں بر تو آساں کند

اگر عمر باشد مرا سالیاں   بہ خدمت بہ بندم کمر بر میاں

جمع کا الف جہاں چاہتا ہے لگا دیتا ہے چاہے فصاحت اس زیادتی کو برداشت کرے یا نہ کرے اگرچہ ضرورتِ شعری ایک ایسی ضرورت ہے جس کے لئے ہر ناروا روا ہے لیکن الفاظ کا یہ بھدا پن آخر دور میں قطعاً ناجائز قرار دیا گیا۔ اسی دورِ اول کا شاعر اسدی طوسی ہے جس کے کمال نے یہ بے بنیاد روایت وضع کرائی کہ یہ فردوسی کا اُستاد ہے اور شاہنامہ کی تکمیل اسی کے زبردست قلم کا نتیجہ ہے۔ اسدی طوسی فردوسی کا اُستاد تھا یا نہ تھا اس وقت اسے جانے دیجئے لیکن یہ تو محقق ہے کہ شاہنامہ اُس کے زورِ قلم کا مرہون نہیں بہر حال دو چار شعر اُس کے بھی ملاحظہ ہوں۔ اسدی طوسی ؎

چو خورشید آں چادرِ قیر گوں   بدرید و از پردہ آمد بروں

marfat.com

ہوا ابر گشت از بخور عبیر — بخندید بم و بنالید زیر

الفاظِ فارسیہ میں تشدید زبان پر کس طرح اجنبی معلوم ہوتی ہے۔ اسدی طوسی سبب تالیف کتاب میں کہتا ہے ؎

بسازم یکے بوستاں چوں بہشت — کہ خندد ز خوشی برارد بہشت

یہاں بھی وہی تشدید کی ثقالت فصاحت کو دبائے دیتی ہے۔

پہلا دور ختم ہوا۔ رودکی۔ اسدی طوسی۔ عنصری۔ فرخی۔ فردوسی اس دور کے باکمال شعرا تھے جن میں رودکی کو اولیت کی فضیلت حاصل ہے اور فردوسی کو خاتمیت کا فخر ہے۔

دوسرا دور — اب شاعری کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے۔ اس طبقے میں خاقانی، انوری، نظامی، حکیم سنائی۔ مولانا روم و عمر خیام وغیرہ گزرے۔ دونوں دور کے شعرا میں یہ فرق ہے کہ پہلے طبقے کے شعرا قدرتی طبیعت سے شعر کہتے تھے پاس کی چیزوں سے تشبیہ لاتے اور پیش نظر اشیا سے استعارہ لیتے لیکن دورِ ثانی میں جنھوں نے زیادہ غور پیدا کیا۔ عرب کے علوم ملک میں عام ہو گئے تھے۔ بلاغت کی کتابیں فارسی میں لکھی جا چکی تھیں اس لئے عربی الفاظ کا قبضہ زیادہ ہوا پھر الفاظ و معانی کو صنائع و بدائع نے علمی رنگ دے دیا۔ دورِ اول میں سادگی سنگینی و استواری تھی اب رنگینی لطافت اور ملائمت پیدا ہو گئی۔

خاقانی۔ خاقانی ابتدائی کیفیت اور خاتمۂ مطالب کو نہایت خوبی کے ساتھ نظم کرتا ہے قصائد اس کے لاجواب ہیں حسّان العجم کا اس کو لقب حاصل تھا۔

marfat.com

نظامی۔ نظامی مثنوی کے بادشاہ ہیں ان کے کمال کی شاہد ان کی پانچ مثنویاں ہیں جو خمسۂ نظامی کے نام سے مشہور ہیں۔ اُنھوں نے نظم نگاری میں نیا رنگ پیدا کیا۔ تشبیہ و استعارے کو رنگینی و قوت کے ساتھ برتا۔ ان کے ہیچ میں بھی بانکپن ہے ان کا کلام تمام لطافت و نزاکت سے لبریز ہے۔ فردوسی کے بعد رزمیہ مضمون کوئی دوسرا ان سے بہتر تو کیا برابر بھی نہ لکھ سکا۔

انوری۔ انوری نے کلام میں مضمون آفرینی پیدا کی استعارہ کو لیا اور خوش ادائی سے برتا۔ قصیدہ کہنے میں اُستاد ہے۔

حکیم سنائی۔ حکیم سنائی پہلے شخص ہیں جنھوں نے تصوف کو مستقل طور پر نظم میں لکھا ہے۔ حدیقہ ان کی مشہور کتاب ہے۔ پختگی برجستگی اور صفائی میں ان کا کلام تمام معاصرین سے ممتاز ہے۔

مولانا رومی۔ مولانا رومی تصوف کے بادشاہ ہیں علم کلام و تصوف کے اہم ترین مسائل دل گیر و دل پذیر طریقے سے بیان کرتے ہیں۔ مثنوی آپ کی چھ جلدوں میں شش جہات عالم میں فیض رساں ہے۔ عربی فارسی میں متعدد شرحیں لکھی گئیں ارباب سلوک آج تک اس کا درس دیتے ہیں۔ اور حق تو یوں ہے کہ مرد راہِ رفتہ کے سوا کوئی دوسرا اُسے سمجھ بھی نہیں سکتا۔

marfat.com

عمرخیام۔ عمرخیام علوم عقلیہ میں کمال رکھتا تھا اقسام شعر میں اس کی رباعیاں ہیں جنہوں نے اس کو زندہ رکھا ہی مسلمانوں سے بڑھکر اہل یورپ نے اس کے ساتھ اعتنا کیا

تیسرا دور

دوسرا دور بھی ختم ہوتا ہی معانی والفاظ دونوں ترقی پاکر اس دور میں کامل ہوچکے ہیں اب تیسرا دور شاعری کا شروع ہوتا ہی۔ اس طبقے کے بہترین نمونہ سعدی۔ آمیرخسرو اور حافظ ہیں۔ اس عہد میں غزل خوانی کی بڑی دھوم مچی۔ سلاطین و اُمرا کی خوشامد دل میں خوب خوب قصیدے لکھے جانے لگے عاشقانہ مثنویوں کا رنگ گہرا ہوگیا۔ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہی کہ چنگیزخاں کے مشہور حملہ نے جو ۶۱۷ھ میں واقع ہوا دلوں کو ایسا سرد کردیا تھا کہ بہادری و شجاعت کا خیال سروں سے جاتا رہا۔ شعرا غزل و قصائد سے دلوں کو خوش کرنے لگے۔ مردانہ خیالات اس وقت سے جو مٹنے لگے تو آخر نیست ہوکر ہی رہے۔

پانچویں صدی کی شاعری

پانچویں صدی میں حسینوں کی بزم ہر طرح کے سامان اسلحہ سے آراستہ پائی جاتی تھی۔ ابرو کمان تھے جن سے تیر مژگاں چل کر دلوں میں ترازو ہو جاتے تیوری بدلی اور ابرو خنجر ہوگئے۔ مژگاں نیزے بن گئے غرض معشوقوں کی بزم میں عشاق کے پھنچنے کی دیر تھی۔ یہ پہنچے اور رستم اور اسفندیار کے میدانِ جنگ گرد برد۔ لیکن چھٹی صدی میں رنگینی و نزاکت بڑھی، مزاجوں میں تغیر پیدا ہوا طبیعت میں چستی و شجاعت نہ رہی راحت پسندی غالب آئی۔ آخر اس کا اثر کلام پر بھی پڑا رفتہ رفتہ ایک وہ وقت پہنچا کہ رزمیہ کلام میں بھی ساغر و مینا کے دور چلنے لگے تشبیہیں بدل گئیں۔ اب سپاہی میدان کارزار میں بھی جو پہنچتا ہی تو عشق کے نشہ میں چور جاتا ہی۔ قدسی، ہاشم، کلیم، علی قلی

marfat.com

تسلیم کی رزمیہ مثنویاں اس پر گواہ ہیں۔ بہر کیف یہ دور بھی ترقی سے خالی نہ رہا۔ زبان زیادہ صاف ہوگئی اور مضمون آفرینی نے بہت ترقی کی۔ خاقانی وانوری وغیرہ جو علمی اصطلاحات سے زبان کو زیر بار کرتے تھے یہ بات جاتی رہی۔

سعدی۔ شیخ سعدی علیہ الرحمہ اس طبقے کے نہایت شیریں کلام شاعر ہیں ان کا مضمون آج تک پھیکا نہوا نظم ہو یا نثر اصنافِ سخن پر قدرت رکھتے ہیں ان کے کلام میں استعارے بھی ہیں لیکن پیچیدہ نہیں۔ صفائی دکھاتے ہیں اور لطف بڑھاتے ہیں مبالغہ و استغراق سے کام نہیں لیتے۔ ان کا کلام دین و دنیا کی سود مند نصائح سے پُر ہے۔ اخلاقی مضامین کو ان کے مثل کسی نے نہیں ادا کیا۔ مخلوق کی دردمندی ان کے ہر رگ و پے میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ تجربہ کامل تھا اور سیاحت وسیع اس لئے جو ان کی زبان سے نکلتا ہے وہ دل میں جا بیٹھتا ہے گلستاں، بوستاں، دواوین و قصائد ان کی مشہور تصانیف ہیں لیکن غزل کا رنگ بدلنے والے، اور سوز و گداز کے ساتھ وقوعہ گوئی کی بنیاد ڈالنے والے بھی شیخ سعدی ہی ہیں اس لئے من حیث شاعر انھیں غزل کا استاد تسلیم کیا گیا ہے۔

امیر خسرو۔ امیر خسرو کے والد امیر سیف الدین ترکستان سے آئے تھے۔ امیر خسرو نے گو ہندوستان میں ولادت اور تربیت پائی تھی، مگر دماغ یدِ قدرت سے وہ ودیعت ہوا تھا کہ ایجاد مضامین کا طلسم خانہ تھا۔ انہوں نے صنائع لفظی و معنوی کا عجائب خانہ کھول دیا۔ تصانیف کی یہ کثرت ہے کہ ہمیشہ اُن کا سمیٹنا دشوار رہا اور آج دشوار تر ہے۔

حافظ۔ خواجہ حافظ کا دیوان مشہور ہے۔ اس کے سوا اور کچھ نہیں۔ چند قصیدے

marfat.com

برلے نام ہیں مگر غزل ایسی لکھ گئے کہ آج تک اُن کا جواب نہیں۔ نہ تصنع ہے نہ تکلف جیسی گزری ہے ویسا لکھا ہے۔ عرفان و حقائق کا ایک بے بہا گنجینہ ہے جس پر نقوش و حروف کے قفل چڑھے ہوئے ہیں! رباب بصیرت عینک کی طرح اپنی نگاہوں پر لگائے پھرتے ہیں۔

جامی ۔ جامی علیہ الرحمہ کا زمانہ ۸۰۰ھ ہجری ہے۔ ناظم ہروی نے امیر خسرو کے بعد شاعری کو ان پر ختم کر دیا ہے جیسا کہ اُس کے ایک شعر سے ظاہر ہے ؎

زخسرو چو نوبت بجامی رسید   زجامی سخن را تمامی رسید

علاوہ عام شاعری کے صوفیانہ طرز میں بلند پایہ رکھتے تھے۔ نقشبندیہ طریق کی تعلیم و مراقبات کی طرف عجب لطف سے اپنے کلام میں اشارہ کرتے ہیں۔

چوتھا دور | اب تیسرا دور بھی ختم ہوا اور شاعری کے لئے گرانمایہ متاع چھوڑ گیا۔ ۹۰۰ھ کے بعد چوتھا دور شروع ہوتا ہے۔ فیضی، عرفی، نظیری، طالب آملی، ابوطالب کلیم، مرزا صائب اس دَور کے ممتاز ارکین ہیں۔ اگرچہ اس دَور میں قصیدہ، مثنوی، غزل، رباعی ان تمام اصناف کا بڑا ذخیرہ پیدا ہو گیا، لیکن فی الحقیقت یہ عہد ترقیِ غزل کا انتہائی اور آخری زینہ تھا اس دور کی یہ خصوصیت ہے کہ جو بات کہتے ہیں وہ پیچ دیگر کہتے ہیں۔ دُور کی راہ سے سامعین کی فہم کو مطالب تک لاتے ہیں اور داد لیتے ہیں استعارہ کو استعارہ در استعارہ اور مجاز کو مجاز اندر مجاز کر کے معنوں میں نزاکت اور باریکی پیدا کرتے ہیں اس لئے بہت سے اشعار کی باریکی معشوقوں کی کمر کو بھی بار نزاکت سے خم کر دیتی ہے۔ اور کبھی کمر بھی گم ہو جاتی ہے مثال کے لئے کسی شاعر کا ایک شعر کفایت کرتا ہے ؎

marfat.com

تا کے از عکسِ تو آئینہ گلستاں گردد　　سوئے عاشق نگہے تا ہمہ تن جاں گردد

اس شعر کے سمجھنے کے لئے پہلے ان باتوں کو ذہن میں مجتمع کر لیجئے۔ معشوق کا قد سرو شمشاد ہے، آنکھیں نرگس کے پھول ہیں، رخسار گلابِ شگفتہ ہے، زنخداں سیب ہے، خط سبزہ ہے، زلف تختۂ سنبل ہے وغیرہ وغیرہ۔ اب جو معشوق آئینہ دیکھتا ہے اور اُس کا عکس شیشے پر آتا ہے تو گویا آئینہ گلستان ہو جاتا ہے یہ تو پہلے مصرع کا حال ہوا۔ دوسرا تو اس سے بھی زیادہ دشوار ہے۔

اسی طرح اس دور میں مضامین کی بنیاد محالات اور دور از قیاس ایہام پر ہے۔ الفاظ کی نئی تراشیں اور نئی ترکیبیں کثرت سے پیدا ہو رہی ہیں حقیقت و واقعیت سے بیگانگی اور بے بنیاد خیالات سے رشتہ جوڑا جا رہا ہے۔ مثلاً پہلے مے کدہ و آتش کدہ وغیرہ مستعمل تھے اب نشتر کدہ و مریم کدہ وغیرہ ترکیبیں پیدا ہوئیں۔ پہلے "یک گلشن گل" کہتے تھے اب "یک آغوشِ گل" کہنے لگے۔ اس طرح کی ترکیبیں فیضی اور عرفی نے کثرت سے پیدا کیں مثلاً

مصرع　شکن بروے شکن خم بروے خم چیند

مصرع　موج بر موج شکستم چو بہ عماں رفتم

مصرع　رفے بروے حسن کن دست بدستِ نازدہ

اس دور میں عرفی کی قصیدہ خوانی ایک خاص خصوصیت رکھتی ہے۔ غزلیں بھی اس کی باسوز و گداز ہیں لیکن صائب کا کلام پھیکا اور سیٹھا ہے۔ اس نے شاعری کیا کی ہے خشک علمی مباحث ردیف و قافیہ میں بیان کئے ہیں۔ یہ دور بھی ختم ہوا اور اس کے ساتھ ہی ایران میں شاعری

marfat.com

بھی ختم ہوئی۔ اب ہند کی سرزمین میں حافظ وسعدی کا انداز آگیا تھا۔ لیکن الفاظ ایک ہی طرح میں گردش کرتے کرتے ایاہج ہو گئے تھے۔ کسی طرح کی کوئی ترقی نہ ہو سکی۔ ہندیوں نے ایرانی انداز کو زندہ رکھا مگر زندگی کے آثار اس میں نہ پیدا کر سکے۔ پھر بھی فارسی شاعری اہل ہند کی ایرانیوں سے زیادہ مرہونِ منت رہی۔ دہلی، بلگرام، پٹنہ وغیرہ میں ایسے باکمال شعرا اُٹھے جن کا کلام اپنے اپنے وقت میں سکۂ رائج الوقت سمجھا گیا۔ مرزا عبدالقادر بیدل، میر غلام علی آزاد بلگرامی اور یادش بخیر خاتم الشعرا غالب دہلوی۔ کیا کچھ احسان فارسی زبان پر نہ کر گئے۔ مدتوں بعد ایران میں قاآنی پیدا ہوا۔ اور اس نے شاعری کی کایا پلٹ کرنی چاہی لیکن اس کی شاعری کوئی نئی شاعری نہ تھی۔ وہی چبائے ہوئے نوالے تھے جو پھر منہ میں پھیرے جاتے تھے۔ اس نے قصیدے خوب خوب کہے۔ شوکت الفاظ کا بادشاہ ہے۔ بہاریہ مضمون خوب ہی کہتا ہے۔ بہرحال ؎

حریفاں بادہ ہا خوردند و رفتند　　تہی خم خانہا کردند و رفتند

فارسی شاعری کی لفظی و معنوی خصوصیات

اس کے بعد کہ نظم فارسی کی آفرینش اور عہد بعہد ترقی و کمال اور پھر اس کے زوال کی تاریخ معلوم ہو چکی اب ایک اجمالی نظر اُن خصوصیات پر ڈالنی چاہیے جو فارسی شاعری میں باعتبار معانی و الفاظ پائی جاتی ہیں۔ ایران میں شاعری نے جب آنکھیں کھولیں تو اس وقت عرب کی شاعری بالکل متبدل و متغیر ہو چکی تھی اس کی یہ وجہ تھی کہ مقدس اسلام جب سرزمین عرب پر بارانِ رحمت ہو کر برسا تو کلام مجید کی فصاحت و بلاغت شیرینی و لطافت دل آویزی و روح پروری کے سیلاب نے شاعری کو

marfat.com

خس و خاشاک کی طرح بہا دیا۔ چنانچہ زمانۂ جاہلیت کا مشہور شاعر لبید بن ربیعۃ العامری جو سبعہ سیارگان معلقات میں مثل آفتاب کے درخشاں ہے مشرف باسلام ہو کر نظم قرآنی کا ایسا والہ و شیفتہ ہوا کہ فاروق اعظم نے اپنے عہدِ خلافت میں جب کہ اُس شاعر غرا کے پاس یہ پیام بھیجا کہ کچھ تازہ کلام اپنا بھیجو تو اُس نے جواب دیا کہ جاہلیت کے رزمیہ و بزمیہ ہر طرح کے کلام موجود ہیں جس قدر آپ فرمائیں بھیجدوں لیکن اب کہ قرآن میرے سامنے ہے اس کے آگے تمام شاعری عرب کی بے مزہ اور پھیکی ہے۔ اُس کی تلاوت میں وہ حلاوت ہے کہ شعر گوئی سے طبیعت سیر ہے۔ اس واقعہ سے یہ دکھانا مقصود ہے کہ اسلام کی برکتوں نے حکمت نظریہ و عملیہ کی طرف عربوں کو ایسا مصروف کر لیا کہ شاعری کے بازار سرد ہو گئے لیکن بوقت ضرورت جب کوئی کچھ کہتا تو اُس میں وہی عربی شان ہوتی۔ بنو اُمیہ کے عہد میں خلافت نے صورت سلطنت کی اختیار کی۔ اس کا بہت ہی بُرا اثر ملک اور اہل ملک کے جذبات پر پڑا لیکن پھر بھی سلف کا ایک دھندلا سا نشان ہنوز باقی تھا۔ مگر جب کہ خلفاے عباسیہ کا دورہ آیا اور ان کے عہد میں عجمی معاشرت اور اہل عجم کی ہمہ گیری تمام دربار پر چھا گئی مسلمانوں کا امیر عجمی سلاطین کے نقش قدم پر گام فرسا ہونے لگا تو پھر اُس وقت شاعر شاعر نہ رہا۔ بلکہ بھانٹ بن گیا۔ اور یہی وہ عرب تھے جو اہل ایران کو شاعری کا سبق دیتے تھے۔

جوہر ذاتی کا فقدان فارسی شاعری جب اپنے قدموں پر کھڑے ہونے کے قابل ہوئی تو اُس نے نظر اُٹھا کر جو دیکھا تو اپنے ہی عجمی اخلاق و سیرت کو عربی لباس پہنے ہوئے نظموں میں

marfat.com

سے چلتے پھرتے پایا۔ اساتذہ کو انھوں نے دولت و سلطنت قوت و طاقت کے آگے شرافت انسانی و کرامتِ ذاتی کو نہایت فیاضی سے نثار کرتے ہوئے پایا۔ پھر اہل ایران تو صدیوں سے محکوم رہکر فضائلِ انسانی کو نہایت بے جگری سے تصدق کرنے کے عادی ہی ہو رہے تھے اور اس میں ان کی مشق پشتہا پشت سے چڑھی ہوئی تھی۔ انہوں نے سلاطین و اُمرا کی شان میں قصیدے کہے اور بے ضغطۂ زبان جو چاہا وہ کہہ گزرے اور جس حد تک قوّتِ بشری نے اُن کی یاوری کی قصائد میں اپنی پستی و تذلل کا اظہار کیا۔ اس لئے فارسی شاعری میں جوہر ذاتی کا بیان آپ کو خال خال بھی نہ ملے گا۔ کوئی نظم ایسی نہ ہوگی جس نے ملک کے حق میں یا قوم کے حق میں شریف و باوقار انقلاب پیدا کیا ہو۔ کسی شاعر کا کلام باوجود جستجو کے بھی ایسا نظر سے نہیں گزرے گا جس سے خودداری غیرت حمیت ایثار نفس زندگی کے صحیح آثار پائے جائیں۔ غرض کہ عربی شاعری کی وہ خصوصیات معنوی جو اوپر گزر چکیں اُس کا نام و نشان بھی ایران کی شاعری میں نہیں! ور حق تو یوں ہے کہ ہو بھی کیوں کر سکتے تھے! اس لئے کہ محکوم و مفتوح قوم اپنے لئے نہیں پیدا ہوتی ہے۔ بلکہ اُس کے وجود اور کمال کا صرف یہ مقصد رہ جاتا ہے کہ وہ سلطنت اور اُس کے ارکان و اعیان کی گردشِ چشم و ابرو کو دیکھا کرے۔ اُس کو اپنی ذات سے نہ کسی سے جنگ ہے نہ صلح اُس کے کمالات اکتسابیہ نہ ملک کے لئے ہیں نہ قوم کے لئے بادشاہ کا حکم اُس کو میدانِ قتال میں پہنچاتا ہے اور اُس کا قہر و غضب اُسے شجاع و بہادر بناتا ہے۔ پھر اُسی کا حکم اُس کو صلح پر آمادہ کرتا ہے۔ اسی طرح اُس کے کمال کا تعدیہ اور نفع اُسی جگہ اور اُسی مقدار میں پہنچتا ہے جس قدر

marfat.com

سے چلتے پھرتے پایا۔ اساتذہ کو اُنہوں نے دولت و سلطنت قوت و طاقت کے آگے شرافت انسانی و کرامتِ ذاتی کو نہایت فیاضی سے نثار کرتے ہوئے پایا۔ پھر اہل ایران تو صدیوں سے محکوم رہکر فضائلِ انسانی کو نہایت بے جگری سے تصدق کرنے کے عادی ہی ہو رہے تھے اور اس میں ان کی مشق پشتہا پشت سے چڑھی ہوئی تھی۔ اُنہوں نے سلاطین و اُمرا کی شان میں قصیدے کہے اور بے ضغطۂ زبان جو چاہا وہ کہہ گزرے اور جس حد تک قوتِ بشری نے اُن کی یاوری کی قصائد میں اپنی پستی و تذلل کا اظہار کیا۔ اس لئے فارسی شاعری میں جوہر ذاتی کا بیان آپ کو خال خال بھی نہ ملے گا۔ کوئی نظم ایسی نہ ہوگی جس نے ملک کے حق میں یا قوم کے حق میں شریف و باوقار انقلاب پیدا کیا ہو۔ کسی شاعر کا کلام باوجود جستجو کے بھی ایسا نظر سے نہیں گزرے گا جس سے خودداری غیرت حمیت ایثار نفس زندگی کے صحیح آثار پائے جائیں۔ غرض کہ عربی شاعری کی وہ خصوصیات معنوی جو اوپر گزرچکیں اُس کا نام و نشان بھی ایران کی شاعری میں نہیں۔ اور حق تو یوں ہے کہ ہو بھی کیوں کر سکتے تھے۔ اس لئے کہ محکوم و مفتوح قوم اپنے لئے نہیں پیدا ہوتی ہے۔ بلکہ اُس کے وجود اور کمال کا صرف یہ مقصد رہ جاتا ہے کہ وہ سلطنت اور اُس کے ارکان و اعیان کی گردشِ چشم و ابرو کو دیکھا کرے۔ اُس کو اپنی ذات سے نہ کسی سے جنگ ہے نہ صلح اُس کے کمالاتِ اکتسابیہ نہ ملک کے لئے ہیں نہ قوم کے لئے بادشاہ کا حکم اُس کو میدانِ قتال میں پہنچاتا ہے اور اُس کا قہر و غضب اُسے شجاع و بہادر بناتا ہے۔ پھر اُسی کا حکم اُس کو صلح پر آمادہ کرتا ہے۔ اسی طرح اُس کے کمال کا تعدیہ اور نفع اُسی جگہ اور اُسی مقدار میں پہنچتا ہے جس قدر

marfat.com

اور جس جگہ منشا سلطانی ہو۔ پس ایران کی شاعری اگر ایسے مضامین عالیہ سے خالی و عاری رہی تو یہ کون سے تعجب کا مقام ہے۔ صدیوں کی مسلسل محکومیت اسی کی مقتضی تھی کہ اُن کی زبانیں ثنائے ملوک و اہل دول و ارباب سطوت کے لئے وقف ہوں حکومت کے مقابلہ میں ہمیشہ وہ اپنے نفس کو ذلت و پستی میں دیکھکر خوش ہوں۔

(۱) پند و موعظت

ایرانی شاعری کی خصوصیات ایجابی

ہاں بعض مضامین فارسی میں ایسے بھی ہیں جن سے نظمِ عربی کا سلک خالی ہے۔ اور یہی فارسی نظم کی ایجابی خصوصیت ہے اور بہت بڑی خصوصیت ہے۔ اور وہ تاریخ، موعظت و اخلاق اور صوفیانہ کلام ہے۔ فارسی شعرا میں کثرت سے ایسے باکمال آپ کو ملیں گے جنھوں نے اپنی شاعری کی قوت انھیں مواعظ حسنہ پر خرچ کی۔ اور ان پاکیزہ مضامین کو کچھ ایسے اخلاص اور درد بھری آواز سے کہہ گئے ہیں کہ نفوسِ قدسیہ اُس کو پڑھتے ہیں اور سر دھنتے ہیں۔ نظم میں تاریخیں لکھ گئے جن سے واقعات اور اُس کے ساتھ بہت سے جزئیات معاشرت تمدن و طرز جنگ کے متعلق حیاتِ جاوید پا گئے۔ ایسے مضامین کا بیان مثنوی کا مقتضے تھا۔ اور یہ صنف عرب کی شاعری میں نہ تھی۔ اس لئے عربی شاعری ایسے مضامین سے محروم رہی۔ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کے کلام پاک کے مجموعے یا ابن الفارض و محی الدین عربی و ابن الوردی کے کلام سے ہم ناآشنا نہیں۔ لیکن فیما نحن فیہ سے اُس کا کیا علاقہ۔

قصائد عربیہ بہت کچھ وضع لباس معاشرت ملکی جغرافیہ صلح و جنگ پر روشنی ڈالتے

marfat.com

ہیں مگر تاریخ کا منصب اُنھیں کسی طرح نہیں دیا جا سکتا۔ اس کی وجہ جو کچھ بھی ہو۔ لیکن یہ کہنا کہ مثنوی کی ایجاد اہل ایران کی خصوصیات میں سے ہے ایک امر واقعی کا اظہار ہوگا۔

(۲) غزل

دوسری خصوصیت نظم فارسی کی غزل سرائی ہے۔ اس کے ایجاد و ایزاد کا سہرہ بھی اہل فارس ہی کے سر بندھا۔ عربی زبان میں غزل تو اُس راز و نیاز کی گفتگو کو کہتے ہیں جو خود عورتوں سے کی جائے یا اُن کے متعلق کی جائے لیکن فارسی میں نظم کی ایک صنفِ مستقل کا نام ہے جس میں واقعات و کیفیات و جذبات عشق و عاشقی کو سوز و گداز سے بیان کرتے ہیں۔ عربی میں قصائد کی تشبیب و نسیب کو چاہے غزل کہدیا جائے۔ لیکن حق تو یوں ہے کہ وہ غزل نہیں ہے۔ یہ اہل ایران کی ایجاد ہے۔ اور وہی اس کو کہتے ہیں اور خوب کہتے ہیں۔ بوالہوس اپنی ہوسناکیوں کو غزل میں الاپتے ہیں اور اہل دل صوفی اپنی واردات قلبیہ کو اسی عشق و حسن وصل و فراق کے استعارے میں کہہ گزرتا ہے۔ عارف کو اُن اشعار سے راہ ملجاتی ہے اور نا آشنا خط و خال میں اُلجھ کر اُس سے بے خبر رہ جاتا ہے۔ سچ فرمایا مولنٰا روم علیہ الرحمہ نے ؎

کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر   گرچہ ماند در نبشتن شیر و شیر

مدارج محل محبت مختلف ممالک میں	یوں تو عشق کی عالمگیری و ہمہ گیری ظاہر ہی ہے۔ لیکن اس نے جو وسعت کہ ایران میں آکر پائی وہ اسے کسی دیار میں نصیب نہوئی۔ ہند کی سرزمین میں

عورت مرد پر عاشق ہے۔ اور اکثر وہ مرد اُس کا شوہر ہی ہوتا ہے۔ اس سرزمین کا خاصہ

marfat.com

ہے کہ عورت میں وفاداری واطاعت شعاری بے انتہا ہو جب تک شوہر زندہ ہے اُس کی راحت

خدمت میں وقف ہے۔ جب وہ مرا تو اُس کے ساتھ جل کر اپنی وفا و عشق کا ثبوت دیا۔ پس

یہاں کی شاعری میں قبل اسلام جو عورت مرد پر عاشق ہوتی ہے وہ یہاں کی عورت و

مرد کے تعلقات اور اس کے لوازم کی روشن برہان ہے۔

عرب میں مرد عورت پر عاشق ہے جو بالکل فطرتی و خلقی ہے۔ لیکن ایران کا عشق فطرت پر

کب قناعت کرنے والا تھا یہاں اُس نے یہ سب مراحل و منازل طے کرتے ہوئے مرد کو مرد پر

عاشق کیا اور اس طرح عشق و لوازمات عشق کے لئے گونا گوں رنگینیاں پیدا ہوئیں

جن کا قبل میں نام ونشان بھی نہ تھا پھر کیا تھا ؎

یہ عشق کی بیباکی سب تجھکو سکھا دیگی ۔۔۔ اے حسن حیا پرور شوخی بھی شرارت بھی

کمالِ عشق تو یہ ہے کہ لڑکا ابھی مکتب میں ہے حرف شناسی بھی اُسے نہیں آتی لیکن

عشاق ہیں کہ پروانوں کی طرح گرے پڑتے ہیں شعر ملاحظہ ہو ؎

تعلیمِ جفا کردہ وفا ہیچ نیاموخت ۔۔۔ زیں درسِ غلط بحث بر اوستادِ تو دارم

دوسرا شعر ؎

بمکتب میرود طفلِ پری زاد ۔۔۔ مبارک باد مرگِ نو باُستاد

اب معشوق کے عہد طفلی سے متعلق انواع و اقسام کے مضامین پیدا ہو گئے۔

خدا خدا کر کے وہ لڑکا جسے شعور سے پہلے معشوق بنا پڑا تھا اور علم شروع کرنے سے بہت

قبل اُسے سند معشوقیت بارگاہِ عشاق سے دی گئی تھی جوان ہوتا ہے۔ مسیں بھیگتی ہیں

marfat.com

خط نمودار ہوتا ہے اُس وقت عشاق آتے ہیں اور دونوں ہاتھوں سے کلیجہ تھام کر کہتے ہیں

گفتم زغمت دارِ ہم از سبزہ دمیدن — دردا کہ زخط حسن بہ رخت گشت دبالا

دیگر

حسن بسبز بخطِ سبز مرا کرد اسیر — دام ہم رنگ زمیں بود گرفتار شدم

خط و سبزہ کے مضامین

اسی خط اور سبزہ سے شعرا نے گوناگوں مضامین پیدا کئے۔ عرب غریب ان باتوں کو کیا جانے یہ تو خصوصیات ایران ہیں۔ اب اس سے اس نتیجہ پر پہنچے کہ جو بچہ بدر شعور سے پہلے معشوق بنا ہو اور جوانی تک معشوق رہا ہو وہ جب عاشق بن کر شعر و سخن کے میدان میں اُترے گا تو بالیقین اُس کے کلام میں نزاکت و لطافت اور ایک طرح کی لچک و شیرینی ہوگی۔ اور یہی وہ چیزیں ہیں جن سے ایک غزل کی آرایش ہوتی ہے یہ ظاہر ہے کہ ایسے شاعر کے منہ سے جو بات نکلے گی وہ نازک و لطیف ہی بن کر نکلے گی عشق اور اُس کے معاملات و واقعات کو اس سے بہتر کون جان سکتا ہے مصرع

باشیر اندروں شد باجاں بدر برآید

انہا اکبر من نفعہا

یوں تو عاشق و معشوق کے ناز و نیاز کو ہر دل جانتا ہے۔ مگر اس جاننے اور اُس جاننے میں آسمان و زمین کا فرق ہے۔ یہاں خود حدیثے نقد حال ماست آں کا قصہ ہے وہاں دوسروں کی سنی سنائی باتوں پر اکتفا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ غزل کی ایجاد اور وقوعہ گوئی کی ایزاد نے فارسی شاعری میں چار چاند لگادئے زبان سے الفاظ کیا نکلتے ہیں فصاحتِ شیراز کا شیرہ بہتا ہے۔ شہد و شیر کی نہروں کی روانی کا مزہ آجاتا ہے۔ لطیف سے لطیف تر محاورات پیدا ہوتے جاتے ہیں۔ لیکن دوستو انصاف شرط ہے۔ اسی شاعری و

marfat.com

عشقبازی نے اخلاق کا آخریں خاتمہ کردیا۔ بوالہوسوں کی آتش ہوس اس سے بھڑک اٹھی
تمام دفاتر اخلاق و موعظت کی کتابوں میں یا درس میں رہ گئے۔ رفتہ رفتہ عملی زندگی
پر تو اسی شاعری کا قبضہ ہوتا گیا۔ اس کا نتیجہ ملک کی بے رونقی علم کا فقدان تمدن کا فنا
ہونا لازمی تھا۔ وہ ایران کے لئے نوشتۂ تقدیر ہو کر اسی شاعری کی بدولت سامنے آیا۔
خیر یہ ایک اور ہی بحث ہے جس کا یہ محل نہیں۔

رقیب و رقابت کے مضامین

یہاں تو یہ بیان کرنا ہے کہ عشق کے لئے سرزمین ایران کی آب و ہوا بہت ہی موافق آئی اگر مرد مرد پر عاشق نہ ہوتے تو یہ مضامین کہاں سے شعر کی صورت میں آج دکھائی دیتے۔ شعرا کو مردوں کے معشوق ہونے سے ایک رقیب ملا۔ عربی میں رقیب کے معنی نگہبان کے ہیں۔ خیام و اہل خیام کی محافظت پر جو مقرر ہوتے انھیں رقیب کہتے تھے۔ لیکن فارسی میں اس کا استعمال جن معنوں میں ہوتا ہے وہ ظاہر ہے۔ اس تبدیل معنی نے آفرینش مضامین کے لئے ایک نیا دروازہ کھول دیا۔ رقیب و رقابت سے ایسے ایسے تخیل پیدا ہوئے کہ اُن کی داد نہیں دی جا سکتی۔ فارسی اشعار کے مطالعہ کرنے والوں سے اس کا لطف مخفی نہیں۔ عرب جاہلیت کی شاعری اس وسیع مضمون سے بھی خالی ہے۔ خلیفہ مامون الرشید کے وہ چند اشعار خصوصیت کے ساتھ شہرت رکھتے ہیں جو اُس نے قاصد کو مخاطب بنا کر کہے ہیں۔ لیکن اہل ایران کے اشعار سے اُن اشعار کو کیا نسبت مرد معشوق ہی بازاروں میں نکلے گا۔ محفل و مجلس میں پہنچے گا مجامع میں اُس کا گزر ہوگا پھر رقیبوں کی کثرت ہوگی اور رقابت میں تنوعات ہونگے۔ وہاں یعنی عرب میں باوجود

marfat.com

آمیزش ایران بہت جدت کی تو قاصد کی قسمت پر رشک آ گیا۔ مامون الرشید کے وہ اشعار یہ ہیں ؎

بَعَثْتُكَ مُشْتَاقًا فَفُزْتَ بِنَظْرَةٍ ۔۔۔ وَاَغْفَلْتَنِي حَتّٰى اَسَاْتَ بِكَ الظَّنَا

(میں نے تجھے کس اشتیاق سے قاصد بنا کر بھیجا پس تیری نظریں تو اُس کے دیدار سے بہرہ اندوز ہوگئیں اور میری جانب سے تو ایسا غافل ہو گیا کہ اپنے بارے میں تو نے میرا خیال بُرا کر دیا)

وَنَاجَيْتَ مَنْ اَهْوٰى وَكُنْتَ مُقَرَّبًا ۔۔۔ فَيَا لَيْتَ شِعْرِي عَنْ دُنُوِّكَ مَا اَغْنٰى

(تو نے اُس سے سرگوشیاں کیں جسے دل چاہتا ہے اور اُس سے نزدیکی حاصل کی۔ اے کاش تیری اس نزدیکی کی مجھے خبر ہوتی اور میں اس سے بے پروا نہ ہوتا)

وَرَدَّدْتَ طَرْفًا فِي مَحَاسِنِ وَجْهِهَا ۔۔۔ وَمَتَّعْتَ بِاسْتِمَاعِ نَغْمَتِهَا اُذْنًا

(تو نے بار بار اپنی نگاہ اُس کے چہرے کی خوبصورتیوں کی طرف ڈالی اور تو نے اپنے کان کو اُس کے خوش آیند نغمات سے لذت گیر بنایا)

اَرَى اَثَرًا مِنْهَا بِعَيْنَيْكَ لَمْ تَكُنْ ۔۔۔ لَقَدْ سَرَقَتْ عَيْنَاكَ مِنْ وَجْهِهَا حُسْنًا

(تیری آنکھوں میں ایسی علامت میں دیکھتا ہوں جو پیشتر نہ تھی البتہ تیری آنکھوں نے اُس کے زیبا چہرے سے حسن چرایا ہے)

خلاصہ یہ کہ عرب کی شاعری جب مٹ گئی اور عجم کی تقلید اُس میں آ گئی اُس وقت بھی عشق کو وہ رتبہ نہ ملا جو اُسے ایران میں حاصل تھا۔ یہ ایرانی ہی شاعری میں کمال ہے کہ وہ اداے معشوقانہ کو بیان کرتا ہے بیان کرتا ہے جب تھک جاتا ہے تو ضیق بیان کو اس طرز میں کہہ جاتا

marfat.com

ہی کہ ہزاروں وسعتِ بیان اُس پر قربان ہیں مثلاً ؎

خوبی ہمیں کرشمہ و ناز و خرام نیست
بسیار شیوہ ہاست بتاں را کہ نام نیست

اب ہم بھی اس بیان سے تھک گئے ؎

حسن این قصۂ عشق ست در دفتر نمی گنجد
قلم بشکن سیاہی ریز کاغذ سوز و دم درکش

(۴) باغ و راغ

اب مضمون کی دوسری قسم لیجئے جسے خصوصیت ملکی نے اہل ایران کے ساتھ مخصوص کردیا ہی وہ باغ و بہار کا مضمون ہی۔ ایران کا خطہ ہرا بھرا لہکتا مہکتا چمن ہی۔ بہار کا موسم وہاں عجب مستی و حسن و جمال کے ساتھ آتا ہی۔ اُس وقت وہاں کا ایک ایک چپہ سر سوجمن پرخندہ زن ہوتا ہی۔ دلوں پر موسم کی کیفیت سے سرور و مستی چھا جاتی ہی۔ خوشنوا چڑیوں کا چہچہانا، بلبل کا چہکنا درختوں کا سرسبز و شاداب ہونا اور پھولوں کی شگفتگی پھر اُن کی شامہ نواز لپٹ۔ غرض اُس وقت اُن کی نازکی و رنگا رنگی سے دلوں میں سُرور و دماغ میں راحت آنکھوں میں ٹھنڈک پیدا ہوتی ہی۔ ایرانی شاعر اپنے گرد و پیش باغ جناں کا نقشہ دیکھتا ہی۔ اپنے ملک اپنے وطن کو جب ایک عروس زیبا کی طرح بنا سنورا پاتا ہی تو بے اختیار مست و سرشار ہو جاتا ہی۔ پھر اُسی کیف میں جو اُن چیزوں کا بیان شروع کرتا ہی تو اس قوت و قدرت سے الفاظ میں تصویر کشی کرتا ہی کہ سننے والا بھی تھوڑی دیر کے لئے مدہوش و بے ہوش ہو جاتا ہی۔

marfat.com

عرب ریگستانی و کوہستانی ملک کے رہنے والے باغ و بہار کا نام و نشان تک نہیں جانتے۔ اس لئے وہاں آپ نہ تو سنبل سونگھیں گے، نہ نرگس کی مستی دیکھیں گے نہ لالہ کا ساغر آپ کو ملے گا۔ چوں کہ اُن کا جزیرہ نما ملک اُن چیزوں کے پیش کرنے سے قاصر ہے اس لئے عربی شاعری میں نہ تو ان چیزوں کا بیان ہے نہ ان سے تشبیہ اور استعارے کا نشان۔ بہاریہ مضمون ایران کا حصہ ہے۔

بہار کا نمونہ خزاں میں

اس دَورِ آخر میں جب کہ ایران ایران نہ رہا، نہ ملک کی طرف توجہ رہی نہ اُس کی آبادی و شادابی کا خیال رہا سلطنت غافل، اہلِ ملک کاہل۔ اُس پر بھی قاآنی نے جو بہاریہ قصائد لکھے ہیں اُس سے سمجھنا چاہیئے کہ ایران جب زندہ ہوگا تو شعرا کیسے کیسے مضامین کا چمن کھلاتے ہونگے۔ ہم چند شعر قاآنی کے محض لطفِ ناظرین کی غرض سے پیش کرتے ہیں ؎

بہار آمد کہ از گلبن ہمی بانگِ ہزار آید
بہر ساعت خروشِ مرغ زار از مرغزار آید

تو گوئی ارغنوں بستند بر ہر شاخ و ہر برگے
زبس بانگِ تدرو و صلصل و دراج سار آید

بجو شد مغزِ جاں چوں بوئے گل از گلستاں خیزد
بپرّد مرغِ دل چوں بانگِ مرغ از شاخسار آید

یکے گیرد بکف لالہ کہ ترکیبِ قدح دارد
یکے بر گل کند تحسیں کز و بوئے نگار آید

یکے با دلبرِ سادہ بطرفِ بوستاں گردد
یکے با ساغرِ بادہ بطرفِ جوئبار آید

یکے بر لالہ یا گوید کہ ہی ہی رنگ مَی دارد
یکے از گل بوجد آید کہ وہ وہ بوئے یار آید

marfat.com

یکے اینجا گسارد مَی یکے آنجا نوازد نے — صدائے ہائے و ہوئے ہی ز ہر سوئے ہزار آید

ز ہر سوئے صدائے ارغنون و چنگ و نے خیزد — ز ہر سوئے صدائے بربط و طنبور و تار آید

یکے بر لالہ می غلطد یکے در سبزہ می رقصد — یکے گاہے رود از ہوش یکے ہوشیار آید

الا یا ساقیا مے دہ بجانِ من بیا پے دہ — دمادم ہی خورد ہی دہ کہ می ترسم خمار آید

یہ ہیں خصوصیات فارسی شاعری کی جنھیں نہایت اختصار کے ساتھ میں نے اس مختصر تحریر میں بیان کیا اب دو ایک باتیں الفاظ کے متعلق بھی گزارش کردوں تو یہ تمہید ختم ہو اور آغازِ مقصد ہو جائے۔

فارسی الفاظ

فارسی زبان میں الفاظ کم ہیں اور مصادر بہت ہی کم۔ اس لیے انھوں نے اپنے الفاظ کی کمی مرکبات سے پوری کی ہے۔ ایک ہی اسم کو مختلف مصادر سے ترکیب دے کر طرح طرح کے دل فریب مطالب یا ایک اسم کو دوسرے سے ملا کر معانی مختلفہ پیدا کیے ہیں۔ مثلاً اُن کا ملک رنگین ہے۔ طبیعتیں بھی رنگین پائی ہیں اس پر تعلیم و تمدن نے اور بھی رنگ گہرا کر دیا ہے۔ اب جو بات مُنہ سے نکلتی ہے رنگین ہو کر نکلتی ہے۔ رنگ اُنھیں بہت مرغوب و محبوب ہے۔ اس لفظ کو مختلف مصادر سے ترکیب دینگے اور رنگا رنگ معنی پیدا کرتے جائیں گے۔ مثلاً رنگ ریختن، رنگ بُردن رنگ برخاستن وغیرہ۔ اسی طرح ان کا ملک سرد ہے۔ گرمی اور آگ اُنھیں محبوب اور راحت رساں ہیں۔ دو مہینے سرما کے ایسے بسر ہوتے ہیں کہ انسان تو انسان چرند و پرند کا کہیں نشان تک نہیں ملتا ہے۔ کار و بار بند آمد و رفت مسدود۔ اہل صنعت و حرفت کے پیشے

marfat.com

اُن کے ہاتھوں سے سوا ٹھنڈے۔ اُس وقت یہی آگ اُنھیں راحت پہنچاتی ہے۔ اور حیات کو خوشگوار رکھتی ہے۔ اب لفظ آتش کو وہ مختلف اسما سے ترکیب دینگے اور ایسے معانی پیدا کرینگے جن سے چستی رونق و قدر وغیرہ کے مفہوم سمجھے جائیں مثلاً آتش بیان آتش لباس آتشِ بے دود وغیرہ۔ اس گرمی کی ضد سردی ہے۔ وہ اُنھیں نامرغوب ہے۔ تو اس سے جس قدر مرکب بنائیں گے اُن میں بے رونقی و سُستی و کاہلی کا مفہوم ہو گا۔ مثلاً سرد مہر۔ سردِ نفس سرد رو وغیرہ۔ یہ الفاظ کی ترکیب اہل فارس سے مخصوص ہے۔ عربوں کو اس طرح ترکیب دے کر الفاظ میں وسعت پیدا کرنے کی ضرورت نہیں۔ اوّلاً اُن کے پاس اس قدر اکثار الفاظ ہے جو اُنھیں ایسی ضرورتوں سے محفوظ رکھتا ہے پھر اُن کی زبان ایک بولتی زبان ہے۔ لفظ اپنا مفہوم اور فلسفہ اس طرح بیان کرتا ہے کہ آج حیرت ہوتی ہے کہ خداوندا وہ بھی آخر بشر ہی تھے جنھوں نے ایسی زبان وضع کی۔ ثانیاً ایک ہی مادّے کو مختلف ابواب میں لے جا کر عجیب معانی پیدا کرتے ہیں۔ ثالثاً اسم ظرف و اسم آلہ وغیرہ مشتقات اپنا وسیع دامن رکھتے ہیں۔ انھیں وجوہ سے عربوں نے دیگر السنہ کو عجم کہا اور ہیچ کہا۔ عربی الفاظ کی بحث بہت ہی نادر و لطیف بحث ہے لیکن یہاں جس قدر بیان کرنا ضروری سمجھا گیا اُس قدر عرض کر دیا۔

تفصیل کے لئے دوسری ملاقات چاہئے ؎

مل رہینگے ترے کوچے میں کبھی دل اور ہم یار باقی ہے تو صحبت ہے دل آرا باقی

marfat.com

حضرت امیر خسرو کی شاعری

فارسی شاعری اور اُس کے عروج و نزول کی تاریخی بحث اور اُس کے ہر دَور کی خصوصیات وغیرہ ایک مختصر طریقے پر جب کہ معلوم ہو چکیں تو اَب اصل مدعا یعنی امیر خسرو علیہ الرحمۃ کی شاعری پر ایک تنقیدی نظر ڈالنی چاہیئے۔

خسرو اور انواع کمال

خسرو علیہ الرحمہ کو جو جامعیت کہ مبدءِ فیاض سے عطا ہوئی ہی اس طرح کی بخششیں صفحات تاریخ میں بہت ہی کم یاب و نادر ہیں۔ خصوصاً سرزمین ہند کے لئے تو ان کی ذات ایک بے مثل مایۂ ناز و فخر ہی مختلف پہلوؤں سے ان کی ذات باکمالوں کی صف میں صدرنشین پائی جاتی ہی۔

اگر صوفی کی حیثیت سے دیکھو تو فانی فی اللہ۔ ندیم کی حیثیت سے دیکھو تو ارسطوءِ زمانہ۔ عالم کی حیثیت سے دیکھو تو متبحر علامہ۔ موسیقی کی حیثیت سے دیکھو تو امام المجتہد۔ مورّخ کی حیثیت سے دیکھو تو بے نظیر محقق۔ شاعر کی حیثیت سے دیکھو تو ملک الشعرا۔ ان کے ہر کمال کا دامن نہایت وسیع ہی اور اپنے بیان میں نہایت طوالت پذیر۔ سچ ہی ؎

لیس علی اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد

(قدرت خداوندی سے کیا بعید ہی اگر وہ ایک عالم ایک ہی شخص میں جمع کر دے)

اب ہر حیثیت اور کمال کے ہر پہلو سے بحث تو ان کے سوانح نگار کا فرض ہو گا۔ مجھے تو صرف ان کے ایک کمال یعنی شاعری کا ایک ایسا نمونہ پیش کر دینا ہی جس سے خسرو علیہ الرحمۃ

marfat.com

کی خسروی تمام اصنافِ نظم پر من وجہ ظاہر ہو جائے۔

اربابِ فن نے کلام منظوم کی جو قسمیں کی ہیں اُن میں پانچ قسمیں اصل ہیں۔غزل، قصیدہ، مثنوی، رباعی اور قطعہ پھر ان میں بھی با عتبار مضامین تنوعات گوناگوں پائے جاتے ہیں۔جن کا بیان اپنے اپنے موقع پر آیندہ آئے گا۔لیکن ناصحانہ، حکیمانہ، عشقیہ، رزمیہ اخلاقی جذبات کی مصوری اور مناظر کی نقاشی یہ وہ اقسام ہیں جہاں شاعر کی طبیعت کا اصل جوہر کھلتا ہے۔

کلام خسرو اور ہر دور کے محاسن

خسرو علیہ الرحمتہ میں یہ کمال ہے کہ نظم کی کوئی قسم ایسی نہیں ہے جس میں ان کے قلم کی روانی دریا کی موجوں کی طرح لہریں نہ مارتی ہو۔اگرچہ ان کا وجود دورِ ثالث کے شعرا میں پایا جاتا ہے۔لیکن ان کے کلام کی یہ خصوصیت ہے کہ ہر دور کے محاسن ان کے کلام میں موجود ہیں۔سادگی سنگینی و استواری جو دورِ اول کی ممتاز خصوصیت ہے ان کے کلام میں بکثرت اس کے نمونے پاؤ گے رنگینی لطافت اور ملائمت جو دورِ ثانی کا کمالِ ہنر ہے اس آرائش سے بھی کلام خسرو بہ تمام و کمال مزین و مرصع ہے۔ ہر طرح کے اساس مضامین فراوانی و اکثار کے ساتھ خزانۂ خسروی میں پائے جاتے ہیں۔

یہ امر محتاج بیان نہیں کہ خسرو کا دور ایسے زمانے میں آتا ہے جب کہ نظم پوری آرائش سے آراستہ و پیراستہ ہو چکی ہے۔اسلاف نے ہر طرح کے مضامین کا احاطہ کر لیا ہے زبان بھی

marfat.com

صنائع و بدائع سے مرصع ہو چکی ہے۔ شاعری کی بحث میں ابھی تم پڑھ چکے ہو کہ معانی کی کمی فردوسی نے پوری کر دی۔ الفاظ میں تراش و خراش اور رنگینی دَورِ ثانی کے شعرا کر چکے اب اس تیسرے دَور کے لئے کیا رہ جاتا ہے۔ بقول خود امیر خسرو ؎

در محفلِ وصالت دریا کشند مستاں　　چوں دورِ خسرو آمد مے در سبو نماند

باوجود اس تنگی و کشاکش کے یہ صرف خسرو ہی کا کمال ہے کہ نہایت قادر الکلامی سے ایسا سدا بہار چمن کھلا گئے جس کے پھول آج تک نہ کمھلائے اور اس کی شامہ نواز لپٹ عطر مجموعے کی طرح گوناگوں خوشبو سے اربابِ ذوق کے دماغ کو معطّر کرتی رہی۔

خسرو شاعر گر تھے | اگر خسرو علیہ الرحمہ کی صرف شاعرانہ حیثیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے بحث و نقد کا سلسلہ چھیڑا جائے تو اچھی ضخیم اور پُر مغز و مفید کتاب طیار ہو سکتی ہے اس لئے کہ کل انواع شاعری پر صرف انھیں کا قلم ہے جس نے حسن و لطافت زور و قوت کے ساتھ سیر کی ہے۔ ان کی اسی ہمہ گیری کو دیکھتے ہوئے ایک سخن شناس جب ان کے مجموعۂ کلام کا امعان نظر سے مطالعہ کرتا ہے تو وہ اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ خسرو صرف شاعر ہی نہ تھے بلکہ شاعر گر۔ گو یہ اپنی تصانیف کے ہر پڑھنے والے کو شاعر نہ بناتے ہوں تاہم اس میں کوئی کلام نہیں کہ جو شخص فطرتاً شاعری کا مادہ رکھتا ہے اُس کے اُس مادے میں یہ ایک تحریک سی ضرور پیدا کر دیتے ہیں۔ چوں کہ نظم کی ہر صنف ان کے کلام میں موجود ہے اور طرح طرح

marfat.com

کے اسلوب سے بیان ہوئی ہی اس لئے جس کی طبیعت جس سے مناسبت رکھتی ہوگی اُس میں ایک جنبش کا پیدا ہو جانا ایک لازمی امر ہی اس حساب سے ان کو شاعرِ گر کہنا کچھ بیجا نہ ہوگا ؎

فیض پُہنچاتا ہی ہر اہلیم کو اُس کا قلم　　نفع بخشِ خلق ہی جو کچھ کیا اُس نے رقم

اب ہم بعض نمونے کلام خسروی کے نمونتہً پیش کرتے ہیں تاکہ اس اجمال کی تفصیل ہو جائے اگرچہ ان کا سارا کلام بجائے خود نمونہ ہی جہاں سے چاہو اُٹھا کر دیکھ لو، کچھ انتخاب کرنے کی حاجت نہیں۔ لیکن چوں کہ اس کتاب کے پڑھنے والے کی سہولت اور خسرو کی شاعری سے اُس کی ایک عام واقفیت مقصود ہی۔ اس لئے جا بجا سے مختلف نمونے لے کر یکجا جمع کردیے جاتے ہیں۔

کلام خسرو کا ناصحانہ پہلو

یہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہی کہ نصیحت گری بادی النظر میں جس قدر سہل و آسان معلوم ہوتی ہی فی الحقیقت اُسی قدر اہم و معرکتہ الآرا ہی۔ ناصح اگر اُن نکات سے آگاہ نہیں ہی جس سے نصیحت کی تلخی و ناگواری دُور ہو کر گوارا بلکہ خوش گوار ہو جاتی ہی تو ہمیشہ اُس کی نصیحت مقبولیت سے محروم رہیگی بلکہ بعض اوقات اُس کا سننا بھی گراں گزرے گا۔

خسرو علیہ الرحمہ کے ناصحانہ اشعار میں قطع نظر شاعرانہ صنائع بدائع کے یہ بھی بڑا کمال ہی کہ ہر نصیحت ایسی دل گیر و دل پذیر طرز میں پیش کرتے ہیں کہ بے اختیار دل لبیک کہہ اُٹھتا

marfat.com

ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ حکیمانہ آنکھ سے ہر جزوِ عالم پر نظر رکھتے ہیں اور ہر دلچسپ نکتے کا تُلا
اثر لیتے ہیں ان کی طبع رسا عجائب عجائب باتیں گھڑتی رہتی ہے۔ یہ ادنیٰ ادنیٰ سی باتوں
سے بھی اخلاقی سبق لیتے ہیں اور پھر ان کو نہایت قبول صورت میں اپنے ناظرین کے سامنے
پیش کر دیتے ہیں۔ تعلیم اخلاق کا دامن ان کے ہاتھ سے کبھی نہیں چھوٹتا اور پند و نصائح
کا دروازہ اُن کے ہاں برابر کھُلا رہتا ہے۔ قدم قدم پر پند و نصائح کے موتی رولتے جاتے ا
اور سلکِ نظم میں اُسے پروتے جاتے ہیں۔

مثال اول تواضع و خاکساری

مثلاً اُنھیں یہ کہنا ہے کہ انسان کو فرائضِ انسانیت سے غفلت نہ چاہیے باوجود بے شمار دولت کے بھی متواضع و خاکسار ہی رہنا زیورِ انسانیت ہے کام وہی کرنا چاہیے جس میں صلاح و فلاح ہو۔ ان مضامین کو وہ اس طرح بیان کرتے ہیں ؎

سرمایۂ مردمی مکن گم — کز مردمی ست نورِ مردم
گرچہ زرت از عدد بود بیش — درویش نواز باش و درویش
در ہرچہ ترا اشمار باشد — آن کن کہ صلاحِ کار باشد
بینائیِ عقل پیش می دار — بینا شو و پاسِ خویش میدار

مثال دوم ہنر کی رغبت اور کاہلی کی برائی

یا مثلاً اُنھیں ہُنر کی طرف مائل کرنا ہے تو اے عملیہ کو بے کار و معطل رکھنے سے منع کرنا ہے تو اُس کو اس طرح کہتے ہیں ؎

آں کو بہ ہنر نہ شد طلب گار — چوں بے ہنراں بود قفا خوار
آں خواجہ کہ کاہلی ست خُویش — کاہل تراز دست آرزد یش

marfat.com

جاں کُن کہ غرض بہ جنگ یابی　　کاں کُن کہ گہر بہ سنگ یابی

ز اندیشہ دقیقہ نغز خیزد　　وز بیختن آرد مغز ریزد

یک شاخ کہ میوہ دہد تر　　بہتر ز ہزار باغِ بے بر

مثالِ سوم۔ بلندی ہمت و پستی حرص

یا مثلاً انہیں ہمت کی بلندی اور حرص و پست ہمتی کی مذمت مقصود ہی تو اُسے اس طرح پیش کرتے ہیں ؎

ہیچ کسے رہ سوئے بالا نیافت　　تا قدم از ہمتِ والا نیافت

پرّیِ دل سوئے بلندی کشد　　پستیِ ہمت بہ نژندی کشد

تشنگیِ آبِ رود ز آبِ جو　　تشنگیِ چشم برد آبرو

دیکھو یہ پیش پا اُفتادہ مضامین ہیں۔ شعرائے سلف انھیں طرح طرح سے بیان بھی کرچکے ہیں پھر اب اس انداز سے بیان کرنا کہ طبائع متوجہ ہوجائیں اور سامع اسے فرسودہ سمجھ کر غفلت نہ کرنے پائے بیان کا کمال نہیں ہی تو کیا ہی؟ ہر شخص جانتا ہی کہ کاہلی اچھی چیز نہیں مگر خسرو نے جس شان سے اس کی بُرائی دکھائی ہی وہ ایک بے نظیر فلسفہ ہی ؎

آں خواجہ کہ کاہلی ست خویش　　کاہل تر از دست آرزو ویش

یعنی قوائے عملیہ کے تعطل کا اثر جذبات پر پڑتا ہی انسان جب سست و کاہل ہوجاتا ہی تو یہی نہیں کہ کام نہیں کرتا ہی بلکہ آرزو و تمنا حوصلے و ولولے یہ سب فنا ہو جاتے ہیں نہ دل میں اُمنگ باقی رہتی ہی نہ حوصلہ۔ جس قدر اس شعر پر زیادہ غور کیا جائے

marfat.com

اُسی قدر اُس کا لطف زیادہ آئے گا۔ دیگر مضامین کا بھی یہی حال ہے کہ باتیں وہی معمولی ہیں جنھیں ہر شخص جانتا ہے۔ مگر اُن سے جو نتائج نکالے ہیں یا جو اُن کی مثالیں دی ہیں یا جس انداز سے الفاظ باہم ترکیب و ترتیب دیئے ہیں اور بیان کا جو اعجوبہ اسلوب اختیار کیا گیا ہے ان باتوں نے قدیم خیالات کو ایک نیا جامہ پہنا دیا ہے۔ اور یہی شاعر کا اصل کمال ہے۔

مثال چہارم شرافت انسانی اور ایک جاں نواز نصیحت

دیکھو ایک جگہ اسی بات کو کہ انسان کو منہیات شرعیہ سے بچنا چاہیئے اس کے عبادات و معاملات میں فتور نہ آنا چاہیئے کس دردمندی سے سمجھاتے ہیں۔ پہلے انسان کے اشرف المخلوقات ہونے کو جتاتے ہیں عالم علوی سے عالم سفلی تک کی اشیاء کو اُس کا خدمت گزار و مطیع ثابت کرتے ہیں پھر اُس دولت کی جو بارگاہ خداوندی سے خاص اُس کے لئے مخصوص ہوئی ہے یاد دلاتے ہیں۔ اس قدر کہہ لینے کے بعد اب نصیحت کرتے ہیں اور صرف ایک مصرعہ میں ایک دفتر کا دفتر کہہ جاتے ہیں۔ اس مضمون کے اشعار التقاط کرکے یہاں درج کئے جاتے ہیں ؎

اے ز ازل گوہر پاک آمدہ | گوہرِ تو زیورِ خاک آمدہ
چنبرِ نُہ چرخ بے بیخت خاک | تا تو بروں آمدی اے دُرِ پاک
آں خلفے تو کہ زروز نخست | کون بہ مہمانیٔ شش روزہ تست
خود ز پدر گرچہ کنوں آمدی | با پدر از جملہ بروں آمدی
دفترِ معنی نہ ز بر خواندۂ | تختۂ اسماء ز پدر خواندۂ

marfat.com

عرصۂ عالم بہ مسافت ترا ست | دولتِ عالم بہ خلافت ترا ست
حبلِ درید تو فگندہ بلند | در شرفِ کنگرۂ اللہ کمند
نورِ تو ہنگامۂ انجم شکست | دستِ تو تسبیح ملائک گسست
جانِ جہانِ ہمہ عالم توئی | وانچہ نگنجد بجہاں ہم توئی
تو شدے اقلیم تو ہر دو سرائے | تو ملکے تختِ تو شد چارپائے
گنجِ خدا را تو کلید آمدی | نہ ازپئے بازیچہ پدید آمدی
چرخ کہ از گوہرِ احسانت ساخت | آئینۂ صورتِ رحمانت ساخت
آئینہ زیں گونہ کہ داری بہ چنگ | آہ ہزار آہ کہ داری بہ زنگ

اشعار مذکورۂ بالا میں جو صنائع عجیبہ و تلمیحات لطیفہ ہیں اُس کے بیان کا کہاں موقع۔ شعر و سخن سے اگر کچھ بھی مذاق آشنا ہی تو خود ہی سمجھ لو۔ کرامتِ انسانی کا جو فلسفہ بیان کیا ہی وہ شاعر کے غواص سخن و نکتہ در فن ہونے کی دلیل ہی۔ اس حکیمانہ انداز سے اس بیان کی بداوت نہایت کی گئی ہی کہ جس کی داد دی نہیں جاسکتی۔ صرف اسی ایک پہلو کو لو کہ جس طرز سے اس نصیحت میں مرصع کاری کی گئی ہی اس سے فلسفۂ نفسیات پر خسرو کا کیسا ملکہ ظاہر ہوتا ہی۔ عالم فلسفۂ نفسیات سے یہ امر مخفی نہیں کہ جب کسی کے ساتھ محقرانہ برتاؤ و رسواکن انداز سے گفتگو کی جاتی ہی تو اُس سے مخاطب میں قطع نظر نفرت کے ایک طرح کی پست ہمتی اور پست ہمتی سے شریف جذبات کا فنا اور اُس کے فنا سے کمینہ عادتوں کا نشو و نما شروع ہو جاتا ہی۔

marfat.com

برخلاف اس کے اگر کسی کی عادات رذیل بھی ہوں لیکن جماعت اور اُس کے احباب اگر اُس سے اس طرح ملنا شروع کریں کہ کسی کے انداز میں یہ نہ پایا جائے کہ وہ اُسے رذائل سے آلودہ جانتا ہے اور اخلاقی حیثیت سے اُسے حقیر سمجھتا ہے تو یہ طریقہ اُسے شریف عادات کی طرف مائل کردے گا۔

تاریخ کی کتابوں میں ایسے واقعات بہت ملیں گے جن سے فلسفۂ نفس کے اس اہم مسئلہ کی تصدیق ہوتی ہے۔ اس مقام پر خسرو علیہ الرحمہ کی اس طرز خاص سے نصیحت گری بھی اسی نکتہ کو مشعر ہے۔

پہلے فرزند آدم کی کرامتوں کا ایسا پُر جلال وجمال مرقع کھینچا ہے کہ بے ساختہ دل اُسے دیکھ کر کھنچ جاتا ہے۔ پھر آخر کے دو شعر عجب کمال کے نمونے ہیں ؎

چرخ کہ از گوہر احسانت ساخت	آئینۂ صورتِ رحمانت ساخت

آئینہ زیں گونہ کہ داری بہ چنگ	آہ ہزار آہ کہ داری بہ زنگ

پہلے شعر کا مدعا یہ ہے کہ حقیقتاً انسان تو وہی ہے جس کے دیکھنے سے غافل کو بھی خدا یاد آجائے انسان کا مجسمہ ایک آئینہ ہے جس میں رحمان کی صورت دکھائی دیتی ہو۔ اب اگر ایسا آئینہ کسی کے پاس ہو اور اُس کی غفلتوں سے وہ زنگ آلود ہو جائے تو یہ کیسی مصیبت عظمیٰ ہے

ع آہ ہزار آہ کہ داری بزنگ

صرف اس ایک مصرع کے زور بیان اور اسلوب ادا کو دیکھو بلاغت و جوش کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔

marfat.com

مثال پنجم - جوہر ذاتی چاہیئے نہ آبائی

ایسے ایسے مضامین کو کہ صرف تمنا پستی سے بلندی تک نہیں پہنچا سکتی دوسرے کے بھروسے کام نہیں چلتا استخوان فروشی دون ہمتی ہی کچھ ایسے دل میں گھر کر جانے والی ادا اور روانی سے بیان کر جاتے ہیں کہ بے خواستہ واہ واہ نکل آتی ہی ؎

پست نہ گردد بہ تمنا بلند — گرچہ بہ انگشت کند پا بلند
تکیہ چہ آری بعصاے کساں — زندہ نشد کس بہ بقاے کساں
چند زبادِ پدر و جد پری — باد بود ہرچہ نہ از خود بری

خسرو کا تصوف

تصوف کے اہم و معرکۃ الآرا مسائل کو جس صفائی و روانی سے اُنھوں نے نظم میں بیان کیا ہی اُس سے قطع نظر کمال شاعری زور کلام اور حسن ادا کے یہ بھی معلوم ہوتا ہی کہ اس راہ کا منزل شناس کہہ رہا ہی۔

اکثر و بیشتر شعرا نے یہ سمجھا کہ مثل گل و بلبل اور معاملات ناز و نیاز کے مسائل تصوف بھی صرف زبان و بیان چاہتے ہیں حالانکہ بقول سعدی شیرازی ؎

قدم باید اندر طریقت نہ دم — کہ اصلے ندارد دمِ بے قدم

ایسے شعرا جو خود مقامات تصوف کے طے کرنے والے نہیں ہیں صرف الفاظ و مصطلحات صوفیہ لیکر اشعار میں نظم کر دیا کرتے ہیں۔ اہل دل گردہ اُسے خوب پہچانتا ہی کہ یہ قال ہی حال نہیں۔ مولنا رومی علیہ الرحمہ ایسے ہی شعرا کے متعلق مثنوی شریف میں فرماتے ہیں ؎

لفظِ درویشاں بدزدد مردِ دوں — تا بخواند بر سلیمے ایں فسوں

marfat.com

خسرو علیہ الرحمہ جہاں کہیں مسائل تصوف بیان کرتے ہیں وہ اُن کی حالت کا آئینہ ہوتا ہی
اُس پر بیان کا ایک خاص زور وضاحت کلام کا ایک لطیف انداز ایسا ہوتا ہی کہ حسن بیان
پر بلاغت، بلاغت پر فصاحت اور فصاحت پر ہزار شیرینی قربان ہی۔

تصوف کا پہلا شعبہ یعنی الٰہیات

مسائل تصوف میں الٰہیات کا حصہ خاص اہمیت رکھتا ہی۔ خواجہ فریدالدین عطار، حکیم سنائی، مولانا رومی، نظامی گنجوی ان سے قبل اور سعدی ان کی
حیات میں اس طرح ان مسائل کو بیان کر چکے تھے کہ عقل حیران تھی کہ اب ان مسائل
کے بیان کا کون سا جدید عنوان ہوگا۔ لیکن خسرو علیہ الرحمہ نے جب انھیں مسائل کو بیان
کیا ہی تو معلوم ہوا کہ بیان کا یہ پہلو خسرو کا منتظر تھا۔ مثلاً یہ مسئلہ کہ انسان جو عالم امکان
میں سب سے افضل ہی اور اس کی ترقی کی کوئی انتہا نہیں یہ اگر اس کی کوشش کرے کہ
حقیقتِ الٰہ سے آگاہ ہوجائے تو یہ ناممکن و محال ہی۔ علم ممکن حقیقت واجبہ کا احاطہ تو
کہاں کرسکتا ہی وہاں تک اس کی رسائی بھی محال ہی۔ اسی مضمون کو سعدی نے کہا ہی کہ

توان در بلاغت بسحبان رسید نہ در کنہِ بیچونِ سبحان رسید

لیکن اب خسرو کو دیکھو کہ کس نئے انداز سے بیان کرتے ہیں ؎

ہر چہ از تو گماں برم بہ چونی آں من بوم و تو زاں برونی

انسان کی عقل جد و جہد کرتی ہی مقدمات ترتیب دیتی ہی۔ حقائق اشیائے سے بحث کرتی
ہی۔ صفات و خواص سے آگاہ ہوتی ہی۔ قدم و حدوث کا مسئلہ تحقیق کرتی ہی۔ ان سب
مراحل کے بعد ایک نتیجے پر پہنچتی ہی اور چاہتی ہی کہ اُسے حقیقۃ آلہ قرار دے لیکن جب

marfat.com

اُسے یہ معلوم ہوتا ہی کہ ساری گردش گردشِ پرکار تھی دائرہ امکان سے ذرہ برابر بھی قدم آگے نہ بڑھا تو بیساختہ کہہ اُٹھتا ہی سبحان ربک رب العزت عما یصفون - اب اس ایک شعر کو دیکھو چند سادے الفاظ میں کس وضاحت سے آیۂ کریمہ کی معنی خیز تفسیر کی ہی کس طرح دریا کو کوزہ میں بند کیا ہی - یہ ہی زورِ کلام اور حسنِ بیان -

دوسری مثال اور دوسرا مسئلہ | اس عقیدے کو کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہی اور جو کچھ عالم کون میں ظاہر ہوتا ہی وہی مقتضائے مصلحت ہی - وجود و عدم دونوں اُس کے تحتِ حکم ہیں نیستی و ہستی کوئی بھی حکمت سے خالی نہیں، کس صفائی و روانی سے نظم کا جامہ پہنایا ہی ؎

دانندۂ توئی ہرچہ راز ست — سازندہ توئی ہرچہ ساز ست
از بودنی ہرچہ بود دارد — از تو رقمِ وجود دارد
وانچہ از عدم ست نام او نیز — از حکمتِ ست ماندہ ناچیز
بودِ ہمہ گشتہ از تو موجود — حکمِ تو رواں بہ بود و نابود

تیسری مثال اور تیسرا مسئلہ | صرف عقل علۂ معرفت باری تعالیٰ ہی یا نہیں اس کا یوں جواب دیتے ہیں ؎

لوامع صفتش ہست چشم پوشِ عقول — چو آفتاب کہ نورش حجابِ ابصار ست
حکیم گفت شناسم بعقل یزداں را — زہے کمالِ حماقت دہ ایں چہ گفتار ست

[illegible] اس کا کیسا خوبصورت جواب دیا ہی ؎

marfat.com

بکنہِ حق نرسد عارف ارچہ داندہ ہست — برآسماں نہ پرد عغزا۔ چہ طیارست

چوتھی مثال اور چوتھا مسئلہ — اس مسئلہ کو کہ دنیا کی ہر شئے سے معرفتِ حق حاصل ہی یوں بیان کرتے ہیں ؎

بہر صحیفہ برگ ہست نورِ حکمتِ او — نوشتہ چوں لقبِ شہ بروے دینار ست

اسی مضمون کا شعر سعدی علیہ الرحمہ کا بھی نہایت مشہور ہی ؎

برگِ درختانِ سبز در نظرِ ہوشیار — ہر ورقے دفتریست معرفتِ کردگار

تصوف کا دوسرا شعبہ — تصوف میں الٰہیات کے بعد وہ مسائل ہیں جن کا تعلق سالک کی ذات سے ہوتا ہی۔ مثلاً رضا و تسلیم، ریاضت و مجاہدہ، عشق و محبت، ذکر قلب و حیاتِ دل وغیرہ وغیرہ۔ چند نمونے اس شعبۂ تصوف کے بھی ملاحظہ ہوں۔

مثال اول — انسان کو راضی برضا رہنا چاہیئے اور کسی حالت میں شریعت کے دائرہ سے قدم باہر نہ نکلنے پائے۔ ان باتوں کو یوں سمجھاتے ہیں ؎

انچہ مقدر شدہ ہست چوں نبود بیش و کم — گر برسد خرمیم ور نہ رسد باک نیست

حرص بجاکت کشد شارعِ دیں گیر زانکہ — بے روشِ مصطفٰے راہ بر افلاک نیست

مثال دوم — ریاضت کی تصوف میں کتنی ضرورت ہی بغیر مجاہدہ کچھ نہیں ہوتا قدم قدم پر ایثار و قربانی کرنا چاہیئے۔ اسے عمدہ مثالیں دے کر نہایت خوبصورتی سے سمجھاتے ہیں ؎

گاہِ وغا در صفِ مردانِ مرد — نامور آں کہ خدنگے نخورد

marfat.com

طبل کہ سوراخ کنندش بہ پوست | بہرِ برون رفتنِ آوازِ اوست
تا نشود خستہ بصد جا دلت | نورِ حقائق نشود حاصلت
چہرۂ سنگ ار نہ کنی گو بگو | دانہ کجا سود شود جو بجو

مثال سوم | دل کیا ہے - اس کی کیا قدر ہے - اس کی زندگی کیا ہے - اس کی موت کیا ہے
ان امور کو جس شاعرانہ پیرایہ میں اور جس محققانہ طریقے سے اُنہوں نے بیان کیا ہے
اُنھیں کا حصہ ہے کہتے ہیں ؎

چوں تنِ آدم بگل آراستند | خانۂ جاں بہرِ دل آراستند
آدمی آں ست کہ در وے دل ست | ورنہ علف خانۂ آب و گل ست
دل نہ ہماں قطرۂ خون ست و بس | کز خورو آشام برآرد نفس
دل اگر ایں مہرۂ آب و گل ست | خرہم از اقبالِ تو صاحب دل ست
لیک دل آں شد کہ ہوائے در وست | وز طرفے بوئے وفائے در وست
زندہ بجاں خود ہمہ حیواں بود | زندہ بدل باش کہ عمر آں بود
زندگی دل چہ بود؟ سوز و چاک | زندگیِ کالبدی چیست؟ خاک
غمزدہ بہ جاں کہ غم اندوز نیست | سوختہ بہ دل کہ درو سوز نیست
سردیِ دل مردگیِ دل بود | خوں چو بہ تن سرد شود گل بود

مثال چہارم | عشق کی کیا شان ہے عشاق کی کیا روش ہے - عشق کا کیا درجہ ہے ان
باتوں کو اس وجد و کیف میں بیان کرتے ہیں کہ اگر ذرا غور کرو تو دل روحانی سرور سے

marfat.com

تکیف ہو جائے ؎

عشقِ زبانی زہر افسردہ پرس | سوزش آں از دلِ آزردہ پرس
ذوقِ نمک گرچہ زبان را خوش ست | چوں بجراحت فگنی آتش ست
موم بود دل کہ زعشق ست زار | کو بگداز او فتد از یک شرار
شعلۂ عشق چو شد خانگی | سوختہ شد عقل بہ پروانگی
زندہ نہ آنست کہ جانے در وست | اوست کہ از عشق نشانے در وست
جاں کہ نہ عشقش بود آں بازی ست | عشق نہ بازی ست کہ جاں بازی ست
چند بری عشق بہ بازی بسر | عشق دگر باشد و بازی دگر
مرد کہ در عشق زجاں فرد نیست | گر صفِ کافر شکند مرد نیست
چوں تو فغاں از سرِ خارے کنی | بہ کہ جز از عشق شمارے کنی

مثال پنجم | مرد وہی ہے جو مصائب میں گھبرا نہ جائے۔ ابتلا و امتحان کے میدان میں جرأت و استقامت سے مقابلہ کرے اور آخر میں کامیاب ہو کر رہے ؎

مرد نہ ترسد ز فقر شیر نہ ترسد ز زخم | مذہبِ عیّار نیست بیمِ عسس داشتن
عذرِ عروساں بود دعوئِ مردی و بس | گاہ وغا پیشِ خصم روے بہ پس داشتن

اسی مضمون کو ایک دوسری جگہ یوں لکھتے ہیں ؎

شیر شو و صید را در تہِ چنگال کش | مرد شو و خصم را بر سرِ میداں طلب

تصوف کا تیسرا شعبہ | سب سے وسیع ترین تصوف کا وہ حصہ ہے جس میں حقیقۃً روحانیت کی

marfat.com

آمیزش ہوتی ہے۔ اس کی بنیاد سعدی علیہ الرحمۃ نے ڈالی تھی جس پر ایک قصرِ عالی شان خسروِ اقلیم سخن نے تعمیر کر دیا۔

تخیل کا کمال اور کلام میں درد

بیان کی اس صنف میں خصوصیت کے ساتھ ان کا تخیل بہت ہی بلند پایہ رکھتا ہے۔ اپنے تخیل کو یہ جسمانی جامہ پہنا کر اس طرح پیش کر دیتے ہیں جس سے ان کا تخیل تخیل باقی نہیں رہتا بلکہ وہ گوشت و پوست و استخواں سے درست ملکوتی روح پھونکی ہوئی مورتیں ہوتی ہیں۔ تمثیلاً ذیل کے اشعار دیکھو ؎

مثال اول

گُل اندر خوابگاہِ نرگس افتد چوں وزد بوئے
ولیکن عشق بازاں را خسک در خوابگاہ اُفتد

زچشمت کاروانِ صبرِ من تاراج کا خر شد
مسلماناں کسے دیدست کاندر شہر راہ اُفتد

مثال دوم

فصلِ نوروز کہ آورد طرب بر ہمہ خلق
چشمِ بد دور مرا موسم باراں آورد

ہر سحر باد کہ بر سینۂ من کرد گزر
در چمن بوئے کباب از پئے مستاں آورد

انہیں اشعار کو دیکھو تخیل کیسا اعلیٰ ہے اور پھر کلام میں کس طرح درد کوٹ کوٹ کر بھرا ہے کہ دل تڑپ کر رہ جاتا ہے یہ شاعرانہ حیثیت سے بھی اعلیٰ مظہر ملکوتی عالم میں حسن و عشق حقیقی کے خیالات میں محو اور دوسرے نازک تر جذبات و لطائف میں غرق زندگی بسر کرتے تھے۔ اور ان کے لئے بقول انہیں کے ؎

(یک بلبلِ خوش نوائے و دل کش
بہتر ز دو صد کلاغِ ناخوش) ہے۔

صاحب سیر الاولیاء لکھتے ہیں کہ اوائل میں جب امیر خسرو شعر کہتے تو اس کو اپنے شیخِ طریقت حضرت سلطان المشائخ (رضی اللہ عنہ بجرمتہ) کو دکھایا کرتے تھے۔ ایک

marfat.com

روز حضرت نے فرمایا کہ طُرز صفاہانیاں بگو یعنی عشق انگیز و زلف و خال آمیز۔ اُسی روز سے خسرو زلف و خال کے پھندے میں ایسے پھنسے کہ تمام ماسوی اللہ سے بے نیاز ہو گئے اور آج تک اُن کا عاشقانہ کلام مردہ دلوں کے لئے آب حیات کا کام کر رہا ہے۔ ثبوت کے لئے ان کے کلام کا دفتر بھرا پڑا ہے۔ جہاں سے چاہو اُٹھا کر دیکھو ایک چھوڑ ہزار ثبوت پاؤ گے۔ یہاں صرف دو مثالوں پر اکتفا کرتا ہوں ؎

مثال سوم

بروائے یار پیشِ دیگراں دہ جلوہ بستاں را
مرا بگزار تا می بینم آں سروِ خراماں را
گرفتارِ خیالاتِ لبش گشتم یقیں باشد
اثر ہر گہ مگس در خواب بیند شکرستاں را
مپرس از من کہ چوں می باشد آخر جانِ غمناکت
کہ من دیریست کز یادش فرامش کردہ ام جاں را

مثال چہارم

تنِ پاکت کہ زیرِ پیرہن ست — وحدہ لا شریک لہ چہ تن ست
اندر آ در میانِ جاں بنشیں — کہ تو جانی و جانِ من بدن ست
تا زیم در غمِ تو جامہ درم — وز پسِ مرگ نوبتِ کفن ست
دلِ خسرو خوش ست با تنگی — کہ مرا یادگار زاں دہن ست

کلام میں دردآگینی کی وجہ

اس دردآگینی کی وجہ صاف ہے۔ انچہ از دل خیزد بر دل ریزد۔ ان کو اہل دل گروہ سے واسطہ تھا۔ ناسوت و ملکوت جبروت و لاہوت اور

marfat.com

ان چاروں سے ماورا جو عالم ہیں ان کی سیر سے ان کی چشم بینا بصارت حاصل کئے ہوئے تھی اور انھیں عالموں کی آب و ہوا میں ان کے قوائے باطنی نے پرورش پائی تھی۔ دل خستہ تھا اور آتشِ عشق سے برشتہ زبان صرف دل کی ترجمان تھی اور بس خسرو دل کی برشتگی و سوختگی کچھ ازل سے ہی لیکر آئے تھے جس کو چشتی نسبت نے اور بھی بھڑکا دیا تھا۔ اُس پر شیخ طریقت حضرت سیدنا نظام الدین اولیا سلطان المشائخ محبوبِ الٰہی (رضی اللہ عنہ بحرمتہ) کی توجہ ظاہری و باطنی جب پڑتی تو اُس آتش کی شعلہ فشانی افسردہ دلوں کو اور بھی جلاکر خاکستر کردیتی۔

لطائفِ اشرفی، سفینۃ الاولیا، سیر الاولیا، سبع سنابل، نفحات الانس وغیرہ میں خسرو علیہ الرحمہ کے شرر افشاں دل کے متعلق حضرت سلطان المشائخ کے یہ کلمات نقل کئے ہیں:۔

ایک بار آپ نے فرمایا کہ "کل قیامت میں جب خداوند عالم پوچھے گا کہ میرے دربار کے لئے کیا تحفہ لائے تو میں خسرو کو پیش کردونگا" پھر کسی وقت ارشاد ہوا کہ "کل قیامت میں ہر ایک شخص کسی شے پر ناز کریگا اور اے ترک میں تیرے سوزِ سینہ پر ناز کرونگا" اکثر دعا میں یوں فرماتے کہ "الٰہی بسوزِ سینۂ ایں ترک مرا ببخش" اور ایں کا اشارہ حضرت خسرو کی طرف فرماتے۔ اللہ اللہ وہ کیا دل تھا اور دولت عشق سے کیسا مالامال تھا۔

اسی سوز و گداز نے خسرو کو حضرت سلطان المشائخ کا ایسا محبوب بنا دیا تھا کہ

marfat.com

آپ اکثر فرماتے کہ "اے ترک میں سب سے تنگ آجاتا ہوں یہاں تک کہ کبھی خود اپنے آپ سے بھی تنگ آتا ہوں لیکن تجھ سے کبھی تنگ نہیں آتا"۔ کبھی یوں اظہارِ محبت فرماتے کہ "اگر ایک قبر میں دو شخص مدفون ہو سکتے تو میں وصیت کرتا کہ خسرو کو میری قبر میں دفن کرنا"

حضرت سلطان المشائخ کا یہ شعر ؎

گر برائے ترکِ تُرکم آرہ برتارک نہند　　ترکِ تارک گیرم و امّا نہ گیرم ترکِ ترک

اسی محبت کو مشعر ہے۔ ایک اور آپ کی رباعی کلام خسرو کے مدح میں ہے جس سے ان کے کلام کی مقبولیت معلوم ہوتی ہے وہو ہذا ؎

خسرو کہ بہ نظم و نثر مثلش کم خاست　　ملکیتِ ملکِ سخن آں خسرو راست
آں خسرو ماست ناصر خسرو نیست　　زیرا کہ خدائے ناصرِ خسرو ماست

دربارِ شیخ سے خسرو کو ترک اللہ کا لقب عطا ہوا تھا۔ اور اکثر صرف لفظ ترک سے خطاب ہوتا خسرو علیہ الرحمہ کو اس خطاب پر ناز تھا۔ چنانچہ ایک شعر میں فرماتے ہیں ؎

برزبانت چوں خطابِ بندہ ترک اللہ رفت　　دستِ ترک اللہ بگیر و ہم باللہمش سپار

یہ چند کلماتِ طیبات جو حضرت سلطان المشائخ کے نقل کئے گئے ہیں ان سے مدعا یہ ہے کہ ایک وہ شخص جو فطرتاً آتشِ عشق دل میں دبی رکھتا ہو جب اُسے کامل و مکمل شیخ طریقت ملجائے اور پھر شیخ کی محبت و عنایت اُس پر ایسی ہو کہ مرید کے مرتبے سے مراد کے مرتبے میں پہنچ جائے تو اُس کے مقاماتِ سلوک و تصوف کا کیا پوچھنا اور اُس کے کلام کی تاثیر کا کیا کہنا۔

marfat.com

تاثیر کلام | اہل دل جو کچھ کہتا ہے اُسے ایک اہل دل ہی سمجھ سکتا ہے۔ تزک جہانگیری و دیگر تذکرہ مثل داغستانی وغیرہ میں یہ روایت معتبر موجود ہے کہ جہانگیر نے صوفیہ کی دعوت سماع کی مجلس گرم ہوئی۔ قوال نے امیر خسرو علیہ الرحمہ کا یہ شعر گانا شروع کیا ؎

ہر قوم راست راہے دینے و قبلہ گاہے　　　من قبلہ راست کردم بر سمت کج کلاہے

مولنا علی احمد مہر کن نشانی تخلص اُس وقت وجد و رقص میں آئے۔ جہانگیر نے اس شعر کا مطلب پوچھا مولنا اُسی طرح رقص کرتے ہوئے جہانگیر کے سامنے گئے اور فرمایا کہ ہنود اپنی کسی عید میں عورت و مرد سب کے سب جوق در جوق نہایت شان و شوکت سے دریا کنارے جمع ہو رہے تھے اور بموجب اعتقاد غسل کر کے ثواب حاصل کر رہے تھے حضرت سلطان المشائخ بھی اُس وقت سیر کرتے ہوئے اُس طرف گزرے۔ اُن کے اس شغف مذہبی و انہماک کو دیکھ کر آپ نے خسرو علیہ الرحمہ کی طرف جو ہمرکاب تھے اشارہ کر کے فرمایا ؎

ہر قوم راست راہے دینے و قبلہ گاہے

اُس وقت ٹوپی حضرت سلطان المشائخ کے سر مبارک پر اتفاقاً کج تھی۔ خسرو علیہ الرحمہ نے فوراً دوسرا مصرع

من قبلہ راست کردم بر سمت کج کلاہے

عرض کر کے پورا شعر کر دیا۔ مولنا علی احمد روایت ختم کر کے چاہتے تھے کہ اپنے سر پر ہاتھ لے جائیں تاکہ ٹوپی اپنی اُسی طرح کج کر کے جہانگیر کو دکھائیں کہ اس شان سے کلاہ مبارک حضرت سلطان المشائخ کی کج تھی لیکن ہاتھ کا اُٹھانا تھا کہ وجد کا وہ عالم طاری ہوا کہ ایک

marfat.com

نعرہ کے ساتھ جاں بحق تسلیم ہو گئے۔

سیر الاولیا جس کے جامع امیر خُرد خلیفہ حضرت سلطان المشائخ ہیں اُس میں ایک نقل لکھی ہو کہ ایک روز حضرت سلطان الاولیا محبوب الٰہی (رضی اللہ عنہ بحرمتہ) کے حضور میں امیر خسرو کے صاحب زادہ نے امیر کی ایک غزل پڑھنی شروع کی۔ جب وہ اس شعر پر پہنچے کہ ے

خسرو تو کیستی کہ در آئی دریں شمار کیں عشق تیغ بر سرِ مردانِ دیں زدہ است

حضرت سلطان المشائخ کی روتے روتے یہ حالت ہوئی کہ آپے سے گزر گئے۔

اسی سیر الاولیا میں ایک وقت کی اور نقل لکھی ہو کہ امیر خسرو خود سلطان جی کے حضور میں اپنی ایک غزل پڑھنے لگے جونہیں اُنھوں نے یہ شعر پڑھا ے

رخ جلوہ را نمود و مرا گفت تو مبیں زیں ذوق مست و بیخبرم کیں سخن چہ بود

حضرت سلطان المشائخ نے گوشۂ چشم سے (کہ چشمۂ محبت تھا) خسرو کی جانب دیکھا اور بیخود ہو گئے۔

الغرض ایسی بہت سی معتبر روایتیں ملتی ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ اہل دل گروہ میں خسرو کا کلام کیا مرتبہ رکھتا ہو۔

خسرو کی غزل سرائی اس میں کچھ شبہ نہیں کہ غزلیات کے اُن انقلابات و ایجادات کے سبب سے جو سعدی نے شاعری کی اس صنف میں کئے تھے خسرو بہت کچھ سعدی کے مقلد و متبع ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہو کہ سعدی سے قبل نظم کے لئے بہت سے کام تھے۔ صرف اوقات فرصت میں عشق و عاشقی اور اُس کے لوازم سے تفریح کر لی جاتی تھی اور باقی اوقات دوسرے کاموں کے لئے تھے۔ وہ میں تو غزل کوئی نظم کی قسم ہی نہ تھی۔ تشبیب میں کچھ عاشقانہ مضمون

marfat.com

ادا ہوجاتے تھے۔ آخر دورِ قدما میں غزل نے اپنا مستقل وجود اختیار کیا لیکن اُن غزلوں کا یہ رنگ تھا کہ چمن سے گزرے ایک نگاہ پھولوں کے خوش رنگ تختے پر بھی ڈالی اور بڑھ گئے۔ اچھی صورت سامنے آگئی۔ آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں۔ کبھی کبھی دل میں ایک گدگدی سی ہوگئی اور بس۔ جام وصراحی محفل میں رکھی گئی تو شاعری نے دو ایک گھونٹ سے تبدیل ذائقہ کرلیا۔ یہی انداز دوسرے دور تک رہا۔

لیکن تیسرے دور میں نظم محض تفریح کے لئے رہ گئی۔ جوش اور ولولے ٹھنڈے ہوچکے تھے۔ اصل مردی مٹ رہی تھی۔ اس لئے اس دور میں نظم اور کاموں سے فارغ تھی۔ صرف ایک غزل سرائی تھی جس سے بزم سخن کی گرمی تھی۔ زبان زیادہ منجھ کر صاف ہوگئی تھی۔ سعدی اسی تیسرے دور کے رنگین بیان شاعر تھے۔ لیکن یہ صرف شاعر ہی نہ تھے بلکہ ایک عالم و ولی کامل بھی تھے۔ انھوں نے غزل میں تصوف کی آمیزش کی اور نہایت لطف سے حقائق و واردات قلبیہ کو غزل میں کہنا شروع کیا۔ عشق وحسن کے راز و نیاز اور اُس پر تصوف کی چاشنی پھر زبان کی صفائی و شیرینی۔ کلام میں پختگی و گھلاوٹ ان چیزوں نے سعدی کو غزل کا امام بنا دیا۔

خسرو بھی اسی دور میں مسند شاعری پر جلوہ افروز ہوئے۔ قاعدہ ہے کہ اگر کسی زمانے میں کسی ناظم یا ناثر کا طرز اہل زمانہ کے مذاق وخیال کے مطابق ہو تو پھر وہی طرز رائج الوقت و عام پسند ہو جاتا ہے اور خواہی نخواہی اُس زمانے کے ناظم یا ناثر کی نظم و تحریر کا جزو لاینفک بن جاتا ہے اور رفتہ رفتہ بلا آورد ویسی ہی عبارات مضامین و خیالات ہر ایک ذی جوہر کے

marfat.com

قلم سے نکلنے لگتے ہیں۔ خاصۃً جب کہ اُس ایجاد میں واقعی پاکیزگی اور لطف بیان بھی ہو تو پھر اُس کی ہمہ گیری کا کیا پوچھنا۔

سعدی جن کے عہد پیری میں خسرو کی شاعری جوان ہوئی ہے کچھ اس شیرینی و حلاوت سے شیراز میں بیٹھے ہوئے غزل کی نغمہ سرائی کر رہے تھے کہ ان کی اس تازہ روش نے اپنا سکہ بٹھا رکھا تھا۔ عام مذاق کی پسندیدگی گرویدگی کی حد تک پہنچ چکی تھی۔ جو جو انقلاب و ایجاد کہ اس صنف میں اُنہوں نے کئے وہ مثل عناصر کے ضروری مان لئے گئے تھے۔ اور حق تو یوں ہے کہ سعدی کی غزل گوئی اسی کی مستحق تھی اور ہے۔ پس خسرو جیسا صحیح مذاق رکھنے والا خلقی شاعر کیوں اُسے نمونہ نہ بناتا۔ لیکن اسی کے ساتھ جہاں سعدی کی تبعیت ضروری مان لی وہاں اپنے اختراعات و اضافات کا بھی ایک کافی ذخیرہ فارسی داں عالم کے لئے چھوڑ گئے۔

صنف غزل میں خسرو کے اضافے

غزل کی صنف میں کس طرح کے اضافے ہیں جو خاص دماغ خسرو کے مرہون ہیں اُن کی مجمل فہرست یہ ہے۔ بحروں کی موزونی، تشبیہ و محاورات کی جدت، بیان کا اعجوبہ اسلوب۔ یہ وہ چیزیں ہیں جن سے غزل میں جان پڑ جاتی ہے۔ غزل کا کمال یہ ہے کہ درد، سوز و گداز، شکستگی و نیاز، عشق کی ہنگامہ آرائی، حسن کی دلکشی و دلربائی، اس طرح عام محاورہ اور روزمرہ کی بول چال میں ادا ہو جس میں کسی طرح کی پیچیدگی نہ پائی جائے۔ ہاں اسلوب بیان ایسا ہو جس سے دل شگفتہ ہو جائے۔ تشبیہ ایسی لطیف ہو کہ جذبات میں ہلچل پڑ جائے۔ واقعات عشق اس طرح کہے جائیں کہ سننے والے کو بھی عاشق

marfat.com

پر رحم آجائے۔ غزل میں شاعر کا بس یہی کمال ہے۔ اس جگہ چند اشعار لکھے جاتے ہیں تاکہ ہر ایک کی مثال ناظرین کے سامنے ہو۔ مثلاً:

ایک وہ شخص جس کے مسلمہ فضل و کمال نے اُسے محسود خلائق بنا رکھا تھا عاشق ہو کر سب کچھ کھو بیٹھتا ہے اب وہ حاسدوں سے کہتا ہے خوش ہو کہ تمہاری مرادیں پوری ہوئیں دیکھو میں وہی یکتائے زمانہ ہوں لیکن اب نہ فضل مجھ میں رہا نہ کمال۔ اس مضمون کو خسرو اس درد سے ادا کرتے ہیں کہ سُننے والے کا دل بھر آتا ہے ؎

حسد می بردی اے دشمن بعقل و دانشِ خسرو بیا تا بر مرادِ خاطرِ خود بینی اکنونش

معشوق جن کو اپنے بناؤ و سنوار کے سوا کسی سے کوئی غرض نہیں ہوتی اُن کے اس استغنا اور خود آرائی کو یوں بیان کرتے ہیں ؎

گل چہ داند کہ حالِ بلبل چیست او ہمیں کارِ رنگ و بو داند

معشوق سامنے سے گزرتا ہے عاشق کے دل پر ایک بجلی گرتی ہے۔ اب نہ طبیعت پر قابو ہے نہ دل پر اختیار استغاثہ کرتا ہے تو دار القضا و دار الافتا کوئی بھی اس مظلوم کی داد رسی نہیں کرتا اس مضمون کو دیکھو ؎

کافرے رفت و دلم غارت کرد شہر اسلام و مرا داد نہ بود

معشوق کی ہر ہر ادا ہے کہ دل چھینے لیتی ہے۔ عاشق کا ایک دل کس کس کا مقابلہ کرے۔ بھاگنا چاہے تو یہ بھی ممکن نہیں۔ آخر گھبرا کر اُسی سے تدبیر پوچھتا ہے ؎

لب و دہن و رخت ہر یکے بلائے دل اند یکے دلم چہ کند جانب کدام شود

marfat.com

بخت بیدار معشوق کو عاشق پر مہربان کرتا ہے۔ معشوق حالت پوچھتا ہے۔ عاشق جس کی تباہی و بربادی شرح و بیان سے مستغنی ہے وہ کہے تو کیا کہے۔ اپنا دل جو معشوق کے پیچھے کھو چکا ہے اور اب وہ معشوق کا ہے نہ عاشق کا اُس کا گلہ کیوں کر کرے۔ اُسے معشوق سے کیوں کر مانگے ان پُر کیف معاملات کو دیکھو ؎

مرا غمے ست کہ پیدائمی توانم کرد　　شکایتِ دلِ شیدائمی توانم کرد
تو حالِ من خود ازیں روئے زردمی پرسی　　کہ من بروئے تو پیدائمی توانم کرد
مگر تو خود بکرم باز بخشیم دلِ ریش　　کہ من زشرم تقاضائمی توانم کرد

عشاق کے آنسو کبھی دریا ہیں اور کبھی سمندر ان کے جوش و طغیانی کا یہ عالم ہے کہ کبھی سکون آنے ہی نہیں پاتا لیکن خسرو نے جس انداز سے اس مضمون کو ادا کیا ہے وہ اپنی جدت میں آج تک نیا ہے ؎

میروی و گریہ می آید مرا　　صبر کن چنداں کہ باراں بگزرد

اس شعر کی جدت و جامعیت قابل لحاظ ہے۔ معشوق جانا چاہتا ہے اس لئے کہ لازمۂ معشوقیت ہی یہ ہے۔ عاشق کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہ نکلتے ہیں اب وہ معشوق سے کہتا ہے کہ گو میرے پاس بیٹھنا ناگوار سہی۔ لیکن ذرا صبر کر پانی تھم جائے تو چلے جانا۔ لطف یہ کہ اس پانی کی علت معشوق کا جانا ہی ہے۔ دیکھو صرف ایک چھوٹے سے شعر میں کتنے مضامین ہیں۔ معشوق کے جانے سے جو صدمہ کہ عاشق پر گزرتا ہے اُس کا بیان ہے۔ معشوق کو عاشق کے پاس بیٹھنا جبر ہے جس کے لئے تلقینِ صبر ہے۔ آنسو بارش کی طرح آنکھوں سے

marfat.com

جاری ہیں جب تک یہ بارش نہ تھمے اُس وقت تک کے لئے معشوق سے التماس توقف ہے طول قیام کی آرزو کس لطف سے پیش کی گئی ہے۔ افسوس ہم سطریں کی سطریں لکھ گئے لیکن وہ مزہ کہاں جو خسرو کے ایک شعر میں ہے۔

اسی اشک کے مضمون کو ایک دوسرے شعر میں نظم کرتے ہیں اور ایک عجیب خیال کا اظہار کرتے ہیں ؎

اشکم بروں می افگند رازِ درونِ پردہ را　　آرے تنکا تیہا بود مہمانِ بیروں کردہ را

شعرا نے معشوق کے قامت کو کیا کیا کچھ نہیں کہا ہے لیکن زرا اندازِ خسرو دیکھنا کہ وہ کیا کہتے ہیں اور کس طرح کہتے ہیں ؎

یارب آں بالا مگر از آبِ حیواں ریختند　　یا مگر جانِ کساں بگداختند آں ریختند

شیرۂ جانہائے شیریں برکشید ندازنہاں　　دیں تنِ شیریں از اں شیرینیِ جاں ریختند

آتشِ عشق سے سوختہ و برشتہ عاشق جب اپنے معشوق کو دیکھتا ہے تو اس میں ایک حیاتِ تازہ آجاتی ہے اب وہ اس اثر سے متعجب ہے۔ حیات بخشی کی وجہ پوچھے تو کس سے پوچھے خالقِ عالم کو پکارتا ہے اور پوچھتا ہے کہ تو ہی بتا۔ اس کا خمیر آبِ حیات سے ہے جس کی تاثیر سے مجھ میں جان پڑجاتی ہے یا بہت سی جانوں کو پگھلا کر یہ ایک جسم بنا ہے یا شیریں جانوں کا شیرہ و روح کھینچکر یہ ایک جسمِ شیریں بنا ہے۔ دیکھو کیسا لطیف و شیریں خیال ہے۔

نظم کے پرکھنے والے اربابِ بصیرت کا یہ فیصلہ ہے کہ بعض بعض اشعار خسرو کے ایسا بلند پایہ رکھتے ہیں کہ ہر شعر ایک دیوان کی قوت رکھتا ہے۔ مثلاً ؎

marfat.com

زلفت زہر دو جانب خوں ریز عاشقان ست　　چیزے نمی تواں گفت روے تو درمیان ست

رخِ خود بپوش در نہ رقم منجماں را　　بحسابِ ہشتم آخر بشمار خواہی آمد

خلاصہ یہ کہ غزلوں میں ان کا مستانہ وار نعرہ دل ہلا دیتا ہے اور یہاں ان کا تیر بے خطا ثابت ہوتا ہے کہیں کہیں ان کی نمکینی سعدی کی شیرینی پر چشمک زن ہے۔ اپنی تمنا، اپنی مایوسی، اپنا انتظار، اپنی ناکامی، اپنی بیقراری، اپنی پریشانی کی جو تصویریں اپنی غزلوں میں انہوں نے کھینچی ہیں وہ گویا جیتی جاگتی بولتی چالتی چڑیاں ہیں جو اپنی درد انگیز آواز سے دل ہلائے دیتی ہیں چند غزلوں کے مسلسل اشعار ہم یہاں نقل کرتے ہیں ؎

ازجانِ من آرم رفت آرام جانِ من کجا　　ہجرم نشانِ فتنہ شد فتنہ نشانِ من کجا

آمد بہارِ مشک دم سنبل دمید و لالہ ہم　　سبزہ بصحرا زد قدم سروِ روانِ من کجا

درکارِ غم شد سوریم بے پردہ شد مستوریم　　تلخ ست عیشِ از دوریم شکرفشانِ من کجا

ہردم جگر در سوز و تاب آنے دیدہ ریزم خونِ ناب　　اینک مَی و اینک کباب آں میہمانِ من کجا

گل نو رسید و بوئے زبہار من نیامد　　چہ کنم نسیم گل را چو زیار من نیامد

دلِ من چرا چو غنچہ نہ شود دریدہ صد جا　　کہ صبا رسید و بوئے زبہارِ من نیامد

اگرائے حریف داری نظرے بروے یارے　　تو بہارِ خویش خوش کن کہ بہارِ من نیامد

بہ تبِ نشاط یارا چہ خبر ترا ز خسرو　　کہ بہ جانبِ تو روزے شبِ تارِ من نیامد

زندگی کی بے ثباتی، دنیا کی بے وفائی، زمانہ کا جور، یارانِ رفتہ کی جدائی کا گلہ

marfat.com

اکثر شعرا نے کیا ہی مگر جس درد انگیز لہجہ میں یہ راگ خسرو الاپ گئے ہیں انہیں کا حصہ ہی ؎

یاراں کہ بودہ اند ندانم کجا شدند — یارب چہ روز بود کہ از ما جدا شدند
گر نو بہار آید و بر سد ز دوستاں — گو اے صبا کہ آں ہمہ گلہا کجا شدند
اے گل چو آمدی ز زمیں گو چہ گونہ اند — آں رو یہا کہ در تہِ گردِ فنا شدند
آں سروراں کہ تاجِ سرِ خلق بودہ اند — اکنوں نظارہ کن کہ ہمہ خاکِ پا شدند
خورشید بودہ اند کہ رفتند زیرِ خاک — آں ذرہا کہ سر ہمہ اندر ہوا شدند
بازیچہ ایست طفل فریبِ متاعِ دہر — بے عقل مردماں کہ بریں مبتلا شدند

غزل میں خسرو کی قادر الکلامی احاطۂ انضباط و تحسین سے باہر ہی۔ ان کی عبارت میں الفاظ کو اپنے مضمون کے ساتھ غضب کا تناسب پایا جاتا ہی۔ جو لفظ جہاں کے لئے مناسب ہوتا ہی وہی یہ استعمال کرتے ہیں بحروں اور قافیوں کے یہ بادشاہ ہیں چاہیے کہ بحور و قوافی انکی روانی طبع کے سد راہ ہوتے ہوں ہرگز نہیں بلکہ یہ اور بھی ان کی طبیعت میں جولانی پیدا کردیتے ہیں تمثیلاً ذیل کی غزل پڑھو۔ کیسا سر توڑ قافیہ ہی۔ مگر ہوا رِ قلم اس روانی سے جاتا ہی کہ زمین ہموار و مسطح معلوم ہوتی ہی ؎

سروے چو تو در اچہ و در نتہ نباشد — گل شکلِ رخِ خوب تو البتہ نباشد
دوزند قبا بہرِ قدت از گل سوری — تا خلعتِ زیبائے تو از لتہ نباشد
در جنتِ فردوس کسے را نہ گزارند — تا داغِ غلامیِ تو اش بتہ نباشد
[illegible] مسکیں نکند میل بجنت — در صحنِ بہشت ار طبق بتہ نباشد

marfat.com

این حسن و لطافت کہ تو کافر بچہ داری ۔ در چین و خطا و ختن و خیستہ نہ باشد

اب ایک دو نمونے عام عاشقانہ جن میں معشوق سے خطاب عشق کی واردات مستی و بیخودی کی باتیں ہیں درج کرتا ہوں ؎

ساقیا مے دہ کہ امروزم سر دیوانگیست ۔ دور بر گرداں کہ مرگم از تہی پیمانگیست

من برغبت جاں دہم تو رحمت آری بر تنم ۔ ایں عنایت درمیان دوستاں بیگانگیست

شمع شیرینی چہ شد دست ار بسوزد باک نیست ۔ لذت از آتش گرفتن مذہب پروانگیست

ہر تو خلقے می کشد ہر سو من بدنام را ۔ بس می بینایم چوں کنم وایں دل خودکام را

یک شب بہ بامے دیدمت و آنگہ بیاد پائے تو ۔ رنگیں بساطے می کشم از خون چشم آں بام را

خواہم کہ خون خود دمے در گردن جامت کنم ۔ دانی چہ دولت میدہی ہر ساعت از لب جام را

تاچند ہر دم از صبا در جنبش آید زلف تو ۔ آخر دمے آرام دہ دلہائے بے آرام را

گر کشتہ شد خسرو ز غم تہمت چہ بر خوباں نہم ۔ چوں چرخ خنجر میدہم در کشتنم بہرام را

شمع فلک بر آمد با آتشیں زبانہ ۔ ساقی نا مسلماں در دہ مے مغانہ

کشتی ما رواں کن تا کنارہ یابم ۔ دریائے غم ندارد چوں ہیچ جا کرانہ

نے نے کہ از رخ خود کن بہشتیم کہ بارے ۔ یک دم خلاص یابم از محنت زمانہ

رو تا رویم بیروں دستے بگردن تو ۔ تو بیخود صبوحے من بیخود شبانہ

اے من غلام شکلت چوں در خمار باشی ۔ وے روئے خواب بستہ نے موئے کردہ شانہ

مطرب دو رود خود بر دستے چو ابر باراں ۔ وین نغمہ خنک را ترکن بہ یک ترانہ

marfat.com

من نیم خوردہ خوردم و ز بادہ نرنجی | دل بر لبِ تو دارم می خواستن بہانہ
خسرو کہ ہست مطرب واں مستِ ناز سرخوش | ہاں در چنیں نشاطے یک رقصِ عاشقانہ

لشکر کشید عشق و دلم ترکِ جاں گرفت | صبر گریز پائے سر اندر جہاں گرفت
گفتی کہ ترکِ من کن و آزاد شو ز غم | آساں بہ ترک ہمچو توئی چہ تواں گرفت
اے آشنا کہ گریہ کناں پند میدہی | آب از بروں مریز کہ آتش بجاں گرفت
نظارہ ہم نہ کرد گہِ سوختن مرا | آنکس کہ آتشم زد و از من کراں گرفت
در طوقِ بندگیش رود جاں بعافیت | ہر فاختہ کہ خدمتِ سروِ رواں گرفت

کج کلہا ستمگرا تنگ قبائے کیستی | لابہ گرا دلبرا عشوہ نمائے کیستی
زیر کلاہِ جعد تر تا کمرت کشیدہ سر | بستہ بہ جاں کمرِ چست قبائے کیستی
مرکبِ ناز کردہ زیں دادہ بغمزہ تیغِ کیں | ساختہ آمدہ چنیں تا ز برائے کیستی
سینہ بند جائے تو دیدہ بزیرِ پائے تو | یا ہمہ در ہوائے تو تو بہ ہوائے کیستی
خسروِ خستہ را سخن بستہ شد از تو در دہن | طوطیِ شکرینِ من نغمہ سرائے کیستی

اگرچہ غزل میں مسلسل کلام نہیں ہوتا اُس کا ہر شعر ایک الگ مضمون ہوتا ہے اور اسی لئے شعرانے غزل ایجاد کی، لیکن یہ عاشق کی گفتگو ہے۔ کبھی کبھی وہ ایک مسلسل کلام بھی کرتا ہے۔ اس لئے اساتذۂ غزل کے دیوانوں میں ایسی غزلیں بھی بکثرت موجود ہیں جن کا مضمون مسلسل ہے خسرو کی آخری غزل جو میں نے درج کی ہے وہ تسلسل ہی کا نمونہ ہے۔

شوخی و ظرافت پر جب آتے ہیں تو ایک ایک جملے میں سو سو چمن کھلا جاتے ہیں

marfat.com

طبیعت اس بلا کی چلبلی پائی ہے کہ خود حسنِ بیان مُنہ چومنے دوڑتا ہے مثلاً ؎

توشبانہ می نمائی بہ بر کہ بودی امشب | کہ ہنوز چشمِ مستت اثرِ خمار دارد
ہر دو عالم قیمتِ خود گفتۂ | نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز
مست آمدہ باز مہمان کہ بودی | دائم نشکری در نشکرستان کہ بودی
اے یار جدا ماندہ دل تنگ کہ جستی | اے یوسفِ گم گشتہ بہ زندان کہ بودی
دیوانہ من بر سرِ کوے کہ گزشتی | تشویش دہِ حالِ پریشان کہ بودی
می دوش کجا خوردی و ساغر بہ کہ دادی | در ظلمتِ شب چشمۂ حیوان کہ بودی
جعدت کہ کشید ست و لبت را کہ گزید ست | پیشِ کہ نشستی شب و مہمان کہ بودی
آراستہ و مست در آغوش کہ خفتی | ایں بخت کرا بود بفرمان کہ بودی

چھوٹی بحروں میں یہ جب کہتے ہیں تو آبِ حیات کی نہروں کی روانی کا مزہ آجاتا ہے۔ مثلاً

اس غزل کو دیکھو ؎

دیوانہ شدم در آرزویت | اے چشم ہمہ جہاں بسویت
مائیم و تحیر و خموشی | وآفاق ہمہ بہ گفتگویت
وے روے تو دیدم و نمردم | شرمندہ بماندہ ام ز رویت
پرسی کہ چگونۂ ز من دور | دور از تو چہ پرسیم چو مویت
خسروِ بکمندِ تو اسیر ست | بیچارہ کجا رود ز کویت

اگر غزل گو شعرا کی فہرست طیار کی جائے تو صرف اُن کے اسمار سے ایک ضخیم جلد طیار ہو سکتی

ہی۔ لیکن غزل کا حق جس نے ادا کیا ہو اگر اس نقطۂ نظر سے فہرست طیار کیا چاہو تو بجز چند ناموں کے اور کچھ نہ پاؤ گے جن میں اُستادِ غزل سعدی ہیں اور ان کے بعد خسرو و حسن دہلوی۔ سعدی نے جن اصول و مضامین پر غزل کی بنیاد رکھی وہ محض شاعری نہ تھی بلکہ حقائق و معارف کی چاشنی بھی اُن میں تھی اس لئے خسرو و حسن دہلوی کے سوا کوئی شاعر سعدی کے تتبع میں کامیاب نہ ہو سکا۔ ان دونوں میں بھی خسرو کو مرتبۂ اولیت حاصل ہی خسرو کی غزلوں پر اگر ایک مختصر و جامع تنقید چاہتے ہو تو صرف اس قدر کہنا کافی ہی کہ وہی بادۂ شیراز ہی جو دوبارہ کھینچ کر دو آتشہ ہو گئی ہی۔

غزل کا دوسرا دور

اس کے بعد ایک دوسرا دور غزل کا آیا جس میں خواجو کرمانی و حافظ شیرازی ہیں اگرچہ یہ کوئی نیا دور نہ تھا لیکن بعض مضامین مثلاً ساقی و صراحی بادہ و جام میخانہ و پیرِ مغاں رند و خراباتی کی مدح زاہد و واعظ کی ہجو۔ دنیا کی بے ثباتی انکا نہایت ہی جوش و بلند آہنگی سے ترانہ گایا گیا تھا۔ یہ باتیں سعدی کی غزلوں میں اُسی انداز خاص سے جو اُنکا طرز تھا موجود تھیں لیکن ان کا مرتبہ بنیاد کا تھا۔ خواجو کرمانی نے اُنھیں بنیادوں کو ذرا نمایاں کیا اور حافظ نے اُسے آسمان تک پہنچا دیا۔ اُنھوں نے اپنی سُریلی آواز سے فارسی دان دنیا میں ایک مستی و مدہوشی کا عالم پیدا کر دیا جس کا نشہ آج تک باقی ہی۔ خواجہ حافظ نے جس وقت شاعری شروع کی ہی اُس وقت سلمان ساوجی و خواجو کرمانی کا رنگ چھایا ہوا تھا خود ان کی طبیعت میں بھی فطری جوش و مستی بھری ہوئی تھی۔ اُنھوں نے اپنے کلام کی بنیاد انھیں دونوں کی داغ بیل پر ڈالی جیسا کہ اُن کے بعض اشعار سے ظاہر ہی ؎

شہنشہِ فضلا بادشاہِ ملکِ سخن — جمالِ ملت و دین خواجۂ جہاں سلماں

چہ جائے گفتۂ خواجو و شعرِ سلمان ست — کہ شعرِ حافظِ شیراز بہ ز شعرِ ظہیر

اوستادِ غزل سعدی ست پیشِ ہمہ کس امّا — دارد غزلِ حافظ طرز و روشِ خواجو

لیکن ان کی طبیعت کے اصلی جوہر نے اُسے ایسا چمکایا جس کے سامنے سلمان و خواجو دونوں کے گوہرِ فکر بے آب معلوم ہونے لگے۔ سلمان کی غزلوں میں تو کچھ نہیں۔ ہاں ان کے قصائد ہیں جن سے ان کی شاعرانہ قوت ظاہر ہے۔ البتہ خواجو کے دیوان میں ایسی بہت سی غزلیں ہیں جو حافظ کی ہم ردیف و ہم قافیہ و ہم بحر ہیں۔ اسی کے ساتھ اکثر مضامین اور اسلوب ادا کا بھی اتحاد پایا جاتا ہے جس سے حافظ کا تتبع صحیح ثابت ہوتا ہے۔ خواجو کا دیوان نایاب ہے جس نے نہ دیکھا ہوگا اُس کو تعجب ہوگا کہ حافظ اور خواجو کا تتبع۔ لیکن جس نے خواجو کا دیوان دیکھا ہے وہ جانتا ہے کہ یہ وہی صہبائے مستی ہے جس کی تندی و تیزی بڑھا دی گئی ہے۔

مقصود اس سے یہ ہے کہ خسرو کا مقابلہ غزل میں حافظ شیراز سے نہیں کیا جاسکتا کیونکہ دونوں کا طرز ہی جداگانہ ہے۔ جہاں ایک دو سرود زلف و خال باغ و راغ کوہ و صحرا دشت و دریا میں شاہد معنی کے جمال جہان آرا سے مست ہو رہا ہے وہاں دوسرا میخانہ ومی کا دلدادہ بن کر مے کی لہروں میں معشوق حقیقی کے رخ و عارض کا جلوہ دیکھ کر مدہوش ہے اگرچہ دونوں یکساں عشق کے پھندے میں پھنسے ہیں مگر دو رنگ سے ؎

ہر دو شاعر ہم سبق بودند در دیوانِ عشق — یک بصحرا رفت و دیگر با مغاں مستانہ شد

حافظ کا صحیح مقابلہ خواجو کرمانی سے جو ان کے عہد میں تھے اور حکیم سنائی و عمر خیام سے جو

marfat.com

ان سے بہت قبل تھے کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے کہ ان تینوں کا ایک ہی رنگ ہے۔ ورنہ یوں تو دس بیس شعر متحد المعنی انتخاب کر کے لکھ دینا کچھ دشوار نہیں مگر یہ فی الحقیقت اپنی بدمذاقی کا ثبوت دینا ہوگا مثلاً خسرو کا ایک شعر ہے ؎

ازیں مرگ اگر بر سرِ خاکم گذری　　بانگِ پایت شنوم نعرہ زناں برخیزم

اسی مضمون کو اسی بحر و قافیہ میں حضرت حافظ و سلمان ساؤجی نے کہا ہے۔

حافظ ؎

بر سرِ تربت من با مے و مطرب بنشیں　　تا من از کنجِ لحد رقص کناں برخیزم

سلمان ؎

چوں شوم خاک بخاکم گذرے کن چو صبا　　تا بہ بوئے تو زمین رقص کناں برخیزم

خسرو نے جس سادگی اور صفائی کے ساتھ خوش نما پیرایہ میں مضمون بیان کیا ہے وہ مذاقِ سلیم رکھنے والوں سے پوشیدہ نہیں ہے۔ یہ امر مسلم ہے کہ عاشق جو فراقِ یار میں ہمہ تن انتظار ہے اس سے اتنا صبر نہیں ہو سکتا کہ معشوق کے پہونچنے کا انتظار کرے۔ پاؤں کی آہٹ پاتا ہے اور استقبال کو کھڑا ہو جاتا ہے۔ چوں کہ یہ مضمون فطرت سے بہت نزدیک ہے بدیں وجہ کلام نہایت بلیغ ہو گیا۔ "بانگ پا" اور "نعرہ زناں" نے شعر کے لطف کو کہیں سے کہیں پھونچا دیا۔

حضرت خواجہ حافظ نے برخیزم کی کیفیت کو رقص سے اور بھی مکیف کر دیا۔ مگر ان کو لحد سے اُٹھانے کے لئے ساز و سامان چاہیئے۔ مے ہو مطرب ہو اور اس کے ساتھ یار کی

marfat.com

نشست ہو۔ صرف آمد کافی نہیں۔ ان تینوں کے مجموعۂ قوت کا یہ اثر ہو کہ لحد سے رقص کناں اُٹھیں۔

سلمان کا شعر ان دونوں کے مقابل ہیچ ہے۔ اگرچہ سادگی و صفائی ہے مگر کوئی لطف نہیں۔ جو ہوا کہ خاک کو رقص میں لاتی ہے اور بگولا بناتی ہے وہ صبا نہیں ہے۔ صبا لطیف پُروائی ہَوا کو کہتے ہیں یہاں بو کی وجہ سے صبا کا ہونا ضرور تھا۔ اگر شاعر صبا کی جگہ کسی تند و تیز ہَوا کو لاتا تو بو اُڑ کر غائب ہو جاتی۔ یہاں صبا سے بو پہنچانے کی خدمت لی گئی ہے رقص کناں برخیزم کو اُس سے کوئی تعلق نہیں۔

غرض یہاں بحث خسرو کی تغزل سے ہے کہ یہ کس رنگ میں غزلیں کہتے ہیں اور ان کا پایہ غزل میں کیا ہے اور یہ بحث اس مختصر رسالے کے تحمل سے زیادہ ہو چکی اب ہمیں صرف ایک بات اور کہنی ہے کہ شاعری میں موسیقی کا بھی دخل بعضوں نے تسلیم کیا ہے چنانچہ سعدی و حافظ کی غزلوں میں جہاں اور لطافتیں بیان کی گئی ہیں وہاں بحور کی نغمہ و ترنم سے موزونی و مناسبت بھی بیان ہوئی ہے۔ اب میرا یہ کہنا کہ اگر شاعری کے محاسن میں موسیقی کا دخل ہے اور لطیف نظم کے الفاظ تال و سم سے مطابقت رکھتے ہیں تو اس باب میں خسرو علیہ الرحمہ کا کوئی بھی مقابل و مساوی نہیں۔

قصائد امیر خسرو سے قبل ظہیر رشید کمال اسمٰعیل الملقب بہ خلاق المعانی خاقانی الملقب بہ حسان العجم انوری وغیرہ مشہور قصائد نگار گزر چکے تھے۔ لیکن جس طرح کہ غزل میں یہ شیخ سعدی کے قدم بقدم رہے اور بہت سی غزلوں میں اپنی شان خسروی بھی

marfat.com

ظاہر کر گئے۔ اسی طرح قصائد میں بھی ان باکمالوں کے پہلو بہ پہلو چلتے ہیں اور جب ان کا خاص میدان آتا ہے تو سب کو پیچھے چھوڑ کر آگے نکل جاتے ہیں۔

یہ ایک زمانہ دراز تک چونکہ شاہزادوں اور بادشاہوں کے دربار کے زیور رہے ہیں اس لئے قصائد نویسی کا موقع ان کو بہت ملا جس نے ان کی طبیعت پر اور بھی جلا کردی

قصیدہ میں شاعر کا جوہر دو جگہ کھلتا ہے۔ ایک تو مخلص یعنی گریز جہاں سے مقصد شروع ہوتا ہے دوسری تشبیب و مقصد میں توازن و لطف کا اس طرح قائم رکھنا کہ دونوں حصّوں میں سے کوئی بھی بدمزہ نہونے پائے۔

نصر بن سیار جو بنی اُمیہ کی طرف سے خراسان کا والی تھا اُس کے سامنے کسی نے مدحیہ قصیدہ پیش کیا جس میں سو شعر تو تشبیب کے تھے اور صرف دس شعر میں پوری مدح تھی۔ نصر نے جو کہ خود سخن فہم تھا قصیدہ سُن کر کہا ما بقیت کلمۃ عذبۃ ولا معنی لطیفا الا وقد شغلتہ عن مدیحی بتشبیبک یعنی الفاظ شیریں اور معنی لطیف تو سب تشبیب میں ختم ہو گئے اب مدح کے لئے گیارہ گیا تب اُس نے دوبارہ قصیدہ کہا جس کا مطلع یہ تھا۔

هل تعرف الدار لام العمر　　　دع ذا وحبّر مدحۃ فی نصر

یعنی کیا تو ام عمر کے مکان کو پہچانتا ہے اس ذکر کو چھوڑ اور نصر کی مدح لکھ۔ اسے سُن کر نصر نے کہا۔ لا ذالک ولا ھذا ولکن بین الامرین۔ یعنی نہ وہ افراط نہ یہ تفریط۔ بلکہ ان دونوں کے بین بین کلام ہونا چاہیئے۔

اس واقعہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ جہاں گریز میں شاعر کی قوت دیکھی جاتی ہے کہ

marfat.com

سلسلہ کلام کو باقی رکھتے ہوئے کس طرح مطلب و مقصد کی طرف آتا ہے وہاں یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ لطف بیان اور زور کلام میں بھی توازن رہا یا نہیں۔

خسرو علیہ الرحمۃ کے قصائد سیکڑوں ہیں اور ان دونوں کمالوں سے آراستہ و پیراستہ ہاں ارباب دنیا کی مدح میں اُن کا بیان پھیکا ہو جاتا ہے چوں کہ وہ دل کی صدا نہیں ہوتی اس لئے ایسے قصائد میں ساری قوت تشبیب میں صرف کردیتے ہیں۔ گریز اچھی کرتے ہیں لیکن مدح اہلِ دول ان سے نہیں بن آتی۔ پھر بھی اگر کہیں اس پر متوجہ ہوگئے ہیں تو مبالغہ میں کسی سے پیچھے نہیں رہے مثال کے طور پر دو نمونے پیش کرتا ہوں۔

ظہیر فاریابی اپنے ایک قصیدہ میں قزل ارسلاں کی شان میں لکھتا ہے ؎

نہ کرسیِ فلک نہد اندیشہ زیر پائے　　تا بوسہ بر رکاب قزل ارسلاں دہد

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ اس پر یوں تعریض کرتے ہیں ؎

براہِ تکلف مرو سعدیا　　اگر صدق داری بیار و بیا
تو منزل شناسی و شہ راہ رو　　تو حق گوے و خسرو حقائق شنو
چہ حاجت کہ نہ کرسیِ آسماں　　نہی زیر پائے قزل ارسلاں
مگو پائے عزت بر افلاک نہ　　بگو روے اخلاص بر خاک نہ

خسرو نے سلطان جلال الدین کی شان میں جو قصیدے لکھے ہیں اُن میں سے ایک قصیدے میں فرماتے ہیں ؎

ز آب حیات شست دہن را ہزار بار　　تا بوسہ بر رکاب شہِ کامراں دہد

marfat.com

اندیشہ کے رسد کہ بہ بوسد رکابِ شاہ گر بوسہ بر رکاب قزل ارسلاں دہد
زاں سوے گوں گر پرد اندیشہ تابہ نتواند آنکہ بوسہ براں آستاں دہد

اسی بحر و قافیہ میں سلمان ساوجی کا بھی ایک قصیدہ شیخ اویس کی شان میں ہے اُس میں وہ کہتے ہیں ؎

دربوستاں بیادِ دہانِ تو غنچہ را ہر دم ہزار بوسہ صبا بر دہاں دہد
ہست آستانِ حضرتت اقبال را حرم مقبل کسے کہ بوسہ براں آستاں دہد
گشت ست پائے باز مشرف بدست تو بر پائے خویش بوسہ پیاپے ازاں دہد

دیکھو ظہیر فاریابی امیر خسرو سلمان ساوجی تینوں ایک ہی مضمون کہہ رہے ہیں۔ لیکن یہاں خسرو چونکہ مبالغہ کا حق ادا کرنا چاہتے ہیں اس لئے ظہیر و سلمان دونوں سے ان کا مبالغہ بڑھ گیا۔

ماہ نو کی تشبیب مشاہیر قصائد نگاروں کی ایک موقع پر صاحب خزانہ عامرہ نے جمع کردی ہے ہم اس میں سے بخوفِ طوالت صرف خاقانی و انوری و خسرو کی تشبیب درج کرتے ہیں۔ ظہیر کے ساتھ مقابلہ اوپر گزر چکا اب تکرار سے کیا حاصل۔

خاقانی ؎

دوش چوں خورشید را مصراعِ خاور ساختند ماہِ نو را چوں حمائل حلقہ پیکر ساختند
محتسب گوئی بماہِ روزہ جامِ می شکست آں شکستِ جام را رسوائے خاور ساختند
چرخِ جادو پیشہ چوں زریں قوان کرد گم دامن کحلیش را جیبِ مقور ساختند

marfat.com

درزبان چرخ راگوئی چہ سہوا فتادہ بود | کاں زہ سیمیں بدیں دامن نہ درخور ساختند
یا شبانگہ قصد کرد ند اختراں تیر زدہ | کاسماں طشت وشفق چوں ماہ نشتر ساختند
نیمۂ قندیل عیسے بود یا محراب روح | یا مثال طوق اسپ شاہ صفدر ساختند

انوری ؎

دوش سلطانِ چرخ آئینہ فام | آنکہ دستور شاہ راست غلام
از کنارِ نبرد گاہِ اُفق | چوں بدستِ غروب داد زمام
دیدم اندر سوادِ طرۂ شب | گوشوارہ فلک زگوشۂ بام
گفتم آں نعل خنگ دستور ست | قرۃ العین وفخر آل نظام

خسرو ؎

برآمد ماہِ عید از اوج گردوں | طرب چوں ماہِ نو شد ہر دم افزوں
زلوحِ آسماں نونے ست یا عین | کہ بیروں آمدہ از کلکِ بیچوں
بہ بیں اندر رکوع آں پارۂ نور | ہلالش گوئی خواہی خواہ ذوالنوں
ہمانا حلقۂ گوشِ سپہر ست | کہ دار د از کواکب درِّ مکنوں
سوادِ شام در پیشِ مہِ نو | مگر لیلےٰ ست در پہلوے مجنوں
چنیں ماہِ نو وعیدِ خجستہ | مبارک باد بر ذاتِ ہمایوں

قصائدگوئی کے لئے جن باتوں کی ضرورت ہے وہ بوجہ احسن واکمل خسرو میں موجود تھیں اور انہوں نے نہایت خوبی وخوش اسلوبی سے اپنے قصائد میں اپنے جوہر کا اظہار کر دیا ہے۔

marfat.com

شوکت و ندرت الفاظ مسائل علمیہ مقدمات حکمیہ دقائق سلوک و تصوف اصطلاحات علوم مختلفہ دقت معانی صنائع و بدائع لفظی و معنوی (خصوصاً تجنیس و ترصیع) بلند پروازی مبالغہ وغیرہ۔ قصائد نویسی کے زیور ہیں۔

خسرو کا خزانۂ خیال ان سب متاع سے مالا مال تھا۔ پھر جس فراوانی سے وہ اس کو لٹا سکتے تھے وہ کچھ کہنے کی بات نہیں۔ ان کے کلیات کو اٹھا کر دیکھو۔ مختلف بحور و قوافی میں پچاسوں قصیدے پاؤ گے اور نہایت سیر۔

الحمدللہ کہ پیر جواں ہمت خادم اسلام و مخدوم قوم نواب حاجی محمد اسحٰق خاں صاحب کے چشمۂ فیض کی بڑھتی ہوئی موجوں میں قوم کو قصائد خسرو کے بھی مطالعہ کا موقع ملے گا۔

ہم یہاں محض ایک دو نمونے قصائد خسروی کے درج کرتے ہیں تاکہ ایک مجمل اندازہ ان کی قصائد نویسی کے متعلق ناظرین کر سکیں۔

موعظمت و اخلاق میں ان کا ایک قصیدہ ہے جس کا نام بحر الابرار یا دریائے ابرار ہے نہایت ہی سیر قصیدہ ہے اس میں یہ التزام ہے کہ ہر شعر کا پہلا مصرع دعویٰ ہے اور دوسرا دلیل دو شعر اس کے یاد ہیں انھیں کو لکھتا ہوں ؎

عاشقی رنج ست و مرداں را بسینہ راحت ست　　سلسلہ بند ست و شیراں را بگردن زیور ست
راہ رو چوں در ریا کوشد مرید شہوت ست　　بیوہ زن چوں رخ بیاراید بہ بند شوہر ست

چند قصائد ان کے صنعت لف و نشر مرتب میں ہیں جن میں علاء الدین کی مدح کی ہے۔ تین شعر نمونۃً اس میں سے بھی لکھتا ہوں ؎

marfat.com

کجا خیزد چو تو سروے جوان و نازک و نوبر | شکر گفتار و شیریں کار و گل رخسار و مہ پیکر
نباشد چوں لب و اندام و گیسو و رخت ہرگز | شکر شیریں و گل رنگین و شب مشکین و صبح اذفر
بر د اندیشۂ مہر و فراق و آرزوئے تو | ز چشمم تاب و رویم آب و چشم خواب و جانم خور

خسرو کے بعد سلمان ساوجی و قاآنی نے اسی صنعت میں قصیدے لکھے ہیں جو اُن کے کلیات میں موجود ہیں لیکن سلمان ساوجی کا قصیدہ تو بہت ہی پھیکا رہا۔ بالکل آورد و تصنع معلوم ہوتا ہے۔ قاآنی جو شوکتِ الفاظ کا بادشاہ ہے یہ اپنے زورِ الفاظ سے بہت کچھ رنگ آمیزی کرنا چاہتا ہے لیکن خسرو سے بمراحل دور ہے۔

خسرو نے اپنے ایک طولانی قصیدے میں جس قادرالکلامی کے ساتھ مسئلۂ تخلیقِ عالم اور اُس کے متعلقات پر بحث کی ہے اُس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان فلسفیانہ مسائل میں وہ اس طرح تیرے ہوئے ہیں اور فلسفہ کے دقائق و نکات اُن پر اس طرح حل ہیں کہ طرح طرح کے اسلوب سے بیان کرنے پر اُنھیں قدرتِ تامہ حاصل ہے۔

پدید کرد جواہر مجرد از مادہ | کہ در خزانۂ ملکش بسلکِ انہار ست
یکی ست نفس کہ ہست او مدبر ابدال | کہ بہر ہر بدنے روز و شب بہ تیمار ست
دگر دوم طلبی عقل جوہرسیت کہ آں | نہ در تعلقِ کارِ دیار و دیار ست
زہے عجائب صنعش کہ در لوائح کن | دلد سہ پشت نہ و مرد ہفت زن چار ست
بنات و معدن و حیوان ازیں حدیقہ کنوں | سہ میوہ ایست کہ از یک درخت آں بار ست
یکی ست سنگ جماد و ملون و سادہ | کہ از مشابہتِ دشریک بیزار ست

marfat.com

دوم چو شعلہ دراں تکیہ کرد بر بالش
گھے بکنج حرم گہ بصفۂ نارست

سوم رونده وگرداں خزانہ خانۂ جاں
کہ بہر نقب خزانہ بسیش ہنجارست

دراں خزینہ چہارم گراں بہا گہریست
کہ قیمتش نہ دو عالمش خریدارست

ازاں سہ جاہل سود زیان لذت و ذوق
بریں یکے کہ یگانہ ست جملہ اتیارست

وجود آدمی از عین غرتش عکس ست
چو عکس آب کہ از آدمی نمودارست

اسی قصیدے میں انسان کی ترکیب جسمانی وحیوانی کو یوں بیان کرتے ہیں ؂

ز آب و گل تن مردم چو قلعۂ آراست
بشکل تنگ و معنی جہانِ اسرارست

درو کشید چو عنصر چہار بازارے
کہ رختِ ہر دو جہانش بچار بازارست

خزینہ دار نفائس بسینہ دل را ساخت
خرد وزیر شد و جان سپاہ سالارست

نخست حسِ برون را بہ تجربہ بنگر
کہ ذوق و فائدہ رہر یکے چہ مقدارست

دگر جواہر درون بینی آنچہ داندر تن
ہزار عالم مستور خاص ستارست

تو حس مشترک و وہم و فہم صورت کن
کہ ہر یک آئینۂ جاں بغیر زنگارست

شاعر کی جادوگری وسحر نگاری کے جو مواقع ہیں اُن میں سے ایک یہ ہی کہ خشک علمی مضامین کو اپنی رنگین بیانی سے ایسا آراستہ کرے کہ صحیح مسائل کا بیان دل آویز و دل پذیر ہو جائے جس نے فلسفہ وحکمت میں ان مسائل کو پڑھا ہوگا وہی سمجھ سکتا ہی کہ ان دقیق مسائل کو خسرو نے کس محققانہ طرز سے ادا کیا ہی۔ جو مسائل کتب حکمیہ میں چند صفحوں میں بیان ہوئے ہیں بیاد اُنھیں چند اشعار میں بیان کر رہے ہیں۔

marfat.com

خاقانی نے ایک نہایت طویل الذیل قصیدہ لکھ کر اُس کا نام مرات النظر رکھا ہے جس کا مطلع یہ ہے ؎

دلِ من پیر تعلیم ست و من طفلِ زباندانش
دم تسلیم سر عشر و سرزانو دبستانش

یہ قصیدہ اُس کا بہت ہی مشہور قصیدہ ہے اس میں کوئی کلام نہیں کہ اس قصیدے میں اُس نے بڑی داد قادر الکلامی دی ہے۔ مضامین اپنے علو مرتبت میں اور خیالات اپنی بلند پروازی و ندرت میں آپ اپنا جواب ہیں۔ عادت کے موافق خاقانی نے اس قصیدے پر بہت کچھ فخر و مباہات کئے ہیں اور کوس انا ولا غیری بجایا ہے۔ خسرو نے اس کے جواب میں ایک قصیدہ اسی بحر و قافیہ میں لکھا اور اُس کا نام مرات الصفا رکھا۔ خسرو کے بعد مولنا جامی نے بھی اسی بحر و قافیہ میں طبع آزمائی کی۔ اور اپنے قصیدے کا نام جلاء الروح رکھا۔

ان تینوں قصائد میں کیا فرق ہے۔ اس بحث کو میں یہاں چھیڑنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ ان پر بحث کرنے کے لئے ایک دفتر چاہیئے جس کا یہاں موقع نہیں۔ اور چند اشعار کے مقابلہ سے پورے قصائد کی خوبیاں اور ایک دوسرے کا فرق ظاہر نہیں ہو سکتا تاہم اس خیال سے کہ سطحی طور سے بھی عام ناظرین اندازہ کر سکیں اپنے مقصد کے لئے مناسب ہو گا کہ تینوں قصائد میں سے تھوڑے تھوڑے اشعار ذیل میں درج کر دیے جائیں جس میں جامی کا قصیدہ خود تنقید کا مرتبہ رکھتا ہے اُنھوں نے آخر قصیدے میں فیصلہ کر دیا ہے کہ کس کے قصیدے کا کیا پایہ ہے۔

marfat.com

خاقانی ؎

دلِ من پیر تعلیم ست و من طفلِ زباندانش
دم تسلیم سر عشر و سر زانو دبستانش

نہ ہر زانو دبستان ست و ہر دم لوح تسلیمش
نہ ہر دریا صدف دار ست و ہر نم قطرہ نیسانش

سر زانو دبستان ست چوں کشتی نوح آں را
کہ طوفان جوش درد است و جودی گرد دامانش

کسے کیں خضر معنی رہ ست و اہنگیر چوں موسیٰ
کفِ موسیٰ و آبِ خضر بینی در گریبانش

مرا ہمت چو خورشید ست شاہنشاہ ز ندبستا
کہ چرخش زیر رانست و سرِ عیسیٰ ست بر رانش

بلے خود ہمتِ درویش چوں خورشید می باید
کہ سامانش ہمہ شاہی ست و فارغ ز سامانش

زہے خضرِ سکندر دل ہوا تخت و خرد تاجش
خہے سرمست عاقل جاں بقا نزل و رضا خوانش

دد کون امروز دکاں نیست کحال شریعت را
کہ خود کحل الجواہر یا فتند انصار و اعوانش

بہ بندار کحل دیں خواہی کمر چوں دشتہ ہا دون
بہ پیشِ آنکہ ارواح اند ہاون کوب دکانش

ہمہ گیتی ست بانگ ہاون اما نشنود خواجہ
کہ سیماب ضلالت ریخت اندر گوش خذلانش

فلک ہم ہاون کحل ست کردہ سرنگوں گوئی
کہ منع کحل سائی را نگوں کردند زیں سانش

حق یہ ہی کہ اس خاقانِ ملک سخن نے اپنی قادر الکلامی اور بلند خیالی کا بے مثال نقش صفحۂ قرطاس پر کھینچ دیا ہی۔ بلحاظ شکوہ الفاظ۔ رفعت خیال۔ زور کلام۔ استعارات و تشبیہات کی موزونی۔ بندش کی چستی۔ اشعار کی برجستگی۔ فصاحت و بلاغت و متانت اور صنائع شعری کے خاقانی کا یہ قصیدہ بے بدل ہی۔

marfat.com

امیر خسرو ؎

دلم طفل ست و پیر عشق استاد زبان دانش — سواد الوحہ سبق و مسکنت کنج دبستانش
زباں داں پیر عشق آمد کہ ہر کہ آموخت مر او را — درونش لوح محفوظ ست و خاموشی ست برزبانش
ببازارِ فقیراں رو اگر نقد لیست در کیسہ — کہ چندیں تحفۂ گنج ست در ہر کنج دکانش
چو مرد از خود بروں آید گل و خارست یکرنگش — چو مست از ہوش فارغ شد شب و روزست یکسانش
ز دریاے شہادت گر نہنگِ لا برآرد سر — تیمم واجب آید نوح را در عین طوفانش
ز من گفتارِ دانا را جوابے ساختم لیکن — جوے آوردم و کاہی کہ ریزم پیش یکرانش
سخن زاں گونہ گفتم من بلند امروز در دہلو — کہ از خوابِ گراں بیدار گردستم بشروانش
مرا انصاف مطلوب ست نے تحسین ازیں معنی — کسے کو بگذرد ز انصاف باشد خصم یزدانش

خسروِ اقلیم معانی نے بھی اپنے قصر مرات الصفا کی آئینہ بندی اور زیب و زینت میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی ہے۔ اور جواہر زواہر معانی سے اُس کی آرائش و زیبائش اس طرح کی ہے کہ خاقان ملک سخن کے قصر معلیٰ کی رفعت شان سے ہم رتبہ ہو سکے۔ اور انصاف یہ ہے کہ اگر ہمتا نہیں، تو قریب قریب بام مراد تک رسائی حاصل کی ہے۔ لذت کلام نزہت خیال حسن ادا فصاحت و متانت اور صنائع شعری کے اعتبار سے ان کا قصیدہ بھی لاجواب جواب ہے۔

جامی ؎

معلم کیست عشق و کنج خاموشی دبستانش — سبق نادانی و دانا دلم طفلِ سبق خوانش

marfat.com

ز ہر کس نا ید ایں اوستادو شاگردی نہ ہر کوہے | بدخشاں باشد و ہر سنگ پارہ لعلِ بدخشانش
زباں جز بے زبانی نیست ایں نادر معلم را | دریغا در ہمہ عالم ندانم کس زباں دانش
دو شاخِ لا شود در کفر غل گردن ناک | چو بکشاید در الا بوحدت چشم عرفانش
میانِ لا و الا یک الف فرق ست و زینو | درالا آں الف بالا شمارد عقل یکسانش
سخن آں بود کز اول نہاد استاد خاقانی | بمہماں خانۂ گیتی پئے دانشوراں خوانش
چو در سیرِ معانی یافت خسرو سوئے آں خوردہ | ملاحتہائے او فگند شورے در نمکدانش
اگر امروز ایں خادم زبحر شعر تر آبے | پئے دست و زباں شستن بیارد نیست تاوانش

سخن سنج جام نے جو فیصلہ کیا ہے اُس سے بہتر فیصلہ اس زمانے کے لوگوں کا کیا ہوسکتا ہے۔ خاقانی نے خوانِ نعمت بچھایا۔ خسرو نے اُس کو نمک ڈال کر بامزہ بنایا جامی علیہ الرحمۃ نے کھانے والوں کے ہاتھ دھلوادیئے۔ اب ہم بھی قصائد کی بحث کو ختم کرتے ہیں۔

مثنوی | مثنوی میں بھی خسرو کا پایہ بہت ارفع ہے سادگی و صفائی کے ساتھ ساتھ ایک خاص جوش و اثر دل آویزی و دل ربائی ان کی مثنویوں میں پائی جاتی ہے۔ بیان کی سلاست زبان کی شوخی الفاظ کی موزونیت و ندرت۔ بندش کی نفاست۔ خیالات کی ہمواری عبارت کی روانی مثالوں کی چاشنی تمثیلوں کی برجستگی مواعظ و پند کی لمعیت و شیرینی اہل ذوق کو والہ و شیدا بناتی ہے۔

اصناف نظم میں مثنوی کی | مثنوی نظم کی بڑی صنف اور بہت قدیم صنف ہے باعتبار مضامین

marfat.com

اس کی تین قسمیں ہیں رزمیہ۔ بزمیہ۔ اور اخلاقی و صوفیانہ۔

رزم اور فردوسی | فردوسی کا شاہنامہ جو اُس کی تمام شاعرانہ قوت کا خلاصہ و جوہر ہے اُس میں رزم کی تصویر ایسی ہو بہو کھینچی ہے جس کا مقابل آج تک کوئی پیش نہ کر سکا اگرچہ اُس کے اس التزام نے کہ عربی آمیزش سے حتی الامکان زبان فارسی محفوظ رہے بہت سے ثقیل و نامانوس الفاظ داخل کر دیئے۔ لیکن رزم کی مثنوی میں فردوسی کی زبان سے اُن الفاظ کی ثقالت بھی ایسی ہی خوشنما و بیکر آرا رہی جیسے ایک نبرد آزما جنگ جو کے جسم پر جوشن و زرہ۔

فردوسی و یوسف زلیخا | محمود کے دربار سے جب فردوسی شکستہ خاطر ہو کر بھاگا تو اُس نے اپنی اُس زندگی میں یوسف زلیخا لکھی اور چاہتا تھا کہ بزم میں بھی اپنی عروس سخن کو اس جلوہ گری سے ظاہر کرے کہ رزم و بزم دونوں کا سکہ فردوسی ہی کے نام کا جاری ہو لیکن یہ حصہ کسی آیندہ آنے والے کا تھا۔ اس لئے اس کی سعی یوسف زلیخا میں کچھ کامیاب نہو سکی۔ بعض اس کی علت اُس کی شکستہ خاطری اور پریشان حالی قرار دیتے ہیں خیر سبب کچھ بھی کیوں نہو لیکن یہ تو ظاہر ہے کہ رستم و سہراب۔ بہمن و اسفندیار کے خنجر و شمشیر کا بیان کرنے والا لیلے کے تیغ ادا اور کمندِ گیسو کو کیونکر جان سکتا ہے اس لئے اس کا لکھنا نہ لکھنے کے برابر تھا۔

ہاں اُس قدر عشق کا بیان جس میں سپاہ منشی کی آن بان قائم رہے وہاں تک تو اُس کا قلم بے مثل مصوری کرتا ہے لیکن جس سے جہاں عشق نے قدم آگے

بڑھایا۔ بس فردوسی کا قلم کانپ اٹھتا ہے اگر کوئی فردوسی کے کمالات پر خاک ڈالنا چاہے تو اُس کی یوسف زلیخا سے جامی علیہ الرحمۃ کی یوسف زلیخا کا مقابلہ کرکے عوام کو بخوبی دھوکا دے سکتا ہے۔

صوفیانہ و اخلاقی مثنویاں مولانا رومی حکیم سنائی فرید الدین عطار کے رشحات قلم سے عالم وجود میں آئیں اور اس طرح مثنوی کی دو قسمیں بہ تمام وکمال زیور نظم سے آراستہ پیراستہ ہوگئیں۔ لیکن ان کی ایک قسم یعنی بزم و عاشقانہ وہ اپنی پوری آرائش و زیبائش کے لئے کسی زبردست قلم کی ہنوز منتظر تھی۔

مولانا نظامی اور مثنوی یہاں تک کہ ۵۳۳ھ میں مولانا نظامی گنجوی پیدا ہوئے ان کا خاندان ایک علمی خاندان تھا اور اس کے ساتھ شعر وسخن کا بھی گھر میں شغل رہا کرتا تھا۔ مولانا طالب العلمی کے ساتھ اشعار کی بھی مشق کرتے جاتے تھے

پچیس یا چھبیس برس کی عمر میں پہنچکر مخزن الاسرار تصنیف فرمائی۔ اور بہرام شاہ کے نام سے اُسے معنون فرمایا۔ پانچ ہزار دینار سُرخ ایک قطار شتر اور مختلف قسم کے کپڑے انعام پائے۔ یہ مثنوی صوفیانہ ہے فلسفۂ نظری و عملی کو صوفیانہ طرز میں بیان کیا ہے اگرچہ اس موضوع پر مولانا سے پیشتر اسلاف بہت کچھ لکھ چکے تھے لیکن رنگینی و مرصع کاری مولانا کے قلم سے ہونی تھی جیسا کہ مطالعہ مخزن الاسرار سے یہ وصف ظاہر ہوگا

مخزن الاسرار کے بعد شیرین وخسرو تصنیف ہوئی۔ اس سے فارغ ہوکر داستان لیلیٰ و مجنوں کو نظم کا جامہ پہنایا۔ پھر ہفت پیکر کی آراستگی فرمائی۔ آخر عمر میں سکندر نامہ

marfat.com

لکھ کر اپنے زورِ قلم کا ایک نمونہ چھوڑ گئے۔

مولانا نظامی کی جامعیت | اگرچہ مولانا کی ہمہ گیر طبیعت نے تمام اصنافِ سخن پر زورِ قلم دکھانا چاہا۔ غزلیں بھی کہیں قصائد بھی لکھے لیکن اصل مضمون مثنوی ہی جس میں مولانا کی طبع رواں عجیب عجیب خوش رنگ و خوشبو گل کھلاتی ہے۔

مثنوی میں نظامی کی خصوصیات | یہ نظامی ہی کی جدت آفریں طبیعت تھی جس نے شیریں و خسرو اور لیلیٰ مجنوں لکھ کر شاعری کو عشق و حسن کے مراحل و منازل بھی مثنوی کے سہارے طے کرا دیئے! اور مثنوی کی تیسری قسم جو ہنوز تشنہ تھی وہ نظامی کے چشمۂ فیض سے اب ایسی سیراب ہوئی کہ آج تک اس راہ کے پیاسے اسی چشمۂ صافی سے پیاس بجھاتے ہیں۔

مولانا نظامی سے قبل مثنوی کے لئے تین بحریں مخصوص تھیں شعرا جب مثنوی کہتے تو انھیں تین بحروں میں ان کے کلام کی روانی پائی جاتی۔ مولانا نے دو بحریں اور اضافہ کیں۔ مخزن الاسرار و ہفت پیکر کی بحریں مثنوی کو نظامی ہی کے دبیر قلم کی عطا کردہ ہیں شعرائے مابعد نے ان دونوں نئی بحروں کو بھی ویسا ہی قبول کیا جیسا کہ اس سے پیشتر کی تین بحریں مقبول تھیں اس طرح اب مثنوی کی پانچ بحریں ہو گئیں۔

علاوہ اس کے کہ یہ دو امور خصوصیات ملکہ اولیات نظامی ہیں نفس بیان ترکیب و نشست الفاظ، زورِ تشبیہ اور ندرت استعارہ۔ ان محاسن سے مولانا کا گنجینہ سخن مالا مال ہی۔ یہ وہ خوبیاں ہیں جن سے دورِ اول کا کلام بہت کچھ خالی تھا اگرچہ ایک

marfat.com

خلقی حسین آرائش کا محتاج نہیں ہوتا۔ لیکن جب وہی حسین آرائش کے ساتھ سامنے آتا ہی تو پھر دل پر کچھ اور ہی اثر پڑتا ہی۔

نظامی کے کلام میں وہ حسن بھی ہی جو قدماء کی مثنویوں میں تھا اور اس کے ساتھ ہی ساتھ اُسے سولہ سنگار سے ایسا آراستہ کیا ہی کہ اہل نظر کی نگاہ اُن سے ہٹنے نہیں پاتی۔ مولٰنا کے اس کمال کا سخن سنجوں نے ایسا صحیح اعتراف کیا کہ بزم شعرا میں انھیں خدائے سخن کا لقب ملا۔ اور یہ لقب مولٰنا کے ساتھ مخصوص اور آپ کے تخلص نظامی کا مرادف ہوگیا ہی۔

اقسام سہ گانہ مثنوی میں جس قوت جامعیت سے کہ مولٰنا کے قلم نے مضامین رنگین کے مینھ برسائے ہیں۔ اُن کا احاطہ ناممکن ہی۔ پھر جذبات کی مصوری واقعات کی تصویر کشی مولٰنا نے کچھ اس کمال و خوبی سے کی ہی کہ فردوسی جیسا واقعہ نگار بھی کہیں کہیں پیچھے رہ جاتا ہی۔ مولٰنا کے اس کمال کے دو نمونے ہدیۂ ناظرین ہیں۔

مثال اول | دارا جب غلاموں کے ہاتھ سے زخمی ہوتا ہی اور حالت نزع میں آخری سانس لے رہا ہی اُس وقت سکندر اُس کے پاس جاتا ہی اور دارا اُس سے کچھ کہتا ہی اس واقعہ کو فردوسی و نظامی دونوں نے بیان کیا ہی لیکن جو تصویر کہ مولٰنا کے قلم نے کھینچی ہی اُس کے خط و خال ایسے نمایاں ہیں کہ دارا کے جذبات جذبات معلوم نہیں ہوتے بلکہ گوشت و پوست سے درست ایک چلتی پھرتی صورت معلوم ہوتی ہی۔

marfat.com

فردوسی نے واقعہ یہ دکھانا چاہا ہے کہ مرتے وقت انسان کے تمام ولولے اور جوش فنا ہو جاتے ہیں بسترِ مرگ پر ایک فقیر و بادشاہ دونوں کے جذبات پہلو بہ پہلو ہوتے ہیں۔ اپنی بیکسی و بے مائگی پس ماندوں کی حیرانی و تباہی دونوں پر یکساں چھا جاتی ہے۔

اس لئے فردوسی دارا سے ایسے کلمات نقل کرتا ہے جس سے صرف دنیا کی بے ثباتی اپنی مجبوری انقلابِ دہر کا عبرت ناک سماں سمجھا جاتا ہے۔

برخلاف اس کے مولانا نظامی علیہ الرحمۃ اُس لطیف فرق کو نہایت خوبی سے بیان فرماتے ہیں جو شاہانہ و خسروانہ دماغ کے ساتھ مخصوص ہے وہ بھی تاسف و تحسر کے کلمات دارا کی زبان سے بیان کرتے ہیں لیکن شاہنشاہی اور کیانی تاجداری کی شان اُس میں مضمر ہے اور یہی نکتہ بیان کا کمال بلکہ سخن کی جان ہے۔ دونوں کے کلام سے سات سات شعر اس جگہ ثبوت کے لئے نقل کرتا ہوں۔

نظامی	فردوسی
اگر تاج خواہی ربود از سرم	زمین و زماں بندہ بد پیشِ من
یکے لحظہ بگزار تا بگزرم	چنیں بود تا بخت بد خویشِ من
مگرداں سرِ خفتہ را از سریر	چو از من ہماں بخت بیگانہ شد
کہ گردن گرداں بر آرد نفیر	ہمہ کاخ و ایواں چو ویرانہ شد

marfat.com

نظامی	فردوسی
تو اے پہلواں کآمدی سوے من	زنیکی جدا ماندہ ام زیں نشاں
نگہ دار پہلو ز پہلوے من	گرفتار در دست دشمن کشاں
کہ باآنکہ پہلو دریدم چو میغ	ز فرزند و خویشاں شدہ نا اُمید
ہمی آید از پہلویم بوئے تیغ	سیہ شد جہاں دیدگانم سفید
چہ دستت کہ باما درازی کنی	ز خویشاں کسے نیست فریادرس
بتاجِ کیاں دست بازی کنی	اُمیدم بہ پروردگار ست وبس
نگہ دار دستت کہ دار است ایں	بریں ست آئینِ چرخِ رواں
نہ پنہاں چو روز آشکار است ایں	اگر شہریاری وگر پہلواں
زمیں را منم تاج تارک نشیں	بزرگی بفرجام ہم بگزرد
مخنباں مرا تا نجنبد زمیں	شکار ست مرگش ہمی بشکرد

دیکھو فردوسی نے بجز اس کے کہ پہلے شعر میں اُس کا صاحبِ تخت واقبال ہونا بیان کیا ہی اس کے سوا اور کوئی کلمہ ایسا نہیں کہا جس سے ایک ایسے شخص کے جذبات کی خصوصیت معلوم ہوتی جس کا وجود ایک بہت بڑے شاہی خاندان کی یادگار تھا اور جس کی زندگی کی ہر حرکت وسکون سلطنت کیانی کا ایک تاریخی ورق تھا۔

برخلاف اس کے مولانا کا ہر شعر اس خصوصیت کے اظہار میں کیسا کامل ہی

marfat.com

جس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ ایک بادشاہ دمِ واپسیں تک بھی شاہی جذبات سے خالی نہیں ہوتا۔

مولانا نظامی کے کمال کی ایک دوسری مثال

اسی طرح اس واقعہ کو کہ خود سکندر قاصد کے لباس میں ایک دوسرے شاہانہ دربار میں جاتا ہے۔ پیام پہنچاتا ہے اور پہچان لیا جاتا ہے کہ یہ قاصد نہیں بلکہ خود سکندر ہے۔ لیکن سکندر انکار کرتا ہے۔ آخر میں شاہانِ عہد کی تصویریں نکالی جاتی ہیں اور سکندر کے پاس کوئی حجت نہیں رہتی ہے۔

اس واقعہ کو دونوں نے بعینہٖ لکھا ہے فرق صرف اس قدر ہے کہ مولانا نظامی نے نوشابہ کے دربار میں پہنچایا ہے اور فردوسی قیدافہ کی بارگاہ میں لیجاتا ہے لیکن واقعات کا تسلسل جو نظامی کے یہاں ہے وہ فردوسی کے یہاں بالکل نہیں پایا جاتا۔

فردوسی نے سکندر کو جو قاصد بنایا تو تھوڑی دیر کے لئے اُس کے شاہانہ حوصلے خسروانہ جذبات ملوکانہ اولوالعزمی شجاعانہ ہمت یہ سب ہیچ مچ فنا ہو گئے اور قاصدی کے جامہ میں آتے ہوئے حقیقتاً ہر طرح کا ضعف بھی اُس میں آگیا۔ چنانچہ قیدافہ کے دربار میں وہ جب پہنچتا ہے تو دربار کی آراستگی اور شاہانہ جاہ وحشم اُسے متحیر کر دیتا ہے۔ سطوت وہیبت شاہی سے وہ مرعوب ہو کر تمام مراسم قاصدی پورا کرتا ہے۔ لیکن اثنائے گفتگو میں بادشاہ کو خود بخود خیال ہوتا ہے کہ یہ صورت سکندر سے ملتی ہے اور وہ تصویر نکال کر دیکھتا ہے۔

marfat.com

مگر نظامی اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں کہ اگر بادشاہ کسی معمولی و کمتر شخص کے لباس میں بھی آجائے تو شاہانہ دماغ کے لوازم اُس حال میں بھی اُسے اہل بصیرت کی نگاہوں میں ممتاز رکھتے ہیں۔

اس لئے سکندر جب نوشابہ کے دربار میں پہنچا تو سجدہ برسم قاصداں بجا نہ لاسکا طرز کلام میں اُس کے جو وقار و جرأت پائی جاتی تھی اُس میں شان قاصدوں کی نہ تھی۔ اس سے نوشابہ کو حیرت ہوتی ہے اور خیال گزرتا ہے کہ یہ جرأت بادشاہوں جیسی ایک قاصد میں کیونکر ہوسکتی ہے۔ اس خیال کی بنا پر وہ کہتی ہے ؎

کہ صد آفریں بر نوشابۂ دلیر — کہ پیغام خود میگزاری چو شیر

میانجی نہ شاہِ آزادۂ — فرستندۂ نہ فرستادۂ

سکندر انکار کرتا ہے۔ قاصد ہونے پر مصر ہے اور سکندر کی عظمت و جلال کا خطبہ پڑھتا ہے تب نوشابہ تصویر منگواتی ہے سکندر کی تصویر اُس کے روبرو رکھ دیتی ہے اب وہ حیران ہوتا ہے۔

غرض یہ کہ فردوسی جو مثنوی کے باب میں پیغمبر تسلیم کیا گیا ہے اور جس کے کلام کی پختگی خیالات کی بلندی جذبات و احساسات کی مصوری ایک امر مسلم ہے نظامی نے اُس اُستاد مسلم کے ساتھ میدانِ رزم میں مسابقت کی اور اس میں

marfat.com

شک نہیں کہ اُن تمام مقامات پر جہاں اُس سے کچھ بھی کمی رہ گئی تھی نظامی نے اُسے پورا کرکے ایک قدم اپنا آگے بڑھالیا۔ بہت سی جگہوں میں اُس کے دوش بدوش ہے۔ لیکن جو میدان کہ فردوسی کا خاص ہو چکا تھا اور اُس کے کلام کی بلندی اُس حد تک پہنچ گئی تھی کہ جس سے ترقی ناممکن تھی وہاں رزم میں البتہ نظامی سے اُس کے کلام کی فوقیت نمایاں ہے۔

بہرحال فردوسی و نظامی کا سکندرنامہ و شاہنامہ سے مقابلہ مقصود نہیں اور حق تو یوں ہے کہ ایک ایسے جوہر کا جسے حکاک نے تراش خراش کر مجلے بنایا ہو اُس کا ایک کان جواہر سے کیا مقابلہ۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ نظامی کی ہمہ گیر طبیعت کا صحیح اندازہ ناظرین کو ہو جائے اور یہ معلوم رہے کہ ان کی پُرزور طبیعت فردوسی کے چمن سے گزرتے ہوئے وہاں پہنچکر گل کھلاتی ہے جس جگہ فردوسی پہنچنے سے کانپ اُٹھتا ہے۔

مولنا نظامی کی جامعیت بمقابلہ فردوسی

مولنا نظامی قصائد لکھتے ہیں غزلیں کہتے ہیں۔ مثنوی عشقیہ اخلاقی و صوفیانہ تصنیف کرتے ہیں اور اپنی سحرالبیانی کا خراج تحسین باکمال اساتذہ سے وصول کرتے ہیں لیکن فردوسی کا قلم جب رزم سے کسی دوسری طرف کا قصد بھی کرتا ہے تو تھرا اُٹھتا ہے شق ہو ہو جاتا ہے۔ یہی حال دوسرے مثنوی کہنے والے شعرا کا نظامی کے مقابلہ میں ہے۔ ہر ایک مثنوی گو ایک ایک صنف مثنوی پر قدرت

marfat.com

رکھتا ہے لیکن اقسام سہ گانہ مثنوی پر قوت وشوکت کے ساتھ صرف نظامی ہی کا قلم رواں ہے۔

خمسہ نظامی کا سو برس تک جواب نہ ہو سکا

الغرض اس خدائے سخن کی پانچ مثنویاں جو خمسہ نظامی کے نام سے مشہور ہیں ۵۹۷ھ میں مکمل ہو کر ایسی مقبول خاص و عام ہوئیں کہ ان کا جواب غیر ممکن سمجھا جانے لگا۔ اور اس طرح یہ خمسہ نظامی سو برس تک انا ولا غیری کا مدعی رہا۔ اب سو برس بعد تلک الایام نداولھا بین الناس کا یوں ظہور ہوتا ہے کہ حضرت امیر خسرو علیہ الرحمہ اس میدان میں قدم رکھتے ہیں اور اس جوش و مستی سے بادیہ پیمائے سخن ہوتے ہیں کہ باوجود مشاغل گوناگوں و تصانیف متنوعہ تین برس سے کم عرصے میں نہایت کامیابی کے ساتھ خمسہ نظامی کی منزل سے قریب اپنے خمسہ خسروی کا خیمہ نصب کر دیتے ہیں۔ ذالك فضل الله یوتیه من یشاء والله ذوالفضل العظیم

بیان مثنوی میں یہ صفحات جو فردوسی و نظامی کے متعلق لکھے گئے ان سے صرف اس امر کا ظاہر کرنا مقصود تھا کہ اقسام نظم میں مثنوی اپنے ایسے مرتبۂ کمال پر پہنچ گئی تھی کہ سو برس کے عرصہ میں جس قدر بھی کہ شعرا گزرے انہوں نے قصائد کہے غزلیں کہیں اور اسلاف سے کہیں زیادہ اپنے کلام کو محاسن و لطائف سے آراستہ کیا لیکن مثنوی کے ارادے سے جب نظامی کے خمسہ پر نظر ڈالتے تو حواس خمسہ جواب دے جاتے۔

marfat.com

حالانکہ اصناف نظم میں سب سے زیادہ مفید مثنوی ہی کی صنف تھی مسلسل مضمون اسی میں بیان ہوسکتا ہے اور اسی لئے شعرائے ایران نے مثنوی کی قسم ایجاد کی تا کہ واقعات و حالات تاریخی نظم کی دل آویزی سے مرغوب و پسندیدہ ہوکر بقا کی صورت میں آجائیں لیکن نظامی کے کلام کی بلندی نے سب کے حوصلے اس طرح پست کر دیئے تھے کہ مثنوی کی صنف قریب تھی کہ معدوم ہوجائے۔

یہ خسرو علیہ الرحمۃ کے کمال و زور بیان کا احسان ہے کہ عالم نظم میں سو برس بعد پھر مثنوی کا دورہ آیا۔

خسرو کا احسان اور مثنوی کی دوبارہ زندگی

خسرو علیہ الرحمۃ نے اس خزینۂ نظم کے ابواب اپنی خداداد قابلیت سے اس وسعت و فراخی سے مفتوح کر دئے کہ آج تک شعرا اپنے اپنے حوصلہ و استعداد کے مطابق اس سے حصہ پا رہے ہیں۔

مثنوی پر یہ احسان حضرت خسرو علیہ الرحمۃ کا ہے جن کے قلم اعجاز رقم نے پھر اسے ایسا زندہ کیا کہ آج تک یہ مردہ نہ ہوسکی۔ خسرو علیہ الرحمۃ کے کلام میں اگر خمسۂ خسروی کے سوا اور کچھ نہ ہوتا تو بھی اُن کے کمال کا مسلم ہونا ظاہر تھا۔ اس لئے کہ نظامی علیہ الرحمۃ کے بعد مثنوی گوئی کا ارادہ شاعری کے لئے کچھ آسان نہ تھا۔

مولانا نظامی کی تمام عمر کا جسے سرمایۂ ناز اور اُن کے چمن شاعری کا گل سرسبد کہا جاتا ہے وہ صرف مثنوی ہے۔

مولانا کی طبیعت میں نظم کی اس صنف سے خاص لگاؤ تھا اطمینان و فراغ

marfat.com

خاطر سے مشق اس کی بڑھاتے رہے یہاں تک کہ کلام کی بلندی اُس مرتبہ پر پہنچی کہ خدائے سخن کا لقب ملا لیکن خسرو علیہ الرحمۃ جنھیں اپنا وقت صبح سے شام تک دربار شاہی میں بسر کرنا ہوتا تھا اور اُس کے بعد جب مہلت و فرصت ملتی تو اُسے اپنے شیخ طریقت کی خدمت میں سعادت اندوز فرماتے۔ اسی کشاکش وضیق وقت میں جو لمحات کہ مل جاتے اُن میں شاعری کی طرف توجہ ہوتی۔

انصاف شرط ہی کہ ایک ایسے شخص کا خمسۂ نظامی کے مقابل جو اُن کی عمر کا سرمایہ ہی تین برس میں خمسہ طیار کرنا کیا کرامت نہیں ہی۔

اس بحث کو ہم یہاں چھیڑنا نہیں چاہتے کہ خسرو کا خمسہ کہاں تک کامیاب ثابت ہوا۔ اس لئے کہ اس رسالہ کے آخری حصہ میں مبسوط بحث اسی مضمون پر ہی ہفت پیکر و ہشت بہشت کا سیر کن مقابلہ کیا گیا ہی یہاں صرف اس قدر بیان کرنا ہی کہ خسرو علیہ الرحمۃ نے جب یہ دیکھا کہ شاعری کی ایک مفید صنف معدوم ہوئی جاتی ہی نظامی کی ہیبت کسی کو قلم اُٹھانے کی اجازت نہیں دیتی تو آپ نے بسم اللہ کہہ کر ہمتِ مردانہ سے کام لیا۔ اور الحمد للہ کہ آپ کی سعی مشکور ہوئی جیسا کہ خمسہ کی پہلی مثنوی مطلع الانوار میں فرماتے ہیں ؎

گرچہ بملکِ سخن از پنج گنج	نوبتِ آں گنجہ نشیں گشت پنج
نوبت خسرو کہ پسیچش نواست	پنجہ زنِ نوبتِ آں خسرو ست
سازم ازاں ساں بسرائے بپنج	پنج کلید از پے آں پنج گنج

marfat.com

کا پنجہ بہر گنج بو د ناپدید — فتح شود ہم بزبانِ کلید

آں نمط آرم کہ ہمہ ناقداں — فرق ندانند ازیں تا بداں

ملکِ کہن راچو گرفتم بہ تیغ — گوہرِ خود نیز فشاندم چو میغ

خسرو علیہ الرحمۃ نے مولانا نظامی کے خمسہ کو پانچ خزانے بتایا ہی اور اپنے خمسہ کو اُن خزانن کی کنجیاں یہ استعارہ اُس وقت اور بھی لطف دے جاتا ہی جب یہ دیکھا جائے کہ بعد خسرو علیہ الرحمۃ کے ستر سے بھی زیادہ خمسۂ نظامی کی طرز پر مثنویاں لکھی گئیں۔

منقولۂ بالا اشعار کے پچھلے دو شعروں سے یہ مقصود ہی کہ نظامی کی روش لفظاً و معناً اس طرح اختیار کی جائے اور بیان ایسا رنگین و مرصع ہو کہ تابع و متبوع میں فرق نہ معلوم ہو۔ پھر صرف یہی نہیں کہ محض اتباع نظامی اس خمسہ کا کمال ہو بلکہ خود اپنی مجتہدانہ قابلیت کا بھی ثبوت اس میں دیا جائے۔ چنانچہ جہاں خسرو کی ہمہ گیر طبیعت نے نظامی کی روش فتح کی ہی وہاں خزائن خسروی کے خاص جواہر بھی آیندہ آنے والوں کے لئے مینھ کی طرح برسا دیئے ہیں پس خسرو کا یہ کہنا بالکل صحیح ہی کہ ؎

ملک کہن راچو گرفتم بہ تیغ — گوہرِ خود نیز فشاندم چو میغ

اس امر کا ثبوت کہ خسرو نے جو کچھ اپنی مثنویوں علی الخصوص خمسہ کے متعلق کہا ہی وہ صرف جذبات شاعرانہ کی نغمہ سرائی نہیں ہی بلکہ ایک امر واقعی کا سچا اور حقیقی بیان ہی اُس حصہ کتاب میں ثابت ہو جائے گا جہاں نہایت تفصیل سے نظامی و خسرو کے

marfat.com

اشعار کا مقابلہ کیا گیا ہی۔

صنف مثنوی پر احسان خسروی کی تفصیل

لیکن اس جگہ مجمل طور پر اس کا اظہار ضروری ہی کہ صنف مثنوی پر وہ کونسا خاص احسان ہی جسے خسرو کی گوہر افشانی کہی جائے۔

(۱) ابھی یہ مضمون بیان ہو چکا ہی کہ قدما کے کلام میں مثنوی کے لئے صرف تین بحریں تھیں نظامی علیہ الرحمۃ نے دو بحریں اُس پر اضافہ کر کے مثنوی میں وسعت پیدا کی۔

بحور مثنوی میں ازدیاد

خسرو علیہ الرحمۃ کا جب زمانہ آیا تو آپنے پانچ پر دو بحریں اور بڑھائیں اور اس طرح مثنوی کے لئے سات بحریں ہو گئیں پھر آپنے ایک مثنوی لکھی جس کا نام نہ سپہر قرار دیا اور اُس میں دو نئی بحریں اور بھی اضافہ کیں اس طرح چار تازہ بحریں مثنوی کو خاص خزانۂ خسروی سے عطا ہوئیں۔

(۲) نظامی کے عہد تک یہ دستور تھا کہ عنوان محض سادہ ہوتے مثلاً حمد نعت مدح سلطان وقس علیٰ ہذا۔ اسی قدر عبارت عنوان کے لئے کافی سمجھی جاتی۔

عنوان میں جدت

لیکن خسرو علیہ الرحمۃ نے اس میں بھی ایک جدت پیدا کی۔ آپنے اپنی مثنویوں میں عنوان کو ایک عجیب دلکش و رنگین نثر میں لکھا ہی دیکھو اسی ہشت بہشت کے عنوانات۔

چنانچہ مثنوی مطلع الانوار میں اپنی اس ایجاد کو خود فرماتے ہیں ؎

[illegible] نظم خود [illegible] از گہر نثر کنم خانہ پُر

marfat.com

ہر یہ نولسیم بسر داستاں   راست کنم رہ زپئے راستاں
تاقلمِ ہر کہ دوا دو کند   پس روی این روشِ نو کند

اس طرح عنوان قائم کرنے سے ایک یہ لطف بھی پیدا ہو گیا کہ جب پڑھنے والا ایک مضمون ختم کر لیتا ہے اور دوسرا شروع کرنا چاہتا ہے تو عنوان جو نثر میں تحریر ہے اپنی عبارتِ رنگین سے ذوقِ مذاق میں چاشنی پیدا کر دیتا ہے اور اس تبدیلیِ ذائقہ سے طبیعت میں تازگی آ جاتی ہے۔ مسلسل ایک ہی بحر میں اشعار جو آتے جاتے ہیں اُن سے تکان و سیری پیدا ہونے نہیں پاتی۔ پھر عنوان کا بیان و مضمون پر حاوی ہونا اور اُن حدود سے کم و بیش نہ ہونا جو عنوان سے مفہوم ہوتا ہے ایک عجب متکلمانہ کمال ہے۔

مثنوی نہ سپہر و قران السعدین میں یہ طرز اختیار کیا گیا ہے کہ ہر عنوان پر ایک ایک شعر لکھتے چلے گئے ہیں۔ اگر اُن تمام عنوانوں کے اشعار مسلسل جمع کر لئے جائیں تو ایک پر زور قصیدہ ہو جاتا ہے۔ اس طرح بعض مثنویاں ضمن عنوان میں ایک فصیح و بلیغ قصیدہ بھی رکھتی ہیں۔

عنوان کا اپنے بیان و ماتحت مضمون پر حاوی و محیط ہونا یہاں بھی پایا جاتا ہے حال آنکہ قصیدہ نگاری نے اس راہ کو سخت سنگلاخ کر دیا تھا۔

فن تقریر و تحریر کے نقاد اس کمال کی البتہ داد دے سکتے ہیں کہ عنوان و موضوع کے اندر رہ کر اس طرح لکھنا یا بولنا کہ نہ تو موضوع سے کلام بڑھ کر نکلنے پائے نہ بیان کسی پہلو سے تشنہ رہ جائے، کس قدر اہم و معرکتہ الآرا ہے۔

marfat.com

غرض تحریرِ عنوان کا یہ جدید و دل پذیر طرز خاص ایجادِ خسرو علیہ الرحمۃ ہے۔ اگرچہ جس طرح اس کے موجد ہونے کا انتساب خسرو علیہ الرحمۃ کی طرف ہے اسی طرح اس کے خاتم بھی وہی ہیں (اس لئے کہ آئندہ آنے والے اس کی تقلید نہ کرسکے) لیکن اگر غالب دہلوی کی اردو تحریر کی روش پچھلے نہ اختیار کرسکے تو اس سے غالب کی ایجاد اور کمال میں کیا نقص لازم آتا ہے۔

(۳) واقعات تاریخی یا قصص ماضیہ کو جن شعرا نے کہ نظم کیا مثلاً شاہنامہ سکندر نامہ اور یوسف زلیخا وغیرہ ان کا مرتبہ نظم میں آکر بہت ہی گر جاتا ہے لوازم شاعری کا ایسا ہجوم ہوتا ہے کہ واقعات کی صورت بالکل متغیر و متبدل ہو جاتی ہے ایسی مثنویوں سے شاعری کی ترقی، زبان کی صفائی، محاورات کی چاشنی، بندش کی چستی البتہ حاصل ہوئی لیکن علمی و تاریخی فائدہ اُس سے حاصل نہ ہوسکا۔

مثنوی میں صحیح دلچسپی تاریخ

خسرو علیہ الرحمۃ کی مثنوی نگاری میں یہ بھی ایک کمال ہے کہ جہاں شعرائے سلف کی روش پر قصص منظوم فرمائے، وہاں شاعری و مثنوی گوئی سے ایک صحیح افادہ بھی فرما گئے۔ چند ایسی مثنویاں ہیں جن سے قطع نظر محاسن مثنوی کے تاریخی حالات نہایت محققانہ و ناقدانہ حیثیت سے معلوم ہوتی ہیں مثلاً خضر خاں و دیول دی، تغلق نامہ، نہ سپہر، قران السعدین وغیرہ۔

ان کتابوں میں اُس عہد کے واقعات و حالات، سلطنت و سلاطین کی روش ارکین و اعیان دولت کا طرز اس تحقیق و خوبی سے نظم کیا ہے کہ آج اُس عہد کی بہت سی

marfat.com

تاریخی باتوں کا صحیح پتہ انھیں مثنویوں سے چلتا ہے۔ کتنی تاریخیں ہیں جن کی تصحیح کا ماخذ وہی مثنویاں ہیں۔

ہندوستان کے اس عہد کی تاریخ کا جس نے ناقدانہ و محققانہ مطالعہ کیا ہے وہی شخص ان مثنویوں کو پڑھ کر صحیح داد خسرو کی شانِ مورخانہ کی دے سکتا ہے۔

سلاست (۴) سلاست و صفائی اگرچہ دورِ ثانی کے کلام میں پیدا ہو چکی تھی لیکن نظامی علیہ الرحمۃ کی مثنوی میں کتنے مقامات ایسے پر پیچ ہیں جن کی گرہ شروح کے ناخن آج تک نہ کھول سکے مثلاً

سکندر نامہ میں جشنِ نوشابہ استعارات و تشبیہ کے ندرت میں ایک بے مثل بیان تسلیم کیا گیا ہے لیکن انھیں چند اوراق میں کتنے اشعار ایسے ہیں کہ آج تک ان کا صحیح حل نہ ہو سکا۔ شارحین بہت کچھ لکھتے ہیں لیکن پھر بھی حضرت نظامی کی روح سے بہ ادب تمام معافی ہی مانگنی پڑتی ہے۔ لیکن خسرو کی مثنویوں کو پڑھو۔ باوجود کثرت صنائع بدائع (جو ان کا روزمرہ ہے) بیان میں ایسی سلاست و صفائی ہے جس طرح سمندر کا شفاف پانی۔

شاعری میں مذہب و علم کا لحاظ (۵) سب سے بڑی خصوصیت ان میں یہ ہے کہ ان کی مثنویوں میں شاعری تحقیقات علمیہ و مسائل اسلامیہ پر کہیں غالب نہیں ہونے پاتی۔ ان کا قلم کہیں سے لغزش نہیں کرتا۔

مولٰنا نظامی نے (جن کا فضل و تقدس اظہر من الشمس ہے) مثنوی

marfat.com

ہفت پیکر میں جو حضرت سلیمان علیہ السلام کا قصہ بیان کیا ہے مذہبی نقطۂ نظر سے سخت قابل گرفت ہے لیکن یہ وہ اتہام شاعری ہیں جن سے شعرا کا کلام خالی نہیں ہوتا ہاں یہ خسرو علیہ الرحمۃ کا کمال ہے کہ شاعری کے تمام اسلحہ ان کی سرکار میں سب سے زیادہ رواں لیکن علم و مذہب اُن کے حملے سے بالکل مامون و مصئون۔

وصف نگاری کا ایجاد | (۶) وصف نگاری کا ایجاد بھی خسرو ہی کی قوت فکریہ و صحیح تخیل کا نتیجہ ہے شعرائے سلف محسوسات و موجودات خارجیہ کی لفاظ میں تصویر کشی نہیں کرتے تھے حال آنکہ یہ چیزیں بھی اس کی مستحق تھیں کہ ان کے بیان سے بھی نظم کا چمن آراستہ کیا جاتا مثلاً

کسی شہر کے سواد کا اس طرح بیان کرنا جس سے اُس کا شوق دلوں میں پیدا ہو جائے یا وہاں کے پھول پھل کا بیان یا وہاں کی عمارتوں کا بیان۔ خسرو علیہ الرحمۃ نے قران السعدین میں اس طرح کے بہت سے مضامین نظم کیے ہیں شہر دہلی کی تعریف۔ اہل شہر کی تعریف، وہاں کی مسجد کی تعریف، کشتی کی تعریف کاغذ کی تعریف، منارہ کی تعریف وغیرہ وغیرہ۔ اس طرح کے کیثر مضامین اُس مثنوی میں ہیں اور اس کا نام خسرو نے وصف نگاری رکھا ہے۔

جس طرح کسی شے کی تصویر اپنی اصل سے زیادہ دلکش ہوتی ہے اسی طرح اُس کا نظم میں بہ تمام و کمال بیان بھی ایک خاص لطف پیدا کر دیتا اور شاعر کی قوتِ متخیلہ اور زور بیان سے خبر دیتا ہے۔ اس لئے خسرو علیہ الرحمۃ نے اس کی طرف

marfat.com

توجہ کی اور اس بیان میں بھی اپنا کمال ظاہر کر دیا چنانچہ خود فرماتے ہیں ؎

بود در اندیشۂ من چند گاہ
کز دلِ دانندہ حکمت پناہ

چند صفت گویم و آبش دہم
مجمعِ اوصاف خطابش دہم

طرزِ سخن را روشِ نو دہم
سکۂ ایں ملک بہ خسرو دہم

الغرض اس طرح کی بہت سی خصوصیات ہیں جن کا ایزاد و ایجاد خسرو کی مجتہدانہ جدت آفریں طبیعت کا نتیجہ ہے۔

سلاطین میں خسرو کی مثنویوں کی قدر دانی

اب ہم اس بیان کو صرف اس ایک مضمون پر ختم کرتے ہیں کہ خسرو کی مثنوی نگاری کی ان کے زمانے میں کیسی قدر ہوئی اس کے لئے صرف قطب الدین خلجی کی قدر افزائی ایک روشن بیان ہے۔

اس بادشاہ نے مثنوی نہ سپہر کے صلہ میں ہاتھی کے وزن سے ان کو سونا تول دیا چنانچہ خود قطب الدین کی زبان سے اُسی نہ سپہر میں کہتے ہیں ؎

بتاریخ ہمچوں من اسکندرے
کند ہر کہ آرائشِ دفترے

زر گنج گراں مایۂ بے شمار
دہم بار پیلش آں پیل بار

مرا خود دریں رہ پدر شد دلیل
کہ میداد زر ہمتراز وے فیل

شناسد کسے کش خرد رہنموں
کہ از پیل بارست وزنش فزوں

چو میراث شد پیل زر دادنم
نہ زیباست زیں سہل تر دادنم

بادشاہ کی اس قدر افزائی کا اُسی مثنوی میں یوں شکریہ ادا کرتے ہیں ؎

marfat.com

شہا گنج بخشا کرم گسترا
معانی شناسا سخن دادرا

مرا عمر کز شصت بالا گزشت
ہمہ پیشِ شاہانِ والا گزشت

زشاہاں کسے اولم کرد یاد
معزالدنا بودشہ کیقباد

ازاں پس زفیروزہ چرخِ بلند
شدم پیشِ فیروز شہ ارجمند

ازاں پس کہ در شہ ستائی شدم
تونگر زگنجِ علائی شدم

شد اکنوں کہ اقبال ہمدم مرا
نوازندہ شد قطبِ عالم مرا

چنیں بخششی کز تو جم یافتم
زشاہانِ پیشینہ کم یافتم

کنوں لابد از سحر سنجے چو من
باندازۂ بخشش آید بمن

جریدہ بریں پیش پرداختم
چو ایں نامۂ خاص کم ساختم

خسرو کے کلام کی قدر افزائی جیسی کہ ان کے عہد میں ہوئی زمانہ مابعد میں بھی اُس کی عظمت و عزت وہی قائم رہی۔ چنانچہ خسرو کا تغلق نامہ جب کہ اُس کے چند اوراق فنا ہو گئے اور جہانگیر نے اپنے عہد ۱۰۱۱ھ میں اُسے کچھ نامکمل پایا تو اُس کے دل میں یہ تڑپ پیدا ہوئی کہ کسی طرح یہ مثنوی مکمل ہو جائے۔ شعرائے دربار سے فرمائش کی ہر ایک نے طبع آزمائی کی لیکن حیاتی کا کلام بادشاہ نے پسند کیا۔ اگرچہ خسرو کے کلام میں کوئی پیوند تو کیا لگا سکتا ہے لیکن پھر بھی اُس کے کلام کی شائستگی و متانت اس درجہ پر تسلیم کی گئی کہ اوراق گم شدہ کی جگہ حیاتی کا کلام پیوند کر دیا گیا۔ بادشاہ نے اس صلے میں حیاتی کو چاندی سونے میں رکھ کر تول دیا۔ چنانچہ کسی شاعر نے اس واقعہ کو نظم کیا

marfat.com

اور تاریخ یہ کہی۔ "شاعرِ سنجیدۂ شاہی"۔

ملک و قوم میں قدردانی خسرو کے کلام کی سلاطین و سلطنت نے جو عزت کی وہ ان دونوں عطایائے شاہی سے ظاہر ہے فارسی داں دنیا کی قدردانی اس سے واضح ہے کہ خسرو کی بہت سی مثنویاں بارہا مختلف مطابع میں طبع ہوئیں اور ہاتھوں ہاتھ قدردانوں تک پہنچ گئیں۔

اس بے توجہی ولاپروائی و بدمذاقی کے زمانے میں بھی جسے فارسی کا کچھ بھی مذاق ہے یا جہاں کہیں کتب خانے ہیں ایک ایک کتاب کے متعدد قلمی نسخے موجود ہیں اور یہ خصوصیات کچھ ہندوستانی کتب خانوں کی نہیں ہے بلکہ یورپ کا بھی کتب خانہ تصانیف خسرو سے معمور ہے۔ خدیو مصر کے کتب خانے کی فہرست جب دیکھی گئی تو اُس سے یہ معلوم ہوا کہ عرب نے اپنے عجمی بھائی کے عجمی کلام کی خود اہل عجم سے کچھ کم محبت و حفاظت نہیں کی ہے بلکہ بعض خصائص جزئیہ میں وہ ممتاز خصوصیت رکھتے ہیں۔

تھوڑی کوشش سے ایک ایک کتاب کے دس دس اور بارہ بارہ نسخے تو خود کالج میں فراہم ہو گئے۔ کتنے گھر ابھی ایسے ہیں جہاں اور بھی نسخے موجود ہونگے بعض کا تو ہمیں علم نہوا اور بعض جگہ انکار و اخفا ہی کچھ کمال سمجھا گیا۔ چنانچہ بہار شریف میں خمسۂ خسرو کا موجود ہونا جب معلوم ہوتا ہے تو اُس وقت مولانا رشید احمد صاحب انصاری پروفیسر کالج علی گڑھ نہایت شوق و ذوق میں سفر کرتے ہیں۔ بہار شریف پہنچکر صاحب کتاب سے ملتے ہیں۔ کتابیں دیکھتے ہیں۔ چند روز کے لئے کالج لانے کی ہر سعی جائز کرتے ہیں ہر طرح کی ضمانت پیش کرتے ہیں لیکن افسوس کہ وہاں سے خمسہ

marfat.com

کالج نہیں پہنچ سکتا۔

عزیزان وطن! صدیوں بعد جب کہ مذاق سخن باقی نہ رہا کتابیں پنساریوں کی دوکانوں میں پہنچ کر پڑیاں باندھنے کے مصرف میں آنے لگیں قدیم علمی خاندان ویران ہوگئے مصائب و آفات نے گھر کے گھر تباہ کر دیئے۔ بہت سے قیمتی جواہر جنھیں اسلاف نے صدیوں میں کمایا تھا یکسر غارت ہوگئے۔ خسرو کی مثنویوں کا اس وقت تک باقی رہنا اُس کے کمال مقبولیت وگرانمائگی کو مشعر ہے۔ رہا اس کا گلہ کہ سیکڑوں نسخے کیوں نہ ملے۔ تلاش وجستجو کی زحمت ہی کیوں ہوئی۔ اس کساد علمی کے زمانے میں ایک امر فضول ہے ؎

ہم مٹ گئے تو پرسشِ نام ونشاں ہے اب | اس کی تلاش کر کہ محبت کہاں ہے اب

اب اس پہلو سے بھی ایک نظر ڈالنی ضروری ہے کہ خسرو کی تصنیف سلسلہ تعلیم و تعلم میں کہاں تک مقبول ہوئی۔

سلسلہ تعلیم میں مقبولیت

سلسلہ تعلیم میں آپ کی مثنوی قران السعدین جو سب مثنویوں سے مقدم ہے ویسی ہی مقبول ہوئی جیسا کہ سکندر نامۂ مولانا نظامی۔ بڑے بڑے فضلائے اجل نے اُس کے حواشی وشروح لکھیں۔ وقتِ تصنیف سے اُس وقت تک کہ علوم مشرقی کی تعلیم ہندوستان میں جاری رہی قران السعدین داخل نصاب فارسی تھی۔ واقعہ ہے کہ یہ مثنوی نہایت ہی دلچسپ ہے۔ یہ صرف اپنا تاریخی ہی پہلو نہیں رکھتی ہے بلکہ گوناگوں مضامین پر مشتمل ہے اور انھیں تنوعات نے اسے اس قدر مقبول بنا دیا ہے

marfat.com

نفسِ قصہ میں تو کوئی خاص دلچسپی ہی نہیں۔ اس لئے کہ باپ بیٹے کا دکھڑا ہی کیقباد بغرا خاں کا بیٹا سعادت فرزندی کو ترک کرکے باپ کے مقابلے میں آتا ہے۔ دہلی سے چل کر سرجو کے کنارے اس کی فوج پڑاؤ ڈالتی ہے۔ کچھ پیام و سلام کے بعد باپ بیٹے میں موافقت و مصالحت ہوجاتی ہے۔

اب کیقباد یہ چاہتا ہے کہ یہ بیہودہ واقعہ میری زندگی کا ایک باافتخار کارنامہ بن کر مشہور ہو۔ اسی خیال کی بنیاد پر خسرو سے نظم کرنے کی فرمائش کرتا ہے۔ یہ خسرو ہی کا کمال ہے کہ واقعات کو حقیقت کے دائرہ میں قائم رکھ کر اس طرح اس قصے کو نظم کیا ہے کہ کیقباد کی رندانہ زندگی اس کے عہد کی سرمستی اور اس کی تعیش پسند زندگی کا اہلِ شہر پر اثر سب کچھ اپنے لطف بیان سے لطیف پیرایہ میں کہہ گئے۔

اس مثنوی کی بحر اگرچہ وہی ہے جو نظامی کے مخزن الاسرار کی ہے لیکن اسلوبِ بیان، ترتیب مضامین خاص خسرو کا ایجاد ہے۔ یہ اسی ایجاد کا نتیجہ ہے کہ قران السعدین اس قدر مقبول ہوئی۔ اگرچہ اس ایجاد سے یہ نقص ضرور کتاب میں پیدا ہوگیا کہ کہیں کہیں واقعہ کا تسلسل باقی نہیں رہتا لیکن ایسے پھیکے و بدمزے قصے کے لئے تسلسل ایسا ضروری نہ تھا جیسا کہ دل آویز و دل پذیر ہونا ضروری تھا۔

قران السعدین کی پسندیدگی کی وجہ

قران السعدین نظم کے تین اصناف پر محیط ہے۔ قصیدہ، غزل، مثنوی اس طرح اس کتاب میں اقسام ثلثہ نظم کا لطف آتا ہے۔ جو قصہ کہ نظم کیا گیا ہے وہ خود ہندوستان کی صحیح اور سچی داستان ہے۔ اپنے ملک کے واقعات سے

marfat.com

دلچسپی ایک امر فطری ہے۔ پھر مضامین میں اس قدر تنوعات ہیں کہ ہر طرح کے خیالات موجود۔ کہیں بہار کا ترانہ ہے اور اس کی نسیم کی عطر فشانی۔ کہیں لو کی لپٹ اور بادِ خزاں کے جھونکے۔ کسی جگہ سیرِ دریا اور کشتی کی روانی ہے اور کسی جگہ ساقی و جام کی گردش سے مستی و مدہوشی۔ صرف وصف نگاری کی تحت میں چالیس سے زیادہ اشیاء کا بیان آگیا ہے۔ لطف یہ کہ ان سب چیزوں کا تعلق ہند کی ہی خاک سے ہے۔ پھر کیوں ایسی کتاب مطبوع عام و خاص نہ ہوتی۔ ہر شخص کے جذبات کی ضیافت کا سامان جس چیز میں جمع ہوگا اُسے ہر شخص ضرور پسند کرے گا۔ قران السعدین کی یہی بوقلمونی اس کی شہرت و ہمہ گیری کی قوی و اصلی علت ہے۔ اس لئے اساتذۂ فن نے بھی اسے تعلیم فارسی کا ایک عنصر بنا دیا تاکہ طلبہ کو ایک ہی کتاب میں موقع موقع سے اصنافِ نظم کی تمام اقسام کا اجمالی علم ہو جائے۔ مضمون کی رنگارنگی دلچسپی کو روز افزوں کرتی رہے۔

دوسری وہ مثنویاں جن میں ہندوستان کے ہی واقعات بیان کئے گئے ہیں وہ داخلِ درس نہوئیں مثلاً

مثنوی خضر خاں و دیول دیٔ کا اجمالی بیان

خضر خاں و دیول دیٔ کا قصہ باوجود اس کے کہ خود موجب رسے ہے اس پر داستان عشق و حسن۔ جس میں حسن کی ناز آفرینی، عشق کی نیاز مندی، فراق کے صدمے، وعدۂ یار کی لذتیں۔ یہ ایسے مضامین ہیں جنھیں اگر خاص ملک خسرو کہا جائے تو کچھ بیجا نہ ہوگا۔

پھر وہ شخص جس کے عشق کی داستان ہے خسرو کو اس سے تعلقات گوناگوں رہ سب سے

marfat.com

بڑا علاقہ یہ کہ دونوں ایک پیر طریقت کے حلقہ بگوش۔ آخر میں اُسی شاہزادہ کی جو وارث تخت و تاج تھا قسمت کا پلٹ جانا اور انقلاب دہر کا ایک عجیب و مہیب عبرتناک سماں یہ مضامین خسرو جیسے شخص کے لئے جو واقعات عالم پر غائر نظر رکھتا ہو اور اُن سے کل ممکن الاستخراج نتیجے نکال کر دنیا کے سامنے مقبول طبع صورت میں پیش کرسکتا ہو کیسے وسیع ہوسکتے ہیں۔

چنانچہ خسرو کی تمام مثنویوں میں جوش سے لبریز یہی مثنوی خضر خاں دیول دیی ہی اس مثنوی کی حمد و مناجات سے ہی معلوم ہوجاتا ہے کہ شاعر کس جوش سے اس قصے کو بیان کیا چاہتا ہے۔ مثلاً حمد اس شعر سے شروع کرتے ہیں ؎

سرِ نامہ بنامِ آں خداوند | کہ دلہا را بخوباں داد پیوند

اس کے بعد مناجات ہے اور اُس کا اوّل شعر یہ ہے ؎

خداوندا چو جاں دادی دلم بخش | دلِ عاشق نہ جانِ عاقلم بخش

یہ مثنوی کیا لکھی ہے سحر سامری کی تصویر کھینچ دی ہے۔ حاصل یہ کہ دیگر تاریخی مثنویاں جو سلسلہ تعلیم میں داخل نصاب نہوئیں تو اُس کی صرف یہ وجہ ہوئی کہ اُن مثنویوں میں کشش و تعلیم کی صرف ایک ایک ہی چیز تھی۔ باعتبار مضمون و موضوع تاریخ اور باعتبار نظم مثنوی حال آنکہ تعلیم اس کی مقتضی تھی کہ مختلف مضامین مختلف شعرا و مختلف دور کے پڑھائی جائیں تاکہ زمانہ تعلیم میں ہر دور کی خصوصیت ہر ایک کا انداز و اسلوب بیان طالب العلم کو معلوم ہو جائے۔ اسی خیال سے خمسہ نظامی میں سے سکندر نامہ جامی

marfat.com

کی مثنویوں میں سے یوسف زلیخا، سعدی کے کلام میں سے بوستاں اور خسرو کی تصانیف سے قران السعدین داخل نصاب کی گئیں۔ خلاصہ یہ کہ خسرو کی مثنویوں کو سلطنت، ملک اور تعلیم تینوں نے انتہائی عزت و پسندیدگی سے دیکھا۔

قطعہ و رباعی غزل، قصیدہ، مثنوی میں جب کہ کسی شاعر کا کمال ثابت ہو جائے تو پھر کسی اور صنف نظم کی بحث سے اُس کا کمال بے نیاز ہے۔ لیکن جب کہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ بعض شعرا کے لئے صرف چھوٹی قسمیں نظم کی دلیل کمال سمجھی گئیں تو پھر یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خسرو جیسے ہمہ گیر شاعر کی خسرویت کا نمونہ اُن چھوٹی قسموں میں بھی دکھا دیا جائے۔

سب سے پہلے خسرو کا وہ قطعہ ہدیۂ ناظرین ہے جس میں انہوں نے موسیقی و شاعری کا محاکمہ کیا ہے سلہ کیوں کہ جہاں خسرو کو دیوان فطرت سے تمغائے شاعری ملا تھا وہاں فن موسیقی میں بھی ان کو ید طولیٰ حاصل تھا پھر ان سے بڑھکر کس کا محاکمہ قابل وقعت ہو سکتا ہے۔

دیگر قطعات و رباعیات کا بھی یہی حال ہے کہ ہر ایک میں ایک لطف خاص اس طرح پایا جاتا ہے کہ اُن کو پڑھ کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاید خسرو کا اصلی میدان یہی ہے۔ لیکن یہ خصوصیت خسرو کی صرف قطعہ و رباعی کے ہی ساتھ نہیں ہے بلکہ اصناف نظم میں سے جس قسم نظم خسرو کا مطالعہ کروگے تو بے اختیار "کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجا ست" کہہ اُٹھوگے۔

سلہ ملاحظہ ہو تعلیقۂ اوّل صفحہ ۱۴۳

marfat.com

قطعات

(۱)

مطربے میگفت خسرو را کہ اے گنجِ سخن
علم موسیقی ز جنسِ نظم نیکوتر بود
زانکہ ایں علم ست کز دقت نیاید بر قلم
واں نہ دشوار ست کاندر کاغذ و دفتر بود
پاسخش گفتم کہ من در ہر دو معنی کاملم ق
ہر دو را سنجیدہ بر وزنیکہ آں بہتر بود
فرق می گویم میانِ ہر دو معقول و درست
تا دہد انصاف آں کز ہر دو دانشور بود
نظم را علمے تصور کن بہ نفس خود تمام
کو نہ محتاجِ سماع و صوت خنیاگر بود
گر کسے بے زیر و بم نظم فرو خواند رواست
نے بمعنی ہیچ نقصاں نے بلفظ اندر بود
ور کند مطرب بسے ہاں ہاں ہوں ہوں در سرود
چوں سخن نہ بود ہمہ معنیِ او ابتر بود
نالہ زن آہیں کہ صوتے دارد و گفتار نے
لاجرم در قول محتاجِ کسے دیگر بود
بس دریں صورت ضرورت صاحبِ صوت و سماع
از برائے شعر محتاجِ سخن پرور بود
نظم را حاصل عروسے داں و نغمہ زیورش
نیست عیبے گر عروسِ خوب بے زیور بود
من کسے را آدمی دانم کہ داند ایں قدر
ور نداند پر سدا ز من ورنہ پر سد خر بود

دیگر

زافسردگاں مجو اثرِ زندگیِ دل
نے از مزاج ظالم سوزندہ خوئے خوش
نے شعلۂ بر آتش لالہ تواں فروخت
نے از گلِ چراغ تواں یافت بوئے خوش

دیگر

marfat.com

از جود و کرم قبولِ حق جوئے — خود نام بود گر آنت میل ست
مقصود ز سرمه نور چشم ست — زیبائی چشم خود طفیل ست

دیگر

روشن دلان صاف درون را خلل بود — در کار خلق چشم کشادن بخیر و شر
پوشیده نیست نزدِ همه کس که طاس را — سوراخ عیب باشد و غربال را هنر

دیگر

خسرو چه حالت ست که در دهر عالماں — از جاهلان دونِ دنی باز پس ترند
ایں نکته را به بیں و با نصاف خوش برائے — کز چار حرف قطرهٔ و دریا برابر ند

دیگر

اقبال را بقا نه بود دل در و مبند — عمرے که بر غرور گزاری هبا بود
نیست باورت ز من ایں نکته یاد گیر — اقبال را چو قلب کنی لا بقا بود

دیگر

رفتم سوے حظیره و بگریستم هزار — از هجر دوستان که اسیرِ فنا شدند
ایشاں کجا شدند چو گفتم حظیره هم — داد از صدا جواب که ایشاں کجا شدند

marfat.com

رباعیات

توحید

ہر جا کہ سخن در بت دست در افتد — وہ کیں دلِ بت پرست آں سو افتد
یارب تو مرا درونہ دہ کہ بصدق — ہو گویم و اندر دلِ من ہو افتد

نعت

از غر محمد ار نداری خبرے — کن از رہِ عقل در شہادت نظرے
اللہ و محمد ست پیوستہ بہم — یعنی کہ میانِ شان نہ گنجد دگرے

دیگر

وصفِ شرفِ تو بیش از ادراک آمد — سبقِ ادبت نعبد ایاک آمد
توقیعِ تو کز صحیفۂ پاک آمد — لولاک لما خلقت الافلاک آمد

دیگر

اے آنکہ شدہ طفیلت آدم پیدا — گشت از سببِ تو چرخِ اعظم پیدا
نورِ تو نہ گنجید چو در یک عالم — بہرِ تو خدا کرد دو عالم پیدا

مدح پیر

از شیخ نظام چوں سلام ست مرا — با حسنِ عمل عیشِ مدام ست مرا
اُمید بسِ مراد و کام ست مرا — زیرا ہمہ کار با نظام ست مرا

marfat.com

تصوف

بستاں چو بسر کشید پیرایۂ ابر آوردہ بروں شیر فرو دایۂ ابر
گل بسکہ لطیف و نازک آمد در باغ ترسم کہ گراں شود بروسایۂ ابر

دیگر

دل در شکنِ زلف دوتائے تو بماند جاں نیز چو ذرہ در ہوائے تو بماند
ہر کس سرِ خود گرفت و رفت از کوئے الا سرِ من کہ زیر پائے تو بماند

عشق

جاناں منشیں برگزرے تیزئ آہ آتش رسدت ز آتش انگیزئ آہ
تا در سر کوئے تو نہ پنداری سہل شب گردئ گریہ و سحر خیزئ آہ

دیگر

مائیم خرابِ جرعۂ می خوارا ں مارا چہ غم از طعنۂ نیکو کاراں
از سر کہ لگد می خورد از خمارا ں کے غم خورد از سرزنشِ ہشیاراں

دیگر

اے غم ہمی کہ بر منِ غم خوار آئی وقتت چہ شود گر بدلِ یار آئی
دی شب کہ سیاہ میکنی روزِ مرا یارب کہ بروز من گرفتار آئی

marfat.com

دیگر

دوشش آمد و وعدۂ شرابم می داد — خونابہ بجائے مئی نابم می داد
می پرسیدم حالِ دل او خاموش بود — واں زلف بجائے او جوابم می داد

دیگر

از شعلۂ عشق ہر کہ افروختہ نیست — با او سرِ سوزنے دلم دوختہ نیست
گر سوختہ دل نۂ ز ما دور کہ ما — آتش بدے زنیم کو سوختہ نیست

اقسام پنجگانہ نظم میں خسرو کے کمال و زور بیان کا ایک مختصر نمونہ پیش کیا جا چکا۔ اب چند فرعی و جزئی باتیں ہیں جن کا اظہار بھی غالباً نامناسب نہ ہوگا۔

صنائع و بدائع | اختراع معانی و بدائع و صنائع میں خسرو خسروِ شاعرانِ سلف و خلف ہیں۔ اگر اُن کے اختراعات کی بحث چھیڑی جائے تو ایک دفتر طویل ہوگا! اعجازِ خسروی متعدد بار چھپ کر فارسی داں دنیا میں شائع ہو چکی ہے۔ جسے شوق ہو وہ اُسے مطالعہ کرے۔ بس خدا کی قدرت اُسے نظر آئیگی۔ اس جگہ ان کی ایک ایسی صنعت کا ذکر کرتا ہوں جس کی کوشش دیگر شعرا نے بھی کی ہے۔

ترکیب الفاظ سے لحن | یعنی ان کے کلام میں اکثر الفاظ کی ترکیب و نشست سے ایک لحن خاص پیدا ہوتا ہے اور اسی سے لحن کے تطابق پڑھنے والے کے دماغ میں جذبات کی لہریں موجیں مارنے لگتی ہیں۔ مثلاً ذیل کے اشعار و مصرعے ملاحظہ ہوں ؎

گنج بردرنج دے گنج سنج — در کشش گنج ہمی برد رنج

marfat.com

باش بکامم کہ بکامِ توام ۔۔۔ زندہ و نازندہ بنامِ توام

ع تہمتن تن سیاوش وش فریدوں فر سکندر در

ع سناں قاراں قلم ہاماں علم خاقاں دہل سنجر

فردوسی نے نقارہ کی آواز کو ایک شعر میں اس طرح باندھا ہے کہ شعر بھی بامعنی رہا اور ایک مصرع کے الفاظ سے نقارہ کی آواز پیدا ہوتی ہے۔ وہ شعر یہ ہے ؎

زنقارہ آواز آمد بروں ۔۔۔ کہ دوں ست دوں ست گردونِ دوں

یہ شعر فردوسی کا بہت مشہور ہے اور اُس کے اس کمال کا بہترین نمونہ۔ لیکن خسرو علیہ الرحمۃ کا ایک شعر نعت میں ہے جس کے مقابلہ میں فردوسی کی یہ صنعت خاک میں ملجاتی ہے۔ خسرو کا یہ شعر ہے ؎

دہل زن دہل زد بہ تحسینِ او ۔۔۔ کہ دیں دینِ او دینِ او دینِ او

علم موسیقی سے آشنا ارباب ذوق سمجھ سکتے ہیں کہ خسرو کے شعر کا پایہ کس قدر بلند ہے۔ اس لئے کہ نہ صرف ایک بامعنی مصرع کے الفاظ باواز دہل ادا کئے ہیں بلکہ اس میں تال اور سر کے اصول کی پوری پابندی ملحوظ رکھی ہے۔ اگرچہ خسرو جیسے شاعر کے لئے جو فن موسیقی کا بھی امام ہو فردوسی کے جواب میں اُس سے بہتر شعر پیش کردینا ایک معمولی بات ہے۔ اسی طرح خسرو کی ایک رباعی مشہور ہے جس کے چوتھے مصرعہ میں اسی کمال کا اظہار ہے

آں روز کہ روحِ پاکِ آدم بہ بدن ۔۔۔ گفتند درآ نمی شد از ترسِ بدن

خواندند ملائکاں بہ لحنِ داؤد ۔۔۔ در تن درآ درآ در تن در تن

marfat.com

پیمانۂ دوست پر زدُر کرد　　　پیمانۂ خصم نیز پر کرد
در چپ نہ دنِ خرد شوی راست　　　دانی چپ خود ز جانب راست

الفاظ ہندی کا استعمال ہندی کے الفاظ بھی نہایت سلاست سے بے تکلف استعمال کر جاتے ہیں جس سے کلام میں چاشنی پیدا ہو جاتی ہے۔ مثلاً

ہم بہ نشستہ چوں دریا لکی نہ چرخ کہار آمدہ
خان کرٹہ چھوے کشور کشا　　　کز لبِ شاہاں کڑہ دارد بہ پا

دوسرے مصرعہ میں لفظ کڑہ سے وہی پاؤں کا زیور مراد ہے۔

اقتباس آیات قرآن آیات کلام الٰہی سے اپنے اشعار میں یہ ایسی مرصع کاری کرتے ہیں کہ دل پھڑک اُٹھتا ہے۔ تمثیلاً ذیل کے اشعار ملاحظہ ہوں ؎

حرز کلہ بستہ ز اوحیٰ بہ　　　چتر سیہ کردہ ز اسریٰ بہ
زیر نگیں عرصۂ ملک حمش　　　خطبۂ ھب لی رقم خاتمش
نعبدُ ایّاکَ طرازِ علم　　　فاخلع نعلیک مقامِ قدم

اکثر اشعار کے دوسرے مصرعہ میں کلام پاک کی کامل آیۃ تلاوت فرمائی ہے اور یہ وہ کمال خسرو کا ہے کہ کسی کے کلام میں اس فراوانی سے اس کی مثال نہیں ملتی۔ مثلاً اشعار ذیل کو دیکھو ؎

چہ ملامت کنید خسرو را　　　فَاتَّقُوا اللّٰہَ یَا اُولِی الْاَلْبَابِ
قضا در ہفت سقفش دید و برخواند　　　بَنَیْنَا فَوْقَکُمْ سَبْعًا شِدَادًا

marfat.com

اوّل آں اولیں خلیفۂ کار ثانی اثنین اذ ھما فی الغار

فصل بہار مناظر قدرت میں بہار کا سماں ایک ایسا مضمون ہی کہ شاید ہی کوئی شاعر ایسا ہوگا جس نے اس منظر کی تصویر نہ کھینچی ہو۔ لیکن یہی مضمون جب خسرو کے یہاں آتا ہی تو پھر اس کی بہار قابلِ دید ہوتی ہے خسرو نے جہاں کہیں ابر و بہار باغ و کہسار گل و گلزار کا نقشہ کھینچا ہی وہاں ہُو بہو فوٹو پیش کر دیا ہی۔ مثالاً چند اشعار ہدیۂ ناظرین ہیں ؎

چوں نافہ کشاد باد نوروز بشگفت بہار عالم افروز
ابر از صدفِ سپہر بکیر در گوشِ بنفشہ ریخت گوہر
سرو از علم بلند پایہ بر فرق سمن فگند سایہ
از شبنم گوہریں شمائل آراست گلوے گل حمائل
غنچہ بدر آمد از شبستاں پر شیر شدش زابر پستاں
بید از سرِ عجز چوں گہروار شد بر سر یاسمیں گہر بار
نازک تن لالۂ دل افروز لرزیدہ شد از نسیم نوروز

خود اپنے کلام کی تنقید بایں ہمہ کمال وہ اپنے کلام و شاعری کو خود پرکھتے ہیں اور خوب پرکھتے ہیں اپنا مرتبہ آپ بتاتے ہیں اور تواضع کا بیش بہا نمونہ پیش کرتے ہیں ؎

مشو خسرو بشعرِ خویش غرہ کہ گوئندہ بسے ہست از پس و پیش
چو گفتِ خویش را بے عیب خواہی بچشمِ دشمناں بیں گفتۂ خویش

marfat.com

ہمہ کس گفتِ خود را خوب داند　　　وگر یارست ہم تحسیں کنُد بیش

دیباچہ غرۃ الکمال جو شعر و سخن پر ایک بے نظیر تبصرہ کہا جا سکتا ہے اُس میں شعرا کی تین قسمیں خسرو علیہ الرحمۃ نے بیان کی ہیں اوّل اُستاد کامل دوم نیم اُستاد سوم سارق پھر اُستاد کامل کے لئے چار شرطیں قرار دی ہیں۔ اوّل کسی طرز خاص کا موجد ہو۔ دوم اُس کا کلام شعرا کے انداز پر ہو واعظانہ وصوفیانہ نہ ہو۔ سوم یہ کہ غلطیاں اور لغزشیں نہ کرتا ہو۔ چہارم یہ کہ مضامیں سرقہ نہ کرتا ہو۔

پھر اپنے متعلق یوں فرماتے ہیں کہ میں اُستاد کامل نہیں ہوں ہاں نیم اُستاد ہوں اس لئے کہ مجھ میں صرف دو شرطیں پائی جاتی ہیں۔ ایک تو میرا کلام شعرا کے انداز پر ہے دوسرے یہ کہ میں سارق نہیں ہوں۔ میں نہ تو کسی طرز خاص کا موجد ہوں نہ اس کا مدعی کہ میرا کلام لغزشوں سے پاک ہوتا ہے۔

انصاف پرستی و بے نفسی کی مثال اس سے زیادہ واضح اور کیا ہو سکتی ہے حاسد و معاند بھی اگر خسرو کا پایہ کم کرنا چاہے تو اس سے بڑھکر اور کیا کہہ سکتا ہے۔ اس طرح اپنے کلام کی آپ تنقید بے شائبہ نفس خصوصیات بلکہ اولیات خسرو ہے۔

تواضع و ہضم نفس | صاحبِ کمال کا یہ بھی کمال ہے کہ اُس میں شائبہ تک پندار و خودی کا نہ پایا جائے۔ نقادانِ فن کی نگاہوں میں جس قدر ایک باکمال کی عظمت بڑھتی جاتی ہے اُسی قدر خود اُس کے انداز میں تواضع بڑھتی جاتی ہے۔

ارباب قلم میں جتنے باکمال سخنور گزرے ہیں اُن میں کوئی رزم کا سماں باندھنے

marfat.com

میں کامل ہے کوئی بزم کا نقشہ کھینچنے میں یکتا ہے کوئی غزل سرائی میں بے نظیر ہے کوئی قصائد میں بے ہمتا ہے کوئی اخلاقی رنگ میں فرید ہے کوئی متصوفانہ وحکیمانہ آہنگ میں بے مثل۔ لیکن ایک جامع کمالات جس کے رشحات قلم سے نثر ونظم کی تمام اصناف نے تروتازگی پائی ہو اور جس نے اپنی پرجوش طبیعت کے اوج وموج سے مضامین گوناگوں کا دریا بہادیا ہو جب وہ اپنی ہیچمدانی کا اظہار کرتا ہے تو اُس سے اُس کا کمال اور بھی ارفع واعلیٰ ہوجاتا ہے۔ جیسا کہ خسرو علیہ الرحمۃ باوجود اُس جامعیت کے جو اُنھیں حق تعالیٰ نے عطا فرمائی تھی اپنی کم مائگی وبے بضاعتی اس طرح بار بار بیان کرتے ہیں جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ غرور وپندار کا ایک شمہ بھی اس کامل الفن میں نہ تھا۔ حالانکہ شعر وسخن کا وہ میدان ہے جس میں تلامذہ نے اپنے اساتذہ کو ہل من مبارز کہہ کر پکارا ہے۔ لیکن خسرو علیہ الرحمۃ کا یہ کمال ہے کہ اساتذۂ متقدمین جن کا کلام ابتدا میں آپ نے مطالعہ فرمایا تھا اور جن کی پختہ وپسندیدہ روش آپ نے اختیار کی اُن کا نام بھی ادب سے لیتے ہیں اپنے کو اُن کا ارادت مند وشاگرد بتاتے ہیں اپنے تلمذ کو اس جوش عقیدت سے ظاہر کرتے ہیں کہ واقعی تلامذہ جو اُن اساتذہ کے ہوں گے اُنھوں نے بھی اس سے زیادہ ادب آمیز کلمات نثار نہ کیے ہوں گے۔

نظامی سے اظہار عقیدت اور اُن کے کمال کا اعتراف

امام مثنوی گویان مولانا نظامی علیہ الرحمۃ کے کمال اور اُستادی کا اس جوش عقیدت سے بار بار مختلف

imarat.com

مثنویوں میں ذکر فرماتے ہیں جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا یہ اُن کے عہد میں موجود ہیں اور اُن سے اپنے مثنویوں کی اصلاح لے رہے ہیں۔ چنانچہ مثنوی مجنون ولیلیٰ میں فرماتے ہیں ؎

زندہ است بمعنی اوستادم | ورنیست منش حیات دادم

مولانا کا کمال اور اپنی بے مائگی کا یوں نقشہ کھینچتے ہیں ؎

میداد چو نظم نامہ را پیچ | باقی نگزاشت بہر ما ہیچ

مثنوی قران السعدین میں جن الفاظ سے مولانا کا کمال بیان کیا ہے وہ آداب سلف کا بہترین سبق آموز نمونہ ہے۔ فرماتے ہیں ؎

نظم نظامی بہ اضافت چو دُر | وز دُر او سر بسر آفاق پر
پختہ ازو شد چو معانی تمام | خام بود پختن سودائے خام
بہ کہ دریں جنبش طبع آزمائے | سر بہ نہی اوّل و آنگاہ پائے
مثنوی او راست ثنائے بگو | بشنو و از دور دعائے بگو
از پئے بخشش بخدا آرزوے | لیک عنایت ز بزرگاں بجوے
سوز سخن را نہ بخامی طلب | پختگیش ہم ز نظامی طلب

اسی طرح جا بجا غزل سرائی میں اپنے ہمعصر و ہم عہد شاعر کہن مشق، دیرینہ سال سعدی علیہ الرحمۃ کی جو شیراز میں بیٹھے ہوئے حقایق و معارف کی نغمہ سرائی غزلیات میں کر رہے تھے اُستادی تسلیم فرماتے ہیں۔ قران السعدین میں فرماتے ہیں ؎

marfat.com

ور غزلت یاد جوانی دہد | وز خوشی طبع نشانی دہد
تن زن ازاں ہم کہ کساں گفتہ اند | ہرچہ تو گوئی بہ ازاں گفتہ اند
نوبتِ سعدی کہ مبادا کہن | شرم نداری کہ بگوئی سخن

پھر اپنی ایک غزل کے مقطع میں یوں فرماتے ہیں ؎

خسرو سرمست اندر ساغرِ معنی بریخت | شیرہ زاں خمخانۂ مستی کہ در شیراز بود

مثنوی نہ سپہر میں ایک جگہ سعدی وہمام دونوں کو اُستاد غزل تسلیم کرتے ہوئے اُن کے دیگر اصناف نظم پر نہایت محققانہ ومودبانہ تنقید فرماتے ہیں ؎

کس نہ بیند سوے نظم دلگیر | کہ نہ گردد بدلے منزل گیر
چوں نماند بدلے خلقے یاد | گرچہ شہزادہ ہماں دل کہ نداد
تا بجائیکہ حد پارسیاں | اندریں عہد دو تن گشت عیاں
زاں یکے سعدی وثانیش ہمام | ہر دو را در غزل آئینِ تمام
لیک اگر سوے دگر بارے ہست | شعر شاں ہست بداں گو نہ کہ ہست

دیباچہ غرۃ الکمال میں نہایت وضاحت سے اس کی تصریح خسرو علیہ الرحمۃ نے خود فرمادی ہے کہ اصناف نظم میں سے کس پیشرو کی روش کس صنف میں اختیار فرماتے ہیں تفصیل کے لئے ناظرین کو غرۃ الکمال کی اشاعت کا منتظر رہنا چاہیئے۔ لیکن مجملاً اُس کا خلاصہ یہ ہے۔ فرماتے ہیں۔

قصائد میں خاقانی و اسمٰعیل کا پیرو ہوں مثنوی میں نظامی کا غزل میں سعدی کا

marfat.com

اتباع کرتا ہوں لیکن قطعات و رباعیات و دیگر اقسام نظم میں کسی غیر کے مسلک کا سالک نہیں ہوں بلکہ جو کچھ کہتا ہوں اور جس طرز و اسلوب میں کہتا ہوں وہ خود اپنا ہی ایجاد ہے"

اس بیان سے مقصد یہ ہے کہ خسرو کے کمال کا یہ پہلو بھی ناظرین کے سامنے آجائے کہ ع نہد شاخ پرمیوہ سر بر زمیں

ورنہ اگر بہ نظر غور دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ نظم آپ کی فطری چیز ہے اس روانی سے یہ نظم لکھتے ہیں جیسے کوئی نثر لکھتا ہو۔ گویا ان کے خیالات عالم بالا سے نظم ہی کے پیرایہ میں ان کے دماغ میں اُترتے ہیں۔

مضمون آفرینی میں یہ کسی کے مرہون منت نہیں بلکہ اپنے ہی دماغ کے معدن سے انھوں نے صفحۂ قرطاس پر لال و گہر اُگل دیئے ہیں چنانچہ خود ہی ایک جگہ فرماتے ہیں:

هر چه من از خامه فشانم بروں　　گنج خدا ئیست که رانم بروں

لیکن یہ محض اسلاف کا پاس ادب ہے جو اُن کے برابر بیٹھنے کا دعوی نہیں کرتے اور نہایت انکسار سے یوں فرماتے ہیں ؎

چوں پس رو طرز ہر سوادم　　پس شاگردم نہ اوستادم

متاخرین اور کمال خسروی کا اعتراف

اس ادب شناسی کا یہ صلہ ملا کہ خسرو علیہ الرحمۃ کے معاصرین اور شعرائے مابعد ہر ایک نے خسرو کو اپنے سے بہتر اور اپنا رہنما تسلیم کیا۔ ان کے کمال کو باکمالوں نے پہچانا اور ادب سے سر تسلیم خم کیا۔

امیر حسن علا سنجری جو خسرو علیہ الرحمۃ کے ہم عصر اور غزل کے بے مثل اُستاد ہیں

marfat.com

جب وہ اپنے کلام کا خسرو علیہ الرحمۃ کے کلام سے مقابلہ کرتے ہیں تو اس طرح کہتے ہیں ؎

خسرو از راہ کرم بہ پذیرد　　　آنچہ من بندہ حسن می گویم
سخنم چوں سخن خسرو نیست　　　سخن این ست کہ من می گویم

ملا عصمت بخاری اور بابا کمال خجندی جیسے باکمال اساتذہ بھی خسرو علیہ الرحمۃ کے خوشہ چیں ہیں بہارستان میں مولانا جامی نے اس کی تصریح کی ہے۔ اور کاتبی نیشاپوری نے ملا عصمت کے خصوص میں نہایت ہی لطیف قطعہ کہا ہے۔

(۲) قطعہ کاتبی نیشاپوری

میر خسرو را علیہ الرحمۃ شب دیدم بخواب　　　گفتم ایں عصمت ترا یک خوشہ چین خرمن ست
شعر او چوں شعر تو اندر جہاں شہرت گرفت　　　گفت یا کے نیست شعر او ہماں شعر من ست

بابا کمال خجندی جو عجم کے ایک مشہور سخنور اور خواجہ حافظ اور عصار تبریزی کے معاصر و حریف مقابل ہیں ان کے متعلق امیر شاہی سبزواری یوں کہتا ہے۔

(۳) قطعہ امیر شاہی سبزواری

گر حسن معنی ز خسرو برد نتواں عیب کرد　　　زانکہ اُستاد ست خسرو بلکہ ز اُستاداں زیاد
در معانی حسن را بر داز دیواں کمال　　　ہیچ نتواں گفتن او را دزد بر دزد او فتاد

کمال سے مراد بابا کمال خجندی کی ذات ہے۔

(۴) قطعہ مرزا محمد طاہر آشنا

کسی نے مرزا محمد طاہر آشنا سے پوچھا کہ اگلوں میں کس کا کلام دلفریب ہے اور پچھلوں میں

marfat.com

کس کا شعر دلپذیر ہے اس کے جواب میں ایک قطعہ لکھکر مرزا محمد طاہر نے بھیجدیا۔

اے کہ سوال کردۂ کز متقدمین کرا
ہست زیادہ در سخن شعر بلند و دل نشیں

وز متاخریں بود شعر خوش کہ بیشتر
بیش ز ہمگناں بود طبع کہ معنی آفریں

نزد من اند در سخن زیں دو گروہ ایں دو تن
خسرو دہلوی ازاں قدسی مشہدی ازیں

ظہوری جو اپنے زمانہ میں نظم و نثر کا بے نظیر استاد تسلیم کیا گیا ہے وہ اُن مدعیان باطل کی بدمذاقی کا جنھیں خسرو کی ہمسری کا سودا سما گیا تھا اس طرح گلہ کرتا ہے۔

(۵) ظہوری اور بارگاہ خسروی کا ادب

بساط ادب برکراں افگنند
بہ خسرو غزل درمیاں افگنند

اس شعر سے معلوم ہوسکتا ہے کہ ظہوری کا دل خسرو کی عظمت سے کس قدر لبریز ہے خسرو کے بعد سب سے اول خواجو کرمانی ہیں جنھوں نے اپنا خمسہ مرتب کیا ہے ان کے شاعرانہ کمال کی نسبت صرف اس قدر کہنا کافی ہے کہ حافظ علیہ الرحمۃ جیسا مست باجوش و خروش شاعری ان کا نام ادب سے لیتا ہے اور اپنے کو ان کا متبع کہتا ہے وہ اپنی مثنوی کمال نامہ میں خسرو کا اتباع کرنے والا اپنے آپ کو کہتے ہیں۔

(۶) خواجو کرمانی اور خسرو کی تقلید

سوختم ایں لخلخۂ خسروی
در طبق موہبت مولوی

مولانا جامی جن کی مثنوی نگاری خصوصیت کے ساتھ ممتاز سمجھی گئی ہے وہ ایک جگہ مولانا نظامی امام مثنوی گویاں صرف اس امر سے اثبات کرتے ہیں کہ خسرو کا

marfat.com

خمسہ بھی نظامی کے خمسہ سے بڑھ نہ سکا بلکہ اُس کے بعد کا اُسے مرتبہ ملا۔ نظامی کا خمسہ دُرِ شاہوار ہے اور خسرو کا خمسہ زرِ خالص۔ فرماتے ہیں۔

(۷) مولانا جامی اور خسرو

زویرانۂ گنجہ شد گنج سنج رسانید گنجِ سخن را بہ پنج
چو خسرو بداں پنجہ ہم پنجہ شد وزاں بازوئے فکرتش رنجہ شد
کفش بود زاں گونہ گوہر تہی زرش ساخت لیکن زر دہ دہی

ان اشعار سے جہاں نظامی کا فضل ثابت ہوتا ہے وہاں یہ بھی ثابت ہے کہ نظامی کے بعد مثنوی میں خسرو ہی کا مرتبہ ہے۔ دوسرے مثنوی نگاروں کا مولٰنا جامی کے نزدیک یہ مرتبہ بھی نہیں کہ اُن کا نظامی کے مقابلہ میں نام تک لیا جاسکے۔ چہ جائیکہ مقابلہ۔

(۸) مولانا جامی کی دوسری شہادت

مثنوی تحفۃ الاحرار کے خطبہ میں مولانا جامی یوں تحریر فرماتے ہیں "ایں صحف پارۂ چندست بے مقدار از جست وجوئی کارگاہ بے سر انجامی گرد کردہ شدہ وحرف ریزۂ چند بے اعتبار از رفت و روب بزم گاہ شکستہ جامی فراہم آوردہ چہ قدر آں دارد کہ در سلک جواہر شاہوار مخزن الاسرار حکیم گرامی شیخ نظامی انتظامش دہند یا در جنب جلام زرنگار مطلع الانوار مورد بدائع لفظی ومعنوی امیر خسرو دہلوی نامش برند چہ آں در جودت الفاظ وسلاست عبارات بمنزلہ ایست کہ فصیح زبانان عجم در بیان اوصاف

marfat.com

آں ابکمی اند۔ وایں در دقت معانی ولطافت اشارات بشابۂ کہ نادرہ گویانِ عالم درمعرضِ جواب آں معترف بابکمی ۔"

سخن سنج جام نے چند مختصر فقرات میں کیسی جامع تنقید مخزن الاسرار و مطلع الانوار پر کی ہے پھر نادرہ گویان کا مطلع الانوار کے جواب میں اپنے گنگ ہونے کا اعتراف خسرو کے اُستاد فن ہونے کا کیسا کھلا اقرار ہے۔

(۹) مولانا جامی کی تیسری شہادت

مولانا جامی ایک جگہ خدا سے دعا مانگتے ہوئے جہاں اپنے سخن کا عروج منزل گاہ نظامی تک چاہتے ہیں وہاں اس کی بھی تمنا فرماتے ہیں کہ خسرو جیسی پختگی و لطافت میرے کلام میں پیدا ہو جائے ؎

اہلِ دل از فکر چو محفل نہند — بادۂ راز از قدح دل دہند
رشحہ ازاں بادہ بجامی رساں — رونق نظمش بہ نظامی رساں
پست چو خاک ست بریز از نوش — جرعۂ از جا نگہ خسروش
قافیہ آنجا کہ نظامی سزاست — برگزر قافیہ جامی سزاست
بر سرِ خسرو کہ بلند اختر ست — از کفِ درویش گلے در خورست

(۱۰) امیر ہاشمی کرمانی اور کمال خسرو کا اعتراف

امیر ہاشمی کرمانی جو تقریباً مولانا جامی کے معاصر ہیں وہ اپنی مثنوی مظہر الآثار میں جو مخزن الاسرار کے رنگ میں لکھی ہے پہلے مولانا نظامی کے اُستاد فن ہونے کا اقرار

marfat.com

کرتے ہیں۔ اُس کے بعد خسرو ہی کی اُستادی تسلیم کرتے ہیں خسرو کے بعد جامی کا مرتبہ قرار دیتے ہیں۔ خسرو کے متعلق اُن کے اشعار یہ ہیں ؎

چوں ز قضا لاجرمہ نو رسید | کوکبۂ نوبت خسرو رسید
خامہ بر آور د بفکر جواب | ماند قلم بر ورقِ آفتاب
خامۂ خسرو چو گہر بار شد | نامۂ او مطلع الانوار شد
کرد دراں نامہ تکلف بسے | گفت جوابے کہ چہ گوید کسے
بزم سخن را بسخن ساز کرد | بر ہمہ کس راہ سخن باز کرد
فہم رموزش نکند ہر کسے | زانکہ معانیست بسے در پسے
زبدۂ اسرار حقایق ہمہ | محض اشارات دقایق ہمہ
گفتۂ او در نظر نکتہ داں | میدہد از علم لدنی نشاں
آنچہ دریں مائدہ افگند شور | سر بسر از قوت طبع ست و زور
ایں مے صاف از قدح دیگر ست | مستی او را فرح دیگر ست
ہست دریں بزم گہِ دلفروز | نوبت ہر اہل دلے پنج روز
دور قدح طے شد و ساقی نماند | در خُم دوراں مے باقی نماند
چوں مے خسرو بہ تمامی رسید | دورِ مے عشق بجامی رسید

(۱۱) ضیاء برنی کا قول

مولانا ضیاء برنی صاحب تاریخ فیروز شاہی جو خسرو کے ہم عصر ہیں تحریر فرماتے

marfat.com

ہیں۔ امیر خسرو خسرو شاعران سلف و خلف بودہ است و در اختراع معانی و کثرت تصنیفات غریبہ نظیر نداشت و ہر چہ نسبت طبع لطیف و موزوں کند باری تعالٰے ادرا در اں ہنر سرا مد گردانیدہ بود۔ وجودے عدیم المثال آفریدہ و در قرن متاخر از نوادر اعصار پیدا آوردہ۔

(۱۲) سفینۃ الاولیا میں دارا شکوہ کی تحریر

امیر خسرو در شعر چناں قادر بودند کہ مطلع الانوار راکہ در جواب مخزن اسرار است در دو ہفتہ تمام کردہ اند۔ و در اشعار ایشاں یکہ بیتہاست کہ کم کسے بآن خوبی گفتہ باشد۔ مضموں ہائے تازہ عالی در اشعار امیر آں قدرست کہ اگر ہمہ را جمع کنند از تصانیف بعضے زیادہ میشود وہمیں طور در اقسام زبان و فنون علم ہندی بے مثل بودہ اند بجامعیت ایشاں کم کسے گزشتہ۔

(۱۳) شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

امیر خسرو دہلوی رحمۃ اللہ علیہ وے سلطان الشعرا و برہان الفضلا ست در وادی سخن یگانہ عالم و نقاوہ نوع بنی آدم ست وے در سخن عالمے ست از عوالم خداوندی کہ پایاں ندارد آنچہ ادرا از مضامین و معانی و در اطوار سخن و انواع آں دست داد ہیچ کس را از شعرائے متقدمین و متاخرین ندادہ۔

شیخ رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ طبقات محدثین میں ہیں لیکن نظم سے بھی حصہ وافر کے مالک ہیں۔ آپ کے اشعار پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت نظم منظوم کرنے پر شیخ

marfat.com

رحمۃ اللہ علیہ کو خود بھی قدرت تھی بہرحال حدیث کی چھان بین کرنے والے کی نظر تنقیدی ہو ہی جاتی ہے۔ پس شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ایک جملہ مشعر کمال خسرو ہے۔

(۱۴) تذکرہ دولت شاہ سمرقندی

تذکرہ دولت شاہ میں ہے کہ امیرزادہ بالیسغر خمسہ خسروی کو خمسہ نظامی پر ترجیح دیتا تھا اور خاقان مغفور الغ بیگ اسے قبول نہیں کرتا تھا۔ اس بحث نے یہاں تک طوالت اختیار کی کہ دونوں بادشاہوں میں کشاکش بڑھتی بڑھتے نوبت مقابلہ ومقاتلہ کی پہونچی۔ آخر میں دولت شاہ خسرو علیہ الرحمۃ کے متعلق یہ فقرات لکھتا ہے۔

القصہ معانی خاص ونازکیہائے امیر خسرو دہلوی وسخنہائے پرشور عاشقانہ او آتش در نہاد آدمی میزند خواجہ خسرو پادشاہ عاشقان ست از انش خسرو نام ست ددر ملک سخنوری ایں نامش تمام ست درحق او مرتبہ سخن گزاری ختم ست۔

(۱۵) آزاد بلگرامی

رئیس المحققین میر غلام علی آزاد بلگرامی فرماتے ہیں کہ حضرت سعدی شیرازی کے کلام میں اگرچہ خال خال وقوعہ گوئی پائی جاتی ہے جیسا کہ اس شعر سے ظاہر ہے (شعر سعدی)

دل وجانم بتو مشغول ونظر درچپ وراست

تانہ گویند رقیباں کہ تو منظور منی

مگر ناسخ نقوش مانوی حضرت امیر خسرو دہلوی وقوعہ گوئی کے بانی تسلیم کئے گئے ہیں حضرت خسرو فرماتے ہیں ؎

marfat.com

خوش آں زماں کہ بر ویش نظر نہفتہ کنم
چو سوے من نگرد او نظر بگردانم

ولہٗ

غلام آں نفسم کا مدم چو خانہ او
بخشم گفت کہ از در کشید بیرونش

چو رفتم بر درش بسیار در بانش گفت ایں مسکیں
گرفتار ست شاید کایں طرف بسیار می آید

محقق بلگرامی ایک عجیب صنعت سے ان کے کلام کی داد دیتے ہیں۔ یعنی خسرو کے دو شعروں سے دونوں آخر کے مصرعے لیتے ہیں اور اول مصرعہ اپنے طرف سے موزوں کر کے کلام خسرو کی داد دیتے ہیں ؎

آزاد | خسرو

اے خسروِ شوخاں چہ کند وصفِ تو آزاد
خوباں عملِ فتنہ زدیوانِ تو یا بند

دیگر

میر خسرو نمکیں شعر ترا خواند آزاد
از نمکدانِ تو شد تازہ گرفتاریِ دل

میر آزاد بلگرامی نے جو تنقید کہ کلام خسرو پر کی ہے مو بمو راست ہے۔ خود ایک غزل میں خسرو علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

روح لیلیٰ آید و آموزد آئینہاے عشق
شعر خسرو گر رقم بر تربتِ مجنوں کنم

اگر تمام اقوال مصنفین کے جو خسرو علیہ الرحمۃ کی نفس شاعری کے متعلق ہیں جمع کروں تو ایک رسالہ ہو جائے۔ لہٰذا اسی قدر پر بس کرتا ہوں

marfat.com

کہ مثنوی میں بعد نظامی علیہ الرحمۃ کی خسرو دہلوی سے بہتر کسی نے مثنوی نہیں لکھی۔ مولانا جامی خواجو کرمانی امیر ہاشمی کرمانی آذر اصفہانی سلم السماوات شرح الشعرا والہ داغستانی وغیرہ یہ سب اس کے معترف و مقر ہیں۔ قصائد میں خاقانی اور غزل میں سعدی کے بعد ہیں۔ باعتبار جامعیت کے کوئی ان کا مقابل نہیں۔ صاحب شعر العجم کی عبارت ملاحظہ ہو۔

(۱۶) شعر العجم کی عبارت

''ایران میں جس قدر شعرا گزرے ہیں خاص خاص اصناف شاعری میں کمال رکھتے تھے مثلاً فردوسی و نظامی مثنوی میں۔ انوری اور کمال قصائد میں سعدی و حافظ غزل میں۔ یہی لوگ جب دوسری صنف میں ہاتھ ڈالتے ہیں تو پھیکے پڑ جاتے ہیں۔ بخلاف اس کے امیر قصائد مثنوی اور غزل تینوں میں ایک درجہ رکھتے ہیں مثنوی میں نظامی کے بعد آج تک ان کا جواب نہیں ہوا۔ غزل میں وہ سعدی کے دوش بدوش ہیں قصائد میں ان کی چنداں شہرت نہیں ہوئی لیکن کلام موجود ہے مقابلہ کر کے دیکھ لو۔ کمال اور ظہیر سے ایک قدم پیچھے نہیں۔''

اسی شعر العجم میں ایک دوسرے موقع پر ہے۔

''ہندوستان میں چھ سو برس سے آج تک اس درجہ کا جامع کمالات نہیں پیدا ہوا۔ اور سچ پوچھو تو اس قدر مختلف اور گوناگوں اوصاف کے جامع ایران و روم کی خاک نے بھی ہزاروں برس کی مدت میں دو ہی چار پیدا کئے ہوں گے صرف ایک

marfat.com

شاعری کرلو تو اُن کی جامعیت پر حیرت ہوتی ہے۔ فردوسی سعدی انوری حافظ عرفی نظیری بے شبہ اقلیم سخن کے جم وکے ہیں مگر ان کی حدود حکومت ایک اقلیم سے آگے نہیں بڑھتیں۔ حافظ۔ عرفی۔ نظیری غزل کے دائرہ سے باہر نہیں نکل سکتے اور انوری مثنوی اور غزل کو چھو نہیں سکتا۔ لیکن خسرو کی جہانگیری میں غزل مثنوی قصیدہ رُباعی سب کچھ داخل ہے اور چھوٹے چھوٹے خطہ ہائے سخن یعنی تضمین مستزاد اور صنائع و بدائع کا تو شمار نہیں"۔

خسرو کا حاسد عبید شاعر صفحات تاریخ سے اس کا پتہ چلتا ہے کہ صاحب فضل وکمال کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ وہ محسود ہو دنیا میں شاید ہی کوئی ایسا باکمال گزرا ہو جس پر بعض بدنصیبوں نے حسد نہ کھایا ہو چنانچہ خسرو جیسا خوش طبع منکسر المزاج مسکین طبیعت محتاج دوست عاجز پرور اور دلنواز شخص بھی حاسدوں سے محفوظ نہ رہ سکا۔ سچ ہے ع

گل ست سعدی و در چشم دشمناں خارست

دربار شاہی میں ایک ایرانی عبید نامی تھا وہ فضل وکمال میں جب خسرو کا مقابلہ نہ کرسکا تو آتش حسد سے جل بھنکر کوئلہ ہو گیا۔ امیر خسرو پر طعن و تشنیع اور ان سے بغض وحسد ہی رکھنے کو اس نے اپنا مایۂ ناز وافتخار سمجھا۔ صاحب شعر العجم کی بھی یہی رائے ہے شعر العجم کے الفاظ یہ ہیں "بعض بعض ایرانی شعرا قومی تعصب کو چھپا نہیں سکے عبید ایک شاعر جو امیر خسرو کا معاصر ہے کہتا ہے کہ غلط او فتاد خسرو را الخ خسرو کا خمسہ جب شائع ہوا تو اس پر حیرت افزا

کمال نے اُسے ششدر تو کر دیا لیکن حسد سے مجبور تھا داد کیونکر دیتا اس لئے کہ یہ شیوۂ اہلِ ہنر ہی نہ طریقِ حسود۔ آخر ایک شعر میں اپنے حسد ہی کا اظہار کیا ؎

غلط او فتاد خسرو را ز خامی
کہ سکبا پخت در دیگ نظامی

ادبی مذاق رکھنے والوں سے یہ امر مخفی نہیں کہ اہل کمال کا ایک گروہ ایسا بھی گزرا ہے جسے معاصرین سے داد فضل کمال نہ ملی بلکہ بعض ایسے شرکاءِ فن جو اُن کے علوِ شان کے سمجھنے سے قاصر تھے اُنھوں نے نہ صرف اُن کے کمال کا انکار کیا بلکہ مطاعن کی بوچھار کی ہے۔ لیکن جبکہ معاصرت جو تنافر کی ایک قوی علت تھی مٹ گئی تو پھر اُس کا آفتابِ کمال ایسا چمکا کہ اُس کے انوار میں تمام ملکی اور وہمی روشنیاں جذب ہو کر فنا ہو گئیں۔

یادش بخیر غالب دہلوی کی شان میں اُس کے بعض معاصرین نے کیا کیا کچھ کہا کسی نے تو یہ کہا ؎

کلامِ میر سمجھے ہم زبانِ میرزا سمجھے
مگر ان کی کہی یہ آپ سمجھیں یا خدا سمجھے

کسی نے اُس کے دیوان کے حجم و ضخامت پر یہ شعر چست کیا ؎

ڈیڑھ جز پر بھی تو ہیں مطلع و مقطع غائب
غالب آسان نہیں صاحبِ دیواں ہونا

marfat.com

اس شعر کے کہنے والے آوج تخلص عبد اللہ نام دہلی کے ایک شاعر گزرے ہیں جنھیں یہ ناز تھا کہ سات دواوین مرتب کر چکا ہوں اور آٹھواں زیر ترتیب ہے۔ مولانا محمد حسین آزاد آبحیات میں لکھتے ہیں :۔

''ایک دن رستہ میں ملے دیکھتے ہی کہنے لگے آج گیا تھا اُنھیں بھی سُنا آیا۔ میں نے کہا کیا کڑک کر بولے ؎

ڈیڑھ جز پر بھی تو ہے مطلع و مقطع غائب

غالب آسان نہیں صاحبِ دیواں ہونا

پھر بیان کیا کہ ایک جلسہ میں مومن خاں بھی موجود تھے مجھسے سب نے شعر کی فرمایش کی میں نے ناسخ کی غزل پر غزل کہی تھی وہ سُنائی مقطع پر بہت حیران ہوئے ع

کہ جس کو کہتے ہیں چرخ ہفتم ورق ہے دیوان ہفتمیں کا

پوچھنے لگے کہ کیا آپ ساتواں دیوان لکھتے ہیں۔ میں نے کہا کہ ہاں اب آٹھواں ہے چپ ہو گئے''

لیکن اب کہ وہ بساط لپٹ گئی ۔ دنیا دیکھ رہی ہے کہ وہی ڈیڑھ جز کا دیوان ارباب بصیرت کی آنکھوں کی عینک بنگیا۔ اور عبد اللہ خاں جو آٹھ دیوان چھوڑ گئے اُن میں آٹھ غزلوں کا بھی پتہ نہیں آج وہ اشعار جو غالب کی شان میں طنزیہ کہے گئے تھے کیا کچھ بھی واقعیت رکھتے ہیں؟

وہ شعرا اور ان کے طعن آمیز اشعار کیا اس ثبوت میں پیش کیے جا سکتے ہیں کہ غالب کا کلام بے معنی و مُہمل ہے اور اُسے صاحبِ دیوان نہیں کہا جا سکتا۔ چونکہ اُس کا

marfat.com

دیوان صرف ایک جلد ہی اور وہ بھی مختصر۔ پس کیا عبید کے اس شعر کو جو اسکی حاسدانہ طبیعت کی یادگار ہی اس ثبوت میں پیش کرنا کہ اہل ایران نے خسرو کو مثنوی نگار تسلیم نہیں کیا آفتاب پر خاک ڈالنا نہیں ہی؟

عبید کا افساد اور اُس کا انجام صاحب منتخب التواریخ تغلق شاہ کا عہد بیان کرتے ہوئے ایک فتنہ کا یوں ذکر کرتے ہیں "دریں میان عبید شاعر مشہور مفتنِ معارضِ امیر خسرو علیہ الرحمۃ کہ ایں بیت ازاں بدبخت شہرت دارد غلط او فتاد الخ امیر در اکثر تصانیف از دست او و سعد فلسفی شکایت ہا کردہ و شیخ زادہ دمشقی بہ تقریب دیر رسیدن ڈاک چوکی از دہلی بدروغ آوازہ در انداختند کہ سلطان تغلق نماند۔ وفتورے عظیم در اہلِ اسلام رفت۔" اس کے بعد فتنہ اور پھر اُس کے اندفاع کا ذکر ہے آخر میں مفسدین کا ذکر کرتے ہوئے یوں لکھا ہی۔ "عبید نیز ہم چناں منکوب بدست آمد و ایں جماعت را باخیل و تبار زیر پائے فیل انداختند در سنہ احدی وعشریں وسبعمأۃ" تاریخ فیروزشاہی میں مولانا ضیاء برنی کے الفاظ عبید کے متعلق یہ ہیں۔ بدبخت خبیث فتان مشطط"

اس عبارت سے صاف واضح ہی کہ عبید ایک مفسد فتنہ پرداز بے مایہ اور معمولی قابلیت کا شخص گزرا ہی شعر و سخن میں اُسے کچھ دخل ہی لیکن اس فن میں اس کا کوئی خاص پایہ نہیں اُس عہد میں عبید جیسے شاعر ہندوستان کے ہر گلی کوچے میں تھے۔ اُس کے اخلاق کی خامی و کمزوری اُس کی فتنہ پردازی و فساد انگیزی سے ظاہر ہے۔ کسی تذکرے میں بھی فقیر کی نظر سے یہ نہیں گزرا کہ اُس کے ثبوت شاعری میں

marfat.com

اُس سے کیا یادگار رہی نہ عبید کا دیوان ہے نہ مثنوی نہ قصائد۔ نہ کوئی اُس کے فضائل علمیہ ہی کا معترف ہے۔

خسرو کا اتباع اور اہل زبان

خسرو علیہ الرحمۃ کا یہ کتنا بڑا کمال ہے کہ ہندوستان میں پیدا ہوئے اسی جگہ نشو ونما پایا۔ اسی سرزمین میں اُن کی تعلیم و تربیت ہوئی لیکن کلام کا ایسا نمونہ چھوڑ گئے کہ اہل ایران نے اُس کی تقلید کی خسرو کے قصائد اہلِ ایران میں ایسے مقبول ہوئے کہ سلمان ساوجی وغیرہ نے بھی اُسے نمونہ بنا کر طبع آزمائی کی ہے جو شہادتیں کہ اوپر مذکور ہوئیں اُن سے اہل ایران میں کلام خسرو کی مقبولیت اور اہل زبان میں خسرو کے صاحب فن ہونے کا اعتراف بخوبی ثابت ہوتا ہے

ایک سطحی اعتراض اور اُس کا جواب

یہ اعتراض کہ خسرو علیہ الرحمۃ نے مولانا نظامی کے رنگ میں مثنویاں کیوں لکھیں اُنھیں داستانوں کو مکرر نظم میں کیوں لائے یہ کوئی اعتراض نہیں ہے بلکہ تعصب کا نتیجہ ہے اس کا جواب پھر کیا دیا جائے۔ دنیا میں شاید ہی کسی موضوع پر ایسی کتاب کسی نے لکھی ہو جس موضوع پر اُس سے بعد آنے والوں نے اپنی قوت دماغی نہ صرف کی ہو بلکہ کبھی کبھی اتحاد موضوع کے ساتھ اتحاد اسم بھی پایا جاتا ہے۔ امام غزالی کی مشہور تصنیف تھافتہ الفلاسفہ ہے لیکن اسی نام کی اور دو کتابیں بھی موجود ہیں۔ ان تینوں کا موضوع ایک ہی لیکن انداز بیان ترتیب فصول سب میں جداگانہ ہے۔ شرح تجرید کے حواشی دیکھو دو نامور محقق یکے بعد دیگرے اُس کا حل لکھتے ہیں اور دونوں کے حواشی کا ایک ہی نام ہے یعنی قدیمہ۔ اسی طرح شیخ

marfat.com

بو علی سینا کی معرکتہ الآرا کتاب اشارات ہے اُس کی بھی دو شرحیں ہیں اور دونوں شرح اشارات سے موسوم ہیں۔ شعر و شاعری میں جہاں صرف طبع آزمائی ہوتی ہے اُس میں اگر ایک ہی داستان کو دو شاعروں نے نظم کیا تو یہ اعتراض کیونکر ہو سکتا ہے

زورِ طبیعت کا اُسی جگہ صحیح اندازہ ہوتا ہے جہاں ایک ہی مضمون کو دو شخص بیان کریں اس سے ہر ایک کی قوتِ فکریہ کا زور اور اُس کی رسائی معلوم ہوتی ہے۔ بدیں وجہ خسرو شیریں۔ مجنوں و لیلیٰ و داستان بہرام گور متعدد شعرا نے نظم کی ہیں جن میں سوائے امیر خسرو کے سب اہلِ زبان ہیں۔ پھر خسرو پر اس اعتراض کی تخصیص کیا ہے۔ خسرو نے نام رکھنے میں جو صنعت قلب سے کام لیا ہے اُس سے ایک لطف پیدا ہو گیا۔ مثلاً

مولانا نظامی کی کتاب کا نام لیلیٰ مجنوں ہے اور ان کی مثنوی کا مجنوں لیلیٰ۔

اساتذۂ فن کے کلاموں پر جن کی نظر ہے اُن سے یہ امر مخفی نہیں کہ ایک ہی مضمون ہوتا ہے جسے ہر ایک شاعر کہتا ہے لیکن ہر ایک کا انداز جدا ہر ایک کی بندش الگ کہیں اگلوں کے کلام میں لطافت ہوتی ہے اور کہیں پچھلے اُس مضمون کو زیادہ پُرتاثیر بنا دیتے ہیں۔ مثلاً سعدی کا ایک شعر ہے۔

پہلی مثال

بجز ایں گنہ ندارم کہ محبّ و مہربانم　　　بچہ جرم دیگر از من سرِ انتقام داری

اسی مضمون کو خسرو کہتے ہیں ؎

گفتم کہ ہمیں ترا غلامم　　　گر ہست گناہ من ہمین ست

marfat.com

خسرو کے شعر کا لطف ظاہر ہی صرف ایک لفظ غلام نے وہ خوبی پیدا کردی ہی جو محب و مہربان کے دو لفظوں سے بھی پیدا نہیں ہوتی۔ اُس پر گناہ کا اقرار حرف شرط کے ساتھ ایک عجیب لطف دے رہا ہی۔

کیا خسرو پر یہ اعتراض کیا جائے گا کہ جبکہ سعدی کا شعر موجود تھا تو پھر اس مضمون کے ادا کرنے میں کیوں وقت ضائع کیا گیا۔

دوسری مثال

خسرو کا ایک شعر ہی ؎

گفتہ بودے خسروا در خواب رُخ بنمایمت　　　　این سخن بیگانہ را گو آشنا را خواب نیست

اسی مضمون کو جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

گفتی شبے بخواب تو آیم ولے چہ سود　　　　چوں من بعمرِ خویش ندانم کہ خواب چیست

خسرو جن کا زمانہ جامی سے بہت پیشتر ہے جبکہ اُن کا ایسا پر لطف شعر موجود تھا تو پھر جامی کو ایسا شعر لکھنا جو لطف میں بھی خسرو کے شعر سے پیچھے ہی کیا ضرور تھا۔ کیا یہ اعتراض مولانا جامی پر ایک فضول و لا یعنی اعتراض نہیں؟

تیسری مثال

میر تقی میر کا ایک شعر ہی ؎

جاتا ہے آسماں لئے کوچہ سے یار کے　　　　آتا ہے جی بھرا در و دیوار دیکھ کر

غالب دہلوی کہتا ہی ؎

marfat.com

یاد آگیا ہمیں تری دیوار دیکھکر　　سر پھوڑتا وہ غالب شوریدہ حال کا

خلاصہ یہ کہ کوئی مضمون جسے متقدم نے کہا ہو اگر اُسے کوئی متاخر کہے تو اگر دونوں کے کلام میں باعتبار بندش و ترکیب الفاظ مساوات ہی تو فضل متقدم کی طرف ہوگا۔ لیکن اگر متاخر نے اُس میں کوئی لطف پیدا کیا تو پھر یہ مضمون اُس کا ہو جائے گا اور یہ ایک طرح کی صنعت شمار کی جاتی ہی جسے ابداع کہتے ہیں۔

جواب کا دوسرا حصہ یہ واقعہ ہی کہ ہر شاعر کی طبیعت ایک خاص رنگ رکھتی ہی اور اُس کے بیان کا اسلوب ایک خاص طرز رکھتا ہی۔ اکثر کلام اُس کا اُسی رنگ و روش میں پایا جاتا ہی۔ لیکن کبھی وہ اپنے مخصوص طرز سے علیحدہ ہو کر کسی دوسرے طرز میں بھی طبیعت کی جولانی دکھاتا ہی جس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ دوسری روش بھی اُس کی قدرت سے باہر نہیں۔

مثلاً غالب کی نازک خیالی اور دقت پسندی ضرب المثل ہی۔ جیسا کہ وہ خود کہتا ہے

مشکل ہی زبس کلام میرا اے دل　　سُن سُن کے اُسے سخنورانِ کامل
آسان کہنے کی کرتے ہیں فرمائش　　گویم مشکل و گرنہ گویم مشکل

لیکن جب کبھی اُس کا جی چاہتا ہی تو اپنے خاص رنگ سے علیحدہ ہو کر سہل کہنے پر جو آتا ہی تو سہل ممتنع میں بھی اپنی اُستادی ثابت کر دیتا ہی۔ مثلاً اُس کی ان غزلیات کو دیکھئے جن میں سے ایک ایک شعر یہاں درج ہی ؎

دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے　　آخر اس درد کی دوا کیا ہے

marfat.com

کب وہ سُنتا ہی کہانی میری — اور پھر وہ بھی زبانی میری

ہو چکیں غالب بلائیں سب تمام — ایک مرگِ ناگہانی اور ہے

منحصر مرنے پہ ہو جس کی اُمید — نا اُمیدی اُس کی دیکھا چاہیے

خسرو اور مجتہدانہ طبیعت خسرو علیہ الرحمۃ ایک مجتہدانہ طبیعت لے کر اس عالم کون و فساد میں آئے تھے۔ ناظرین تھوڑا صبر کریں نواب حاجی محمد اسحٰق خاں صاحب کے جود و کرم کا چشمہ عنقریب اُنھیں سیراب کر دے گا۔ بہت بڑا حصہ کلام خسرو کا تصحیح و مقابلہ کی منازل سے گزر کر تنقید و تقریظ کے مقام تک آ چکا ہی۔ جس وقت خسرو کا کلام ناظرین کے سامنے ہوگا اُس وقت یہ فیصلہ خود بخود ہو جائے گا کہ بیشک خسرو میں مجتہدانہ قابلیت موجود تھی۔ آپ کی مثنوی تغلق نامہ، خضر خاں و دیول دیی اور مثنوی نہ سپہر آپ کی جدت و جودت آفریں طبیعت پر گواہ ہیں یہ تینوں تاریخی مثنویاں ہیں۔ واقعات ایسی صحت سے لکھے گئے ہیں کہ اُس عہد کی بہترین تاریخ یہی مثنویاں ہیں تاریخی بحث ایک خشک مضمون ہی لیکن خسرو نے اپنی جادو بیانی سے ایسا رنگین اُسے کر دیا ہی کہ تاریخ اپنی صحت کے ساتھ باقی رہی اور مضمون میں دلکشی و دل آویزی پیدا ہو گئی۔ نہ سپہر کی ترتیب بھی ایک جدت رکھتی ہی۔ اس مثنوی کے نو باب ہیں ہر باب کو سپہر سے تعبیر کیا ہی۔ پھر ابتدا نویں آسمان سے کی ہی اُس کے بعد آٹھواں پھر ساتواں اسی طرح پہلے سپہر پر خاتمہ ہے۔ ہر سپہر کا عنوان آخر میں ہوتا ہے اور ہر سپہر کی بحر ایک نئی بحر ہوتی ہی۔ اس طرح یہ مثنوی نو بحروں پر مشتمل ہی۔ خسرو کی اس مثنوی کا جواب آج تک نہ ہو سکا۔ بعضوں نے سبحۃ الابرار جامی کے متعلق یہ لکھ دیا کہ

marfat.com

یہ مثنوی نہ سپہر کے ہم رنگ ہے۔ بغیر کتاب دیکھے جو اجتہاد و قیاس کیا جاتا ہے وہ ایسا ہی غلط ہوتا ہے لیکن خمسہ میں خسرو نے اپنی روش چھوڑ کر حضرت نظامی کی روش اختیار کی ہے اور یہ ثابت کر دیا کہ اس روش میں بھی مثنوی کہہ سکتا ہوں۔ چنانچہ فرماتے ہیں ؎

میخواست بسے دلِ ہوس باز | کز سحرِ قدیم نو کنم ساز
پے بر پئے او چناں کہ دانم | گفتم قدمے زدن توانم
از شیوۂ خود رمیدہ گشتم | تسلیمِ ہماں جریدہ گشتم
چیدم بقلم نمونہ بیش | بردم زمیاں تکلفِ خویش
زاں کردہ ام ایں نوائے خوش ساز | تا گوشِ زمانہ را کنم باز
ذوقے کہ دریں دمِ حیات ست | ہمشیرۂ اولیں نبات ست

خسرو علیہ الرحمۃ اپنی مثنوی مجنوں لیلیٰ کے متعلق آخر شعر میں فرماتے ہیں کہ یہ کتاب اولیں نبات (یعنی لیلیٰ مجنونِ نظامی) کی ہمشیرہ ہے۔ جس طرح کہ یہ مثنوی مجنوں لیلیٰ کے متعلق دعوے کیا گیا ہے دیگر مثنویوں کے متعلق بھی کیا جا سکتا ہے خود اسی مثنوی ہشت بہشت کو بخیال نکتہ چینی اول سے آخر تک اٹھا کر پڑھ جائے۔ کسی جگہ اور کسی موقع پر کسی قسم کا مضمون آپ ایسا نہ پائیں گے کہ اس کو آپ کسی مضمون کی نقل خیال کر سکیں یا پیش رو اور پیرو کا فرق محسوس ہو اگرچہ وہی قصہ ہے وہی داستان وہی عالم ہے وہی جہان۔

دیکھئے متاخرین اہلِ کمال نے جو امام فن مسلم ہو چکے ہیں جب کسی متقدم کی غزل پر غزل لکھی تو چند اشعار میں بھی وہ اس نقصان کو پوشیدہ نہ کر سکے اور یہاں دفتر کے دفتر

marfat.com

موجود ہیں مگر ممکن نہیں کہ کوئی منصف شخص یہ کہہ سکے کہ یہ نقل ہے اور وہ اصل یا یہ اصل ہے اور وہ نقل۔

نظامی وخسرو کا مقابلہ | نہایت تفصیل سے مثنوی میں مولانا نظامی کا کمال ابھی ہم بیان کر چکے ہیں لاریب مولانا کی مثنویاں باوجود بیشمار جوابوں کے بھی آج تک لاجواب رہیں۔ خود امیر خسرو کی بے نظیر انصاف پسندی بار بار مولانا کے کمال کا اعتراف کرتی ہے۔ مثنوی مجنوں لیلیٰ میں اُن لوگوں کو جو خسرو پر نظامی کا نام لے کر طعن کیا کرتے تھے مخاطب بنا کر فرماتے ہیں ؎

گر ما ز ہُنر تہی میانیم | بارے تو بگوئی تا بدانیم
از دعویِ این خیال سنجی | ناگفتہ ملاف تا نہ رنجی
بنود چو فسانۂ تو نامی | بیہودہ چہ لافی از نظامی
گفتی دمِ اوست مُردہ راز یست | آں زانِ ولیست زانِ تو چیست
گر زاں قدح آری آنچہ خوردم | بے گفتِ تو اعتراف کردم

یہ واقعہ ہے کہ مولانا نظامی نے بغیر کسی نمونہ کے صنف مثنوی کو ایسا آراستہ و پیراستہ کیا کہ سو برس تک تو کسی کی ہمت مثنوی لکھنے کی نہ ہوئی۔ اور بعد سو برس کے جنھوں نے مثنویاں لکھیں تو وہ نظامی جیسی کوئی نمایاں ترقی نہ کر سکے۔ اس لئے کہ وہ اس مرتبۂ کمال تک مولانا کے پُر زور قلم سے پہنچ چکی تھی جو انسان کی قوت فکریہ کی انتہائی منزل ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ مولانا نظامی جس روش کے موجد ہونے کا فخر رکھتے ہیں

marfat.com

اُس کے مکمل ہونے کا بھی سہرہ انھیں کے سر ہے۔ یہ دو کمال یعنی ایجاد و تکمیل مولانا کے ایسے ہیں جن میں کوئی اُن کا ہمسر نہیں خسرو کا نظامی سے جب مقابلہ کیا جائے گا تو یہ حیثیت ضرور ملحوظ ہو گی۔

نظامی کی فارغ البالی خسرو علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ مولانا نظامی یک فنی تھے طبیعت کا سارا زور مثنوی پر ختم کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کا فراغ عطا فرمایا تھا مولانا کو نہ کوئی دوسرا خیال تھا نہ طبیعت پر کسی طرح کا بار۔ اطمینان و سکون سے کلام میں کمال پیدا کرتے رہے۔ خسرو کے وہ اشعار یہ ہیں ؎

اوزان ہمہ فکر گوہر آمائے نہ نہاد زیک وش پروں پائے
وانگہ زجہاں فراغ جستہ وز شغلِ زمانہ دست شستہ
بارے نہ بدل مگر ہمیں بار کارے نہ دگر مگر ہمیں کار
کوشش ہمہ در سخن سگالی خاطر زہر التفات خالی

اس کے بعد اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ میں مسکین ہوں بندگی سے چارہ نہیں پیٹ کے لئے مزدوری کرتا ہوں صبح سے شام تک اپنے ہی جیسے انسان کے آگے پاؤں پر کھڑا رہتا ہوں۔ اس محنت و ملازمت کا جب صلہ دیتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حق محنت و مزد نہیں دیتے بلکہ احسان کر رہے ہیں۔ خود خسرو کے اشعار ملاحظہ ہوں ؎

مسکین منِ مستمندِ بیہوش از سوختگی چو دیگ در جوش

marfat.com

شب تا سحر از صباح تا شام | در گوشۂ غم نگیرم آرام

باشم زبرائے نفسِ خود رائے | پیش چو خودے ستادہ برپائے

تا خوے نزود زپائے تا سر | دستم نشود ز آبِ کس تر

مزدے کہ دہند منتِ داد | واں رنج کہ من برم ہمہ باد

چوں خر کہ علف کشد بزاری | ریزند جوش وے بخواری

باوجود اس کے خسرو کا یہ کتنا بڑا کمال ہے کہ خمسہ نظامی کے بعد انھیں کا خمسہ جگہ پاسکا۔ حالانکہ جلال فراہانی، خواجو کرمانی، عماد فقیہ کرمانی۔ مولانا کاتبی۔ ہاتفی وغیرہ وغیرہ سبھوں نے طبع آزمائیاں کیں لیکن اہلِ زبان ہونے پر بھی خسرو کے مقابل نہ ہوسکے۔ اس پر بھی اگر کسی کو خسرو کا کمال نہ دکھائی دے تو اس کا کیا علاج۔ خسرو علیہ الرحمۃ نے مثنوی قران السعدین میں اس کا بہت ہی اچھا فیصلہ کردیا ہے

باز کسے راکہ حسد رہ زند | زخمہ دریں رہ نہ یکے۔ دہ زند

جس کی راہ حسد نے مار رکھی ہو | وہ ایک چھوڑ دس اعتراض کرے گا

گر بمثل صد ہنر آرم زغیب | ہیچ نگاہے نکند۔ جز بہ عیب

مثلاً اگر میں سو ہنر کی باتیں پیدا کروں | تاہم حاسد عیب کی ہی طرف نظر کرے گا

صد سخنِ راست نگیرد بہ ہیچ | یک رقم کژ کند انگشت پیچ

سو اچھے شعر اس کے نزدیک بے قدر ہیں | لیکن شعر ایک ہی ہو تو اسے انگشت نما بنائے گا

marfat.com

گر بہ از ین ست گہر سفتنش | عیب بود عیبِ کساں گفتنش
اگر اُس کی سخن طرازی مجھ سے بہتر ہے | تو دوسروں کی عیب چینی خود اُس کے لیے عیب ہے
ور کم ازیں مایہ رسیدش زعیب | طفلِ رہِ ماست زطفلاں چہ عیب
اور اگر اُس کا کلام مجھ سے پست ہے | تو وہ ابھی اس راہ میں بچہ ہے بچوں کے کہے کا بُرا ماننا کیا

الحمدللہ کہ اُن مضامین سے فرصت ملی جن کی ترتیب علاوہ تنقید ہشت بہشت کے فقیر کے متعلق کی گئی تھی مولیٰ تبارک و تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اُس جناب کا اسے مقبول و پسندیدہ فرمائے جس کے کلام و کمال کا نمونہ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

آخر میں اُس بزرگ و مخلص کی دُعا کا خواستگار ہوں جس کی پیہم سرگرمیوں نے مجھ جیسے کاہل و ناکارہ کو بھی معطل نہ چھوڑا۔ فجزاہ اللہ عنی خیرالجزاء۔

marfat.com

مثنوی ہشت بہشت

مثنوی کی بنا اور اس کے ادوار باخبر رہروان علم سے یہ امر مخفی نہیں کہ رودکی نے سب سے پہلے مثنوی کی بنیاد رکھی۔ فردوسی نے اوس پر ایک شان دار عمارت قائم کی۔ مولنا نظامی رحہ نے اوس محل کو آراستہ اور نقش و نگار سے پیراستہ کیا۔ امیر خسرو علیہ الرحمۃ نے سو برس بعد اوس پر ایسی نظر افروز قلعی چڑھائی جسے دیکھکر ان سے بعد آنے والے شعرا اپنی طبیعت کو قابو میں نہ رکھ سکے اور ہر ایک نے اپنے اپنے عہد میں اس بات کی کوشش کی کہ اس محل دلکشا میں کہیں میرا کمال بھی آویزاں ہو جائے۔ لیکن اہل معانی و سخن شناس باانصاف جانتے ہیں کہ اُن اہل کمال کی تمنائیں کہاں تک سرسبز ہوئیں ؎

المنۃ للہ کہ حق میں ہیں یہ انجیں　　احسان خدا کا کہ یہ دل گھر ہے خدا کا

مثنوی ہشت بہشت اس وقت پیش نظر امیر علیہ الرحمۃ کی مثنوی ہشت بہشت ہے جو آپ کے خمسہ میں باعتبار ترتیب تصنیف سب سے آخر دور کی پر جوش صہبائے عرفان کا پیمانہ ہی۔ جیسا کہ خود اس کتاب میں ہم نشین علی کی زبان سے فرماتے ہیں ؎

چوں بعنوانِ پنجم آمد حرف　　تا چہ گنجینہ کرد خواہی صرف

امیر صاحب نے اس مثنوی کو ۷۰۱ھ میں تحریر فرمایا ہی۔ اوس وقت

marfat.com

آپ کی عمر اکیاون سال کی تھی۔ کل اشعار اِس کے تین ہزار تین سو پچاس ہیں جیسا کہ اِن اشعار سے ظاہر ہی ؎

ہمہ ابیٰتش بگاہ عرض شمار — سہ صد و پنجہ آمد و سہ ہزار

سال ہجری یکے و ہفصد بود — کیں بنا بر د سر بچرخ کبود

بحر اس کی خفیف مسدس مخبون مقصور ہے۔ یعنی فاعلاتن مفاعلن فعلات یوں تو شاعر کے آخر عمر کا کلام سابق کے کلام سے پختگی و برجستگی صفائی و استواری میں بڑھ کر ہوتا ہی ہے لیکن امیر صاحب نے کوشش بھی کی ہی کہ اس کتاب میں شاعری حد کمال تک پہونچ جائے۔ فرماتے ہیں ؎

کوشش کیں خط چناں نگاری چیست — کہ فزوں آید از چہار نخست

کاولیں نکتہ گرچہ چیست بود — آخریں بہتر از نخست بود

چنانچہ جب یہ مثنوی تمام ہوچکی تو امیر صاحب نے اوس کو ویسا ہی بہتر و برتر پایا جیسا کہ اون کی تمنا تھی۔ اپنی اِس کامیابی کی طرف بھی اشارہ فرماتے ہیں ؎

گر بود ناقدِ خزانۂ راز — داند اندیشۂ مرا پرواز

مثنوی بمقابلہ دیگر اصناف نظم کے

اِن جزئیات کے بعد دو باتوں کا بیان کر دینا نہایت ضروری سمجھتا ہوں۔ اول یہ کہ شاعر مثنوی لکھنے کے قابل کب ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ کون سے محاسن ہیں جن سے مثنوی کی آرائش تمام ہوتی ہے۔ امر اوّل کے متعلق ارباب تحقیق کی یہ رائے ہے کہ شاعر مثنوی اس وقت

marfat.com

لکھتا ہے جب کلام پر اوس کو پوری قدرت حاصل ہو جاتی ہے۔کیونکہ کسی واقعہ کو نظم میں بیان کرنا وزن و قافیہ کا سنبھالے رکھنا شاعرانہ تخیل کو ہاتھ سے نہ دینا برائے بیت الفاظ کا داخل نہ ہونا اور ربط کلام پر خیال رکھکر مسلسل واقعات کا بیان کرنا نہایت ہی اہم معرکۃ الآرا رہے۔اسلئے مثنوی نظم نگاری میں اعلیٰ درجہ کا فن شمار کیا جاتا ہے۔امر دوم کے متعلق سخن سنجوں کی یہ رائے سدید ہی کہ چھ باتیں ہیں جو مثنوی کے لئے شتہ ضروریہ کہی جا سکتی ہیں (۱) آدابِ سخن کی پاسداری ونگہداشت (۲) قافیہ کا ردیف کے ساتھ دست وگریبان ہونا اور صحت قوافی کا لحاظ (۳) شاعرانہ علم کلام اور قیاس شعری کی قوت (۴) کسی خاص مضمون کو طرق مختلفہ سے بیان کرنا۔مثلاً آفتاب کا طلوع وغروب صبح وشام کی جلوہ آرائی۔گلوں کے قہقہے۔بلبلوں کے چہچہے۔معشوقوں کے سراپا کے مرقعے۔عشاق کی مہجوری وحرماں نصیبی کے نقشے۔ہمکناری کے شوق۔ہم آغوشی کے ذوق وغیرہ وغیرہ (۵) صنایع وبدائع لفظی ومعنوی ومراعات النظائر (۶) سب سے آخر مگر سب سے اہم تسلسل ہے۔یعنی واقعات کے سلسلہ کی کوئی کڑی نکلنے نہ پائے۔جس شخص کا بیان ہو اوس کی حیثیت وشان کا لحاظ ابتدا سے انتہا تک قایم رہے۔شعرا نے مثنوی کے لئے جو بحریں اختیار کی ہیں وہ سب چھوٹی بحریں ہیں قافیہ چھوڑکر دو تین لفظوں میں مصرعہ پورا ہو جاتا ہے اب شاعر کا کمال یہ ہے کہ ادنھیں دو تین لفظوں میں واقعہ نگاری۔سخن آفرینی اور

marfat.com

کلام کی سلاست و روانی کا جوہر دکھا دے۔

مثنوی ہشت بہشت کا درجہ

امیر خسرو علیہ الرحمۃ کی مثنوی ہشت بہشت اس وقت پیش نظر ہے۔ ان نکات کو خوب سمجھے ہوئے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ زبان دان ہوکر جب کسی اہل زباں کے پہلو بہ پہلو چلتے ہیں تو کتنے اہل زبان ہیں جنکو اپنے دامن کی ہوا بھی پانے نہیں دیتے۔ آپ کی مثنوی ہشت بہشت تمام اُن محاسن سے آراستہ ہے جو مثنوی کے زیور قرار دیے جائیں۔ لیکن واقعات کے تسلسل اور استقصاے جزئیات میں ایسی کامل ہے کہ بلا خوف تردید یہ کہا جا سکتا ہے کہ اِس وصف خاص میں کوئی مثنوی اس کی ہمسری کا دعویٰ کر نہیں سکتی چاہے متقدمین کی ہو یا متاخرین کی۔ یہ مثنوی بھی اپنی سابق کی چار مثنویوں کی طرح سلطان علاء الدین خلجی کے نام سے معنون ہے۔ فلسفہ تاریخ سے آشنا جب عہد علائی پر ایک گہری نظر ڈالتا ہے اور پھر اس مثنوی کو پڑھتا ہے تو نصیحت گری کا یہ انوکھا طرز اور تنبیہ و بیداری کا جدید پر لطف سبق دیکھکر بے اختیار کہہ اُٹھتا ہے ؎

خوشتر آں باشد کہ سرِّ دلبراں گفتہ آید در حدیث دیگراں

اس تمہید کے بعد مقصود یہ ہے کہ مثنوی کے جن محاسن کا بیان مجملاً ہوا۔ اور جنکے متعلق ہشت بہشت میں پایا جانا کہا گیا اُن امور کی تفصیل و تمثیل مثنوی ہشت بہشت کے اشعار لیکر کر دیجاے۔ ہر چند مثنوی ہفت پیکر مولنا نظامی کے ساتھ ساتھ اگر اشعار کی خوبی بیان کی جاتی تو لطف مزید حاصل ہوتا۔ لیکن یہاں صرف خسرو

marfat.com

کی شاعری کا کمال دکھانا ہے کہ اِس کتاب میں آپ نے کہاں تک قادر الکلامی کی داد دی ہے اور مثنوی کا حق کس حد تک ادا کیا۔ رہا حضرت نظامی کی ہفت پیکر سے مقابلہ اُس کا بیان آیندہ آئیگا اگرچہ خسرو جیسے باکمال وجامع شاعر کے کمال شاعری کا اظہار مجھ جیسے بے بضاعت کے لئے درخور حوصلہ نہیں ہوسکتا ہے

دامانِ نگہ تنگ وگل حسنِ تو بسیار　　گلچینِ بہار تو ز داماں گلہ دارد

مگر محض بخیال امتثال امر جابجا سے گلہاے مضامین لیکر ایک گلدستہ طیار کیا جاتا ہے خدا اسے مقبولیت عطا فرماے ہے

الٰہی رنگِ تاثیرے کرامت کن فغانم را　　بموجِ اشکِ بلبل آب دہ تیغ زبانم را

مثنوی ہشت بہشت کے قصے جو قصہ کہ اِس مثنوی میں منظوم ہوا ہے وہ بہرام گور شاہ ایران کی عیش پرستی کا ہے مولٰنا نظامی نے بھی اسی داستان کو ہفت پیکر میں بیان کیا ہے۔ بہرام گور کے متعلق تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اِس نے دیار عرب میں تربیت پائی تھی اور عربوں ہی کی گود میں اس کا نشو ونما ہوا تھا۔ بہادر تھا شجاع تھا صید وشکار کا شوقین تھا لیکن طبیعت عیاشانہ پائی تھی جس پر ایران کی آب ہوا سے بہار رچھا گئی تھی۔ اہل روم سے اُس کے کئی معرکہ ہوئے۔ میدان مصاف کی بار ہا گرما گرمی نے اُس کے جوہر شجاعت کو اور بھی چمکا دیا تھا۔ ہندوستان سے اُس کا تعلق تھا

marfat.com

چنانچہ ہندوستان کی ایک عورت اُس کے پاس تھی جس کے شمع حسن کا وہ پروانہ تھا۔یہی عورت اُس کے ساتھ صید و شکار میں بھی رہتی تھی اور غالباً یہی دلارام ہے۔شکار کا شوقین تو تھا ہی اتفاقاً ایک روز کسی گورخر کا تعاقب کرتے ہوئے ایک کوئیں میں آرہا اور اوسی جگہہ خود موت کا شکار ہوگیا۔تاریخ میں بہرام کے متعلق جو کچھ ہے اوس کا خلاصہ اسی قدر ہے۔

مولنا نظامی نے ہفت پیکر میں چند ابواب خسرو سے زیادہ قائم کئے ہیں جن میں خاقان چین سے بہرام کی جنگ و فتح کا ذکر ہے کہیں اُس کے شیر مارنے کی تعریف کہیں اُس کے اژدہا مارنے میں بہادری کا تذکرہ۔کچھ وہ واقعات ہیں جو اُسے مالک تخت و تاج ہونے میں پیش آئے ہیں غرض چھوٹے چھوٹے پندرہ بیس عنوان انہیں جزئیات میں ہیں۔پھر اُن کے ذیل میں کہیں کوئی حکایت آجاتی ہے اور کہیں کوئی تمثیل۔ان عنوانوں کے علاوہ وہ سارے ابواب ہفت پیکر میں موجود ہیں جو ہشت بہشت میں ہیں صرف مدح شیخ کا ایک عنوان (جیسا کہ عموماً خسرو کی مثنویوں میں ہوا کرتا ہے) اس مثنوی میں بھی موجود ہے ہفت پیکر میں نصیحت کا مخاطب بیٹا ہے اور ہشت بہشت میں بیٹی باقی تمام بیان ایک ہیں خسرو کی کتاب ہشت بہشت میں حسب ذیل اکیس ابواب ہیں۔

حمد۔نعت۔معراج۔تعریف بادشاہ۔خطاب بسوے بادشاہ۔سبب تالیف نصیحت بدختر۔صفت دلارام و شکار بہرام۔رنجیدن بہرام و گذاشتن دلارام

marfat.com

آراستہ[11] شدن محل بہرام۔ گنبد مشکیں[12]۔ گنبد زعفرانی[13]۔ گنبد ریحانی[14]۔ گنبد گلناری[15] گنبد بنفشی[16]۔ گنبد صندلی[17]۔ گنبد کافوری[18]۔ وفات بہرام[19]۔ خاتمہ[20] شکرگزاری[21] حق تعالیٰ۔ خسرو علیہ الرحمۃ بہرام گور کی داستان اِس طرح شروع فرماتے ہیں کہ بہرام کو گورخر کے شکار کا بہت ہی شوق تھا سوائے اُس کی ران کے اور کسی طرح کا گوشت پسند نہیں کرتا تھا۔ بغیر شکار گورخر اُسے چین نہیں پڑتا تھا۔

دلارام اوس کی معشوقہ ساتھ ہوتی تھی ایک روز کسی خلاف طبع امر پر خفا ہوکر بہرام نے اوس کو جنگل میں چھوڑ دیا۔ دلارام ایک گاؤں میں پہونچکر نغمہ سرائی سیکھتی ہے اور اوس کمال کی وساطت سے پھر بہرام کی معشوقہ بنتی ہے۔

بہرام کے وزیر دانا نے جب بہرام کا انہماک صید و شکار میں حد سے زیادہ دیکھا تو اوس نے اوس کے لئے ایک قصر عالیشان بنوایا۔ جس میں سات گنبد تھے گنبد کی رونق کا سامان یہ کیا کہ ہفت اقلیم کے بادشاہوں کے پاس عاقل و مدبر اشخاص شاہانہ تحائف کے ساتھ بھیجے اور اون سلاطین سے بہرام کے لئے اون کی لڑکیوں کی استدعا کی۔ قاصد کامیاب واپس آئے۔ ہر اقلیم کی شاہزادی ساتھ ساتھ لائے۔

وزیر نے ایک ایک گنبد میں ایک ایک شاہزادی کو جگہ دی۔ بہرام ہر رات ایک شاہزادی کے ساتھ ہم خواب ہوتا ہے۔ نیند آنے کے لئے شاہزادی سے کسی قصہ کی فرمایش کرتا ہے وہ شاہزادی معذرت کرتے ہوئے پہلے

marfat.com

بہرام کو دعائیں دیتی ہے پھر قصہ شروع کرتی ہے اِس طرح اس میں سات قصے ہیں۔

ہر گنبد کا رنگ جداگانہ ہے جو شاہزادی جس گنبد میں ہے اوس کا لباس بھی گنبد ہی کے رنگ کا ہے۔ خود بہرام کا لباس بھی گنبد کی رعایت سے ہر شب نئے رنگ کا ہوتا ہے۔

جس روز جس گنبد میں جاتا ہے اوس میں ستارہ کے رنگ کا بھی لحاظ ہے اہل نجوم کے یہاں سبع سیارگان اپنا اپنا رنگ خاص رکھتے ہیں۔ کوئی سیاہ ہے کوئی سرخ۔ کوئی سبز اور ہفتہ کے ہر سات ایام یعنی شنبہ، یکشنبہ وغیرہ اونہیں ستاروں سے اپنا اپنا علاقہ رکھتے ہیں۔ غرض گنبد کے رنگ کی مناسبت کہیں نہیں چھوڑی گئی ہے آخر کار بہرام کا گورخر کے شکار میں ایک کوئیں میں گر کر مرجانا ہے اور داستان کا خاتمہ ہے۔

مولٰنا نظامی نے بھی ان سارے واقعات کو بعینہ بیان فرمایا ہے لیکن وہ سات قصے جو شاہزادیوں نے کہے ہیں وہ دونوں کتابوں میں جداجدا ہیں۔

خسرو کے قصص سب اون کی قوت متخیلہ کے نتیجے ہیں۔ قصے فرضی ہیں لیکن اسلوب بیان ایسا ہے جس سے فرضی واقعی معلوم ہوتا ہے برخلاف اسکے مولٰنا نظامی کے یہاں اسرائیلیات بھی داخل ہیں جن کے ہونے سے نہونا اچھا تھا۔

marfat.com

مولنا نظامی کے یہاں اثنائے قصے میں نصائح کا سلسلہ بھی آجاتا ہے جس سے کہیں کہیں داستان کا تسلسل جاتا رہتا ہے لیکن خسرو کے یہاں کوئی ایسا مضمون بیچ میں نہیں آتا ہے جس سے تسلسل میں کہیں بھی ربط جاتا رہے

داستان گوئی بجائے خود ایک بڑا فن ہے لیکن ہر عہد میں اس کا خاص طریقہ رہا ہے اوس زمانے میں اکثر قصے طلسم و جادو و دیگر وہمیات سے کامل ہوا کرتے تھے۔ اس زمانے میں قصہ و داستان کا جو مذاق ہے اوس کو اب سے چھ سو برس قبل تلاش کرنا فضول ہے یہ تو اپنے اپنے زمانے کا مذاق ہے اوس عہد اور اوس دور ایام میں قصص جسقدر محال و دور از عقل ہوتے سامع کی دلچسپی اوسی قدر زیادہ ہوتی۔

ہفت پیکر کے قصص اسرائیلیات کے سوا جو ہیں اوس عہد کی قصہ خوانی کے وہ صحیح نمونے ہیں خسرو علیہ الرحمۃ نے ہشت بہشت کے قصص کو دائرہ امکان میں لانے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ قصے ایسے دلچسپ لکھے ہیں اور جزئی سے جزئی باتوں کو بھی اس تفصیل سے بیان کیا ہے کہ یہ قصے جیسے کہ خسرو کے زمانہ سے میں دلچسپ تھے آج بھی اون کی وہی دلچسپی ہے۔

ہشت بہشت کے بعض قصے مغرب کے داستان نگاروں نے بھی پسند کئے اور اون کا ترجمہ انگریزی میں شائع کیا مثلاً بہشت دوم کا جو قصہ ہے وہ انگریزی فسانے میں بھی موجود ہے۔ [illegible] معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح

marfat.com

خسرو کی شاعری بلند پایہ رکھتی ہے اوسی طرح داستان نگاری اور اُسکی تکمیل و ترتیب میں بھی اونھیں کمال ہے۔

حمد باری تعالیٰ کی حمد میں شاعر عموماً اسماے حسنیٰ اور صفات الٰہیہ کی توضیح کیا کرتا ہے۔ اپنی قوت شاعری سے مضمون کو پھیلا کر اور طرح طرح کے نکات بیان کرکے داد سخن دیتا ہے۔ اب خوبی و کمال اس میں یہ ہے کہ حمد کا مضمون صفائی و چستی کے ساتھ اِس طرح بیان کیا جائے کہ قریب الفہم ہو اور سخن گذاری کا پیرایہ موثر ہو۔ ساتھ ہی اس کے کوئی تلمیح یا نکتہ تعبیہ کرکر اہل علم کے لئے ضیافت کا خوان بچھایا جائے تو نورٌ علیٰ نور۔

قدرت کا بیان

اِس وقت مثنوی مذکور کی حمد میں سے اسی قسم کے چند اشعار لیکر اون کی توضیح کی جاتی ہے۔ خسرو اوس قادر مطلق کی قدرت کاملہ کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ہر چہ نتواں زپادشاہی کرد — کردی و میکنی و خواہی کرد

سطوت و جلالت قوت و طاقت شاہی سب کو معلوم ہے۔ ان چیزوں کا ایک ناقص و ادنیٰ نمونہ جب چند دنوں کے لئے کسی کو سلطان ذیجاہ بناتا ہے تو تنک ظرفی کے سبب کاسۂ پر غرور میں ایسا سودا سما جاتا ہے کہ دائرہ امکان و حدوث سے قدم باہر نکالنے کی کوشش کرتا ہے۔ دیگر ابناے آدم اپنے ضعف و کمزوری سے اوس کے غرور و پندار کو امر واقعی تسلیم کرکے اوس خیال باطل کو اور بھی راسخ

marfat.com

کر دیتے ہیں۔ تاریخ شاہد ہے اور واقعات اِس وقت تک اوس کی تصدیق کرتے ہیں کہ تھوڑیسی قوت وقدرت جہاں انسان کو عطا ہوئی بس اوس نے خدائی کا دعویٰ کرکے اَنَا رَبُّکُمُ الاَعلیٰ کا علم بلند کیا۔ رعایا وبرایا اپنی بدعقلی وکم فہمی کا ثبوت دیتے ہوے اوس کی خدائی کا اقرار کرنے والے بھی ہوئی۔

عہد عتیق میں نمرود کا حضرت ابراہیم خلیل اللہ سے مناظرہ کرنا اس کو اچھی طرح واضح کرتا ہے۔ احیا واماتت کی حقیقت سے ناآشنا وجاہل اپنے زعم باطل کے بموجب کہہ ہی اوٹھا کہ اَنَا اُحْیِی وَاُمِیتُ حضرت ابراہیم خلیل نے بحث کا پہلو بدلکر یوں تقریر فرمائی اِنَّ اللّٰہَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِھَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُھِتَ الَّذِیْ کَفَرَ یعنی اللہ تعالیٰ سورج کو پورب سے نکالا کرتا ہے تو اوسے پچھم سے نکال۔ اِس کا معارضہ وہ نہ کرسکا اور مبہوت ہوکر رہگیا۔

اگر خسرو اللہ تعالیٰ کے اوصاف بادشاہی کو پورے زور کے ساتھ چند ابیات میں بیان بھی کرتے تو یہ شان ظاہر نہو سکتی تھی۔ اور منکر کو بھی کج بحثی کا موقع رہ سکتا تھا اب اس ایک شعر کی بلاغت قابل ہزار داد ہے۔ کس خوبی سے نمرود کے پورے واقعہ کی تلمیح موجود ہے اور کیسی مُسکت دلیل سے مخلوق پرستوں کی لب بندی کی ہے سلطنت کی قوت وقدرت تسلیم کرتے ہوے اوس کی بیمقداری اور ایک محدود دائرہ تک محدود زمانہ کے لیے اوس کا اثر کس طرح ثابت کیا ہے۔ اوس پر ایک چھوٹے سے مصرعہ "کردی ومیکنی وخواہی کرد" نے ازمنۂ ثلثہ کا احاطہ کرکے ازل تا ابد

تک اوس کی قدرت کا اظہار کر دیا جس کا دعویٰ تو کسی سے ہو بھی نہیں سکتا۔

کمال صنعت

حرفِ انگشت چوں زتست بشت　　کس بحرفِ تو چوں نہد انگشت

وسوسہ شیطانی منکرانہ سے صنعت باری میں عیب جوئی کرانا چاہتا ہے۔ خسرو نے ایک ہی دلپذیر شعر میں یہ بتا دیا ہے کہ جن قوا و اعضا سے کہ تم اس بے ادبی کا ارتکاب کیا چاہتے ہو وہ بھی اوسی کی مخلوق ہے۔ اُسی کے حکم نے ایک مدت معینہ تک اون کو تمہارا مطیع بنا رکھا ہے جن انگلیوں سے اپنے زعم باطل میں تم اوس کے عیوب کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہو آخر یہ تمہاری مخلوق و پیدا کردہ تو ہیں نہیں ان میں احساس و حرکت کی قوت تمہاری خلق کردہ تو ہے نہیں پھر ایسا کرنا کیا سخت کفران نعمت نہ ہوگا۔ کمال صنعت الٰہی کے بیان کرنے کا کیسا موثر پیرایہ ہے۔

ایجاد و انعدام

تو نگاری زخاک صورت پاک　　تو توانیش باز کردن خاک

صانع کا کمال یہ ہے کہ جس طرح بنانے پر قادر ہو اوسی طرح بگاڑنے پر بھی قدرت رکھتا ہو۔ یوں تو اس عالم کون و فساد میں پہاڑ سورج چاند وغیرہ بہت سی بڑی بڑی چیزیں ہیں جن کے متعلق قدرت کا اظہار کیا جا سکتا تھا۔ لیکن ان چیزوں کا نیست کرنا جب ہوگا تب ہوگا۔ یہ چیزیں کن کن عناصر سے مرکب ہو کر رونق

marfat.com

بخش عالم ہوئی ہیں یہ تحقیق جب ہوگی تب ہوگی۔ مگر خاک سے پاکیزہ صورتوں کا پیدا ہونا اور چند روز تک اپنی بہار دکھا کر ایک غیر محسوس طریق پر نیست ہوجانا تو رات دن کا مشاہدہ ہے اور یہ عبرت کے لئے زود اثر ہے باعتبار دور کی چیزوں کے۔ اپنے اور اپنے سے قریب کی چیزوں میں غور و فکر کرنا زیادہ مناسب ہے ۵

احسان مانو حسن خداداد کا بتو　　　　پتھر تھے تمکو شیشے سے نازک بنا دیا

و فی انفسکم افلا تبصرون انسان کی پیدایش خاک سے ہے۔ گل بوٹے بھی خاک ہی سے پیدا ہوتے ہیں۔ کچھ سے کچھ ہو کر پھر خاک ہوجاتے ہیں۔ قیاس خطابی کا ایک عظیم دفتر صرف ایک شعر میں موجود ہے۔ نبات حیوان انسان ان کی بدایۃ ونہایۃ ان کا عروج و نزول ان کا عود الی المرجع ذرا چشم بصیرت سے اگر مطالعہ کیا جاے اور پھر یہ شعر پڑھا جاے تو شاعر کی قادرالکلامی کا پورا لطف حاصل ہو

ترغیب طاعت اور انعام الٰہی

بندگاں از بندگی شب و روز　　　　خواجگی بخش و بندگی آموز

بندگی سے خواجگی کیونکر حاصل ہوسکتی ہے اس کو تو وہی سمجھیگا جس نے عبودیت کا مزہ چکھا ہوگا ۵

دو کار ست با فرو فرخندگی　　　　خداوندی از تو زما بندگی

خسرو نے اِس شعر میں بندگی و عبادت کی ترغیب جس دل آویز پیرایہ میں بیان کی ہے اوس کا لطف تو ارباب ذوق سلیم ہی پا سکتے ہیں۔ لیکن الفاظ

marfat.com

جہاں تک مدد کر سکتے ہیں وہ گزارش ہے۔ غور کیجئے وہ کونسا دل ہے جس میں خواجگی و سرداری کی تمنا نہیں۔ انسان تمام عمر جس کے حاصل کرنے میں سرگرداں وپریشان رہتا ہے وہ یہی خواجگی ہے اور غلط راہ روی کے سبب سے اکثر وبیشتر فرزند آدم صحیح معنوں میں خواجگی پانے سے محروم رہے اور رہتے ہیں پس امیر صاحب کا حمد میں یہ فرمانا کہ یہ بھی تیری شان کریمی کا صدقہ ہے جو بندوں کو بندگی سکھا کر تو خواجگی بخشتا ہے۔ جہاں ایک پاکیزہ الفاظ میں حمد الٰہی و ذکر نعمت جلیلہ ہے اوسی کے ضمن میں بندوں کو بندگی کی رغبت اور صحیح راہ خواجگی کی طرف رہبری بھی ہے ؎

خلاص حافظ ازاں زلف تابدار مباد ۔۔۔ کہ بستگان کمند تو رستگار انند

نعت | خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت شریف میں شعرا نے عجیب وغریب لطائف پیدا کئے ہیں۔ آپ کے معجزات آپ کے فضائل وکمالات کا شاعرانہ انداز سے بیان کرنا ہر ایک سخنور کے لئے تاج کرامت رہا ہے۔ لیکن خسرو علیہ الرحمۃ نے اس میں بھی جو جدت پیدا کی ہے وہ تمام متاخرین کے گلدستہ نعت میں گل سرسبد ہے۔ چند اشعار اس کے ملاحظہ ہوں۔

میم کا نکتہ

میم احمد کہ دراحد غرق ست ۔۔۔ کمر خدمت از پئے فرق ست

احمد اندر احد کمر بند ست ۔۔۔ یعنی ایں بندہ آں خداوند ست

marfat.com

احمد یا محمد صلی اللہ وآلہ وسلم کی میم سے شاعروں نے بعد امیر خسرو علیہ الرحمۃ کے طرح طرح کے نکات پیدا کئے۔ جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

محمد کش قلم چوں نامور ساخت　　　زمیمش حلقۂ طوق وکمر ساخت

خود امیر صاحب دوسری جگہ ایک اور طرز سے نکتہ سرا ہوئے ہیں ؎

میم احمد را گزیدہ بعد ازاں　　　خاتم مُہر نبوت ساختہ

ان سب نکات سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سرداری وسروری کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے لیکن یہ نکتہ کہ آپ بندہ ہیں اس کی طرف یہ میم کیونکر اشارہ کرتی ہے اس کو امیر صاحب نے دکھایا ؎

تہی دست سلطان پشمینہ پوش　　　گدائی خرد بادشائی فروش

جس طرح خسرو سے پیشتر کسی شاعر نے میم کے نکتہ کو بیان نہ کیا۔ اوسی طرح امیر صاحب کے بعد کے شعرا اس سے بہتر یا اس کے برابر نکتہ پیدا نہ کرسکے۔

انا من نور اللہ والخلق کلھم من نوری

پایۂ قدرش آسمان پیوند　　　سایۂ نورش آفتاب بلند

ایک حدیث شریف میں وارد ہے لَمْ یَکُنْ لَهٗ ظِلٌّ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔ دوسری حدیث حضرت جابر سے یوں منقول ہے یَا جَابِرُ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ نُوْرَ نَبِیِّكَ مِنْ نُوْرِهٖ قَبْلَ کُلِّ الْاَشْیَاءِ یعنی مرتبہ ایجاد میں اولیت نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ اور تیسری حدیث اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰهِ وَالْخَلْقُ کُلُّهُمْ مِنْ

marfat.com

نوری یعنی میں نورالٰہی سے منوّر ہوں اور تمام مخلوق میرے نور سے مستنیر ہے ان حدیثوں کی تلمیح اس شعر میں جس طرح واقع ہوئی ہے وہ امیر صاحب کے صاحب فن ہونے کی دلیل ہے۔ مطلب شعر کا نہایت واضح ہے کہ آفتاب وغیرہ جتنی منور اشیا ہیں سب آپ کی ذات پر انوار سے اکتساب ضیا کرتے ہیں ؎

اوست خور و صبح و ہست آفتاب　　صبح ز خورشید بود نور یاب

اس بنا پر آفتاب آپ کے نور کا سایہ ٹھیرا۔ تو جب سایہ آفتاب کے نور سے پیدا ہوتا ہے اور آفتاب خود سایہ آپ کے نور کا ہے تو آپ کا سایہ کہاں سے آئے آفتاب بلند میں ایک لطیفہ یہ بھی ہے کہ ہر چیز کا سایہ زمین پر گرتا ہے لیکن آپ کا سایہ اوپر ہے پس اوس کو کوئی زمین پر کیونکر دیکھے۔ اس سے ایک لطیف اشارہ علو مرتبۂ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی ہے یعنی اگر آپ کا سایہ دیکھنا چاہتے ہو تو نظر کو بلند کرو۔ جب فلک چہارم تک نظر کی رسائی ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ دیکھنے میں آئے۔

پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ آفتاب باوجود اس کے کہ فلک چہارم پر ہے لیکن اپنی روشنی و گرمی سے عالم سفلی کو فیض پہونچا رہا ہے۔ اسی طرح وہ ذات گرامی باوجود اوس شان و عظمت کے جو خالق نے اوسے عطا فرمائی ہے تمام عالم علوی و سفلی کو جو اوس سے بدرجہا اودن و پست ہیں نعمتوں سے مالا مال فرما رہی ہے۔

marfat.com

ہستی از وے علم برآوردہ   او تفاخر بہ نیستی کردہ

نعت میں اس شعر کا خسرو علیہ الرحمۃ کے قلم سے نکلنا مبدء فیاض کے فیض خاص کا نتیجہ ہے۔ فی الحقیقت کمال بندگی یہی ہے کہ بندہ اپنے کو معبود حقیقی کے مقابل میں نیست سمجھے۔

ع باوجودت زمن آواز نیامد کہ منم۔ اور کمال عشق بھی یہی ہے کہ عاشق معشوق کے مقابل میں فنا ہو جاوے ع زندہ معشوق ست عاشق مردہ۔ پس بفحواے لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ اگرچہ باعث وجود کل کائنات آپ ہی ٹھیرے لیکن چونکہ آپ کا دنیا میں تشریف لانا رشتۂ عبدیت و معبودیت کو صحیح اور سچے طریقہ سے جوڑنا تھا اور عبدیت اوس وقت تک کامل نہیں ہوتی جب تک فنائے کلی کا مرتبہ حاصل نہو۔ ان باتوں کا لحاظ کرتے ہوے، امیر صاحب کا نعت میں یہ فرمانا کہ "او تفاخر بہ نیستی کردہ" کیسا بلیغ و پر معنی مصرعہ ہے۔ صاحب معرفت کے لئے دوسرا نکتہ یہ بھی ہے کہ اعلیٰ مرتبہ اوسی وقت حاصل ہوتا ہے جبکہ مرتبہ ادنیٰ فنا ہو جاوے۔ مثلاً علقہ یعنی وہ کیڑا جس سے انسان پیدا ہوتا ہے اوس کی اپنی صورت نوعیہ جب فنا ہوئی تو اوس سے ایک اعلیٰ صورت انسانی کا اوسپر فیضان ہوا۔ طفل شیر خوار کا ہر روزہ نمو اسی کا مشعر ہے۔ کہ ادون کے فنا سے اعلیٰ کا حصول ہے

پس درآ در کارگہ یعنی عدم   تا بہ بینی صنع و صانع را بہم

marfat.com

اس لئے وجہ تفاخر ظاہر۔لیکن یہ ایک صوفیانہ رمز ہے۔اس کو وہی سمجھ سکتا ہے جسے شیخ نے فنا کے مراتب سے گذرا کے نیست و نیستی کی لذت سے آشنا کیا ہو فتدبر و تشکر۔

منقبت اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین دوستان دگر گزاں ہمچند صبح را نور و شام را شمعند

صبح کی روشنی آفتاب سے ہے۔اس لئے اصحاب رضی اللہ عنہم آفتاب ٹھیرے۔صبح کے لئے نور اور شام کے لئے شمع مناسب رعایت ہے اس منقبت میں نکتہ یہ ہے کہ دن کا وقت کاروبار کے لئے ہے اور رات کا وقت عبادت کے لئے زیادہ مناسب کیونکہ یکسوئی خوب ہوتی ہے۔پس امت دن کو کاروبار میں اور رات کو عبادت میں اون سے ہدایت پاتی ہے۔دین و دنیا کے لئے اصحاب کا مقتدا ہونا رات دن کی رونق بلکہ اُن کے بقاے وجود کا سبب اون نفوس قدسیہ کے فیضان کو قرار دینا اصحاب کی عظمت اور تعلیم محمدی کی جامعیت و اہمیت کو بتاتا ہے۔صرف ایک شعر میں اصحاب کرام کی سیر کن منقبت لکھنا امیر صاحب ہی کا کام ہے۔

مدح شیخ طریقت حضرت امیر خسرو علیہ الرحمۃ میں جو حق شناسی و سپاس گذاری کا جوہر ودیعت کیا گیا تھا اوس کی چمک آپ کی تصانیف میں لعلِ شب چراغ ہے اسی بنا پر آپ کی مثنویوں میں ایک عنوان مستقل مدح شیخ طریقت کا ہر مثنوی نگار سے زیادہ ہے جس سے مقصود اظہار امتنان

marfat.com

وتشکر ہے۔

پیر کی مدح میں فرط محبت دائرہ اعتدال سے اکثر کو باہر کر دیتی ہے۔ مناقب و مدائح کا مطالعہ کرو تو اکثر ایسا پاؤ گے کہ اگر ممدوح کا نام نہ لیا جاے تو مناقب کبھی تو نعت سے اور کبھی حمد سے ٹکرا جاتے ہیں بادشاہوں کی مدح میں رُوسا وارکین دولت کی شان میں جو قصائد لکھے گئے ہیں اور خاصکر متاخرین کے قصائد ان میں اسی سقم نے کلام کو بے جان کر دیا ہے لیکن خسرو علیہ الرحمۃ میں یہ کمال ہے کہ اون کی طبع سلیم سرمو دائرہ ادب سے تجاوز نہیں کرتی جیساکہ حمد نعت منقبت ہر ایک کے لئے الفاظ خاص ہیں اور ہر ایک کے مراتب خاص ویسا ہی اس کا نمایاں فرق کلام خسرو کی ممتاز خصوصیت ہے اور یہی بیان کا کمال ہے ورنہ اگر خصوصیت اوٹھا دی جاے تو پھر کیا باقی رہ جاتا ہے۔ غرض شیخ طریقت کی مدح میں آپ نے جو کچھ لکھا ہے وہ حفظ مراتب کا بے مثل درس ہے اور کمال ولایت کا اظہار جن اوصاف سے کیا ہے وہ ولی شناسی کا حقیقی وصحیح معیار۔ تمہید منقبت کو دیکھو کس طرح ادب سے مزین ہے ؎

چوں من از خوانِ نعتِ خواجۂ خویش — نعمتِ تازہ یافتم در پیش

زلہ کردم ازاں رقاقے چند — تاکنم توشۂ ابد پیوند

گندمی بود زلہ آدم را — خوانچہ نیز بود مریم را

زلہ کز رسولِ والا بود — نہ کم از آدم و مسیحا بود

marfat.com

کنم اکنوں ازاں نعیمِ جلال　　　خوانچہ مدح شیخ مالا مال

تمہید میں پاس ادب دیکھ چکے۔ اب بیان مدح میں ایک ولی کی کس کمال پر مدح ہو سکتی ہے اس کو ان مدحیہ اشعار میں دیکھو۔

رہنما کی تعریف اور وصی کی شناخت

غوث عالم نظام ملّت و دیں　　　قطب ہفت آسمان و ہفت زمیں

رہبر پیش بیں محمد نام　　　زدہ پے بر پئے محمد گام

پاک روح اللہی بدینِ قوی　　　زندہ دار شریعت نبوی

سبحان اللہ و جزاہ اللہ اپنے قلم میں وہ قوت کہاں سے لاؤں جس سے ان اشعار کی خوبی اس طرح صفحہ قرطاس پر کھنچ جائے کہ محاسن کا ہر خط و خال سامنے آجائے بہر حال دوسرے شعر کا پہلا مصرعہ کمال رہبری کا کیسا اظہار کرتا ہے ارباب عقل کا یہ فیصلہ ہے۔ کہ رہبر کی تین قسمیں ہیں ایک وہ باکمال جسے منزل مقصود کی راہیں معلوم وشواریوں پر اطلاع خطرات و مہالک سے واقفیت اون تدابیر کا عالم جن سے خطرات و موانع کا اثر نہ آنے پائے ایسا رہبر اپنے علم و بصیرت سے رہبری کرتا ہوا خطرات و مہالک سے بچتا ہوا موانع کو ہٹاتا ہوا اپنے پیچھے آنے والوں کو سلامتی کے ساتھ اونکے مقاصد تک پہونچا دیتا ہے۔ جیسا ایک ماہر ناخدا۔ کہ وہ سمندر کی راہوں سے واقف مقام خطر سے آگاہ۔ مہالک سے بچ کر نکل جانے کی اوسے سبیل معلوم۔

marfat.com

دوسرا وہ ناقص رہبر جسے نہ راہ معلوم نہ خطرات کا علم لیکن ہر طرح کے خطرات پر غالب آنے کی قوت اوسے حاصل۔

تیسرا وہ مدعی باطل کہ نہ راہ کی خبر نہ دشواریوں کا علم نہ اون کے اندفاع کی قدرت نہ مقصد کا تعین۔

ان اقسام ثلثہ کو مد نظر رکھتے ہوئے اس مصرعہ کو پھر پڑھو۔ ع

رہبر پیش بیں محمد نام

رہبر کی صفت پیش بیں کیسی واقع ہوئی ہے اور منازل سلوک طے کرانے پر اوس کی کیسی قوت کا اظہار ہے اب دوسرا مصرعہ پڑھو جس سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ یہ صفت اوس رہبر کو کیونکر حاصل ہوئی۔ اور اوس کی رہبری حتمی منزل رساں کیوں ہے۔ ع

زد پے بر پے محمد گام

جس کا قدم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر ہو اوس کی رہبری حتمی منزل رساں کیوں نہو۔

اب تیسرے شعر کو دیکھئے جس حدیث کی تلمیح ہے اوس کے بیان کا کہاں موقع ہاں یہ قابل لحاظ ہے کہ حقیقی تصوف اور صحیح فقر مغز شریعت سے لذت آشنا ہونا اور سنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک پیکر مجسم بن جانا ہے اُمت کا کمال ہی یہ ہے کہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوس کا شعار و دثار

marfat.com

بن جائے۔ جسقدر امت کا اتباع کامل اوسی قدر اوس کی توحید مضبوط مفہوم الوہیت صحیح عرفان کامل۔ حق جل مجدہ کی محبت سچی د واقعی قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔

مثنوی نگار کا یہ کمال ہے کہ جس شے کی تعریف کر رہا ہو اُس کے بیان توصیف کے لئے ایسے الفاظ لائے جو اوس کے ساتھ خصوصیت رکھتے ہوں اور یہ اوس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک بیان کرنے والے کا علم خود اوس کے تمام رموز و نکات سے آشنا نہو۔

یہ کمال خسرو علیہ الرحمۃ کے بیان میں ہر جگہہ نمایاں پاؤ گے جس کی ایک کھُلی مثال اشعار مذکورہ ہیں۔

کیمیا سنجِ کورۂ مقصود ۔۔۔ کردہ حل جملہ نقدہائے وجود
دلش از عشق خون و دیدہ پر آب ۔۔۔ ایں ست کبریتِ احمر آں سیماب

کمال عشق اور قوت تکمیل

سالک کا سلوک ابتدا میں لازم ہوتا ہے پھر ایک مقام و وقت ایسا آتا ہے جہاں پہونچکر وہ اپنے منازل عروج بھی طے کرتا رہتا ہے اور دوسروں کی بھی دستگیری و رہبری کرتا ہے یعنی اپنی ذات سے کامل اور دوسروں کے لئے مکمل۔ جیسا کہ علوم متداولہ پڑھنے والے ابتدا میں پڑھنا شروع کرتے ہیں اور پھر ایک خاص استعداد علمیہ جسے فراغ تحصیل سے تعبیر کیا جاتا ہے جب اُنھیں

marfat.com

حاصل ہو جاتی ہے تو اپنی تحصیل و ترقی کے ساتھ دوسروں کے جہل مٹانے اور اُنپر نقش علم جمانے کے قابل ہو جاتے ہیں۔

ان اشعار میں شیخ کے وجود کو کامل و مکمل جن بلیغ استعاروں میں کہا ہے اوس پر غور کرو تو لذت عشق مزہ دے جائے گی۔ کورۂ مقصود کا کیمیا سچ کہنا کیسا نادر نکتہ ہے۔ کیمیا گر کیا کرتا ہے مس یعنی تانبا لیتا ہے اوس کو صاف کرتا اور گلاتا ہے جب اوس کے کثیف وردی اجزا گل کر خاکستر ہو جاتے ہیں اور قابلیت طلا کی طرف مستحل ہونے کی پیدا ہو جاتی ہے تو اُس وقت اجزائے کیمیادی ڈال کر کندن بنا دیتا ہے۔

خسرو علیہ الرحمۃ اپنے پیرِ دستگیر شیخ طریقت (رضی اللہ عنی بحرمتہ) کے کامل و مکمل ہونے کو اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ مقاصد میں جو اغراض فاسدہ و ہوائے نفسانیہ کی آمیزش ہو گئی ہے جس سے حقیقی مقصد نہاں ہو گیا ہے اور جس تک پہونچنا اصل کمال ہے یہ مجسمۂ کمال و تکمیل پہلے اوسے غل و غش سے پاک کرتا ہے یہاں تک کہ مقصد حقیقی کی دلکش تصویر متعین و مشہود ہو جاتی ہے۔ اب کہ اوس میں قابلیت پیدا ہو جاتی ہے تو اجزائے کیمیادی کبریت احمر اور سیماب جو اوس کے پاس ہیں اون کا ایک ذرہ اوس میں ڈالکر خالص طلا بنا دیتا ہے۔

اِس کیمیا سنجی کے لئے جسے اجزائے کیمیادی قرار دیا ہے اوس کی خوبی ایک

marfat.com

اہل دل ہی سمجھ سکتا ہے کبریت احمر یعنی گوگرد سرخ طلا کے لئے اکسیر ہے اسی طرح عشق حقیقی عاشق کی روحی ترقیات کے لئے اکسیر ہے علاوہ اس کے عشق کی آگ مشہور ہے خود گوگرد بھی آتش انگیز چیز ہے پس جو دل کہ عشق کے باعث خون ہوگیا ہو اوس کی تشبیہ بہ رعایت صوری و معنوی کبریت احمر کے ساتھ نہایت نادر تشبیہ ہے۔ دوسری تشبیہ اس شعر میں اشک کی سیماب سے ہے اشک کو قرار نہیں ہوتا روکو تو رک نہیں سکتا ع

ابھی روکا تھا ان اشکوں کو پھر باہر نکل آئے

سیماب کی بے قراری ضرب المثل ہے نیز کشتۂ سیماب اکسیر ہے عشق کی رعایت سے اوس کے سب لوازم جمع ہو گئے کیمیا گری کا بھی نسخہ ہاتھ آگیا عشق الٰہی سے دلکو سوختہ کرو کیمیا کا یہ بے خطا نسخہ ہے ؎

دل جس کا کشتہ ہو وہ خدا جانے کیا کرے   سیماب کشتہ ہوئے تو مس کو طلا کرے

برادران طریقت کی مدح

داں مریدانِ رہروانِ یقیں   ہر یکے والئے ولایتِ دیں

ہمہ شیطاں کش و فرشتہ خدم   در رہش برہوا نہادہ قدم

زندہ دارِ شب از دمِ تسبیح   غلغل افگندہ در روانِ مسیح

ہر سوا زشینِ شرع ساختہ تاج   دلِ شاں عرش و سجدہ شاں معراج

ان اشعار میں اپنے برادران طریقت کی خسرو علیہ الرحمۃ نے مدح فرمائی ہے جو بالواسطہ

marfat.com

شیخ کی ہی مدح ہے۔ مرید کا کمال شیخ کے اثر فیض کا نتیجہ ہے پھر جس کمال کا اظہار ہے وہ وہی عبودیت، شریعت کی پابندی، راتوں کی بیداری سجدہ میں نیازمندی وخاکساری۔ آخر شعر میں ان دو حدیثوں کی تلمیح کہ قلب المومن عرش اللہ اور الصلوٰۃ معراج المومنین۔

شیخ کی مدح ختم ہوئی خاتمہ پر جس تذلل و عجز کا اظہار مخلصانہ دعا میں فرمایا ہے وہ خاکساری و شکستگی، باہمی مودت و اتحاد قلبی کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔

دعا اور باہمی اتحاد

بندہ خسرو غلامِ ایشان ست	سکۂ حدت بنامِ ایشان ست
حشرِ من درمیانِ ایشاں باد	نامِ من زاں ستودہ کیشان باد

نصیحت بسلطان علاءالدین خلجی شعرائے اپنے بادشاہ وقت کو نصیحت کی ہے خسرو نے بھی نصیحت کی ہے لیکن علاوہ اور نصیحتوں کے امیر خسرو نے بادشاہ وقت کو خود اس کے نفس سے ڈرایا ہے اور یہ ایک عجیب جامع و نادر نصیحت ہے شعرا عموماً بادشاہوں کو دشمنوں کے غلبہ سے مظلوموں کی آہ سے پرہیزگاروں کی بددعا سے غرور و تکبر کے نتائج بد اور ازیں قبیل اور باتوں سے ڈراتے ہیں۔ شاہان سلف کے حالات سے عبرت گیری کی نصیحت کرتے ہیں لیکن یہ نصیحت کہ محافظ و پاسبان تو روپے کے بندے ہیں تم ہوشیاری کو اپنا پاسبان بناؤ اور آپ اپنے محافظ رہو کہ یہی بہترین حفاظت ہے۔ تمہاری

marfat.com

غفلت سے بڑھ کر کوئی تمہارا دشمن نہیں۔ اس کو وضاحت کے ساتھ خسروؔ نے بیان کیا ہے۔ امیر خسروؔ نے دیکھا کہ عیش و تنعم میں پڑکر جو غفلت پیدا ہوتی ہے یہی بدترین دشمن زوال سلطنت کا اصل باعث ہے۔ بادشاہ اگر غافل نہ ہو تو پھر نہ مظلوموں کی آہ ہے نہ ابرار کی بددعا۔ اِس لئے بادشاہ کو اس اہم نکتہ کی طرف متوجہ کرتے ہیں ؎

در چہ کس نیست دشمنِ تنِ تو　　غفلتِ تو بس است دشمنِ تو

در چہ صد پاسباں بود ز پس　　پاسِ تو بہ ز تو ندارد کس

بر چنیں پایہ کاستواریِ تست　　پاسبانِ تو ہوشیاریِ تست

پاسبانیکہ بہر مزد بود　　پاسبان نے کہ سیم دزد بود

بادشاہ میں اگر دو صفتیں ہوں تو قیام سلطنت کے لئے کافی ہیں یعنی عدل اور شجاعت۔ عدل کو تو جیسا چاہئے اوروں نے بھی بیان کیا ہے لیکن بزدلی کے نتیجہ کو دکھا کر شجاعت کی ترغیب امیر خسرو جس خوش اسلوبی سے دیتے ہیں ملاحظہ ہو ؎

چوں درآئی بصفِ تیغ زناں　　از تزلزل کشیدہ دار عناں

لشکرے کز عدو فرار کند　　چوں بسلطاں رسد فرار کند

لیکن ار شہ نعوذ باللہ تافت　　کے فراہم شود صفے کہ شگافت

شاہ کوہے بود بسنگِ وقار　　جنبشِ او قیامت آرد بار

marfat.com

آخر شعر میں اس نکتہ کو بھی ملاحظہ کیجیے کہ بادشاہ جب کوہ ہے اور میدان جنگ سے اوس کا بھاگنا قیامت تو قیامت کے روز جو کوہ کا حال ہوگا وہ معلوم ہے۔ جو نصیحتیں کہ خسرو نے علاءالدین کو کی ہیں اور جس بے جگری سے کی ہیں وہ خسرو کی حقانیت کا عجیب نمونہ ہیں علاءالدین خلجی کا عہد تاریخ میں پڑھو تو تمہیں معلوم ہو کہ کس جبروت کی یہ سلطنت کرتا تھا۔ یہ خسرو ہی کا کام ہے جنھوں نے ہر مثنوی میں نصیحت کی ہے اور اپنا حق ادا کردیا ہے۔ علاءالدین کی بدمستی کا ایک نمونہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔

مغلوں کی شکست اور ظفر خاں کی موت علاءالدین کے لئے بہت ہی ازدیاد مسرت کا باعث ہوئی۔ مزید برآں مہمات ملکی تو بر تو بادشاہ کے حسب مراد ہونے لگیں جس سے علاءالدین آپے میں نہ رہا دیکھتا تھا کہ اقبال بڑھ بڑھ کر اوس کے قدم لے رہا ہے ہر طرف سے فتح نامے آرہے ہیں ہر سال دو تین بیٹے مشکوے معلی میں پیدا ہوتے ہیں سارے مصالح ملکی دل کے حسب خواہش سرانجام پارہے ہیں خزانے ہیں کہ پے در پے پہونچ رہے ہیں روزانہ جواہر و مرواریدطبلوں میں بھرے جارہے ہیں فیل خانوں میں ہاتھی کھڑے جھوم رہے ہیں ستر ہزار گھوڑے شہر کی پایےگاہ میں بندھے ہنہنا رہے ہیں ایک چھوڑ دو دو تین تین اقلیمیں زیر قدم ہیں۔

بادشاہ اس جاہ و حشم کو دیکھ دیکھ مست ہو رہا تھا۔ دور دور کی سوجھنے لگی تھی

marfat.com

اور نئی نئی تمنائیں بیچین کرنے لگی تھیں۔ ایسے ایسے سودے پکانے لگا جو کبھی کسی سلطان کے دماغ میں ہرگز نہ سمائے تھے۔ نہایت مستی و بے خبری و نہایت رعونت و غفلت اور کثرت جہل و بلادت سے دست و پا گم کر کے ناممکنات و محالات میں اندیشہ کرنے لگا ؎

دیکھنا کثرت بلا نوشی کاسۂ آسماں ہے جام مرا

بے علم تو تھا ہی نہ لکھنا جانے نہ پڑھنا۔ مزاج کا بھی بد خو۔ طبیعت کا بھی سخت دل کا بھی قسی جوں جوں دنیا زیادہ ملتی جاتی تھی اور مقصد بر آتے تھے وہ اور بھی بے خبر اور مدہوش ہوتا جاتا تھا خدا اور رسول سب کو بھول بیٹھا ؎

بامِ فلک پہ آدم خاکی کو لے اُڑا آیا کبھی جو ران تلے بادپائے عیش

اپنی مجلسوں میں بار بار کہنے لگا کہ مجھے دو مہمیں پیش آئی ہیں اون کی اودھیڑبن میں لگا ہوا ہوں اوّل یہ کہ خداوند تعالیٰ نے جس طور سے اپنے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو چار یار دیے تھے کہ اون کی قوت و شوکت سے وہ دین و شریعت جاری ہوئی جس سے آپ کا نام نامی قیامت تک باقی رہے گا۔ اور آپ کے بعد جو شخص اپنے کو مسلمان کہتا اور سمجھتا ہے وہ اپنے کو آپ کی اُمّت و ملت میں تصوّر کرتا ہے اوسی طور سے اللہ تعالیٰ نے مجھکو بھی چار یار دیے ہیں ایک الغ خاں دوسرا ظفر خاں، تیسرا نصرت خاں، چوتھا الپ خاں۔ ان کو میری دولت سے بادشاہوں جیسی قوت و شوکت میسر ہوئی ہے اور یہ ایسے ہیں کہ اگر میں چاہوں

marfat.com

ان چاروں کی قوت سے ایک دوسرا دین و مذہب جاری کر سکتا ہوں اور میری اور میرے یاروں کی تلوار کے زور سے خلق وہ راہِ روش جس کو میں جاری کروں اختیار کر سکتی ہے۔ اور اس دین و مذہب میرے اور میرے یاروں کے نام جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے یاروں کے نام قیامت تک رہینگے رہ سکتے ہیں۔ پھر کیوں نہیں میں بھی ایک دین و مذہب نیا قایم کروں۔ غرض قیامت تک اپنا نام باقی رکھنے کے لیے اسی طرح کے خیالات کفریہ اسکے دماغ میں چکر لگاتے اور حضار مجلس سے پوچھا کرتا کہ کس طرح سے ایسی بات کروں جس سے میرا نام قیامت تک رہ جائے اور جس چیز کو میں جاری کر جاؤں میرے بعد بھی خلق اس پر عمل کرے۔ دوسری مہم اس کی یہ تھی کہ سکندر دار جہانگیری کروں اور ربع مسکوں کو اپنے تصرف میں لے آوں اس

وہ بات کر جو کبھی آسماں سے ہو نہ سکے ستم کیا تو بڑا تو نے افتخار کیا

دوسری مہم کا دیباچہ تو شروع بھی کر دیا تھا اپنے کو خطبہ و سکہ میں سکندر ثانی لکھوانے لگا تھا

بخت پر نخوت نہ کر اس کا نہیں کچھ اعتبار چار دن مہمان ہے دو دن رفتنی رفتنی

اب ناظرین خود بھی غور کرلیں کہ ایسے بادشاہ کو دینداری، مسکین نوازی، ضعفا پروری، عدل گستری کی نصیحت کرنی خدا کا خوف دلانا، قیامت کی باز پرس کی طرف متوجہ کرنا کیا آسان ہے؟ اور طرفہ یہ کہ اُسی بادشاہ کی سرکار میں جب کہ بحیثیت ملازم ہوں لیکن بادشاہوں کو نصیحت کرنی جس قدر خطرناک ہے وہ ظاہر ہے۔ ایاز قدر خود بشناس۔ اس لیے آخر میں فرماتے ہیں ؎

من کیم کت زنم ز پند نفس دولت و بخت پند گوئے تو بس

marfat.com

ہست بیدار گردنِ بیدار | ہمچو باراں برُوئے دریا بار
نسزد چرب گردنِ بادام | نہ حلاوت لبشیرہ دادن ام
لیکن آرد بحضرتِ شاہی | ہر کسے قدرِ خود ہوا خواہی
گر پذیری فراجت احسان ست | در گزاری خود از در آسان ست

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ آپ کو نصیحت کرنی حکمت بہ لقمان آموختن ہے۔ لیکن خیرخواہی سلطنت کی راہ سے میں نے اپنی عقل کے مطابق تحفۂ ناچیز پیش کیا ہے۔ آپ کریم ہیں قبول فرمائیں۔ نصیحت کے وقت مخاطب کے اوصاف کا بھی اعتراف کرنا اور یہ کہنا کہ آپ خود عاقل و فرزانہ ہیں۔ ہماری نصیحت کی ضرورت نہیں۔ میں تو ایک محقر تحفہ پیش کرتا ہوں یہ آپ کا کرم ہے کہ اسے شرف قبول بخشیں۔ دلدہی اور قبول نصیحت کے لیے اس سے زیادہ موثر پیرایہ نہیں ہو سکتا۔ قطع نظر اُس سلاست و بلاغت اور حق گوئی کے جو ان اشعار میں ہے رموز سلطنت و فراجدانی سلاطین میں امیر صاحب کا کیسا کمال ثابت ہوتا ہے۔ یہ نصایح صاف بتا رہے ہیں کہ امیر صاحب کی مصاحبت سے سلاطین کو وہی فیض پہنچتا تھا جو سکندر کو ارسطو جیسے وزیر سے حاصل تھا۔ خوش نصیب تھے وہ سلاطین جن کے دربار کی رونق ایسے امیر سے تھی۔

نصیحت بدختر نیک اختر

شعرائے سلف کی تصنیف صرف شاعری کا آب و رنگ نہیں ہے۔ بلکہ گوناگوں افادات کا ایک خزانہ ہے جسے بحور و قوافی سے مخفی کر دیا گیا ہے تاکہ اہل اُسے ہٹا کر اگلوں کی کمائی سے لامال ہوں اور نا اہل کا ہاتھ اُس کے پانے سے محروم رہ جائے اُنہیں مقاصد کا لحاظ رکھتے ہوئے ایسے کلمات جو عموماً سامع کو خوشگوار نہ گزرتے اُن کے لیے اُن پاک نفسوں نے ایک باب نصیحتِ فرزند کا قایم کیا۔

marfat.com

خسرو کی جدت، ایک عجیب بحث

باپ اپنے بیٹے کو سب کچھ کہہ سکتا ہے! اور ہر لب ولہجہ میں کہہ سکتا ہے لیکن خسرو علیہ الرحمۃ کی جدت طبع بیان میں بھی اپنا جوہر دکھاتی ہے یعنی بجائے اس کے کہ نصیحت کا مخاطب اولادِ ذکور کو قرار دیتے اس کتاب میں آپنے دخترِ نیک اختر کو مخاطب فرما کر کچھ نصیحتیں کی ہیں جس سے بہت بڑا سبق تعلیم و تربیت کا طبقہ اناث کے لیئے حاصل ہوتا ہے اور ایک شریف بہو بیٹی کو یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ وہ کون سے ہنر و سلیقہ کے زیور ایسے ہیں جو فی الحقیقت شریف عورت کو مزین کردیتے ہیں اس طرح یہ صنف نازک بھی خزانہ خسروی کے عطیات سے محروم نہ رہی۔

نصیحت سے پہلے ایک عجیب دلکش مباحثہ ہے جس کا ممنون طبقۂ اناث ہمیشہ رہیگا۔ یعنی اس امر پر کہ لڑکی بھی فرزند ہے اور شفقتِ پدری کی اسی قدر یہ بھی مستحق ہے جسقدر کہ فرزند نرینہ دلائل قایم کیئے ہیں اور پھر جس شاعرانہ قوت سے یہ ثابت کیا ہے کہ نعمائے الہیہ میں سے ایک بہت بڑی نعمت لڑکی کا وجود ہے وہ آپکے قیاس شعری کی قوت اور قوت محاکات کا زبردست ثبوت ہے۔

محاسن بیان میں صنعتِ التفات جس طرح کہ متکلم کے کمال کا ثبوت ہے اُسی طرح شاعر کی نظموں میں اس نوعیت کے صنایع حسنِ نظم کو اسچار چاند لگانے والے ہیں۔

خسرو علیہ الرحمۃ اس صنعت کا نمونہ جس زوربیان اور حسن اسلوب سے اس جگہ پیش فرماتے ہیں وہ دلکش اور سراپا اثر ہونے میں اپنی نظیر آپ ہے۔

عام طبیعتیں ولادتِ دختر سے نفور رہتی ہیں اور لڑکوں کی ولادت کی متمنی و آرزومند۔ اُسی کراہت کا نتیجہ ہے کہ بہت سے ملکوں میں لڑکیوں کا کوئی حق تسلیم نہیں کیا جاتا اور میراث پدری سے بالکل بے نصیب کردی جاتی ہیں۔

بدقسمتی سے بہت سی آبادیاں ایسی آج بھی موجود ہیں جن میں خود مسلمان اسی مہلک مرض میں

marfat.com

مبتلا ہیں ہادیِ مطلق اُنھیں ایمان کامل عطا فرمائے تاکہ وہ اپنی میراث کتاب اللہ کے موافق تقسیم کریں۔ خیر یہ تو ایک جُداگانہ بحث ہے جس کا یہ موقع نہیں۔ یہاں صرف یہ بتانا ہے کہ لڑکی جہاں پیدا ہوئی بس والدین پر خجالت و تاسف کا ایسا ہجوم ہوتا ہے کہ چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا ہے اولاد ہونے کی مسرت کافور اکثر دلوں کا ملال زبانوں تک آ جاتا ہے کہ لڑکی پیدا ہوئی گھر خالی ہوا۔

خسرو علیہ الرحمۃ اس خیال باطل کا اس انداز خاص سے رد فرماتے ہیں کہ سطحی نظر رکھنے والوں کو یہ مغالطہ ہوتا ہے کہ حضرت امیر بھی اونھیں میں سے ہیں لیکن نظم کے صنائع و بدائع سے جو واقف ہے وہ بیان کی خوبی دیکھتا ہے اور لطف سخن سے سر دھنتا ہے۔ داد دیتا ہے لیکن اُس کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ دیکھو۔ قبل اس کے کہ اصلاح کی باتیں شروع کریں اپنے کلام کو زیادہ موثر کرنے کے لئے پہلے اپنے آپ کو عوام الناس کی سلک میں منسلک کرتے ہیں اور ٹھیک اوسی طرح جیسا کہ ایک عامی ولادت دختر سے دل تنگ ہو جاتا ہے خسرو علیہ الرحمۃ بھی کراہت کا اظہار کرتے ہیں اور اس مبالغے سے اس داستانِ الم کا نقشہ ایک شعر میں کھینچتے ہیں کہ جس سے زیادہ متصور ہو نہیں سکتا۔

فلسفہ جذبات اور شکسپیر کے ڈرامے سے مثال

اس مقام و کلام کا لطف وہی سمجھ سکتا ہے جس نے فلسفہ جذبات کا محققانہ مطالعہ کیا ہوگا۔ ایسی حالت میں جبکہ ایک مجمع مخالف کے سامنے اون کے خیال باطل کا رد مقصود ہو تو اونھیں راہ صواب پر لانے کا بہترین طریقہ کیا ہے۔ اون کے

marfat.com

جذبہ فاسدسے فساد کا اندفاع اور اونھیں امر حق کی طرف متوجہ کرنے کا زیادہ موثر پیرایہ کون سا ہی؟ اپنے کو پہلے اون کا ہمدرد ثابت کرنا یا اختلاف کا ابتداہی سے اظہار؟

انگریزی خواں اصحاب جنھوں نے شکسپیر کے ڈرامے عموماً اور جولیس سیزر کا خصوصاً مطالعہ کیا ہوگا، اونھیں یہ نکتہ یاد ہوگا کہ سیزر کے قتل کے بعد اوس کا دوست انٹنی جب بلوائیوں کے سامنے پہونچتا ہے تو کس انداز سے تقریر کا افتتاح کرتا ہے۔ بروٹس کے افعال کا کس طرح ذکر کرتا ہے۔ تھوڑی تقریر کے بعد یہ بھی کہتا جاتا ہے کہ بروٹس ایک شریف آدمی ہے۔ حاضرین آہستہ آہستہ اپنی غلطی اور بروٹس کی شرارت کا احساس کرتے جاتے ہیں یہاں تک کہ جوش سے مجمع لبریز ہو جاتا ہے اور انٹنی کا مدعا اونھیں بلوائیوں کے ہاتھوں سے پورا ہوتا ہے۔ شاعر کی اسی صنعت و کمال کو اشعار ذیل میں دیکھو۔

خسرو اور زبان عوام کی ترجمانی

اے زعفت فگندہ برقعِ نور — ہم عفیفہ بنام ہم مستور
ماہت از عفت بر نرفتہ ہنوز — روشنی چوں مہ چہاردہ روز
کاش ماہِ تو ہم بچہ بودی — در رحم طفل ہشت مہ بودی

فی الحقیقت کمال شاعری یہ ہے کہ فطرت انسانی پر فلسفیانہ نظر ڈال کر جذبات انسانی کا ایسا نقشہ کھینچا جاے جسے لوگ حیرت زدہ ہو کر نقوش و خطوط کے

marfat.com

فوٹو میں ہو بہو دیکھیں - پہلا اور دوسرا شعر فطری جذباتِ پدری کا نقشہ پیش کرتا ہے اور تیسرا شعر اوس جذبے کا پتہ دیتا ہے جو دوں ہمتی وخیال فاسد نے پیدا کر دیا ہی - اس لطف کو دیکھو -

بیٹی کا وجود اگرچہ جاہلانہ وپست خیالات سے مکروہ وقابل نفرت معلوم ہوتا ہے لیکن جوشِ خون وعلاقہ جزئیت کچھ دلی میلان کا بھی سراغ دیتا ہے - اوّل ودوم اشعار میں اوسی شفقت پدری کا اظہار فرماتے ہیں اوس کے نورانی چہرے کو دیکھتے ہیں اپنی اولاد ہے اس سے اوس کی صورت ایسی پیاری اور حسین معلوم ہوتی ہے کہ چودھویں رات کا چاند اوس کے مقابل میں ماند ہے یہ سب کچھ ہے لیکن بیٹی ہے جب یہ خیال آتا ہے تو باپ کہتا ہے کہ کاش تو پیدا نہ ہوتی - داغ لاولدی اس داغ سے بہتر تھا - اور اگر تیرا استقرار حمل میں ہو گیا تھا تو اٹھوانسی ہوتی یعنی آٹھ مہینے بعد پیدا ہوتی تاکہ جلد مرجاتی یہ ایک مشہور تجربہ ہے کہ آٹھ مہینے کا بچہ بچا نہیں کرتا اسی لئے ہندوستان کی عورتیں آٹھواں مہینہ زبان پر لانا بھی پسند نہیں کرتی ہیں اور اسے منحوس وشگون بد سمجھتی ہیں اس کا اظہار انگنا کہہ کر کیا جاتا ہے - دیکھو ایک طرف تو اون جذبات کا اظہار ہے جو باپ میں بحیثیت باپ ہونے کے پایا جاتا ہے دوسری طرف اوس کراہت ونفرت کا نقشہ ہے جو جہالت وتاریکی دماغ کا نتیجہ ہے -

یہاں تک شاعر نے عوام کی زبان بن کر اون کے دونوں جذبات کی تصویر کشی

marfat.com

کی۔ اب اوس کی التفات کروٹ لیتی ہے اور ایسی تدریجی حرکت کرتی ہے کہ اوس کی ہر جنبش میں سابق سے زیادہ قوت کا اظہار نمایاں ہوتا ہے۔

صلاح عوام اور صنعت التفات

لیک چوں دادۂ خدا ے رواست — با خداداد گان ستیزہ خطاست

من پذیرفتم انچہ یزداں داد — کانچہ او داد باز نتواں داد

شکر گویم بہر چہ از دراوست — کان دہد بندہ راکہ درخوراوست

ہر چہ او داد بس پسندیدہ است — ہم دراول صلاح اودیدہ است

اشعار مذکورہ بالا میں اصلاح عوام میں ترقی جس آہستگی سے کی گئی ہے اور اوس کراہت کا جس طرح آہستہ آہستہ اندفاع کیا گیا ہے وہ کس قدر دلپذیر و پُرتاثیر ہے۔ شاعر پہلے شعر میں یہ کہتا ہے کہ بیٹی کی ولادت ناگوار و مکروہ سہی لیکن کیا کیا جائے خدا کی دی ہوئی چیز میں بندہ ستیزہ کرے یہ تو بڑی غلطی ہے پھر دوسرے شعر میں یہ کہتا ہے عطاے الٰہی رد نہیں کی جاسکتی بلکہ قبول کی جاتی ہے پس میں نے بھی قبول کیا۔ تیسرے شعر میں اسے نعمت سمجھتے ہوے اظہار تشکر و امتنان ہے چوتھے میں انتہائے پسندیدگی کی صدا ہے۔ سلسلۂ کلام پر غور کرو۔ پہلے ستیزہ پر تعجب پھر اوس کی قبولیت اس کے بعد شکریہ آخر میں انتہاے پسندیدگی۔ اس قدر کہہ لینے کے بعد شاعر کا بیان ایک اور پہلو بدلتا ہے۔

marfat.com

گراں بہا دلائل سے صنفِ نازک کی اہمیت

پدرم ہم زما درست آخر ماورم نیز دخترست آخر

گر نہ بر در صدف نقاب شدے قطرۂ آب باز آب شدے

دانہ بے کشت کے ببار آید آسماں بے زمیں چہ کار آید

بے پدر ممکن ست شد معلوم ق چوں مسیحا ز مریم معصوم

لیک بے مادر خجستہ وجود ولدے را نگفتہ کس مولود

عورتوں کے وجود کی اہمیت اور صنفِ نازک کا بقاے بنی آدم میں عنصر قوی و غالب ہونا جس طرح کہ ان اشعار میں ثابت کیا گیا ہے فقیر کی نظر سے کوئی نظم یا نثر اس زور و قوت کے ساتھ دیکھنے میں نہیں آئی۔ بالخصوص آخری شعر جسمیں قیاس تمثیل سے یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ بغیر باپ کے پیدا ہوئے اور مولود کہے گئے لیکن آج تک بغیر ماں کے کسی کو مولود نہیں کہا جا سکا۔ اس سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ بغیر ماں کے مولود کا پایا جانا غیر ممکن اور بغیر باپ کے ممکن تو ماں یعنی عورت کا وجود افزایش بنی آدم میں باپ یعنی مرد سے زیادہ اہم و ضروری۔ اگر مردوں کا وجود تمھیں عزیز ہے تو ان کی افزایش بغیر افزایش اُناث ناممکن ہے دوسرے شعر میں یہ کہتے ہیں کہ اگر پانی کو سیپ نہ ملے تو پانی پانی ہے لیکن سیپ جو بمنزلہ ماں کے ہے وہ چند دنوں میں اوس کی حقیقت بدل کر اوس مرتبۂ کمال پر پہونچاتی ہے جہاں پہونچکر تاج شاہانہ کی زینت اوس سے کی جاتی ہے۔ اسی

marfat.com

طرح ایک کیڑا بصورت علقہ یعنی جونک مادۂ منویہ کے ساتھ باپ کی صلب سے جدا ہوتا ہے اور رحم مادر کی بدولت اشرف المخلوقات اور تمام کائنات پر تصرف کرنے والا اون سے خدمت لینے والا ہو جاتا ہے پس انسان کو کرامت انسانی جس کی بدولت نصیب ہوتی ہے کیا اوس کا وجود قابل نفرت وکراہت ہے؟ کیا یہ ناسپاسی منعم و مربی کے حق میں جائز ہو سکتی ہے۔ نہیں کبھی نہیں ہرگز نہیں

نصیحت کا شفقت آمیز حصّہ

ان دلائل کے بعد خسرو علیہ الرحمۃ بیٹی کو ایسے شفقت بھرے الفاظ سے خطاب کرتے ہیں جس کا ایک ایک لفظ محبت والفت پدری میں ڈوبا ہوا ہے جس طرح ایک وہ باپ خطاب کرتا ہو جس کے ہر رگ وپے میں اسلامی تعلیم سرایت کر گئی ہو اور اپنے پیغمبر کا اسوۂ حسنہ اوس کے دل پر نقش نگیں بن گیا ہو حقوق اولاد سے واقف ہو اور شفقت پدرانہ اپنے اوپر فرحت بخش وروح افزا فرض جانتا ہو۔

ای تنت را بجانِ من پیوند | کہ ہم مادری وہم فرزند
تو بدیں مایہ کز صفا داری | گر نہی پا بدیدہ جا داری
سر برآر از مبارک اختر خویش | کہ مبارک تری زجوہر خویش
انچہ نقش تو با صلاح من ست | چوں تو خون منی صلاح من ست

یہاں پہونچکر یہ بیش بہا مضمون ختم ہوتا ہے لیکن اس تائید میں کہ خسرو علیہ الرحمۃ

marfat.com

لڑکی کے وجود سے اندوہگین نہ تھے اور ان باتوں سے اپنے دل کی تسلی نہیں کر رہے ہیں بلکہ اصلاح عوام مقصود ہے۔ اگر اس موقع پر وہ اشعار جو خمسہ کی اوّل مثنوی مطلع الانوار میں موجود ہیں نقل کر دیے جائیں تو ناموزوں نہ ہوگا۔

مطلع الانوار سے تائید مزید

اے رخِ تو چشم و چراغ دلم — خوب ترین میوہ ز باغ دلم
گرچہ کہ اخواں چو تو نیک اختراند — نے ز تو در دیدۂ من بہتراند
گاہِ تماشا بدلِ باغباں — سرو ہماں باشد و سوسن ہماں
دختر اگر نیست پسر کے شود — بے صدفِ تازہ گہر کے شود
بخت کہ فالِ تو ہمایوں نہاد — نام تو مستورۂ میموں نہاد

دیکھو اشعار مطلع الانوار میں کہیں نام و نشان بھی اوس نفرت کا نہیں ہے اسلئے کہ وہاں محض اپنی لڑکی کو نصیحت مقصود ہے۔ ابتدا ہی اس شفقت سے فرماتے ہیں کہ تو میرے آنکھوں کی نور دل کا سرور باغ دل کا اچھے سے اچھا میوہ ہے تیرے بھائی بھی گو نیک اختر اور میرے جگر کے پیوند ہیں لیکن میری نگا[ہوں] میں تجھ سے بہتر نہیں ہیں۔ اور ایسا کیوں نہو۔ باغبان جب اپنے ہرے بھرے لہلہاتی باغ کو دیکھتا ہے تو سرو وسوسن دونوں کی تازگی اوس کے لیئے یکساں نظرافروز و تفریح بخش ہوتی ہے۔

اب اگر اتنی تفصیل کے بعد بھی کوئی یہ کہے کہ نہیں خسرو علیہ الرحمۃ بھی مثل عوام

marfat.com

تنگ حوصلۂ تیرہ خیال اشخاص کے ولادت دختر سے دل تنگ ہوئے اور ناقد کی تقریر شاعر کے شعر کی تاویل ہے تو اس سخن فہمی کا کیا جواب۔

اِس شاندار و مرصع تمہید کے ختم ہونے پر نصایح کا سلسلہ شروع ہوتا ہے جسمیں کمال نکتہ سنجی سے ایسی سود مند نصیحتیں کی ہیں کہ ہر نصیحت بجاے خود ایک پوری ارباب دانش سے یہ مراد پوشیدہ نہیں کہ نصیحت کرنے کے لئے تو ہر شخص آمادہ ہوجاتا ہے لیکن جو نصیحت کا حق ہے وہ ہر ایک سے ادا نہیں ہوتا۔ اس میں چند نکات بمنزلۂ اصول ہیں جنھیں معمولی نگاہیں پا نہیں سکتیں۔ مثلاً

خسرو اور نکات نصیحت

مخاطب کی ضروریات کا اوس کی شان وحیثیت کے موافق لحاظ رکھنا، افراط وتفریط سے نصیحت کا بری رہنا، وہ نصایح ایسے اصول پر مبنی نہوں جو ناصح کے خود تراشیدہ ہوں بلکہ اون کی بنیاد ایسے اصول پر ہو جو محقق ومسلم ہوچکے ہوں خطاب کے وقت اگرچہ ایک ہی فرد واحد مخاطب ہو لیکن نصیحت میں ایسی جامعیت ہو جو کل اجناس کے لئے یکساں مفید ہو۔

خسرو علیہ الرحمۃ کو جہاں دیوان فطرت سے بہت سی نعمتیں عطا ہوئی تھیں وہاں نصیحت گری کا سلیقہ بھی بہ تمام وکمال عطا ہوا تھا۔ یہاں چونکہ نصیحت کی مخاطب بیٹی ہے اِسلئے جو نصیحتیں کی ہیں اون میں طبقۂ اناث کی بہبود وصلاح کا کامل لحاظ کرلیا ہے۔ ایک شریف بہو بیٹی کے مخصوص فرائض کیا ہیں۔ وہ کون سی صفات

marfat.com

ہیں کہ اگر کسی عورت میں نہ پائی جائیں تو وہ اپنی صفات سے خالی و عاری سمجھی جاے گی اس کو وضح طور پر دکھایا ہے۔

عصمت و عفت کی تاکید

ان نصایح کی بنیاد ایسی مضبوط چٹانوں پر ہے جنھیں فرضی و ملمع تہذیب کے طوفان جنبش نہیں دے سکتے۔ خسرو کے اشعار ملاحظہ ہوں ؎

گرچہ خردی کنوں و بے تمیز — روزے آخر بزرگ گردی نیز
تا بود در بزرگیت دستور — خردہ چند گومیت مستور
از عروسی شوی چو بر سر تخت — عصمتت خواہم اوّل آنگہ بخت

خلاصہ یہ کہ اے بیٹی اگر چہ اس وقت تو کم عمر اور چھوٹی ہے اور اپنے بھلے بُرے کی تجھے تمیز بھی نہیں لیکن آخر ایک روز جوان ہوگی پھولے گی پھلے گی اوس وقت کے لحاظ سے میں چند نادر باتیں کہتا ہوں تا کہ وہی باتیں تیری اوس زندگی میں دستور العمل ہوں۔

اے بیٹی خدا تجھے جب عروس بنائے تو اوس وقت کے لئے خدا سے میری یہی دعا ہے کہ بخت و اقبال سے پہلے عصمت کی دولت سے وہ تجھے مالا مال فرمائے۔

عصمت و عفت اگر چہ مرد کے لئے بھی ضروری ہے لیکن عورت کے لئے اوس سے بہت زیادہ ضروری۔ شریعت میں بے عصمتی کی سزا گو مرد و زن دونوں کے لئے یکسان و مساوی ہے لیکن عورت کی بے عصمتی سے خاندان و قبیلہ

marfat.com

پر جو مصیبت نازل ہوتی ہے اوس کا اندازہ ہر شریف کرسکتا ہے۔

طاعت و عبادت

ازمن ایں آنچہ اولیں پندست　　جہد بر طاعتِ خداوندست

تا توانی خدا پرستی کن　　وز نیاز خدائے مستی کن

بچوں کا پہلا مدرسہ جس کی تعلیم بہت ہی اثر کرنے والی ہے وہ ماں کی آغوش شفقت ہے اگر ماں خدا ترس و عبادت گذار ہے تو اولاد میں اللہ کی عظمت، عبادت کی رغبت بچپن ہی سے راسخ ہو جائے گی اور جوان ہو کر اپنے لئے، قوم کے لئے، ملک کے لئے اون کا وجود رحمت ہوگا۔ یہ امر محتاج بیان نہیں کہ بغیر دینداری و خداشناسی ایک انسان انسان نہیں ہوتا بلکہ حیوانی زندگی بسر کرتا ہے۔

حیا و پردہ

پا بدامانِ عافیت در کن　　رو بدیوار و پشت بر در کن

راہِ در رکم کن از درونِ سرائے　　در شل خضر در زند مگشائے

زن کہ در کوچہ بہ تگ باشد　　زن نباشد کہ مادہ سگ باشد

عورتوں کے لئے حیا و شرم بہترین زیور ہے۔ اگر عورت میں حیا نہیں تو کچھ نہیں سیر و تفریح اور در بدر مارے پھرنا شریف زادیوں کو زیب نہیں دیتا ایسی باتیں گو ابتدا میں معمولی معلوم ہوتی ہیں لیکن انتہا میں اون کا نتیجہ حیا سوز نکلتا ہے یہ سب بری عادتیں ہیں۔

marfat.com

جنون لااور سرود

بادر یچ ودف کہ لعب زن ست | بروے ایں چنیں بست آں رسن ست
دف شاں بی ہراس دشمن ودوست | فتنہ را بانگ می زند در پوست
آنکہ اول سرود سادہ بود | درنہایت صلاے بادہ بود

شریف بہو بیٹیوں کے لئے جھولا جھولنا۔ طبلہ بجانا۔ نغمات و سرود سے جی خوش کرنا عیب ہے۔ ابتدا میں یہ تفریح طبع کا سامان ہے لیکن انتہا اس کی شرافت کی بربادی ہے

حد سے زیادہ بناؤ سنوار

درزن آرد دو فتنہ رسوائی | سیم پاشی و پیکر آرائی
بس عروساں کہ فتنہ جوے شدند | ازسفیدہ سیاہ روے شدند
چوں شدی بہر ہفت و نہ در بخ | نقد عصمت فتاد در شش و پنج
ایں ہمہ فتنہا کہ ہست وبال | با رضاے حلال ہست حلال

بناؤ سنوار، زیبائش وآرائش اوسی انداز سے چاہیئے جتنا کہ اوس کے شوہر کو پسندیدہ ہو اور شرافت کی حدود میں ہو۔ ہر وقت پوڈر و غازہ ملنا ہمہ دم اپنی آرایش میں محو رہنا چاہے گھر بنے یا غارت ہو سخت عیب ہے۔ شریف عورتوں کی تزئین بھی ایک امتیازی شرافت رکھتی ہے۔ شریف زادیاں صاف ستھری رہتی ہیں اچھے کپڑے پہنتی ہیں آرایش بھی کرتی ہیں لیکن ان کی ہر ایک شان آبرو باختہ عورتوں سے صاف امتیاز رکھتی ہے۔

marfat.com

خانہ داری وکفایت شعاری

از عروساں خزینہ داری بہ — است گوئی وراست کاری بہ
مرد اگر یک قراضہ کار کند — زن بکد بانوی ہزار کند
دل نگہبان رخت باید داشت — گرہ خویش سخت باید داشت
چوں زشو خرچ زن فزوں باشد — حال سامان خانہ چوں باشد

عورت کا کمال یہ ہے کہ گھر داری میں ایسا سلیقہ پیدا کرے کہ ایک روپے میں ہزار روپے جیسی عافیت و فراغت شوہر و بچوں کو پہونچے بغیر مرضی شوہر ایک حبہ بھی خرچ نہ کرے عورت کے لئے سخاوت ہنر نہیں ہے بلکہ شوہر کی کمائی اور اوس کی دولت اوسی کے مطابقِ مرضی صرف کرنا عورت کا کمال ہے۔

ہنر دستکاری

گرچہ زر باشدت فراخ نہ تنگ — تا نداری ز دوک و سوزن ننگ
دوک و سوزن گذاشتن نہ فن ست — کالت پردہ پوشی بدن ست

عورتوں کا خاص ہنر چرخہ کاتنا اور کپڑا سینا ہے۔ خبردار اس ہنر خاص سے غفلت نہ ہونے پاے چاہے خدا تجھے اپنے فضل سے مالا مال کردے لیکن ہنرمندی سے بے پروائی نہو۔

ہر ایک نصیحت کو پڑھو اور اس پر غور کرو کہ خسرو یہ نصائح اپنے بیٹی کو فرما رہے ہیں اولاد سے زیادہ محبت کس کے ساتھ ہوگی جب ایک ایسا جلیل الشان باپ اپنی

marfat.com

بیٹی کے لئے ان اوصاف سے متصف ہونا پسند کرتا ہے تو وہ دوسری عورتوں میں بھی ضرور انہیں اوصاف کو ڈھونڈھے گا۔

امرا کا اثر متوسط و غربا پر

تجربہ اس پر گواہ ہے کہ افراد ہوں یا اقوام جہاں ان میں تمول آیا بس کاہلی و بے پروائی پیدا ہوئی جس کا نتیجہ ادبار و نکبت ہے۔ خسرو اسی لئے بیٹی سے یہہ کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ رزق میں کشایش فرمائے اور فراخی دولت تجھے نصیب ہو تو اوس وقت بھی اون ہنروں سے غفلت نکرنا جو شعار عورتوں کا ہے۔ پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ امرا و اہل دول کا اثر آہستہ آہستہ اوسط و ادنیٰ طبقہ پر بھی پڑتا جاتا ہے پس جب امرا کا گھر ایسا ہو کہ جہاں نہ گانا ہے نہ بجانا، نہ جھولا ہے نہ راگ راگنیاں نہ بناؤ سنوار ہے نہ بیہودہ اسراف بلکہ خانہ داری کا انتظام ہے اور بی بی کی سرگرمی۔ خود بی بی ہر طرح کا سلیقہ رکھتی ہو اپنے فرائض و ذمہ داریوں کو محسوس کرتی ہو۔ علی الصباح اوٹھ کر دوگانہ فریضہ ادا کر کے تلاوت سے جب فارغ ہوئی ہو تو بچوں کے کپڑے درست کرتی ہو یا اپنا لباس بناتی ہو غرض خود کام کرتی ہو اور کام کرنے والوں پر نظر رکھتی ہو۔ تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ خود اوس گھر کا ساز و سامان درست ہوگا۔ اور اوس کا اثر اوسط و ادنیٰ پر یہ ہوگا کہ وہ کام اپنے ہاتھ سے کرنے کو عار نہ سمجھیں گے بلکہ بڑائی کی علامت خیال کریں گے۔ رفتہ رفتہ قوم کی قوم میں قوت عملیہ کو ایسی جنبش ہوگی کہ ہر جنس اور اوس کا ہر فرد اپنے اپنے

marfat.com

فرائض میں مصروف ہوگا۔

اس زمانے کے خوش حال طبقہ میں اپنا کسی طرح کا کام اپنے ہاتھ سے کرنا عیب سمجھا جاتا ہے اور یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ غربا و مساکین کا شعار ہے۔ عورتیں ہیں کہ ہنر و خانہ داری سے ہاتھ اوٹھا بیٹھی ہیں اوس کا ادنیٰ نتیجہ یہ ہے کہ شوہر روپیہ کماتے کماتے تھکا جاتا ہے لیکن گھر میں کسی کو آسایش نصیب نہیں۔ شاید خسروؔ کے عہد میں بھی امرا کے گھرانوں کا انھیں لغویات و باطل خیالات کی طرف میلان شروع ہو گیا ہوگا۔

نئی تہذیب کا اعتراض

بہرحال اس میں کوئی کلام نہیں کہ یہ نصیحتیں اسی قابل ہیں کہ ہر شریف بہو بیٹی انھیں اپنا دستورالعمل بنائے۔ لیکن ہزار افسوس کہ اس دورِ تہذیب کے روشن خیال حضرات خسرو کی ایسی بیش بہا نصائح پر کہہ اوٹھے کہ "اوس زمانے میں عورتوں کی حالت نہایت پست تھی امیر خسرو اس قدر صاحب دولت و ثروت تھے لیکن بیٹی سے کہتے ہیں کہ خبردار چرخہ کاتنا نہ چھوڑنا اور کبھی موکھے کے پاس بیٹھ کر ادھر آدھر نہ جھانکنا"۔ میرے دوستو۔ جوشِ تہذیب میں آکر اسلام کے مایۂ ناز بزرگوں کو اپنے مطاعن کا ہدف نہ بناؤ۔

ناصح کی شان کا علو

ذرا اس کو سوچو کہ یہ نصائح کس نے کیے ہیں۔ کس زمانے میں کیے ہیں نصیحت

marfat.com

کرنے والا کس دل و دماغ کا شخص تھا۔ اس کی خاندانی وجاہت کیا رتبہ رکھتی تھی علاوہ علم و فضل کے کیسی آب و ہوا میں یہ زندگی بسر کرتا تھا۔ انقلابات ایام کے کیا تجارب اس کے پاس تھے اوس وقت مسلمانوں کی ذی علم جماعت دنیا میں کیا وقار و وقعت رکھتی تھی۔ اگر تم انصاف سے ان امور پر ایک سرسری نظر بھی ڈالو گے تو تم اپنے اس فیصلے پر قائم نہ رہو گے کہ عورتوں کی اوس وقت ایسی ذلیل و پست حالت تھی جو اون کو ایسی نصیحتیں کی گئیں۔

امیر خسرو اوس باکمال و بلند حوصلہ باپ کے فرزند ہیں جس نے ترکستان سے جب ہندوستان کا ارادہ کیا تو خاک ہند نے کس کس طرح اپنے مہمان عزیز کی میزبانی کی۔ بادشاہ نے جاگیر دی۔ عہدہ دیا منصب کا پایہ بلند کیا یہاں تک کہ امراے سلطنت کی سلک میں منسلک ہو گئے۔

امیر خسرو کی ماں اوس جلیل الشان باخدا رئیس کی بیٹی تھیں جنھیں دینی دولت کے علاوہ ہندوستان میں عماد الملک کا لقب حاصل تھا اگر والدین کی شرافت اُن کے حوصلہ کی بلندی ہمت کی فراخی اولاد کے حق میں کچھ بھی مفید ہوتی ہے اور والدین کا خون اگرچہ کچھ بھی اثر رکھتا ہی تو پھر اسے خسرو کے حق میں ماننے سے کیوں دریغ کیا جائے خود امیر خسرو کی ذات گوناگوں کمالات کی جامع تھی علوم و فنون میں اونھیں جو پایۂ بلند حاصل تھا اوس کی شہادت اون کی تصانیف ہیں تزکیہ باطن کے لئے محبوب الٰہی کا محبوب ہونا کفایت کرتا ہے۔ تمول کے لئے لفظ امیر کافی ہے انقلاب دہر کا تجربہ اس سے سمجھا جا سکتا ہے کہ گیارہ سلاطین باآئین ان کے وقت میں گذرے

marfat.com

جن میں سے سات بادشاہوں کے تقرب کا انھیں پورا موقع ملا۔ موقع شناسی اور دماغ میں سلجھاؤ اس سے ظاہر ہے کہ سلاطین کا تغیر سلطنت کا نظام الٹ دیا کرتا تھا۔ لیکن امیر خسرو ہر عہد میں ممتاز و باوقار رہے۔

ایام سلف کی برکات

وہ زمانہ مسلمانوں کی ایسی اعلیٰ تہذیب کا تھا جس نے ہندوستان جیسے متعصب ملک میں اپنی تہذیب گھر گھر پہونچا دی تھی۔ مسلمانوں کے قوائے عملیہ سست و کاہل نہ تھے اس لئے محض بیکار رہنا موجب عار سمجھا جاتا تھا۔ اس میں کوئی تخصیص مرد و عورت کی نہ تھی تعلیمات اسلامی کا یہ اثر تھا کہ سلاطین تک شریعت کے فتوے سے کانپ اوٹھتے تھے۔ اوس وقت علما و مشایخ کی ایسی جماعت ہندوستان میں تھی اور روز افزوں ہو رہی تھی جن کی تصانیف آج شریعت و علوم اسلامیہ کی ضامن ہیں۔

دنیا کے مختلف گوشے مسلمانوں کے سیف و قلم سے مفتوح ہو چکے تھے ان کی سطوت و جلالت اکناف عالم پر چھائی ہوئی تھی۔ پس اوس عہد میں جبکہ ملک اپنے زیر نگیں تھا فاتحانہ ولولہ کا نہ جذبات دل و دماغ میں تھے۔ سیاست کی تلوار اور شریعت کا تازیانہ ہر طرح کی محافظت کر سکتا تھا۔ اولیائے کرام و علمائے عظام کی پاک صحبتیں خیالات فاسدہ کی بیخ کنی کیا کرتی تھیں فتوحات کے فراخ دروازے بے زری و تنگ دستی کے مفہوم کو مٹا رہے تھے۔ خسرو جیسا عالی دماغ دل کامل

marfat.com

امیر کبیر آزمودہ کار اپنی بیٹی کو جو کچھ کہہ رہا ہے وہ اگر تمغائے شرافت نہیں ہے تو پھر اس عہد کے مسلمان جن کی حالت ہر پہلو سے زبوں ہے ان کی بات پایۂ اعتبار رکھنے کی کیونکر مستحق ہوسکتی ہے۔ اوس عہد کی ماؤں کی بلندی تو اسی سے ظاہر ہے کہ اون کی اولادیں دنیا میں ہر طرح کی یادگاریں چھوڑ گئیں۔ علم، عمل دولت، سلطنت، جرأت، شجاعت کیا کچھ فضائل انسانی کے بیش بہا خزائن نہ تھے جو اسلاف نہ چھوڑ گئے۔ لیکن اون کے جانشین ایسی ہی بلند حوصلہ و عالی ہمت پیدا ہوئے جنھوں نے نہایت بدسلیقگی سے اون بیش بہا خزائن کا مالک اغیار کو کر دیا اور خود دست نگر ہونے کا بھی شعور کھو بیٹھے۔

حاصل جواب

وہ شریفانہ معاشرت کہاں گئی۔ جبکہ عورتوں کے کپڑے غیر محرم دیکھ بھی نہ سکتے تھے چہ جائیکہ اون کا سینا اور دھونا۔ تم چرخہ چلانے یا سلائی کا ہنر جاننے پر طعن کرتے ہو یہ تو ویسا ہی ہوا جیسا کہ ناعاقبت اندیش اہل دول لڑکوں کو تعلیم سے محروم اس بنا پر رکھتے ہیں کہ علم غربا کے لئے ہے، ہماری اولاد کو کیا دفاتر میں نوکری یا اسکولوں میں معلمی کرنی ہے۔

ہاں یہ اعتراض کہ کمالات علمیہ اور دیگر فضائل انسانی کی طرف اس بلند آہنگی سے کیوں توجہ نہ دلائی گئی جس قدر کہ امور خانہ داری پر زور دیا گیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بھی خسرو کا ایک کمال ہے کہ جہاں نصیحت کا مخاطب بیٹی کو فرمایا ہے

marfat.com

تو اوس وقت ایسی نصائح جو ما بہ الامتیاز مرد و زن ہیں اونھیں کو غالب رکھا ہے اور جہاں بٹیا مخاطب ہے تو اوس سے وہی باتیں کہی ہیں جن کا سزاوار مرد ہی ہوسکتا ہے۔ اگر عام پند اور ما بہ الاشتراک نصایح سے خطاب فرماتے جو مخصوص فرائض اناث نہیں بلکہ فرائض انسان و اسلام ہیں تو پھر یہ معلوم ہوتا کہ خطاب دختر کی اس میں تخصیص کیا ہے۔

خطیب کا یہ بھی ایک کمال ہے کہ مخاطب کا صحیح اندازہ کرکے اوس کو ایسی نصیحتیں کرے جو اوسی سے مخصوص ہوں ورنہ عام نصیحت کے لئے خصوصیت و تشخص بیکار ہے اوس کے لئے پھر خطاب عام چاہئے۔ بہر حال خسرو کے تمام نصائح کو پڑھ جاؤ اوس کے بعد ایک ایسی ذات کا جوان اوصاف سے متصف ہو تصور کرو تمھیں ایک رحمت الٰہی مجسم نظر آئیگی۔ افسوس ہے کہ یہ مضمون اندازہ سے بہت زیادہ پھیل گیا لیکن خسرو علیہ الرحمۃ پر جبکہ ایسا قلم معترضانہ رواں ہو جسے ادن کے کلام کا صحیح مفہوم لکھنا چاہیئے تھا تو پھر اُس کی اصلاح اس سے کم میں ناممکن تھی۔ اس دَور کے ارباب قلم کی غلطی تسلیم کرنا اس سے کہیں زیادہ سہل ہے کہ خسرو علیہ الرحمۃ پر ایک بے بنیاد الزام کا اثبات زبردستی کیا جائے۔ ناظرین مجھے معاف فرمائیں میں سلف کا دلدادہ و شیفتہ ہوں ؎

فتنۂ گفتگوے ایشانم   مستِ لاے سبوے ایشانم

یہاں تک جو کچھ لکھا گیا وہ ایسے مضامین تھے جو آغاز مقصد سے قبل مثنوی میں عموماً

marfat.com

خسرو لکھا کرتے ہیں۔ اب اصل قصہ سے اقتباس کر کے حسن کلام کا نمونہ دکھایا جاتا ہے۔

بیان حسن کنیز چینی

بر چو ناربخ نو بشاخ درخت سخت رستہ ز صحبت دل سخت
رگ نمودہ بروں ز لطف بدن ہمچو رشتہ درون در عدن

شوخی و عاشقانہ انداز کے ساتھ پہلے شعر میں سختی کی جو وجہ بیان کی گئی ہے وہ بالکل نرالی ہے اور اچھوتا تخیل ہے لیکن معقول۔ دوسرے شعر میں گورے بدن میں سے رگوں کا پھوٹ کر ایک دل فریب رنگ پیدا کرنا کیسا نادر خیال ہے۔ جس کسی نے سلک مروارید کو دیکھا ہوگا اس تشبیہ کے لطف کو وہی سمجھ سکتا ہے کہ کیسی لطیف تشبیہ ہے۔

قدر اندازی بہرام

آہن تیر چوں محک کردے خط گوراں ز پشت حک کردے
ور ز آہو بدے نشانۂ او موے بشگافتے ز شانۂ او
ور شدے بر نشانہ سخت انداز رخنہ در ناف کوہ کردے باز

صرف تین اشعار میں تمام شعبہائے تیر اندازی کے کمال کو جس صفائی و سلاست سے آپ نے بیان کیا ہے اُس سے کلام کی پختگی و چستی ظاہر ہے۔ یعنی جس طرح چاہتا تھا تیر چلاتا تھا۔ کبھی تو گورخروں کی پشت پر جو خطوط ہوتے تھے اُنھیں تیر سے اڑا دیتا

marfat.com

کبھی ہرن کے بالوں کی موشگافی کرتا۔ اور شکار کو کچھ بھی آسیب و آزار نہ پہونچتا اور جو زخم پہونچانا چاہتا تو ایسی قوت وطاقت سے تیر بیٹھتا کہ گورخر کا تو کیا ذکر پہاڑ میں بھی سوراخ ہو جاتا تھا خسرو علیہ الرحمۃ ہشت بہشت کی بنیا درکھتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

پس نوشتم بکلک مشک سرشت   نام ایں ہشت خانہ ہشت بہشت

تا کسے کاندرو گذر یابد   بے قیامت بہشت دریابد

اب اس بہشت کا جسے لطف حاصل کرنا ہو اوس کو ایک سرسری نظر سے پوری کتاب مطالعہ کرنا ضرور ہے تا کہ یہ معلوم ہو کہ اشعار کہاں کہاں سے لئے گئے ہیں اور باہم ربط و مناسبت اونمیں کس طرح ہے۔

گنبد مشکیں بہشت دوم

بہرام کے وزیر باتدبیر نے صید و شکار سے جب بہرام کو باز رکھنا چاہا ہے تو اوس نے سات گنبد عجیب و غریب نادر حسین طیار کرائے ہیں۔ ہر گنبد کا رنگ مختلف ہے ہر ایک میں ایک شاہزادی ایک ایک اقلیم کی رونق بخش ہے۔ بہرام ہر ایک شاہزادی کے گنبد میں ایک ایک شب جاتا ہے اور کسی قصہ کی فرمایش کرتا ہے۔ شاہزادی قصہ بیان کرتی ہے۔ اس طرح اس میں سات قصے امیر خسرو نے نظم فرمائے ہیں۔ خسرو کی شاعرانہ قوت کا اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جب وہ ایک بہشت کا بیان شروع کرتے ہیں تو اوس کے رنگ کو بیان کرتے ہوئے ابتدا قصے سے آخر قصے تک اوسی رنگ کی رنگینی معلوم ہوتی ہے۔ جو بات نکلتی ہے اوسی

marfat.com

رنگ میں ڈوبی ہوئی نکلتی ہے۔ پھر اوس رنگ کے فلسفے کو بیان کرکے اپنی رنگینی طبع کا عجیب رنگین ثبوت دیتے ہیں مثلاً گنبد مشکیں کی تمہید میں فرماتے ہیں ؎

روز شنبہ کہ باد مشک انگیز — شد بدامانِ صبح غالیہ ریز

شہ بگنبد سرائے مشکیں شد — خانہ زو ہمچو نافۂ چیں شد

جامہ راہم برنگِ کیوانی — داد ترتیبِ عنبر افشانی

ان اشعار میں قطع نظر اون صنائع لفظی کے جو امیر صاحب کا روزمرہ ہے گنبد کا رنگ چونکہ سیاہ تھا اس لئے بہرام کا اوس میں داخل ہونا بھی بروز شنبہ رکھا گیا۔ اور ستارہ شنبہ یعنی زحل کا رنگ سیاہ ہے۔ بہرام خود سیاہ پوش ہے شہزادی کا لباس بھی گنبد مشکیں کی طرح سیاہ ہے۔ اس کا التزام مثنوی کے ہر قصہ میں ہے کہ جس طرح ہر گنبد کا رنگ مختلف ہے اُسی کی رعایت سے شاہزادیوں کا لباس بھی مختلف رنگ کا ہے۔

ہر یکے ہم برنگِ مسکنِ خویش — جامہ را رنگ داد برتنِ خویش

اگرچہ کمال شاعری و لطف سخن کو ان باتوں سے سروکار نہیں لیکن اس قسم کی رعایتوں سے ایک دل فریب تخیل پیدا ہوتا ہے اور ساری کتاب کو پڑھ جانے سے ایک ایسی میناکاری معلوم ہوتی ہے جو ہشت بہشت کو اسم بامسمیٰ بنا دیتی ہے۔

گنبد مشکیں یعنی بہشت دوم میں سیاہ رنگ کی رعایت مقصود ہے۔ اسلئے امیر صاحب اوس وقت کو جبکہ تینوں شاہزادے غریب الوطنی درہ نوردی کے بعد باپ کے

marfat.com

پاس آتے ہیں۔ اور باپ خوش خوش بڑے لڑکے کو سلطنت حوالہ کرتا ہے یوں بیان
فرماتے ہیں ؎

پدر پیر شادمانی یافت — بار دیگر ز سر جوانی یافت
بسکہ از خوش دلی بہ تمکیں گشت — موے کافور گونش مشکیں گشت
کردہ روشن بہ مہتریں پسراں — بالش مشک وام تاجوراں
چتر مشکینش داد با ہمہ چیز — دیگراں را لوائے مشکیں نیز

لیکن اس خیال سے کہ سیاہ رنگ عموماً نشان ماتم ہے اس کو عیش و نشاط، فرحت و
انبساط سے کیا علاقہ۔ اِس لئے امیر صاحب ختم قصے پر اس فلسفہ کو بیان کرتے ہیں کہ
سیاہ رنگ بھی اپنے موقع و مناسبت سے دل آویز و نظر افروز ہوا کرتا ہے ؎

رنگ مشکیں شعار عبّاسی ست — زیور آرائے چرخ شمّاسی ست
ظلمت شب کہ مشک فام بود — بہر آسایش تمام بود
خون تر در میانِ نافہ خشک — تا نگردد سیہ نباشد مشک
خط و خالیکہ دلستاں دارد — مشک رنگ ست زیب ازاں دارد

بیان وجوہ میں بتدریج ترقی قوت بھی ملحوظ خاطر رہے۔ قصہ ختم ہوتا ہے۔ بہرام ہم
آغوش ہو کر خواب سے راحت پذیر ہوتا ہے۔ اوس عیش کے وقت کو یوں بیان
فرماتے ہیں ؎

شاہ کز نازنین مشکیں موئے — ایں فسانہ شنید روئے بروئے

marfat.com

خفت در خواب گاہ حور العین   گل در آغوش و مشک بربالیں

واقعہ نگاری اور تسلسل

سبحان اللہ ایک رنگ سیاہ نے کتنے خوش آیند خیالات پیدا کر دیے ہیں جس سے شاعر کی قوت متخیلہ کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ واقعہ نگاری کا کمال یہ ہے کہ اوس کے تمام اجزا اس طرح بیان کئے جائیں کہ تسلسل مضامین کی کوئی کڑی چھوٹنے نہ پائے اس کے ساتھ ہی اس کا بھی لحاظ رہے کہ غیر ضروری بات مذکور نہ ہونے پائے بعض مقام ایسے ہوتے ہیں کہ وہاں کنایہ تصریح سے زیادہ صراحت کرتا ہے اور کلام کی بلاغت اوسی کی مقتضی ہوتی ہے۔ کسی جگہہ تصریح و تشریح کے بغیر بلاغت کا حق ادا نہیں ہوتا۔ مثنوی نگار اگر اس کا لحاظ نہیں کرتا ہے تو اوس کی خامی و کم مائگی سمجھی جاتی ہے خسرو علیہ الرحمۃ کی شاعری اس کمال میں بھی کامل ہے۔ ہر ایک قصہ میں اس تفصیل سے جزئیات کو بیان فرماتے ہیں کہ ایک بات سے دوسری بات خود نکلتی آتی ہے اوس پر زبان کی صفائی اور بندش کی چستی کا یہ حال ہے کہ اوس سے کم عبارت میں اگر اوسی مضمون کو بیان کیا جاے تو لطف ادا کو کھوے بغیر ہو نہیں سکتا۔ اور اگر طوالت دی جاے تو حشو و زوائد میں شمار ہو۔ اوس کا اصلی لطف تو اوسی کو حاصل ہو سکتا ہے جو پوری کتاب پڑھ جاے۔ لیکن دو ایک نمونہ جستہ جستہ پیش کرتا ہوں۔

پہلی مثال ہشت دوم کی شاہزادی نے جو قصہ بیان کیا ہے اوس میں تین غریب الوطن شاہزادوں کی فراست اور علم بالآثار کا ذکر ہے۔ اوس وقت جبکہ شاہزادے ایک

marfat.com

بادشاہ کے مہمان ہیں اور اون کی ضیافت میں شراب وکباب مہیا کیا گیا ہی۔ایک نے شراب میں آدمی کے خون کا لگاؤ بتلایا۔ دوسرے نے کباب کو کتے کا قرار دیا۔تیسرے نے بادشاہ کو باورچی کا لڑکا کہا۔ بادشاہ پشت دیوار سے اون کی گفتگو سن رہا تھا۔ اپنے متعلق ایسا ہوش ربا حکم سُن کر تحقیق شروع کرتا ہے۔پہلے دونوں حکم صادق آتے ہیں۔اس سے تیسرا حکم جو خود اوس کے متعلق ہے اوس کے صدق کا پلہ غالب آتا ہے۔ماں کے پاس جاتا ہے اوس کے غضبناک انکار پر قتل کی دھمکی دیتا ہے۔آخر ماں کو جب اپنی موت کا یقین آجاتا ہے تو مجبور ہو کر اقرار کرتی ہے۔بادشاہ اپنے مہمانوں کے پاس آتا ہے اور اون کی فراست کی داد دینا چاہتا ہے اور پوچھتا ہے کہ تم لوگوں نے کیونکر یہ پہچان لیا۔وہ وجہ بتلاتے ہیں۔ امیر صاحب کا قلم اس طرح اوس کی تصویر کشی کرتا ہے ؎

شہ چو بشنید راز ما در خویش ... سر فگند از خجالت اندر پیش

رفت در خود فرو و حیراں گشت ... وز جہاں پر ستیزے پشیماں گشت

جست بیروں ز کاخ شرمندہ ... وز تحیر نہ زندہ نے مردہ

شد بخلوت سرائے مہماناں ... بے زباں گشت زاں زباں داناں

چوں گذشت از شراب دورے چند ... راز را بر گرفت مستی بند

گفت کانچہ از شما شنیدم راز ... ہمچناں یافتم چو جستم باز

ایسے خجلت انگیز راز کے افشاء نے بادشاہ کی جو حالت کر دی ہو گی اوس کا نقشہ

marfat.com

امیر صاحب کے قلم نے کس خوبی سے کھینچا ہے۔ ایک ایک شعر کو پڑھئے اور ہزاروں داد دیجئے۔ بادشاہ کا ہکا بکا ہو جانا ایک فطری بات ہے لیکن تسلسل بیان اس کا مقتضی ہے کہ بادشاہ خود اپنے منہ سے اس شرمناک راز کی تصدیق کرے تکمیل قصہ کے لئے اوس کے منہ سے اقرار کرانا ضروری تھا۔ اس لئے بیچ میں شراب کو ڈالا۔ اس سے عمدہ ذریعہ اقرار کا ہو نہیں سکتا تھا۔

دوسری مثال اسی طرح بہشت ہفتم کے بیان میں شاہزادہ جب طلسمی سرمہ آنکھوں میں لگا کر وزیر کے دربار میں نظر سے غائب ہوتا ہے اور اپنے موکل دیو کو اشارہ کرتا ہے کہ بدکار وزیر کو دہول لگائے اس کا بیان بس ہو بہو فوٹو ہے ؎

کرد اشارت بدیو تا برخاست | دست خود کرد بہر سیلی راست
زد قفائے بخواجۂ دیواں | کہ بلرزید زاں طراق ایواں
کارداراں زجائے برجستند | سرآں حال را ہمے جستند
ہمدریں گفتگوئے بُد ہر کس | کاہرمن باز در رسید زپس
زد چناں سیلیِ دگر ناگاہ | کز سرِ خواجہ برفتاد کلاہ
کلہِ گرد خوردہ رازاں گرد | تا ستاند قفائے دیگر خورد
حیرتے درمیانِ خلق افتاد | دوست آزردہ گشت دشمن شاد
مرداں از خجالتِ دستور | دُور گشتند یک بیک زحضور
ایں زسودائے سیلیش خنداں | واں دگرپشت دست بردنداں

marfat.com

خواجہ جست از خجالت ییلی — بارخِ زرد گردنِ نیلی

ان ابیات میں حسن تفصیل سے دیو کا ہاتھ اوٹھانا اور دہول مارنے کے لئے اوس کو سنبھالنا اور پھر ایک دہول لگا کر ڈھیر جانا لوگوں کا متحیر ہونا اور آپس میں تحقیق کی نظر سے گفتگو کرنا۔ اس اثنا میں دوسری دہول کا رسید ہونا وغیرہ وغیرہ جس شرح و بسط سے بیان کیا ہے اوس کے پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ آنکھوں کے سامنے ہو رہا ہے۔ سچ پوچھئے تو واقعہ مذکورہ کی تصویر اس سے زیادہ روشن و دل آویز کیا کھینچی جا سکتی تھی۔

ان دو نمونوں سے یہ دکھلانا تھا کہ امیر صاحب جہاں صنائع و بدایع اور محاسن لفظی و معنوی کے خسرو ہیں وہاں بیان واقعات میں بھی اوسی قدر ارفع و اعلیٰ پایہ رکھتے ہیں۔ یہ واقعہ ہے کہ امیر صاحب مثنوی لکھنے کا حق رکھتے تھے اور صحیح معنو میں آپ نے مثنوی کا حق ادا کیا۔

حیثیت شخصی کا لحاظ

مثنوی نگاری میں یہ حصہ شاعر کے لئے نہایت ہی معرکۃ الآرا رہے ایک ہی حالت ہوتی ہی مگر اوس کا اثر باعتبار اشخاص مختلف ہوتا ہے۔ اب اگر شاعر حالت کے ساتھ شخص کا لحاظ نہیں رکھتا ہے تو اوس کے بیان کا یہ پہلو کمزور رہ جائے گا۔ مثلاً فرض کرو ایک نبرد آزما ہے جس نے مختلف میدانہائے کارزار میں اپنے شجاعت کا جوہر دکھایا ہے۔ وہ کسی ایسے ناز پروردہ کا ہم سفر ہے جس نے تنعم کے سایہ سے کبھی قدم

miarfat.com

باہر نہیں نکالا۔ اتفاقاً کسی موقع پر رہزنوں کی جماعت حملہ آور ہوتی ہے تو اوس وقت اوس تجربہ کار سپاہی اور ناز پروردہ رفیق کے دل پر جو اثر ہوگا وہ ایک دوسرے سے بالکل مغائر ہوگا۔

سپاہی آزمودہ کار کے حواس درست ہوں گے دست و بازو میں قوت موجود ہوگی رگوں میں شجاعت کا خون دوڑتا ہوگا۔ چہرہ جوش بہادری سے تمتما رہا ہوگا۔ برخلاف اس کے ناز پروردہ کے چہرے پر ہوائیاں چھوٹ رہی ہوں گی۔ بدن پر لرزہ طاری ہوگا۔ ہوش برجا نہوں گے۔

اس مثال سے یہ غرض ہے کہ جب کسی واقعہ یا حالت کا بیان ہو تو جس شخص سے اوس کا تعلق ہے اوس کا لحاظ بھی ضروری ہے۔ خسرو علیہ الرحمۃ کے اس کمال کے بھی نمونے ملاحظہ ہوں۔

مثال اوّل۔ بہرام شکارگاہ میں خفا ہو کر دلارام کو گھوڑے سے اوتار دیتا ہے اور خود گھوڑے کی باگ موڑ کر روانہ ہو جاتا ہے۔ دلارام دشت پرخار میں تنہا رہ جاتی ہے اوس وقت اوس کے دل پر کیا گذری اور اوس نے کیا کیا اور کیونکر کیا اس کی ہو بہو تصویر ان اشعار میں دیکھئے یہ یاد رہے کہ دلارام بہرام کی معشوقۂ جاں نواز ہے عیش و عشرت ناز و تنعم میں نشو و نما پایا ہے۔ دل کی کلی ہمیشہ کھلتی رہی ہے یہ کوئی معمولی حیثیت کی عورت نہیں ہے اس پر جو یہ مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تو اس کی حالت بھی معمولی حیثیت کی عورت سے مغائر ہو گئی خسرو اسی کو بیان کرتے ہیں۔

marfat.com

ماند بنجویشتن صنم تا دیر ۔۔۔ تشنۂ غرقِ آب جاں سیر

پس بصد خستگی زجا برخاست ۔۔۔ راہ صحرا گرفت و می شد راست

بسکہ منزل بدشت دیواں داشت ۔۔۔ سایۂ خویش دیو می پنداشت

بسکہ رہ بر سنان تیزش بود ۔۔۔ موزہ غربال خاک بیزش بود

از کفِ پائے خارہائے چو تیر ۔۔۔ میگذشتش چو سوزنے ز حریر

پاکہ از برگ گل فگار بود ۔۔۔ چوں شود چوں بروئے خار شود

کس نہ ہمراہ و رہنماش مگر ۔۔۔ سایہ در زیر و آفتاب زبر

می نمود اندراں پریشانی ۔۔۔ گفتہ و کردہ را پشیمانی

زاں بساط ددان آہو خائے ۔۔۔ کردہ بیم ددانش آہو پائے

بیم بودش کہ پا شود بطواف ۔۔۔ چوں سمِ آہو از میانہ شگاف

کس خوبی سے خسرو علیہ الرحمۃ نے اوس کی کیفیت کا نقشہ کھینچا ہے ملاحظہ ہو

پہلا اثر تو اس ناگہانی آفت کا یہ ہوا کہ وہ ایسی متحیر و ششدر ہو گئی کہ تھوڑی دیر تک یہ بھی سمجھ نہ سکی کہ واقعہ کیا گذرا جب آہستہ آہستہ اوس کے حواس اپنا صحیح فعل کرنے لگے تو اوسے اپنی اس نازک حالت کا اندازہ ہوا۔ زبان سوکھ کر کانٹا ہو رہی ہے جسم ہے کہ پسینہ میں شرابور ہے جینا وبال ہو رہا ہے۔ دیکھئے پہلا شعر ان سب کیفیات پر کس طرح حاوی ہے ؎

ماند بنجویشتن صنم تا دیر ۔۔۔ تشنہ و غرقِ آب و از جاں سیر

marfat.com

کچھ سوچ سمجھکر اوٹھتی ہے تو جسم میں طاقت نہیں بدن ہے کہ رنج وغم سے چور چور ہے بصد خرابی اوٹھی اور ایک سمت کا رخ کیا۔ اس کیفیت کو دوسرے شعر میں دیکھئے

پس بصد خستگی زجا برخاست　　　　راہ صحرا گرفت ومی شد راست

ایک صحرائے لق و دق مہیب و وحشتناک ہے۔ غولان بیابانی کا نشیمن ہے۔ تنہائی وبیکسی نے ایسا متوحش کر دیا ہے کہ اپنے سایہ کو بھی وہ بھوت سمجھتی ہی انتہائی اضطراب وگھبراہٹ خوف و وحشت میں جو حالت کہ طاری ہوتی ہے اوس کا صحیح نقشہ یہی ہے جو اس شعر میں ہے ؎

بسکہ منزل بدشتِ دیواں داشت　　　　سایۂ خویش دیو می پنداشت

اوس کی نزاکت ولطافت کے ساتھ صحرائے پرخار نے کیا سلوک کیا اوس کو اس شعر میں دیکھئے ؎

بسکہ رہ بر سنانِ تیز ش بود　　　　موزہ غربال خاک بیز ش بود

اسی طرح ہر شعر ایک خاص حالت وکیفیت کا نمونہ ہے۔

دوسری مثال۔ بہشت دوم کے قصے میں بادشاہ نے جبکہ بیٹوں سے تخت وتاج کا مالک بننے کے لئے کہا ہے تو اوس وقت ہر ایک بیٹے نے جو جواب دیا ہے وہ قابل لحاظ ہے مثلاً بڑا بیٹا یہ جواب دیتا ہے ؎

گفت جاوید باد دولت شاہ　　　　پور دانا بخاک سود کلاہ

کہ زنم پیش شہ دم شاہی　　　　کی روا باشد از ہوا خواہی

marfat.com

تا تو ئی ملک بر کسے نہ سزاست — بے تو خود زیستن برائے چراست
تخت ما دلے چوں منے نبود — جائے تو جائے چوں منے نبود
مور با آنکہ بر سریر بود — کی سلیمان و تخت گیر بود

بیٹے کی سعادت مندی اسی کی مقتضی تھی کہ باپ کے رہتے ہوئے بیٹا ہوس سلطانی نہ رکھے لیکن ضمن جواب میں اس امر کی ناموزونی جو آخر شعر میں بیان کی گئی ہے وہ حسن التعلیل کے ساتھ عجب ادب آموز نکتہ ہے ؎

مور با آنکہ بر سریر بود — کی سلیمان و تخت گیر بود

اس شعر پر جتنا غور کروگے اتنا ہی لطف آئیگا۔

اب بادشاہ منجھلے بیٹے کو بلاتا ہے اور اوس کے سامنے تخت و سلطنت پیش کرتا ہے۔ منجھلے کا جواب سنئے ؎

گفت مارا بجان و بینائی — گردنی شد ہر انچہ فرمائی
لیک پیشت حدیث تاج و سریر — عیب باشد ز بندہ عیب مگیر
گر بود در سرت کہ افسر خویش — خود مزین کنی بگوہر خویش
مہترے ہست آخر از من خورد — بار سر جز بدوش نتواں برد
بر بزرگاں رواست ایں معراج — لولوے خورد نیست در خور تاج

اگر منجھلا بیٹا صرف اسی قدر جواب پر اکتفا کرتا کہ آپ کا فرمان سر آنکھوں پر لیکن تاج و سریر کا ذکر آپ کے سامنے کرنا بڑے عیب کی بات ہے اگر اس میں حکم

marfat.com

عدولی ہو تو بندہ کو نافرمان نہ خیال کیا جائے تو بڑے اور منجھلے کی خصوصیت نمایاں نہوتی۔ اس لئے اوس نے اپنے جواب میں اس قدر اور اضافہ کیا کہ اگر آپ کی یہی خواہش ہے کہ آپ اپنی اولاد کو اپنے ہاتھوں تاج شاہی سے مزین فرمائیں تو بسم اللہ بڑا بھائی موجود ہے یہ حق اوس کا ہے اور آپ کے بعد اوسی کو زیب دیتا ہے اُس کی دلیل یہ ہے کہ سر سے بوجھ اوتار کر کاندھے پر رکھنے کا دستور ہے۔ اب جواب کامل ہوگیا۔ بڑے اور منجھلے کا فرق بھی نمایاں ہوگیا۔ باپ کی موجودگی میں سلطنت سے دست برداری بھی ظاہر کر دی اور اوسی کے ساتھ بڑے بھائی کا ادب وحق ملحوظ رکھتے ہوئے فرق مراتب باپ اور بڑے بھائی کا بھی ”بارِ سر چز بدوش تواں برد“ کہہ کر قائم کر دیا۔

تیسری مثال۔ بہشت ششم کے قصے میں جس وقت سوداگر زادہ طلسمی حمام سے ایک سال بعد برآمد ہوا اُس وقت اوس کے غلاموں کو جو مسرت ہوئی ہے اور جس طرح اونہوں نے اپنی خوشی کا اظہار ولی نعمت سے کیا ہے، اوس فرط جوش ومحبت میں بھی اون کی غلامانہ حیثیت پوری طرح ملحوظ ہے ؎

چوں بدیدند روے منعم خویش — در دویدند خواجہ را در پیش

ہر یک از بندگاں بہ آزادی — گریہ میکرد لیکن از شادی

بندہ وارش بپا در افتادند — بوسہ بر دست و پاش میدادند

جذبات عاشق ومعشوق اور اُن کے لوازم سرسری نگاہ میں عاشق کی

marfat.com

نیازمندی معشوق کی بے نیازی ایک معمولی مضمون ہے جسے ہر سخنور بیان کرتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ منزلِ عشق کی راہیں جس طرح عمل میں دشوار گزار ہیں اوسی طرح اون کا بیان بھی خاص اہمیت رکھتا ہے اس میں ایسے ایسے لطیف نکات ہیں جنھیں ہر ناظم کی قوت فکریہ پا نہیں سکتی ؎

ہزار آیت خوبی ست در مطالعۂ رو ۔۔۔ نہ ہر کہ خط بشناسد مفسری داند

پہلی مثال۔ عاشق جب مژدۂ وصل پاتا ہے تو اس روح پرور خبر سے اوس پر ایک عالم وجد طاری ہو جاتا ہے لیکن اگر کسی عاشق کے لئے معشوق کا وصال بہت ہی دشوار ہو۔ کوشش و سعی کی راہیں مسدود ہوں۔ ہجوم یاس نے اوسے بالکل ہی وارفتہ و از خود رفتہ کر دیا ہو اوس بیخودی کے عالم میں اوسے مژدۂ وصل پہونچے تو پھر اوس کے وجد و طرب کا ایک اور ہی عالم ہوگا۔ خسرو علیہ الرحمۃ بہشت پنجم میں اوس غریب الوطن شاہزادے کا قصہ جو ملکہ ملتان کی سنگی تصویر دیکھ کر دل ہاتھ سے دے چکا ہے وصل سے مایوس ہو کر پاگل ہو رہا ہے اوسکے پاس جس وقت مژدۂ وصل پہونچا ہے تو اوس کی کیا حالت ہوئی اوس کو بیان کرتے ہیں ؎

سوئے عاشق دو دیدیارے زود ۔۔۔ بردش از دوست مژدۂ مقصود

چوں بگوش وے ایں سخن در شد ۔۔۔ بے خبر بود بے خبر تر شد

ماند حیراں دراں حکایت نغز ۔۔۔ جوشے از دل دراو فتاد بمغز

marfat.com

خاست چوں بیدلان جاں دادہ	دل دیوانہ را عناں دادہ
پاے کوباں بوجد و حال آمد	در نہاں خانۂ وصال آمد

دوسری مثال بہشت ششم میں سوداگر زادہ جبکہ ایک طلسم سے نکل کر ایک طلسمی گاؤں میں پہونچا ہے اور وہاں ایک بوڑھی عورت نے اوسے مہمان بنایا ہے تو اوس پیرزن کی حسینہ وجمیلہ لڑکی سے مہمان کی آنکھ لڑتی ہے تیر عشق دل کے پار ہو جاتا ہے اور وہ محبوبہ اپنی اداے معشوقانہ سے اوسے بسمل بنا دیتی ہے

زال را بود دخترے عیار	دل فریبے چو صد ہزار نگار
دزد دلہا دو چشم پُرفن او	خون صد بگینہ بگردن او
گشت چوں یک دگر نظر ہا گرم	نازنیں سر فرو فگند ز شرم
روے پوشید و کرد آں سو پشت	میہماں را بہ یک کرشمہ بکشت

معشوقہ کا سر جھکا لینا مُنہ کا چھپا لینا جہاں مقتضاے شرم وحیا ہے وہاں ایک نازدلربایانہ بھی ہے لیکن شاعر کا کمال اس نکتہ کے ادا کرنے میں ہے جو اس جملہ میں مضمر ہے (کرد آں سو پشت) جس سے اس کا اظہار مقصود ہے کہ جس طرح میرا چہرہ روشن اور آنکھیں پُرفن ہیں پیٹھ بھی ویسی ہی محرابی ہے پیٹھ پھیرنے سے مقصود اظہار ان خوبیوں کا ہے جو پشت پھیرنے سے ہی نمایاں ہوتی ہیں۔

تیسری مثال۔ اسی بہشت ششم میں اوس موقع پر جبکہ سوداگر زادہ طلسمات طے کرتا ہوا آخر طلسم میں مبتلا ہوا ہے اوس وقت اوس کی حیثیت شاہانہ ہے ایک

marfat.com

ملک کا خود مختار بادشاہ ہے عجب عیش و عشرت سے ایام بسر ہو رہے ہیں خاص کر جب رات ہوتی ہے تو ایک گلبدن نازک اندام ایک گلدستہ پیش کرتی ہے اور تمام شب بادشاہ لذت و سرور میں بسر کرتا ہے آخر نوبت اوس معشوقہ کی پہونچتی ہے جس کا وصال طلسم کا خاتمہ ہے۔

یہ نازنین ایسی ماہ طلعت و پری پیکر ہے کہ سارے طلسمات میں ایسی دلکش صورت اس نے کبھی نہیں دیکھی تھی بادشاہ بیتاب ہو کر اوس سے ہم آغوش ہوا چاہتا ہے وہ اوس وقت اپنی نزاکت جس پیرایہ میں بیان کرتی ہے اوس سے یہ نکتہ حل ہوتا ہے کہ حسن کی سرکار ایسا بلند پایہ رکھتی ہے جہاں شاہانہ جاہ و تجمل اور ملوکانہ آرایش بھی ہیچ ہے ملاحظہ ہو ؎

ترک جادو گرِ فریب انگیز | گفت آہے بزن بر آتشِ تیز
گرد میدان بارگہ بر تست | تن شاہانہ را بباید شست
تا نگردد چو گیرمت بکنار | نازک اندام من زگرد فگار
کہ مرا نام مردم دیدہ است | گرد بر دیدہ ناپسندیدہ است

لیل و نہار شاعر کا یہ بھی کمال ہے کہ اگر اوسے ایک ہی مضمون بار بار کہنا ہو تو ہر مرتبہ اوسے ایک جدید پہلو سے کہے مثلاً آفتاب کا طلوع وغروب جب عالم شاعری میں ہو تو ایک نئے انداز سے ہو اسی کے ساتھ استعارے ایسے ہوں جو اون واقعات سے جن کا تعلق اوس لیل و نہار سے ہے

marfat.com

مناسبت رکھتے ہوں اس کی مثالیں اس مثنوی میں بیشمار موجود ہیں یہاں صرف چار شعروں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

صبح

(۱) بامداداں کہ صبح جامہ سفید | پردہ برداشت از رخِ خورشید

(۲) گنبد آسماں چو شد بیدود | گشت روشن جہانِ زراندود

(۳) آسماں چوں ز چشمۂ خورشید | کرد پیراہن زمانہ سفید

(۴) شاہ انجم بر سمِ ہر روزہ | چوں برآمد بہ تخت فیروزہ

شب

(۱) شب چو دریائے چرخ بر زد رنگ | چشمۂ مہر شد بکام نہنگ

(۲) چوں جہاں رخ نمود در پرِ زاغ | شد فلک پر ز صد ہزار چراغ

(۳) در پر زاغ چوں نہاں شد مہر | پر طاؤس باز کرد سپہر

(۴) چرخ چوں زلف شب فگندہ بدوش | ماہ گشت از ستارہ زیور پوش

ہر شعر کا استعارہ کیا لطف پیدا کرتا ہے اوس کا صحیح اندازہ کرنے کے لئے اصل قصہ پڑھنا ضرور ہے یہ کل اشعار ہشت ششم سے لئے گئے ہیں ناظرین اگر چاہیں تو صرف ایک ہی قصہ پڑھ کر شاعر کی طبع روشن کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

وصل و وصال بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں جن کا اظہار نہایت ہی مشکل ہوتا ہے کہیں آداب و تہذیب کا قانون زبان کی مقراض بننے کو

marfat.com

تیار ہوتا ہے اور کہیں حیا گلو گیر ہوتی ہے لیکن ایک قادر البیان چند الفاظ کے ایر پھیر میں سب کچھ اس صفائی سے کہہ جاتا ہے کہ مخاطب صحیح سمجھ جاتا ہے اور معترض منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں۔

خلوت کی باتیں عاشق جانے یا معشوق۔ زبان اوس کا افشا کیوں کر کرے لیکن جس کے قلم میں زور ہے وہ حسن بیان کا پردہ ڈال کر یوں کہتا ہے۔

پہلی مثال

خویش را کردہ بود لعبت سیم ۔۔۔ براد حریف خود تسلیم
اد بنداں عقیق رامی سفت ۔۔۔ قندی خست وانگبیں میرفت
زاں لب لعل می کشید شراب ۔۔۔ نقل ہم پستہ بود ہم عناب

دوسری مثال

در برآورد یار زیبا را ۔۔۔ کرد خوش جان ناشکیبا را
یافت آں آرزو کہ در سر داشت ۔۔۔ کام دل دید و کام دل برداشت
ہمہ شب باست بہشتی خویش ۔۔۔ راند در جوئے شیر کشتی خویش

تیسری مثال

عاشقانہ بپائے یار فتاد ۔۔۔ کار با بوس و باکنار فتاد
اودر آویخت در دو زلف چو شست ۔۔۔ گردن خود بطوق مشکیں بست
روے بر رو نہاد دوش بدوش ۔۔۔ خرمن گل کشید در آغوش

marfat.com

بردغارت بدرج مروارید — ایں ہمی چیداوہمی بارید

ایک ہی معنی کو گوناگوں رنگیں لباس اور نئے شان اور نئی ادا سے آراستہ کرنا خسرو کا حصہ ہے۔

جزئیات داستان نگاری

داستان نگاری کے ذیل میں بہت سی چھوٹی باتیں ایسی آتی جاتی ہیں جن کا کوئی خاص مرتبہ تو نہیں ہوتا لیکن اون کا بیان اس کا ضرور مقتضی ہوتا ہے کہ اس انداز سے کہی جائیں کہ خالی از لطف نہوں۔ مثلاً باغ و راغ کوہ وصحرا یا معشوقوں کا سراپا وغیرہ اثنائے قصہ میں اگران کے بیان میں طوالت کی جای تو تسلسل میں خلل پڑتا ہے اور اگر انہیں معمولی الفاظ میں کہا جاے تو لطف بیان جاتا ہے۔ بدیں وجہ ایک باکمال شاعر ہمیشہ ایسے مواقع پر پھولوں کا ایک چمن کھلاتا ہوا بلبلوں کے چہچے سناتا ہوا کسی پری جمال کی ایک جھلک دکھاتا ہوا ناظرین کو اصل داستان کی طرف بڑھائے جاتا ہے خسرو علیہ الرحمۃ بھی اس مثنوی میں ایسے مقام کا کم سے کم ایک اور زیادہ سے زیادہ تین شعروں میں حق ادا کرتے ہوئے داستان کا سلسلہ جاری رکھتے ہیں ۵

وصف معشوقہ

رخ بزیبائی از گل افزوں داشت — پاے تا سر لباس گلگوں داشت

صنمے دید آفتاب درفش — شقۂ بر تن از حریر بنفش

marfat.com

دید کاندر میانۂ بازار | شاہدے ہمچو صد ہزار نگار
زلفِ مرغول عنبر آلودہ | ہندو آسا بگل برآمودہ
نرگسش از کرشمہ شور انگیز | کشتہ عشاق را بغمزۂ تیز

باغ و صحرا

لالہ برکف گرفت جامِ شراب | نرگس از مستی اوفتاد بخواب
گشتہ باد از شگوفہ عنبر بوے | سبزۂ نو دمیدہ برلبِ جوے
سو بسو از درخت میوہ قطار | شاخ سر بر زمیں فتادہ زبار
دید در پیشِ غار صحرائے | لالہ وگل دمیدہ ہر جائے
کشت درکشت روضہ چو بہشت | جوے بر جوے برکنارۂ کشت
بر سر سبزہائے مینا رنگ | نائے کنجشک پُر ز نغمۂ چنگ

اسی طرح کی بہت سی جزئی باتیں ہیں جن کا احاطہ تمثیل و تحریر سے ناممکن ہے ایک وہ شخص جس نے داستان گوئی و داستان نویسی کے فلسفہ کو سمجھا ہے وہی خسرو علیہ الرحمۃ کی واقعہ نگاری کی داد دے سکتا ہے ہشت بہشت و ہفت پیکر کے قصص اگر اس نگاہ سے کوئی مطالعہ کرے تو اسے خسرو علیہ الرحمۃ

marfat.com

کی برتری صاف دکھائی دے گی۔

تشبیہ و استعارے

نظم ہو یا نثر، حالت فرحت و انبساط ہو یا رنج و اضمحلال تشبیہ و استعارے سے کلام بہت کم خالی ہوتا ہے بلکہ بعض اوقات بیخواستہ جذبات کا اظہار تشبیہ و استعارے میں ہو جاتا ہے مثلاً حالت غم و اندوہ میں اظہار غم ناکی اس طرح کرتے ہیں کمر ٹوٹ گئی چھاتی پھٹ گئی دل خون ہو گیا۔ حالانکہ ایک غم زدہ مصیبت کا مارا تصنع و تکلف کر نہیں سکتا یہ تو جذبات کا زور ہے جو اس کے منہ سے کلمات استعارے میں نکل رہے ہیں۔ اب ایک ایسی چیز جو اس قدر عام ہو سلسلۂ نظم میں کس قدر ندرت و لطافت چاہے گی۔ شاعر کا اس صنف صنعت میں یہ کمال ہے کہ اوس کے استعارے و تشبیہ ایسی روانی و سلاست سے نظم ہوے ہوں جس میں تکلف و تصنع کا شائبہ تک نہو۔ ایسی جدت و ندرت اوس تشبیہ و استعارے میں ہو کہ اوسے سنکر سامع میں شگفتگی پیدا ہو جاے۔ اسی کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اوس میں پیچیدگی نہو جدت ہو زور ہو لیکن سامع کو سمجھنے میں تکلف نہو۔

marfat.com

اب ہم جا بجا سے ایسے اشعار التقاط کر کے لکھتے ہیں جن کے طرز ادا اور حسن بیان میں ندرتِ تشبیہ یا جدت استعارہ یا کوئی دوسری خوبی ایسی پائی جاتی ہو جو مثنوی کے لئے زیور ہے۔ ایسے اشعار کے مواقع سمجھنے کے لیے قصوں کو ضرور پڑھ جانا چاہیے۔ یہاں تو صرف کلام کی خوشنمائی و دل فریبی کا بیان مقصود ہو۔

بہشت سوم

زاں طلسمے کہ کرد مردِ دلیر مہ ز برشد عطارد آمد زیر

یہ وہ موقع ہو کہ حسنِ زرگر اپنی حکیمانہ چال سے اُس قید خانہ بلند سے رہائی پاتا ہو اور اُس کی بی بی جس نے افشائے راز کیا تھا وہ اوپر پہنچکر قید ہو جاتی ہو۔ عطارد کی منزل چاند سے اوپر ہو۔ یہاں معاملہ برعکس ہو گیا۔ اس لیے خوبی مصرعہ ظاہر۔

بہشت چہارم

جانِ شیریں بداں شکرخا داد خضرے را دمِ مسیحا داد

بادشاہ ہرن کے کالبد کو چھوڑ کر طوطی کے قالب میں آیا ہو طوطی ہند کی شکر گفتاری مشہور ہے اس موقع پر اُس کو مسیحا دم بتانا اور رنگ سبز کر باعث خضر سے جنھیں حیات جاوید حاصل ہو تشبیہ دنیا قابل لحاظ ہو۔

ایضاً

در زماں مرغ را بہ خنجر کشت کشتہ را ہیں کہ باز دیگر گشت

وزیر نابکار کالبد شاہی کو چھوڑ کر مرغ کے مردہ جسم میں آیا ہو۔ لطیفہ یہ ہو کہ کوئی ایک بار

marfat.com

مرتا ہی یہ بدشعار دو زیر دو بار مرا۔ ایک تو جب اپنے قالب کو رہا کر کے قالب شاہی میں آیا۔ اور ایک جب مُرغ کے قالب میں آکر ذبح ہو گیا۔

بہشت پنجم

بان نوشد نشاط فرماید خسپد و خیزد و فرود آید

جس طرح ایک موصوف کے لیے کئی صفات پے در پے ذکر کرنا صنعت تنسیق الصفات ہی اسی طرح چند افعال کا پے در پے ایک فاعل کے لیے بیان یہ بھی صنعت ہی۔

بادشاہ کی بادہ پیمائی، معشوقہ دل نواز سے طرب انگیزی، خواب شیریں کا لطف اور سحر کے وقت بالاخانہ سے اتر کر باہر آنا یہ سب کس اختصار کے ساتھ ایک شعر میں آگیا ہی۔

ایضاً

کردہ رہ تا بجائیگاہ رسید زیر زیر زمیں بماہ رسید

جائے گاہ بمعنی منزل گاہ۔ زیر زمیں چل کر ماہ تک پہونچنے کا لطیفہ کیسا نادر ہی۔

ایضاً

شاہ را کاں صنم رسید بہ پیش گم شد اوّل در و بس از خویش

بادشاہ ملکہ کو دیکھکر پہلے اُس کے حسن و جمال سے متحیر و دست شد ہو جاتا ہی۔ پھر اُس کی صورت بعینہ اپنی معشوقہ بادشاہ بیگم سے مُشابہ پاکر دریائے حیرت میں غرق ہو جاتا ہی۔ آنہی یہ ماجرا کیا ہی۔ غیر کا مکان۔ غریب الوطن میزبان اُس کے گھر بادشاہ بیگم ساقی کی خدمت

marfat.com

کیونکر انجام دے سکتی ہے۔ اس جلسہ میں اُس کا آنا اور اس بے حجابی سے محفل میں حاضرین کو اداے محبوبانہ سے والہ و شیدا بنانا کیونکر ممکن ہے ع

گم شدا دل در دپس اندر خویش

میں اختصار و وضاحت کو جس طرح جمع کیا ہے وہ قابل ہزار داد ہے۔

ہشت ششم

آفتابے بکف گرفتہ چراغ　　　　دید کامد بروں ز گوشۂ باغ

خود چو خورشید و شمع اندر پیش　　　　صد ہزاراں ستارہ گرد و پیش

یہ وہ سماں ہے کہ پریوں کی ملکہ پچھلی شب کو چراغ ہاتھ میں لیے باغ میں آتی ہے اور پریاں ستاروں کی طرح اس کو حلقہ کیے ہوئے ہیں۔ شاعرانہ انداز بیان کا لطف ظاہر ہے۔

ایضاً

شمع را پیش برد قبلہ حور　　　　او چو پروانہ در حوالی نور

یہ وہ موقع ہے کہ پریوں کی ملکہ کی کنیز سوداگرزادہ کو بلا کر لے جاتی ہے۔ خود شمع لیے ہوئے آگے آگے جا رہی ہے اور سوداگرزادہ اُس کی روشنی میں پیچھے پیچھے جا رہا ہے۔ پروانوں کا قاعدہ ہے کہ جہاں شمع ہوگی وہاں اُڑ کر آئینگے اور جمع ہونگے۔ اب شمع کو جہاں لے جاؤ وہ اُس کے ساتھ ساتھ ہیں سوداگرزادہ جس لطف و کیف میں کہ اُس کنیز کے پیچھے پیچھے جا رہا ہے الفاظ میں اُس کی بہتر تصویر کشی اس سے اور کیا زیادہ ہو سکتی ہے۔

marfat.com

ایضاً

بر دغارت بدُرجِ مروارید　　　　او ہمی چید ایں ہمی بارید

لطف بوسہ بازی کی یہ ایک اچھوتی تشبیہ ہی- جس انداز سے امیر صاحب نے اس مضمون کو بیان کیا ہی یہ انھیں کا حصّہ ہی- دوسرے کسی شاعر کے کلام میں اس لطف کی ساتھ یہ مضمون نہیں دیکھا گیا-

ایضاً

صُبح چوں کرد جیبِ ظُلمت چاک　　　　سایۂ خاک رفت ہم در خاک

تاریکی شب زمین کا سایہ ہی- جب صُبح ہوتی ہی تو سایہ جہاں سے نکلا تھا اُسی جگہ پوشیدہ بھی ہو جاتا ہی- بیان کا یہ طرز اپنی جدّت میں کیا شان رکھتا ہی-

بہشت ہفتم

مو پریشان ورو خراشیدہ　　　　سمن از برگِ گل تراشیدہ

ملکہ نے حنائی انگلیوں سے اپنے چہرہ کو جو نوچا ہی اُس کی کیسی پیاری تشبیہ ہی- پھر ایک ہی شعر میں الفاظ پریشان وخراشیدہ وتراشیدہ اظہار رنج وغم کے لیے کس قدر موزوں وجامع ہیں- اِس کتاب کی شعروشاعری کے متعلق جن لطائف کا نمونہ پیش کرنا تھا جستہ جستہ اُن کی طرف اشارہ کر دیا گیا-

اب دوسری حیثیت سے اس کتاب پر تنقیدی نظر ڈالنے کی ضرورت ہی جس سے یہ معلوم ہو کہ محاسن شعری کے علاوہ قصّوں کے ساتھ ساتھ کوئی سبق اخلاق کا بھی ملتا ہی

marfat.com

یا نہیں۔ ان داستانوں سے اصلاح نفس و حصولِ عزت بھی ممکن ہی یا نہیں۔ قصص کے ذیل میں تدبر و تفکر کا نتیجہ اور اُس کی ترغیب پائی جاتی ہی یا نہیں۔ مصنف نے تصنیف کے وقت ان باتوں کا خیال رکھا تھا یا نہیں، ناقد کو اس سے کوئی بحث نہیں ہاں اگر مصنف کا خیال بھی کسی طرح معلوم ہو جائے تو یہ ایک اضافہ اُس مصنف کے کمال میں ہوگا۔ لیکن نقد کے لیے صاحب تصنیف کے خیال کی جستجو ایک عبث شے ہی۔

الف لیلہ کب لکھی گئی اور آج یورپ اُس پر اپنے نوٹ چڑھاتا ہی جس سے تاریخی معلومات پیدا ہوتے ہیں حالانکہ لکھنے والے کا خیال بھی اس طرف نہیں گیا ہوگا کہ یہ داستان الف لیلہ کسی وقت اُن بیش بہا معلوماتِ تاریخی کا سُراغ بتائیگی۔ مصر کا تمدن بہت قدیم تھا۔ اُس وقت کی لکھی کوئی تاریخ ڈھونڈو تو نہ ملیگی۔ لیکن اُس کے کھنڈروں میں پھر پھرا کر اور قدیم آثار میں غور و فکر پیدا کر کے عہد قدیم مصر کی ایک تاریخ درست کر دی گئی جس پر بہت کچھ اعتماد کیا جا سکتا ہی۔ ایک سُراغ سے اتنے نہانی سراغوں کا پتہ لگا ہی کہ عقل متحیر ہو جاتی ہی۔

انگریزی میں شیکسپیر کے ڈرامے مشہور ہیں۔ لیکن اب اُن ڈراموں کی شارحین نے وہ بال کی کھال کھینچی ہی اور نکات بیان کیے ہیں کہ شاید شیکسپیر کا وہم بھی وہاں تک نہ پہنچا ہوگا۔ غرض اس سے یہ ہی کہ ناقد کو یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ جس نکتہ کو وہ بیان کرنا چاہتا ہی مصنف کا ذہن بھی اُس طرف منتقل ہوا تھا یا نہیں۔ اُس کو کامل اختیار حاصل ہی کہ مُفید یا غیر مفید جیسا کچھ بھی وہ نتیجہ حاصل کرے اُسے بیان کر دے۔ لیکن امر علیہ الرحمۃ

marfat.com

میں یہ کمال ہے کہ جس طرح نظم کی قوت اُن میں وسیع ہے اسی طرح اخلاق کا دامن بھی اُن کا طویل الذیل ہے۔ وہ صرف شاعری نہیں کرتے بلکہ امراضِ روحانی کے لیے تیر بہدف نسخے لکھتے ہیں۔ ادویات کی تلخی کو قصص و حکایات کی شوخی و شاعرانہ تخیل سے خوش گوار و زود ہضم بناتے ہیں۔ اگرچہ اس کتاب میں قصے تو عیش و عیاشی کے ہیں لیکن ؎

ہر کہ افسانہ بخواند افسانہ است　　　ہر کہ دیدش نقد خود مردانہ است

اگر ذرا تعمقِ نگاہ سے کام لیا جائے تو بیشمار فواید معاشرت و اخلاق اور تمدن وغیرہ کے انھیں قصوں سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ مثلاً بہشت دوم میں جو قصہ ہے اُس میں شاہزادوں نے جس طرح آثار و علامات کو دیکھکر حکم لگائے ہیں۔ اُسی سے معلوم ہوتا ہے کہ کائنات کا ہر ذرہ گوناگوں علوم و معارف کا دفتر اپنی ذات میں پنہاں رکھتا ہے۔ صحیفہ عالم کے مطالعہ کرنے والے انھیں پیشِ پا افتادہ چیزوں سے معلومات کے زر و جواہر رول لیتے ہیں۔ ایک غافل وہاں سے بے خبر گذر کر اُن بیش بہا جواہر سے محروم رہ جاتا ہے۔ کائنات کی طرف امعانِ نظر سے دیکھنا اور اُس میں تفکر و تدبر پیدا کرنا بڑے بڑے نہانی اسرار کا انکشاف کر سکتا ہے جو تزائد عقل۔ اصلاحِ نفس و ترقی تمدن کے باعث ہو سکتے ہیں انگریزی میں اس طرح کے غور و فکر کو (Observation) آبزرویشن کہتے ہیں۔ فلسفہ طبیعات میں اس کی صدہا مثالیں ہیں۔ بہشت سوم میں حسن زرگر کے قصہ سے یہ نصیحت حاصل ہوتی ہے کہ اپنے راز کی حفاظت ضروری امر ہے۔ خاص کر عورتوں سے اُس کا اظہار بسا اوقات خطرات سے دوچار کر دیتا ہے۔ طبقہ اناث کی خلقت کمزور ہے

marfat.com

اور عقل بھی ناقص۔ حسن زرگر نے اپنے راز کو بیوی سے ظاہر کر دیا۔ اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بادشاہ نے ایک بہت ہی بلند منارہ پر اُس کو مقید کر دیا۔ اسی قصہ سے دوسری نصیحت یہ حاصل ہوتی ہے کہ مُصیبت کے وقت اگر دامن صبر ہاتھوں سے نہ چھوٹے تو مخلصی آسان ہے۔ جیسا کہ حسنِ زرگر نے قید ہو کر اپنی عقل کو پراگندگی سے بچایا۔ اور پھر عقل سے کام لیکر اپنے آپ کو رہا اور مفشیٔ راز کو قید کر دیا۔ یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ اہلِ کمال اگر بخت و اتفاق سے مصائب میں مبتلا ہو جائیں۔ اور حساد و اعدا کا وار اُن پر چل بھی جائے پھر بھی کمال آخر میں اُنھیں مرتبۂ اعلیٰ تک پہنچا ہی دیتا ہے۔ جس طرح کہ حسن زرگر بادشاہ کی خدمت میں بلند منصب تک پُہنچا۔ اس کی طرف امیر صاحب بھی اشارہ فرماتے ہیں ؎

از خرد کارش آں روائی یافت | کز ملک شغل کدخدائی یافت
تا بدانی کہ ہر کرا خرد ست | آرزو ہاش در کنار خود ست

اِن دو شعروں سے یہ مسئلہ اچھی طرح واضح ہوتا ہے کہ خسرو کا مقصد قصہ خوانی نہیں ہے۔ بلکہ تلقین و نصیحت کا یہ ایک پیرایہ ہے۔ ہاں یہ سوال ایک سطحی نظر کا شخص کر سکتا ہے کہ نصیحت کسی ایسے قصہ سے بھی بیان کی جا سکتی تھی جس میں اس طرح کے مضامین خلاف تقدس نہ ہوتے۔ لیکن اربابِ فن جو اپنے پہلو میں ایک دردمند دل رکھتے ہیں وہی خوب سمجھ سکتے ہیں کہ نصائح کے محتاج وہی بیچارے گنہگار ہیں جن کا حاسہ اخلاق اسقدر مردہ و بے حس ہو گیا ہے کہ نیکی و کمال کے محاسن سنکر اُن کے حاسہ اخلاق میں جنبش تک نہیں ہوتی۔ ایسے لوگوں کے سمجھانے کا یہی طریقہ بہتر ہے کہ وہ جن معائب میں مبتلا ہوں

marfat.com

قصہ انھیں کے رنگ کا چھیڑا جائے۔ ہم مشربی و ہم رنگی اُن کی توجہ کو کامل طور سے مبذول رکھیگی۔ لیکن جب کہ آخر میں نتیجہ رسوا کُن نکلیگا تو اُن کو یقیناً خود بخود یہ خیال پیدا ہوگا کہ جس طرح ہمارے ہم مشرب کو رسوا ہونا پڑا ہو سکتا ہی کہ ہمیں بھی رسوائی نصیب ہو۔ بہر حال اس بحث کا یہ محل نہیں۔ یہاں تو صرف اسقدر بیان کرنا ہی کہ خُذْ مَا صَفَا دَعْ مَا کَدَرَ۔ "ہزل بگزار جد از و بر دار" کو پیش نظر رکھکر اگر مطالعہ کیا جائے تو بہت کچھ زر و جواہر خرابہ سے بھی مل سکتے ہیں۔ کیسے مُبارک نفوس تھے مسلمین سلف کے جن کے ہزل میں بھی فوائد منافع تھے۔

مقابلہ ہفت پیکر و ہشت بہشت

اس سے پیشتر کہ مقابلہ میں دونوں کا رنگ دکھایا جائے یہ کہدینا مناسب ہی کہ مقصود دونوں حضرات کے لطف کلام کا اظہار ہی نہ کسی کی پستی و بلندی دونوں کلام اپنے اپنے رنگ میں ارفع و اعلیٰ۔ پستی کا کسی جانب گزر کہاں۔ دونوں ہمارے ہر حیثیت سے پیشوا و مقتدا۔ ہاں جس کے کلام میں جو لطف و نزاکت کہ فقیر نے سمجھی ہی اُسے اپنی فہم کے مطابق اہل وطن کے سامنے پیش کر دیا ہی۔ اگر انھیں بھی پسند آئے تو چشم ما روشن ورنہ دلِ ماشاد۔ یہ تو اپنا اپنا مذاق ہی اور اپنا اپنا معیار ؎

نہ مرا نوش ز تحسین نہ مرا نیش ز طعن　　نہ مرا گوش بہ مدحے نہ مرا ہوش ذمے

منم و کنج خمولی کہ نہ گنجد دروے　　جز من و چند کتابے و دوات و قلمے

marfat.com

حمد | حمد کا مضمون ایسا دلچسپ ترانہ اور دلکش نغمہ ہے کہ تمام عالم حیوان، نبات وجماد کی زبان قال وحال کا ساز اوس کے کیف ولطف سے ترنم ریز مستی وسرور ہی جس کی سبحہ گردانی کا اظہار خود محمود کے اس روح افزا صوت وصدا سے ہو رہا ہے کہ یسبح للہ ما فی السموات وما فی الارض مگر جس کو دیکھئے ایک نئی دھن سے گا رہا ہے اور جس پر نظر کیجئے ایک عجیب بیخودی کے جوش میں الاپ رہا ہی الحق ؎

اے ترا با ہر دلے رازے دگر ہر گدا را بر درت نازے دگر

پھر انسان جس کی دستار فضیلت پر علمہ البیان کی کلغی سجائی گئی ہو اس کی شیوہ بیانی کا کیا پوچھنا۔ علی الخصوص رہروان سلوک ومعرفت تو کچھہ ایسے دلکش ساز میں حمد کی صدا سُنا جاتے ہیں کہ صدیوں بعد جب کبھی ان کے کلام کا اعادہ کیا جاتا ہے تو ارباب ظاہر وغفلت شعار بنی آدم بھی تھوڑی دیر کے لئے وجد میں آکر بیخود ہو ہی جاتے ہیں۔ اس وقت حضرت نظامی وحضرت امیر خسرو (علیہما الرحمۃ) کی مثنوی ہفت پیکر وہشت بہشت سے چند اشعار لیکر پیش کرتا ہوں تاکہ یہ معلوم ہو کہ اوس قادر مطلق نے ان شیریں بیانوں کو کیسی قوت وقدرت عطا فرمائی تھی کہ باوجود امتداد دہر وتغیرات گوناگوں آج بھی اُن کے کلام کی حلاوت اوسی طرح ذوق نواز ہے۔

حمد کے ارکان | حمد میں چند باتیں ہیں جنھیں ایک باکمال سخنور علی الترتیب بیان کیا کرتا ہے سب سے پہلے واجب الوجود وقدیم بالذات کا مسئلہ آتا ہی اس کے بعد

marfat.com

ربوبیت و تخلیق کا مضمون۔ پھر عبد و معبود کا علاقہ اور آخر میں نیازمندی و مدعا طرازی انھیں عناصر اربعہ سے ایک حمد کامل حمد کہی جاتی ہے جس کا طریقہ خود اوس جل مجدہٗ نے سورۂ فاتحہ میں بتا دیا ہے۔

اس وقت تفصیلی بحث تو ان دونوں باکمالوں کے مضمون حمد پر مقصود نہیں لیکن جستہ جستہ بعض اشعار ہدیۂ ناظرین ہیں جس سے اقلیم سخن پر اُن دونوں سخنوروں کے سلطنت کی نوعیت معلوم ہوگی۔

مسئلہ وجوب و قدم

خسرو	نظامی
اے کشایندۂ خزانۂ جود	اے جہاں دیدہ بود خویش از تو
نقش پیوند کارگاہ وجود	ہیچ بودے نبودہ پیش از تو
بودنی را ہمیشہ بود از تو	آفرنیدۂ خزانۂ جود
بودنابود را وجود از تو	مبدع و آفرید گار وجود

مولانا نے جس خوبی سے ذات عزاسمہٗ کا وجوب و قدم اور خالق جملہ کائنات ہونا بیان فرمایا ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ جس سادگی سے دلیل لائی گئی ہی اور ایک کے تسلیم سے دوسرے کا لزوم جس خوبی سے پیدا کیا ہے اوس کے سامنے حکما و متکلمین کے دلائل ہیچ ہیں اوس پر بود و نبود اور جود و وجود میں صنعت تجنیس و اشتقاق صنائع لفظی کی عمدہ مثال۔

marfat.com

لیکن اسی مضمون کو جس روانی و سلاست سے کہ خسرو کہتے ہیں اوس کی برتری وبلندی صاف عیاں ہے۔ پہلا شعر دوسرے شعر کا جواب ہی اور دوسرا شعر پہلے شعر کا نقش ثانی وہی الفاظ ہیں اور اوسی صنعت تجنیس واشتقاق کے التزام کے ساتھ اوسی مضمون کی تکرار ہے مگر قابل لحاظ یہ امر ہے کہ چند نئے الفاظ کی نئی ترکیب نے اصل مضمون کو کس درجہ اوج کمال پر پہونچا دیا ہے بالخاص کر دوسرے شعر کا پہلا مصرعہ "بودنی را ہمیشہ بود از تو" جہاں ذات باریتعالی کے خالق ہونے کا اقرار ہی وہاں مادیین کے ایک ملحدانہ مسئلہ کا جواب بھی ہے۔

یہ حق ناشناس فرقہ کہتا ہے کہ جس قدر اشیاء کا ظہور عالم میں ہو رہا ہے وہ تنوعات حرکت اور مادۂ قدیم کی جنبش کا نتیجہ ہے خسرو اس خیال باطل کا رد کرتے ہیں اور صحیح فلسفہ یوں بیان کرتے ہیں کہ ہر ایسی شئے جو ہست ہونے کی قابلیت رکھتی ہے وہ ہمیشہ ہر آن و ہر زمان تجھی سے خلعت وجود پہن رہی ہے تیرے سوا کوئی خالق کسی شئے کا ہو نہیں سکتا۔ اسی شعر کا دوسرا مصرعہ "بودنا بودرا وجود از تو" لطف صنعت تضاد کے ساتھ تمام ماسوی اللہ کے وجود امکانی کو جو نیستی سے فضائے ہستی میں آیا ہے جس طرح وجود واجب کی تجلیات کا مظہر بتا رہا ہے وہ بھی قابل ہزار داد ہے۔ مولٰنا نظامی نے جس قدر مضمون کہ اپنے پہلے شعر کے دونوں مصرعوں میں کہا تھا اوس سے بہت زیادہ اس دوسرے شعر کے ایک مصرعہ میں موجود ہے۔

اب ایک نظر اس پر ڈالنی چاہیئے کہ خسرو نے ان خوبیوں کے علاوہ بندش

marfat.com

والفاظ میں کیا ترقی کی ہے مولٰنا نظامی نے خداوند کریم کو خزانہ جود کا آفرینندہ اور امیر خسرو نے خزانۂ جود کا کشایندہ قرار دیا ہے اس وقت فیصلہ طلب یہ امر ہے کہ خزانہ جود کے لئے اوس کو کشایندہ کہنا زیادہ فصیح اور بلاغت کا پہلو لئے ہوئے ہے یا آفرینندہ کہنا کوئی خاص لطف پیدا کرتا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ اہل مذاق صحیح خزانہ کے لئے فتح و کشود کو زیادہ مناسب سمجھیں۔

اسی طرح مولٰنا نظامی کے کلام میں مبدع کا لفظ جس کی تفسیر عطفت تفسیری کے ساتھ لفظ آفریدگار نے کی ہے وہ لطف نہیں پیدا کرتا ہے جو امیر خسرو کے پہلے شعر کے دوسرے مصرعہ میں صرف ایک لفظ نقش پیوند نے اپنی چست بندش سے ایک خاص خوبی پیدا کردی ہے۔

قاعدہ ہے کہ جب کوئی مقلد کسی مضمون میں کسی موجد کی تقلید اس طرح کرے کہ وہ اوسی مضمون خاص کو اونھیں الفاظ میں ادا کرنا چاہے جس کو پیش رو نے اختیار کیا تھا تو اکثر دیکھا جاتا ہے کہ مقلّد چاہے جس قدر کوشش کرے لیکن اوس اصل کے مقابل اہل معنی یہ ضرور امتیاز کرلیتے ہیں کہ وہ اصل ہے اور یہ نقل۔ مگر خسرو میں یہ خاص کمال اور اہل فن ہونے کی دلیل ہے کہ وہ اپنے حسن کلام اور زور بیان میں مقلّد نہیں سمجھے جاسکتے۔ بلکہ ہر موقع پر یہ خیال ہوتا ہے کہ وہ اپنی روش خاص میں اس بندش و ترکیب کے خود موجد ہیں۔

marfat.com

دوسری خصوصیت خسرو کی یہ ہے کہ جس مضمون کو مولنٰا نظامی نے انتہاے بلندی تک پہونچا دیا ہے اور اس میں کوئی پہلو کمال کا باقی نہیں رہا تو وہاں سے خسرو صاف آگے نکل جاتے ہیں اور اُسے ہاتھ تک نہیں لگاتے لیکن جہاں مضمون تشنہ ہی تو پھر وہاں یہ مینہ برسا دیتے ہیں خسرو کی یہ دونوں خصوصیتیں آپ کو جابجا ملینگی۔

وحدت الوجود

خسرو	نظامی
لاے توحید اژدہاست بپاے	ساز مند از تو گشت کار ہمہ
کہ خدایاں خورد بغیر خداے	اے ہمہ آفریدگار ہمہ
اندر آں لاے معرفت پیشہ	ہستی و نیست مثل و مانندت
لام الف گشت پاے اندیشہ	عاقلاں بر چنیں ندانندت
ہست بی نیست آشکار و نہفت	
ہم تو بی لا جز ترا نشاید گفت	

مولنٰا کے شعر میں ہست و نیست مثل و مانند میں جو لفظی تناسب ہے اس کا لطف ظاہر ہے لیکن عقلا کے علم و عرفان کا (ہستی و نیست مثل و مانندت) میں انحصار جیسا کہ واقعہ ہے ویسا ہی دلکش طرز میں ادا بھی ہوا ہے مگر پہلے شعر کا دوسرا مصرعہ وحدت الوجود کا ایک سرجوش جرعہ ہے جو ہزاروں خم کا نشہ رکھتا ہے

marfat.com

ایک ہی مصرعہ میں ایسے اہم مسئلہ کو اس صفائی وسادگی سے بیان کرجانا مولٰنا نظامی کا حصہ ہو گیا اس مسئلے کی تحقیق جسے حاصل ہو گی وہ (دلے ہمہ آفریدگار رہمہ) کی جب تکرار کرے گا ایک لطف تازہ پائیگا امیر خسرو نے بھی اس مسئلہ کو بیان کیا ہے لیکن آپ نے یہاں بھی وہی طرز اختیار کیا جس طرز کے وہ خود موجد و امام ہیں یہ طرز بیان کچھ اس مثنوی کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ سرکار خسروی کی اقلیم سخن کا یہ بے بہا جواہر اکثر اصناف نظم میں درخشاں وتاباں ہے چنانچہ وہ معرکۃ الآرا قصیدہ مرآۃ الصفا جو خاقانی کے جواب میں ہے اوس میں فرماتے ہیں ؎

زدریاے شہادت گر نہنگ لا برآرد سر — تیمم واجب آید نوح را در عین طوفانش

اس شعر کی شرح میں مولٰنا جامی کا ایک رسالہ بھی ہے۔ مذکورالصدر اشعار مثنوی کو پڑھئے قطع نظر اس تجنیس وتناسب کے جو بہ یا اور پاے اندیشہ لا ولام الف میں ہے مقام نفی واثبات کو کس عارفانہ ومجددانہ طرز سے بیان کیا ہے۔ کلمۂ توحید لاالٰہ الا اللہ کے جو رموز ودقائق ائمۂ تصوّف نے بیان کئے ہیں اُن میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ توحید الوہیت عین وحدت الوجود ہے۔ افسوس کہ اوس شرح کی یہ تنقید متحمل نہیں ہوسکتی۔ بہرحال یہ اشعار وحدت الوجود کے لئے ایک بلاغت کے ساتھ گویا ایک حق نما آئینہ ہیں فہم من فہم۔

اب خسرو کا تیسرا شعر ملاحظہ ہو ؎

marfat.com

ہست و نیست آشکار و نہفت　　ہم تو ئی جز ترا نشاید گفت

یہ شعر دراصل مولانا کے دوسرے شعر کا لاجواب جواب ہے فن معقول میں واجب کی تعریف یہ ہے کہ جس کی ہستی ضروری اور نیستی محال ہست بے نیست اوسی کا ترجمہ ہے۔ ماسوی کا ترجمہ جز ترا واقع ہوا ہے۔ اب شعر پھر پڑھو ہست و نیست آشکار و نہفت میں صنعت تقابل و تضاد کی خوبی عالم امکان کی بے ثباتی وجود واجب کا صورتاً ومعناً ثبوت، ہوالاوّل والآخر والظاہر والباطن کی طرف رہبری ایک مضامین گوناگوں کا ہجوم اس شعر میں پاؤ گے۔

ربوبیت

خسرو	نظامی
شب فرستی و شب فروزی ہم	تو دہی صبح را شب افروزی
روزی آری فراخ روزی ہم	روز را نور و مرغ را روزی

مولانا کے یہاں روز و شب کا مقابلہ افروزی و روزی کا تناسب قابل تعریف مگر صبح و شب اور روز و نور کے سلسلے میں روزی مرغ کا ذکر کسی قدر اجنبی مرغ کی صبح سے مناسبت ظاہر لیکن روزی مرغ کی تخصیص ذرہ غریب۔

امیر خسرو کے شعر میں شب و روز کے تقابل اور فروز و روز کے تناسب کے ساتھ اصل مضمون ایک خاص خوبی سے ادا ہوا ہے جس طرح شب افروز ماہ ہے اوسی طرح فراخ روز آفتاب جس کا تقابل تناسب معنوی کا عمدہ پہلو ہے مگر بحالت یائے مجہول

marfat.com

آفتاب کو فراخ روز اور بحالت یاے معروف فراخ روزی کہنا اس ترکیب میں دو معنی کا ایہام ہے جن میں ہر ایک بجاے خود لطف سے خالی نہیں اوّل فراخ روز اُس شخص کو کہتے ہیں جو بخت و دولت میں اوروں سے زیادہ حصّہ رکھتا ہو۔ اس اعتبار سے تمام کواکب کے مقابل آفتاب اس صفت میں مخصوص ہے۔ دوم فراخ روز و فراخ روزی کی ترکیب لفظی دلالت کرتی ہے کہ جو شخص روز یا روزی کا ذریعہ ہے وہ فراخ روز یا فراخ روزی سمجھا جائیگا ایسی حالیتں جبکہ آفتاب ہر روز کی روشنی کا ذریعہ اور مربی نباتات ہے بہرنوع وہ فراخ روز یا فراخ روزی ہوسکتا ہے۔

خسرو	نظامی
گر بجاں زندگی ست حیواں را	اے بتو زندہ ہر کرا جانیست
زندگانی تو مید ہی جاں را	وز تو نور تو ہر کرا نا نیست
جاں کہ او را بہا نداند کس	بحیات ست زندہ موجودات
رایگانش دہی بمو زو گس	زندہ لیک از وجودِ تست حیات

مثنوی کی سلاست موجود رکھتے ہوئے خدا کی رزاقی و حیات بخشی کو معمولی طور پر بیان کیا ہے پہلے شعر میں اس کے سوا کوئی خاص خوبی نہیں ہے ہاں دوسرا شعر مولنا کے کمال کا شاہد ہے اور آپ کی خلاقی مضمون کا نمونہ۔ لیکن خسرو کے یہاں یہی مضمون ایسے طرز سے ادا ہوا ہے کہ اُس میں جان پڑ گئی۔ زندگی و زندگانی

marfat.com

کا تناسب اور مورد مگس کا مقابلہ جان کے عزیز و بے بہا ہونے کو تیسرے مصرعہ میں ثابت کرتے ہوئے خزانہ کریم کی بے دریغ بخشش کو "رایگانش دہی" کے ساتھ بیان کرنا عجیب جاں نوازانداز ہے۔

خسرو کا پہلا شعر مولنا کے دوسرے شعر کا نقش ثانی ہے جس کے خط و خال زیادہ دلپذیر ہیں لیکن دوسرا شعر خاص خزانہ خسروی کا درشا ہوا رہے۔

مدعا طرازی

خسرو	نظامی
آمدم بر درِ تو بے خود وار	چوں کہ بر درگہہ تو گشتم پیر
باخودم دار و بیخودم مگذار	زانچہ ترسیدنی ست دستم گیر
بکرم رخت خواجگیم بسوز	چہ سخن کیں سخن خطاست ہمہ
بندہ ام خوان و بندگی آموز	تو مرائی جہاں مراست ہمہ
دور کن باد خسروی ز سرم	من سرگشتہ راز کار جہاں
پُر کن از خاک بندگی بصرم	تو توانی رہاند باز رہاں

مولنا کے اشعار دعائیہ پڑھو۔ اُن سے یہ معلوم ہوگا کہ ایک وہ بندہ جسکی عمر آستانہ خالق پر بسر ہوئی ہے پیری کی حالت میں جب مقام خوف کی سیر کرتا ہے تو (زانچہ ترسیدنی ست دستم گیر) کی صدا بلند کرتا ہے پھر جب مقام رجا پر پہونچتا ہے اوس وقت (تو مرائی جہاں مراست ہمہ) کا جلوہ اوس کے پیش نظر

marfat.com

ہوتا ہے ان سب سے اوس بندے کی شکستگی وخاکساری اور توکل وقناعت کلی صاف ظاہر ہے لیکن یہی دعا جب خسرو کی زبان سے نکلتی ہے تو سوز و گداز سوختگی و برشتگی بیہوشی دخود فراموشی میں ڈوبی ہوئی نکلتی ہے پھر دعا کا خاتمہ جس مدعا پر کیا ہے وہ کمال بلندی حوصلہ سے مشعر ہے۔

بیخود وباخود خاک و باد کا تقابل وتناسب باد خسروی کا ایہام اور خواجہ و بندہ کا تلازم گویا صنایع لفظی و رعایات معنوی کا گنجینہ ہے اور نفس مضمون کو جس خوبی سے بیان کیا ہے اوس کا پورا لطف اہل معنی کو آسکتا ہے۔ خاص کر تیسرے شعر میں جس مدعا کی خواستگاری کی گئی ہے وہ تصوف وسلوک کے ایک بڑے مقام کی آرزو ہے بظاہر اس کے یہ معنی ہیں کہ کبر ونخوت کو میرے دماغ سے دور کردے اور نیاز مندی و بندگی کی خاک سے میری نگاہ کو بھر دے لیکن حقیقتاً غرض یہ ہے کہ خودی وہستی کے خیال کو میرے سر سے نکال تاکہ میں خود کو مٹا کر فضائے خدائی کی سیر کرسکوں جسے اصطلاح صوفیہ میں سیر فی اللہ کہتے ہیں اور میری آنکھوں کو جو لوازم بندہ وحادث کی دیکھنے والی ہیں اونھیں لوازم بندگی کی خاک سے پُر کردے تاکہ مجکو لوازم بندگی بالکل نظر نہ آئیں اور یہ قاعدہ ہے کہ جب خاک سے بصر پر ہو جاتی ہے تو بینائی کچھہ کام نہیں دیتی ہے۔ حمد کے یہ چند اشعار جو ان دونوں باکمالوں کے پیش کیے گئے اُن میں اتحاد مضمون تھا جس سے یہ ظاہر کرنا تھا کہ ایک ہی مضمون ومفہوم کون کس نکتہ سنجی سے ادا کرتا ہے

marfat.com

اب چند اشعار بلا مقابلہ ایسے نقل کئے جاتے ہیں جن کا مضمون باہم متحد نہیں ہے،

خسرو	نظامی
از تو خاکی خوش آتشی ناچیز	نام تو کابتداے ہر نام ست
بولہب خوار و بوتراب عزیز	اوّل آغاز و آخر انجام ست
ہر کرا شکر گوے خویش کنی	اوّل الاولی بسبق و شمار
نعمتش را بشکر بیش کنی	آخر الآخرے بآخر کار
وانکہ با شکر نبودش خویشی	ہر کسے نقشبند پردۂ تست
گوشمالی دہی بدرویشی	ہمہ ہیچند کردۂ تست
	ہمہ را روے با خدا دیدم
	واں خدا بر ہمہ ترا دیدم

مولٰنا نے دوسرے شعر میں ہوالاوّل وہوالآخر کے مضمون کو جس سہل ممتنع الفاظ میں فصاحت و سلاست کے ساتھ بیان کیا ہے اوس کی خوبی ذوق سلیم چاہتی ہے اسی طرح دیگر اشعار بھی اپنی اپنی روش میں ایک خاص معنی رکھتے ہیں۔

خسرو کے یہاں بھی پہلے شعر میں لف و نشر مرتب اور خاک و آتش خوار و عزیز کے تقابل کے سوا جو معنوی تناسب بولہب و بوتراب میں ہے اوس کی خوبی بیان نہیں ہو سکتی پھر خاک کی خوشی اور آگ کی ذلت پر بوتراب کی عزت اور بولہب کی ذلت کو شاہد بنانا یہی حسن التعلیل ہے کہ اوس کا اظہار غیر ممکن ہے۔

marfat.com

نعت شریف

حمد کے بعد نعت کا مضمون گویا لازم و ملزوم کے مثل ہے ایک نکتہ داں شاعر نعت میں ایسے مضامین رنگینی کے ساتھ بیان کرتا ہے جن سے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت آپ کی شان کی عظمت و جلالت ظاہر ہوتی ہے نیز وہ کمالات جو پیغمبر روحی فداہ کے ساتھ مخصوص ہیں اوس کا بیان بھی جذب قلوب کے لئے نعت کا ایک عنصر قوی ہے۔ اگر مضامین نعتیہ کی تحلیل کی جاے تو حسب ذیل اجزا اُس کے قرار پائیں گے۔

(۱) مرتبہ ایجاد میں ذات مقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل و اوّل ہونا۔

(۲) رسالت و نبوت کا ذات اقدس پر خاتمہ۔

(۳) آپ کی رسالت کا عامہ و تامہ ہونا۔

(۴) آپ کی شریعت کا تمام شعبہاے حیات انسانی کے لئے ایک کامل دستورالعمل ہونا۔

(۵) آپ کے اخلاق مثل شفقت، رحم، عطا، سخا، شجاعت، ہمت وغیرہ وغیرہ اور معجزات۔ انہیں مضامین سے رنگیں بیان شاعر نعت کا ایک روح پرور گلدستہ تیار کرتا ہے۔ اس مختصر تمہید کو یاد رکھتے ہوئے بلبلان گلزار مدینہ کی نغمہ سرائی سننا چاہیے۔

خسرو	نظامی
روشنائی دہ چراغ یقیں	نقطۂ خط اولیں پرکار
نور بیں شمع باز پسیں	خاتم کار آفرینش کار

marfat.com

نظامی

نو بر باغ ہفت چرخ کہن
دُرۃ التاج عقل و تاج سخن

خسرو

نو زاد گر سپہر صد چند ست
مہ شگاف و سپہر پیوند ست
انبیا پیش آں خجستہ چراغ
طفل گہوارہ در مقام بلاغ

مولٰنا نے اوّل ما خلق اللہ نوری اور خاتم النبیین کے مضمون کو نہایت پسندیدہ طور پر بیان کیا ہے اوّل و آخر کا مقابلہ نقطہ و خط کا تناسب نو و ہفت میں سیاقۃ الاعداد کا التزام جیسا کہ قادر البیانی کا مولٰنا کے ثبوت ہے ویسا ہی عقل و تاج سخن کا درۃ التاج کہنا ایک نکتۂ جاں نواز ہے۔

یہی مضامین اشعار خسرو میں ہیں یہاں مقصود کا بیان بدلالت التزامی ہے جس کا لطف ظاہر ہے پیشین و پسیں شگاف و پیوند کا تقابل روشنائی، چراغ، نور و ماہ و سپہر کا تناسب مہ شگاف و سپہر پیوند کی تلمیح ایسے صنایع ہیں کہ شعرا کو جن کی بندش میں طرح طرح کی دشواریاں واقع ہوتی ہیں اور یہاں بے تکلف زبان قلم سے نکلا پڑتا ہے ان محاسن کے علاوہ مولٰنا کے مطلع کا پورا مضمون ایک خاص بلاغت کے ساتھ امیر خسرو کے یہاں صرف ایک مصرعہ میں ادا ہو جاتا ہے نو رہ پیشین و شمع بازپسیں۔ پھر یہ کیسی بلیغ نعت ہے اور الخلق کلہم من نوری دسراجاً منیراً کی کیسی معنی خیز تفسیر بیشک اسی ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کی تجلیاں ہیں جو انبیاے سابقین کی معصوم و مقدس حیات اور اُن کے

marfat.com

چشمۂ تبلیغ کی روانی و شیرینی ہمیں محسوس ہو رہی ہے اور بیشک یہ واقعہ ہے کہ ایک شمع سے ہزاروں شمعیں جگمگا اُٹھتی ہیں۔ پس وہ شمع جسے اُس حیُّ و قیوم نے عرب کے دو سوکھے پہاڑوں میں روشن کیا اُس سے بیشمار شمعیں روشن ہوئیں اور ہوتی رہیں گی ؎

یک چراغ ست دریں خانہ کہ از پرتوِ آں — ہر کجا مے نگری انجمنے ساختہ اند

پھر مہ شگاف کے لفظ میں معجزہ شق القمر اور سپہر پیوند میں آسمان کے خرق و التیام کی تلمیحیں حسن بیان کا نمک ہیں۔ تیسرے شعر کی چستی اور الفاظ کا باہم دست و گریباں ہونا ایسی و جدانی کیفیت ہے کہ اُس کا لطف بیان میں نہیں آسکتا۔ مضمون اس شعر کا ایسا بلیغ ہے جس پر صد آفرین و مرحبا۔ دیکھو تمام انبیاء علیہم السّلام کی تبلیغ ایک خاص قوم تک محدود تھی اور اُن کی شریعت ایک خاص دور ایام کی مصلح۔ ان انبیاء علیہم السّلام کا کیا ذکر جن کی تبلیغ و تعلیم سے اُمت محروم رہی اور اُنھیں اپنی اُمت ہی کے ہاتھوں جام شہادت پینا پڑا۔ اُن اولو العزم انبیاء علیہم السّلام کو دیکھو جن کی دعوت تبلیغ کو لبیک کہا گیا کہ افرادِ اُمت میں سے کسقدر اُن کے متبع ہوئے اور متبعین پر کہاں تک اُس تعلیم کا اثر تھا۔ بنی اسرائیل کا موسیٰ سے یہ کہنا کہ یا موسیٰ اجعل لنا الٰھا کما لھم آلھہ۔ (یعنی اے موسیٰ ہمارے لیے بھی تو ایک ویسا ہی معبود تیار کر جیسا کہ اُن لوگوں کا معبود ہے) اور عیسائیوں کی تثلیث کیا ظاہر کرتی ہے۔

نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں جل مجدہ نے خاتم النبیین، کافۃ للناس رحمۃ للعالمین فرما کر آپ کے دامن رسالت کو ایسا وسیع فرما دیا کہ تمام عالم علوی و

marfat.com

سفلی اوس کے سایۂ رحمت میں تا یوم محشر آ گئے دعوت تبلیغ و تاثیر توحید کا نقش دیکھنا ہو تو مہاجرین و انصار کا تصوّر کر لو۔ آغاز اسلام میں کیا کچھ مصائب ان نفوس قدسیہ پر نہ گذر گئے مگر توحید سے ذرّہ برابر جنبش نہ ہوئی آج بھی کلمۂ شہادت کا اقرار خالص توحید کا ثبوت دے رہا ہے اس شعر کو اب پھر پڑھو ؎

انبیا پیش آں خجستہ چراغ طفل گہوارہ در مقام بلاغ

رسالت ختم المرسلین کے کیسے دقیق نکتوں کی طرف اشارہ ہے قدبروایا اولی الابصار

خسرو	نظامی
خاتم چرخ زادہ ز انگشتش	اوّلیں گل کہ آدمش بفشرد
بدر او چکید از پشتش	صاف او بود دیگراں ہمہ دُرد
اوست جانے کہ قالبش بیقیں	و آخریں دور کاسماں رانند
جان روح اللہ ست و روح امیں	خطبۂ خاتمیت او خوانند
	ایں جسد را حیات ازاں جان ست
	ہمہ تختند و او سلیمان ست

مولانا کے اشعار میں اول و آخر صاف و درد جسد و جان کا تقابل اور خاتم و سلیمان و تخت کا تناسب لفظی و معنوی نہایت ہی پسندیدہ ہے۔ وجود باجود کو اصل الاصول اور بدایت و نہایت کا ذات اقدس سے تعلق ثابت کرنے کے لئے جو الفاظ جمع کئے ہیں ہر ایک اون میں سے ایک درخوش آب (ہمہ تختند و او سلیمان ست) ہیں

marfat.com

ایک نئی ترکیب سے سلطان کونین کی حکمرانی ظاہر و باطن کا اظہار۔

مگر خسرو نے اس موقع پر نازک خیالی اور مضمون آفرینی کی جدت کو اوج کمال پر پہونچا دیا ہے دونوں کے پہلے شعر کو پڑ ہو ذات گرامی روحی فداہ کے اصل ہونے کو جس طرح خسرو نے بیان کیا ہے اوسکی بلندی علانیہ پاؤ گے۔ کنت نبیا و آدم بین الماء والطین۔ انا من نور اللہ والخلق کلھم من نوری کی تلمیح کیسی لطیف ہے حضرت عیسیٰ جن کا لقب روح اللہ اور حضرت جبرئیل جن کا لقب روح الامین ہے اون کی جانوں کو جان نازنین کا قالب قرار دینا اشعار نعتیہ کی روح ہے۔

خسرو	نظامی
امی و حرف سنج تختۂ کن	امی و امہات را مایہ
قلمش راست کار و راست سخن	عرش سایہ ست عرش را سایہ
کاف و نون یک قلم ز نامۂ او	پنج نوبت زن شریعت پاک
لوح محفوظ زیر جامۂ او	چار بالش نہ ولایت خاک
بہترین نقطۂ رسل بشمار	ہمہ ہستی طفیل او مقصود
آسماں دائرہ است و او پرکار	او محمد رسالتش محمود

مولانا کے اشعار میں امی و امہات محمد و محمود کا اشتقاق پنج و چار میں سیاقۃ الاعداد مثنوی کا زیور ہے۔ لیکن آپ کے اُمی ہونے پر آپ کو مایۂ اُمہات جو کہا ہے ایسی عجیب و غریب نعت ہے کہ مولانا غالباً اس کے موجد ہیں۔ فقیر کے علم میں

mariat.com

کسی دوسرے شاعر نے اس لفظ کو اس طریق سے نہیں باندھا ہے۔ دل چاہتا ہے کہ علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو جس طرح ان دونوں فدائیان رسول نے نظم میں بیان کیا ہے نثر میں ایسی تصویر کشی کی جائے کہ تمام خط و خال اس کے واضح ہو جائیں لیکن مرعی متعصب کا خیال قلم روکتا ہے اس لئے صرف ایک اشارہ کرتا ہوں کہ اصطلاح شعر الفظ امہات میں ارباب فلاسفہ سے الگ ہے حکما کی اصطلاح میں امہات سے مراد اربعہ عناصر ہوتے ہیں لیکن شعرا کے نزدیک کبھی اس کا اطلاق عالم علوی و عالم سفلی پر ہوتا ہے اور کبھی امہات سے امہات اسماء مراد ہوتے ہیں جو موافق مذہب صوفیہ الاوّل والآخر والظاہر والباطن یہ چار اسماء الٰہیہ ہیں ان لطیف اشارات کا لحاظ رکھتے ہوئے شعر پڑھیے اور ہزاروں داد دیجئے۔

خسرو بھی علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرماتے ہیں امی ہونے پر عالم ماکان وما یکون ہونا لوح محفوظ کا آپ کے زیر خامہ ہونا بہترین نعت ہے اس پر لوح و حرف تختہ و قلم کاف و نون نقطہ و دائرہ و پرکار کا تناسب نہ پنج میں سیاقۃ الاعداد ان صنائع نے مثنوی کے حسن کو دوبالا کر دیا ہے۔ لیکن ما یہ امہات جو تاثیر بے اختیار پیدا کرتا ہے وہ لطف کہاں۔

خسرو	نظامی
ختم پیغمبران یار خدائے	شاہ پیغمبراں بہ تیغ و بہ تاج
گرہاں را بصدق راہ نمائے	تیغ او شرع و تاج او معراج

marfat.com

خسرو	نظامی
منکر شرع را ز اصل و ز فرع	امر و نہیش براستی موصوف
سر زدہ ہم بتازیانۂ شرع	نہی او منکر امر او معروف
بہدایت دلیل بے دیناں	ہر کہ برخاست میفگندش پست
بشفاعت پناہ مسکیناں	وانکہ او فتاد میگرفتش دست
چون بحجت ز بہر دعوی خاست	تیغ ازیں سو بقہر خوں ریزی
حجت اورا درست و دعوی راست	رفق ازاں سو بمرہم آمیزی
در جہاں گیری از زبر تا زیر	مرہمش جاں نواز تنگ دلاں
ہم زبانش درست و ہم شمشیر	آہنش بند سائے سنگ دلاں

سیاست نبوی کا سیاست سلطانی سے جس خوش اسلوبی سے فرق بتایا ہے وہ قابل لحاظ ہے جس نے غزوات کا کچھ بھی مطالعہ کیا ہوگا اس مقام کا لطف اوسے آئیگا ستم شعاروں کی سرکوبی کے ساتھ مجروح دلوں پر رحمت و شفقت کا کیسا پھایا رکھا ہے۔ ان باکمالوں نے حمد و نعت میں مسائل صحیحہ کی ایسی تعلیم فرمائی ہے کہ اگر صحیح مذاق سے ان کی کتابیں پڑھی جائیں تو بہت کچھ عقل کی روشن کرنے والی باتیں معلوم ہوں باعتبار مضمون و مفہوم دونوں حضرات کے اشعار یکساں ہیں لیکن شاہ پیغمبراں ہیں وہ قوت نہیں جو ختم پیغمبراں میں ہے۔ اسی طرح خسرو کے اس مصرعہ میں کہ "بشفاعت پناہ مسکیناں" جو شان رافت و رحمت عیاں ہے وہ "مرہمش جاں نواز تنگ دلاں" سے زیادہ ہے۔

marfat.com

نعت میں بھی تقریبًا وہ اشعار لکھ دیے گئے جن کے مضمون باہم مشترک تھے اب خسروِ اقلیم سخن کے اوس نعتیہ مضمون کو دیکھو جس کے یہ خود موجد ہیں اور تمام متاخرین اسی چمن ہمیشہ بہار کے گلچین ہیں۔

میم احمد کہ در احد غرق ست　　　کمر خدمت از پئے فرق ست

احمد اندر احد کمر بند ست　　　یعنی ایں بندہ آں خداوند ست

احد و احمد کی تجنیس زائد بندہ و خداوند کا تقابل این و آں اور کمر و کمر بند کا تناسب گویا انکار و زمرہ ہے لیکن دوسرے مصرعہ کے پئے و فرق کے الفاظ صنعت تقابل کے ساتھ ممکن کو واجب سے حادث کو قدیم سے عبد کو معبود سے جس طرح ممتاز کر رہے ہیں اوس کی داد دی نہیں جا سکتی۔

قران کریم نے جہاں کہیں مراتب مخصوصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان فرمائی ہیں وہاں ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو لفظ عبد سے یاد فرمایا ہے مثلاً معراج کا جہاں بیان ہے وہاں یوں ارشاد ہے سبحان الذی اسری بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام اسی طرح انتہائے مقام قرب و اختصاص کو یوں فرمایا ہے فاوحیٰ الیٰ عبدہ ما اوحیٰ۔ اس نکتہ کو ملحوظ رکھ کر اس بیان کی داد دیجئے کہ احمد کا میم جو احد کے وسط میں ہونے کی وجہ سے گویا احد میں فنا ہو گیا ہے فی الحقیقت وہ میم احد و احمد خداوند و بندہ کے فرق و امتیاز کے لئے خدمت و عبادت کا پٹکہ ہے تا کہ خلق جان لے کہ احمد بندہ اور احد خداوند ہے اور احمد ہر وقت بندگی خداوند میں کمر بستہ و مستعد ہے۔

marfat.com

منقبت

جس طرح حمد کے بعد نعت کا مضمون لازم ہے اسی طرح مضامین نعتیہ کا ایک قوی عنصر خلفاے اربعہ و دیگر اصحاب کرام کی منقبت ہے کوئی نعت اصحاب کی مدح سے خالی نہیں ہوتی۔ مولٰنا نظامی نے چار یار باصفا کی منقبت صرف ایک شعر میں مجملاً بیان فرمائی ہے ؎

چار یارش گزیں با صل و بفرع	چار دیوار گنج خانہ شرع

لیکن خسرو علیہ الرحمۃ نے یہاں بھی حسن بیان و زور کلام کا دریا بہا دیا ہی ملاحظہ ہو ؎

چار یارش بچار سوے زمیں	چار رکن چہار صفۂ دیں

اول آں اولیں خلیفۂ کار	ثانی اثنین اذ ہما فی الغار

دوم آن کز شکوہ پایۂ او	دیو بگریختہ ز سایۂ او

سوم آں جامہ جریدۂ پاک	چاشنی گیر خوان ارسلناک

چارم آں قصر دین را دہلیز	در علم و کلیہ خیبر نیز

آنکہ پاکند پاک کیشانند	رضی اللہ عنہم ایشانند

مذکورہ اشعار میں صنایع لفظی و معنوی تناسب و تقابل سیاقۃ الاعداد و تلمیحات عجیبہ جس قدر موجود ہیں اون کے اظہار کی ضرورت نہیں۔ ہاں دوسرا شعر جو خلیفہ اول کی مدح میں لکھا ہی وہ خسرو کا حصہ ہو گیا منقبت میں پوری آیۂ کریمہ ثانی اثنین اذ ہما فی الغار کو بحر مثنوی میں موزوں کرکے تلاوت کرنا دراصل اِس مدح کی کرامت اور مبدء

marfat.com

فیاض کے فیض خاص کا اثر ہے اوّل کو ثانی قرار دیکر لاثانی ثابت کرنا خسرو تسلیم سخن کا وہ انداز بیان ہے جس میں غیر کی شرکت پائی نہیں جاتی۔ علیٰ ہذا خلیفہ چہارم حضرت مولیٰ علی کی منقبت میں قصر و دہلیز و در کا تناسب اور آپ کو در علم و کلید خیبر کہنا ایک بے مثل بیان ہی آپ کے عقد میں جگر پارۂ نبوی بضعۃٌ منّی حضرت سیدۃ النسا فاطمۂ زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں اور حضرت مولیٰ حضور اقدس کے ساتھ اخوت کی قرابت بھی رکھتے تھے اسلئے آپ کو وحی الٰہی کے محل عرش منزل صحن خانہ کہنا اور انا مدینۃ العلم و علی بابہا کے اعتبار سے در علم قرار دینا ایساہی بیان واقعہ ہونے پر روحانی لطیفہ ہی جس طرح خیبر کشائی کی صفت کو کلید خیبر کے استعارہ سے ظاہر کرنا ایک رنگین دقیقہ ہے۔

اہل معانی کے نزدیک کسی آیۃ یا حدیث یا دعا کے پورے جملے کو بے تبدل و تغیر کسی شعر میں موزوں کر دینا شاعر کا کمال سخن سمجھا جاتا ہی اس کمال کی بہترین مثال یہاں دوسرے شعر کے دوسرے مصرعہ اور آخر شعر کے آخر مصرعہ میں موجود ہی۔

معراج

معراج کا مضمون فی الحقیقت نعت اقدس کا ایک جز ہی لیکن شعرانے اسے ایک مضمون مستقل قرار دیکر علیحدہ عنوان سے بیان کیا ہی اس میں حسب ذیل مقاموں کے بیان سے داد نازک خیالی و سخن آفرینی دیجاتی ہی (۱) شب معراج کی تعریف (۲) جبریل علیہ السلام کی تشریف آوری اور آن کی گذارش (۳) وصف براق (۴) مقامات سیر و منازل سیارگان (۵) سیر عرش (۶) مقام قاب قوسین (۷) لامکان (۸) وصل و وصال و تکمیل و کمال (۹) رجوع بعالم صورت

marfat.com

باہزاراں دولت (۱۰) وقف۔ دولت معراج برامت گنہگار۔

معراج کا عنوان قایم کرتے ہوئے دونوں حضرات کی شاعرانہ قوت نے جو عروج اختیار کیا ہے اوس بلند خیالی تک تو اس بینوا کی فہم پہونچنے سے قاصر ہے۔ بادۂ توحید مئے عرفان کا وہ جوش ہی کہ ادبی پڑتی ہی منسلک نظم میں الفاظ کے موتی نہیں ہیں بلکہ حقایق ومعارف کے خم کے خم ہیں زہے قسمت اگر اُس کا ایک جام روحانی کسی کو نصیب ہوجاے ارباب فہم وذکا اگر صحیح مذاق کے ساتھ دونوں حضرات کے پورے کلام کا مطالعہ کریں تو لطف بیان سے بہرہ اندوز ہوسکتے ہیں۔

فن شاعری میں یہ بھی ایک خاص صنعت ہی کہ کسی مضمون کا اختتام اس طرح ہو کہ آیندہ مضمون کا اوس سے اظہار ہوجاے اور ماسبق کی انتہائی کڑی مالحق کے ابتداسے ملکر سلسلۂ کلام کو مسلسل کردے قصیدے میں اسی صنعت کو گریز کہتے ہیں اس صنعت کا لحاظ رکھتے ہوے مولٰنا نظامی نعت شریف کا خاتمہ اس شعر پر فرماتے ہیں ؎

چوں نگنجید درجہاں تاجش بخت برعرش کرد معراجش

اسکے بعد جبرئیل آمیں کی تشریف آوری اور اُن کی گذارش بیان کرتے ہوئے اُس رات کی تعریف صرف ایک شعر میں تمام کردیتے ہیں ؎

شب شب قدر وقت وقت دعاست یافت خواہی ہرانچہ خواہی خواست

خسرو علیہ الرحمۃ نعت گرامی اس شعر پر ختم کرتے ہوئے کہ ؎

گربود مردم آسماں راتاج جز محمد کراست ایں معراج

marfat.com

شب معراج کے وصف میں فرماتے ہیں ۵

فرخ آں شب کہ آں چراغ دو کون | زد بقندیل عرش پرتوِ عون
شب چو بر سر نہاد چتر سیاہ | چترِ اسریٰ کشید بر سرِ ماہ
جلوہ گر شد بہ لاجوردی سریر | دولتش زیں سرائے دامنگیر
شب او گشتہ زیور ماہش | نورِ او گشتہ مشعل راہش
در دل شب ز پرتوِ آں نور | حرف باریک غیب خواندہ ز دور

شب۔ چراغ۔ قندیل۔ نور مشعل و پرتو کا تناسب۔ چتر اسریٰ کا ایہام و تلمیح گویا عارض نظم کے رخ افروز خط و خال ہیں بظاہر اشعار کا یہ مفہوم متبادر ہوتا ہی کہ رات کی سیاہی اور چاند کے سریع السیر ہونے کا بیان ہی (اصطلاح عرب میں سرے و اسریٰ رات کے سفر کرنے کو کہتے ہیں) لیکن حقیقتاً جو تھے شعر میں شب، ماہ و نور کا جو استعارہ ہے اُس کے لحاظ سے بطریق ایہام اشعار کے معنی یہ ہوے کہ جب شب کی تاریکی عالم پر چھا گئی اور ماہ فلک تیز روی سے قطع منازل کر کے روپوش ہو گیا اُس وقت ماہ دنیٰ فتدلیٰ نے سر پر تاج سبحان الّذی اسریٰ بعبدہ کا رکھ کر عالم بالا کا سفر شروع کیا اور آپ کی شاہد دولت یعنی ذات اقدس جس وقت آسمان کے تخت لاجوردی پر جلوہ آرا ہوئی تو اس وقت گیسوے عنبرین جو واللیل اذا سجیٰ کے مظہر تھے ماہ رخسار پر جو والشمس والضحیٰ کا پرتو ہیں تجلّی آرا ہوئے۔ آپ کے پرتو انوار سے وہ شب سیاہ اس قدر منور و تاباں ہو گئی کہ غیب کے اسرار خفیہ بھی دور سے پڑھے جاتے تھے۔ ان

marfat.com

اشعار میں جن کمالات محمدیہ کی طرف اشارہ ہی اوسے فطرت سلیم ہی سمجھ سکتی ہی۔
مولٰنا نظامی علیہ الرحمۃ نے جبریل امین کی گذارش چند اشعار میں بیان کی ہے
اور رات کے متعلق صرف ایک شعر پر ختم کر دیا ہی۔ خسرو علیہ الرحمۃ نے جبریل کی گذارش
میں صرف ایک شعر پر اکتفا کیا ہی اور رات کے متعلق چند اشعار لکھے ہیں۔ اس کی کوئی
خاص وجہ نہیں کہی جا سکتی۔ بہرحال جبریل علیہ السلام کی تشریف آوری یا براق کی صفت
یا منازل سیّارگان میں جو شاعرانہ قوت کا اظہار کیا گیا ہی اوسے ترک کرتا ہوں اور
صرف اون مقامات پر جہاں زور طبیعت کا اصلی جوہر کھُلتا ہی اکتفا کرتا ہوں۔

سیرِ عرش

خسرو	نظامی
عرش بر داز جنیبہ بارش را	قطرہ قطرہ ازاں محیط گذشت
پائے گم شد جنیبہ دارش را	قطرہ بر قطرہ ہرچہ دید نوشت
رویش افگند ز آفتاب حضور	چوں درآمد بساق عرش فراز
بر قنادیل عرش پرتو نور	نردباں ساخت از کمند نیاز

سیر عرش اگرچہ دونوں حضرات نے ایک نئے انداز سے شروع کی ہی اور ہر ایک
اپنے اپنے انداز میں کامل ہی لیکن مولٰنا کا اوّل شعر اوس کمال کا نمونہ ہی جس میں کسی
غیر کی شرکت ممتنع تسلیم کی گئی ہی۔ ہاں خسرو کے دوسرے شعر میں البتہ مولٰنا کے دوسرے
شعر سے ترقی نمایاں ہی لیکن مولٰنا کے پہلے شعر کا سرور ایسا غالب ہی کہ اوس کی لذت

marfat.com

کسی دوسری طرف متوجہ نہیں ہونے دیتی صاحب معراج صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام افلاک سے ایک چشم زدن میں گذر جانا اور پھر ہر ایک کا تفصیلی ملاحظہ کس بلاغت وسلاست سے بیان ہوا ہی سبحان اللہ۔

اصطلاح میں قطرہ قطرہ اور ذرہ ذرہ کسی کام کا کرنا اوس وقت کہا جاتا ہی جبکہ اوسے بالاستیعاب اس طرح انجام دیا جائے کہ ذرہ برابر بھی اوس کے تکملہ سے رہ نہ جائے اور قطرہ بر قطرہ کی اصطلاح نہایت ہی تیز روی و تیز دوی کے معنون میں مستعمل ہے اب شعر پڑھئے پہلا مصرعہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ مقام سیر میں کیا فلک اور کیا ستارہ اوس سے اس طرح گذرے کہ ایک ذرہ برابر بھی ملاحظہ سے نہ چھوٹا اور دوسرا مصرعہ اوس تیز روی کو بتاتا ہی جس سرعت سے یہ مقامات طے کئے گئے کسی محیط سے قطرہ قطرہ گذرنا اور اوس کے ہر حصہ کو قطرہ بر قطرہ طے کرنا کیسا بلیغ استعارہ ہی

مقام قاب قوسین

نظامی	خسرو
قاب قوسین او در آں اثنا	جلوہ کرد از برائے کونینش
از دنیٰ شد بقابِ او ادنیٰ	سر بدرگاہ قاب قوسینش

اس مقام کا بیان دونوں حضرات نے سرسری طور پر معمولی الفاظ میں کیا ہی۔ کوئی خاص لطف کہیں نہیں ہی لیکن عبودیت کی شان خسرو کے شعر میں نمایاں ہی اس بنا پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ خسرو کا شعر بہتر ہے

marfat.com

مقام وصل و وصال و تکمیل و کمال

خسرو	نظامی
شد بجائے کہ جاں نمی گنجد	چوں حجابِ ہزار نور درید
خود ہم اندر میاں نمی گنجد	دیدہ در نور بے حجاب رسید
دیدہ را نور لایزالی داد	گامے از بود خود فراتر شد
سینہ را سر ذوالجلالی داد	تا خداوندیش میسر شد
چوں ز عالم بروں نہاد قدم	از نبی جز نفس نبود آنجا
پیش رو شد بہ پیشگاہ قدم	ہمہ حق بود کس نبود آنجا
یافت در خود متاع موزوں را	شربتے خاص خورد و خلعت خاص
دید بیشک خدائے بے چوں را	یافت از قرب حق زہے اخلاص
نکتہ بر خواند بیو کالت ہوش	جامش اقبال و معرفت ساقی
قصہ بشنید بمیانجی گوش	ہیچ باقی نماند از باقی
گوش کے سر غیب را سنجد	
بحر اندر صدف کجا گنجد	

اس مقام کا بیان جہاں کہیں بھی پایا جاتا ہی وہاں اسی طرح کے اشارات و کنایات ہیں سب سے پہلے قرآن کریم کی طرف دیکھو مقام قرب کا کس طرح بیان فرمایا ہی فکان قاب قوسین او ادنیٰ۔ پہلے امکان و حدوث کا وجوب و قدم سے قرب کان

marfat.com

قاب قوسین سے تعبیر فرمایا اُس کے بعد او ادنیٰ کہہ دیا جہاں پہونچکر فہم گم عقل حیران تکمیل و کمال کا بیان بھی اسی طرح ہی فاوحیٰ الیٰ عبدہ ما اوحیٰ احادیث مصطفویہ بھی اسی انداز خاص سے آیات کی مفسر ہیں۔ جہاں تک سیر کا تعلق ہے وہاں الفاظ صاف، بیان واضح لیکن جہاں اس مقام کا بیان آیا وہاں پر عقل خیرہ اور علوم متداولہ بیکار۔ جس نے جو کچھ سمجھا اور جو کچھ کہا وہ نتیجہ اُن علوم کا نہ تھا جو نقوش و خطوط سی حاصل ہوتے ہیں پھر ادنھیں نقوش و الفاظ میں کیونکر ظاہر کیا جاے یہ حضرات جو کچھ فرما گئے اور مراتب و آداب جس طرح ملحوظ رکھے وہ اُن کی پاکیٔ نفس کی دلیل ہے۔

مولٰنا نظامی نے فنائیت و محویت مطلقہ کے ساتھ وحدت وجود کے پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے عبد و معبود کے فرق کو جس بلاغت و نازک خیالی سے ادا فرمایا ہی اس سحر آفرینی کی داد دی نہیں جا سکتی۔ دوسرے شعر کو پڑھو ؎

گامے از بود خود فراتر شد — تا خداوندیش میسر شد

یعنی جب وہ نو ہزاروں حجابات نورانی طے کرتا ہوا بے حجاب نور تک پہونچا تو اپنے بود سے ایک قدم اور آگے بڑھا یہاں تک کہ اوسے خداوندی حاصل ہوئی لفظ بود جو مصرعہ اوّل میں ہی یہ لفظ وجود کا فارسی ترجمہ ہی وجود کے معنی مختلفہ کی طرف غور کرو پھر لفظ خداوند و خدا کے حقیقی معنی میں جو فرق ہی اوسے سوچو علواً کبیرا کی تفسیر واضح ہو جائیگی بارگاہ قدم کے عظمت و جلال کا نقشہ آنکھوں میں پھر جائیگا اور بے اختیار زبان سے آداب مراتب کی داد نکلے گی۔ پانچویں شعر میں جو کیف و سرور ہی وہ صرف لفظ

marfat.com

باقی سے ظاہر ہوتا ہی۔ یہاں پر لفظ باقی جو قافیہ ہی اوس سے جن معانی کا ایہام ہوتا ہی اُن میں سے ہر معنی موج خیز خمیازہ مستی و سرور ہی۔

اب خسرو کے اشعار پڑہو اسی مقام کا بیان ہی کلام کی فصاحت، بیان کی سلاست الفاظ و ترکیبوں کا باہمی پیوند، بندش کی چستی اور معانی کی آمد ایک بحر زخار ہی کہ موجیں مارتا چلا آرہا ہی اس مقام کے بیان میں کہ بلکہ بیان کی جان آداب مراتب کا پاس و لحاظ ہی اس کی نگہداشت مولنا کے اشعار میں تم دیکھہ چکے۔ خسرو کے اشعار میں اگرچہ وہ رنگینی و مصنعکاری نہیں جو مولنا کے اشعار میں ہی لیکن بیان کی روح جس روانی و صفائی کے ساتھ یہاں پاؤگے وہ اپنی نظیر آپ ہی۔ پہلے شعر کو پڑہو۔ لفظ شد جس سے بیان شروع ہوتا ہی اس کو ذہن میں رکھتے ہوے دوسرے مصرعہ کو سوچو مقام وصل کو کس ادب سے بیان کیا ہی علیٰ ہذا چوتھے شعر کا پہلا مصرعہ ایک خاص بلاغت کا نمونہ ہی متاع موزوں کو اپنے آپ میں پانا کیسا نادر لطیفہ ہی اب دوسرا مصرعہ اسی شعر کا پڑہو اور ہزار مرحبا کہو وصل و وصال کا بیان ختم ہوتا ہی سب کچھہ کہہ گئے اور آخر میں یہ فرماتے ہیں کہ بحر اندر صدف کی گنجد یعنی صدف بحر میں پایا جاتا ہے بحر کی سمائی صدف میں کہاں ممکن۔ صرف اس ایک ہی مصرع میں آداب کے تمام مراتب طے کردیے اور معارف وحقایق کا ایک دریا بہادیا۔ مجھہ میں بیان کی کہاں طاقت ہے تم خود سوچو اگر مسائل ومقامات تصوف کے صحیح معلومات ہیں تو بے اختیار کہہ اوٹھوگے کہ یہ کسی بشر کا کلام نہیں بلکہ کوئی ہاتف غیبی بول رہا ہی۔

marfat.com

رجوع بعالمِ صورت

نظامی

بامدادے صد ہزار درود
آمد از لوح آں مدار فرود

ہرچہ آورد بذلِ یاراں کرد
وقف کار گناہ گاراں کرد

خسرو

با ہزاراں ہزار نقد مراد
در شبستانِ دولت آمد شاد

بہرہ داد از رہِ جوانمردی
رہ رواں را ازاں رہ آوردی

کرد چوں بخشش خاصگاں ہمہ چیز
داد بخشش گناہ گاراں نیز

روایات معراج اگر محفوظ ہوں تو ان تلمیحات کا لطف ہے جب وقت دربار احدیت سے السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کا خلعت خاص عطا ہوا اُس وقت اُس اُمت نواز پیغمبر نے فرمایا السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین یعنی یہ سلام ہم سب پر اور خدا کے صلحا بندوں پر۔ بجاے علیؔ یعنی مجھ پر کے جو علینا یعنی ہم سب پر فرمایا اس رحمت وسلامتی کے دامن میں تمام امت گنہگار کو چھپالیا۔ اشعار مذکورہ میں انھیں بذل ونوال کی تلمیح ہے دونوں کے اشعار میں ایک ہی مضمون اور ایک ہی مفہوم۔ لیکن خسرو نے الفاظ ایسی روش سے آراستہ کیے ہیں جس سے تاثیر زیادہ ہوگئی۔

marfat.com

مدح سلطان

حمد نعت و معراج کے بعد شعرا نے مدح سلطان وقت بھی ضرور لکھی ہے اور یہی وہ مضمون ہے جو سارے کلام میں روکھا پھیکا اور سیٹھا ہوتا ہے۔ علی الخصوص متاخرین کے کلام میں تو ایسی بدمزگی پائی جاتی ہے کہ منہ بگڑ جاتا ہے۔ ممدوح کی تعریف میں مبالغہ و اغراق کرتے ہوئے انبیا علیہم السلام پر فضیلت دیتے ہیں پھر اس سے سیری نہیں ہوتی تو صفات اُلوہیت اُس میں ثابت کرتے ہیں کلمات کفریہ کہنے سے بھی باک نہیں رکھتے۔

جب اُس کے سراپا کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو اُن کا قلم ایسا حلیہ کھینچتا ہے جو کسی معشوق طناز سراپا ناز و ادا کی شکل موزوں ہو۔ بیان جب واقعات سے اس قدر مبائن ہوگا تو لازمی نتیجہ بدمزگی ہے۔ مثلاً اگر پانی کی یہ تعریف کی جائے کہ وہ زرد رنگ منجمد مثل پتھر کے سخت آگ کی طرح جلانے والا ہے تو یہ کوئی تعریف پانی کی نہ ہوئی بلکہ کائنات میں سے کسی ایسی موجود کی یہ تعریف کی گئی جس کا اسم مجہول ہے۔ بہرحال متقدمین کا کلام پھر بھی کچھ جان رکھتا ہے اسی بنا پر چند اشعار جستہ جستہ دونوں حضرات کے جو مدح سلطان میں لکھے گئے ہیں پیش کرتا ہوں۔

تمہید مدح

نظامی	خسرو
چوں اشارت رسید پنہانی	مشتری گوست کاروان سپہر
از سراپردۂ سلیمانی	دوشش سوے من آمد از سر مہر

marfat.com

نظامی

برگرفتم چو مرغ بال کشائے
تا کنم بر در سلیماں جائے
در اشارت چناں نمود برید
کہ ہلالے برآورد شب عید
آنچناں کز حجاب تاریکی
کس نہ بیند درو زباریکی
تا کند صید سحر سازی تو
جادواں را خیال بازی تو
عطسۂ دہ ز کلک نافہ کشائے
تا شود باد صبح غالیہ سائے

خسرو

گفت کلے از ضمیر دریا کار
گشتہ بازارگانِ دریا بار
زآتش طبع یافتہ جاوید
روز بازار گرم چوں خورشید
آمدم تا رواج دُرِّ ثمیں
سوے گردوں برم متاع زمیں
گوہرے دہ کہ چرخ تاب بود
در خور گوش آفتاب بود
آں گہرہا کہ آسماں تاب ست
کہنہ و زرد و خوردہ بے آب ست

دونوں حضرات کی تمہیدیں اپنی اپنی روش میں جداگانہ انداز رکھتی ہیں۔ حضرت نظامی کے یہاں قاصد کی زبان سے مدح کی فرمائش ہے اور دربار خسروی میں مشتری جو قاضی فلک ہے وہ حاضر ہو کر آسمان کی زیب و زینت کے لئے گوہر گرانمایہ کا ملتمس ہے۔ مولانا کا چھٹا شعر خاص بلاغت کا نمونہ ہے لیکن بحیثیت مجموعی خسرو کی تمہید مولانا کی تمہید سے افضل ہے۔ مگر آئندہ مولانا نظامی نے تمہید کو بہت زور دے کر تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔

marfat.com

نام ممدوح

نظامی	خسرو
عمدۃ الملک علاؤ الدیں	جم ثانی علاء دنیا و دیں
حافظ و ناصر زمان و زمیں	آسماں خاتم آفتاب نگیں
نام او زینتِ علا دارد	بادشاہ جہاں محمد شاہ
گر گزشت از فلک روا دارد	سائبانِ جہاں بچترِ سیاہ
فلکِ بے علاقہ دار دیست	مہ سپہرِ منورش خواندہ
در علاءِ فلک بلندی ہست	دیں علاے مصورش خواندہ

دونوں کے ممدوح میں اتفاق سے مشارکت اسمی ہے۔ اس لئے موازنہ کا موقع پورا ہے کہ کس نے نام کس طرح موزوں کیا اور اس سے کیا کیا نکات پیدا کئے گرچہ امیر خسرو علیہ الرحمۃ کی طبیعت بادشاہوں کی مدح میں کند ہوجاتی ہے اسی لئے ان کے قصائد میں بھی خاص مدح کا حصہ کمزور ہوتا ہے یہی حال ان کا مثنوی میں بھی ہے کہ بادشاہ کی تعریف میں جوش و خروش نہیں پایا جاتا۔ باوجود اس کے کہ اسی ممدوح کے رعایا ہیں ارکین دولت میں شامل ہیں پھر بھی قلم شاعرانہ انداز سے مدح سلطان میں رواں نہیں پایا جاتا۔ لیکن اگر کہیں متوجہ ہو گئے ہیں تو کسی سے کم بھی نہیں رہتے ہیں جیسا کہ اس مقام پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں پلے برابر ہیں کسی کو کوئی ترجیح نہیں دی جاسکتی۔

marfat.com

سخاوت

نظامی

بادشاہاں کہ در جہاں ہستند
ہر یک ابرے بدست بربستند
دست ابرِ تو ابرِ نیسانست
واں دگر ابرہا زمستانست
آبِ چشمہ کہ آب پاکی شد
با تو چوں آبِ چشم خاکی شد

خسرو

ابر با ایں ہمہ زبردستی
گرد در پیش دست تو پستی
داد دریا کفِ تو دُر بہوس
کفِ دریا چہ داد مشتِ خس
ابر باری تو زاں کفے چو سحاب
ابر بارد وے سوارک آب

مولٰنا نظامی نے ممدوح کے ہاتھ کو ابرِ نیساں اور دوسروں کے ہاتھوں کو ابرہائے زمستان جو کہا ہے وہ عجب لطیف استعارہ ہے۔ اسی طرح چشموں کے آب کو پاک وصاف مان کر آبِ چشم و سرشک بنا دینا اور پھر اُن کا خاکی ہو جانا نہایت ہی پسندیدہ اور لطیف خیال ہے اُس پر چشمہ و چشم کی تجنیس سبحان اللہ۔ خسرو کے یہاں زبردستی و پستی کا تقابل پیش و پستی سے پس کا تضاد، لفظ کف کی تجنیس تام تماثل بے مثل ہے۔ نفس مفہوم کسی طرح مضمون سابق سے کم نہیں

کمال تیراندازی

نظامی

نوک تیرش بہر کجا کہ شتافت
گہ جگر دوخت گاہ موے شگافت

خسرو

نوک پیکانش در مقام ہنر
بردہ داغِ کلف ز روے قمر

marfat.com

نظامی

تیرش از دست گرگ دیا پلنگ
برسم گور کردہ صحرا تنگ

مولٰنا نظامی کے اشعار میں دست و پا و سم اور گرگ و پلنگ و گور کا تناسب پسندیدہ ہے اور نفس مضمون سے ایک خاص خوبی ظاہر ہے یعنی اُس کی تیراندازی کا کمال میدان جنگ اور صید وحوش و سباع دونوں میں بے نظیر ہے۔ خسروؒ نے ایک ہی شعر میں غلو و اغراق کے ساتھ نوک تیر کے کمال کو اپنے فن دہنر میں اس حد تک پہنچا دیا ہے کہ اُس سے زیادہ اوج دشوار سمجھا جاتا ہے۔

تیغ زنی

نظامی	خسرو
بازی خرس بردہ از شمشیر	تیغش ار برکہ سلیم شدہ
خرس بازی درآورندہ بہ شیر	کوہ چوں آسیا دونیم شدہ
شہ چو دریاست بے دروغ و دریغ	تیغ و رمحش کہ خصم راسودند
جزر و مدش بہ تازیانہ و تیغ	مار مسکوب و ظل ممدودند
ہرچہ آرد بزخم تیغ فراز	زد بیک چاشنیِ تیغ چو آب
بسرِ تازیانہ بخشد باز	فتنہ درخواب رفت مست و خراب

marfat.com

نظامی

فتح بر خاکِ پائے او زدہ فرق

فتنہ در آبِ تیغِ او شدہ غرق

مولانا نظامی نے ایک نئے انداز سے تلوار کے جوہر دکھائے ہیں پہلے شعر کا مفہوم بالکل نیا اور تازہ ہے بازی خرس وخرس بازی کی ترکیب و تقلیب سے ایک خاص لطف پیدا کیا ہے خرس بازی وہی خرسک بازی ہے جو اساتذہ کے کلام میں موجود ہے اور وہ لڑکوں کا ایک خاص کھیل ہے۔ خرس مکر و حیلہ میں ضرب المثل ہے اس لئے لفظ خرس بازی مکر و فریب کی جگہ بولا جاتا ہے۔ علی ہذا دوسرے شعر میں تازیانہ و تیغ کا جزر و مد بطریق لف و نشر مرتب و تقابل ایک بے مثل بیان ہے۔ مگر آخر شعر کا آخر مصرعہ "فتنہ در آبِ تیغِ او شدہ غرق" ایسا سہل ممتنع واقع ہوا ہے کہ اُس کا جواب نہیں ہوسکتا۔

خسرو علیہ الرحمۃ کے پہلے شعر میں کوہ و کاہ کا اشتقاق، و تقابل تیغ و آب فتنہ و خواب کا تناسب قابل تعریف دوسرے مصرعہ میں آیۃ کریمہ کی تلمیح اور پھر تلوار و نیزے کی تعریف میں جواب الجواب بلکہ لاجواب ہے۔ چاشنی کا لفظ بطریق ایہام یہاں جرعۂ شراب کے معنی میں نہایت مناسب واقع ہوا ہے آخر شعر کا مضمون مولانا نظامی کے آخر شعر سے بہت زیادہ اعلیٰ ہے "فتنہ در خواب رفت و مست و خراب" فتنہ کے لئے جس قدر کہ خواب موزوں ہے غرق مناسب نہیں۔ بہرحال میدان شمشیر زنی میں دونوں کی تلواریں یکساں روا ں

ہیں کسی کو کسی پر ترجیح نہیں۔

مولٰنا نظامی نے بادشاہ کی مدح میں پوری قوّت سے زور کلام کا جوہر دکھایا ہے لیکن خسرو علیہ الرحمۃ نے مدح کرتے ہوئے ایسا ناصحانہ پہلو بدلا ہے جس سے اسلاف کی حق گوئی کا ایک بے نظیر جلوہ آنکھوں میں پھر جاتا ہے جزاھم اللہ خیر الجزاء۔

سببِ نظمِ کتاب

مولٰنا نظامی نے سبب تصنیف کا کوئی خاص عنوان قرار نہیں دیا ہے بلکہ تمہید مدح سلطان میں جو قاصد سے گفتگو ہوئی ہے اُس کے کچھ اشعار سبب تصنیف قرار دیئے جا سکتے ہیں مگر خسرو علیہ الرحمۃ نے سبب تصنیف کا ایک خاص عنوان قرار دیا ہے اور ایسی طرز جدید سے اپنے شاعرانہ کمال کا اظہار کیا ہے کہ دل بے اختیار ہو جاتا ہے۔ دونوں کی روش اس طرح جدا ہے کہ اُن کا صحیح مقابلہ نہیں ہوسکتا۔ اس لئے تقریباً خسرو ہی کے اشعار پر اکتفا کرنا ہوگا۔

نظامی

گفتمش گفتنی کہ بہ پسند ند | نہ کہ خود زیرکاں بر و خند ند
گفتم ایں نامہ را چو دیر مجوس | جلوہ دادم ازاں ہفت عروس
تا عروسانِ چرخ اگر یک راہ | در عروسانِ من کنند نگاہ
از ہم آرایشی و ہمکاری | ہر یکے را یکے کند یاری

marfat.com

آخر از ہفت خط کہ یار شود | نقطۂ بر میانِ کار شود
نقشبندے کہ نقش دہ دارد | سر یک رشتہ رانگہ دارد

طوالت کے خوف سے تمام اشعار نقل نہیں کئے گئے پورے مضمون کے پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاعر کی فکر رسا بحر مواج کی ایک طوفان خیز موج ہے جو دمبدم جوش مارتی ہوئی چلی جا رہی ہے اور رہ گزر کے نشیب و فراز اُس کے سد راہ ہو نہیں سکتے۔ اشعار مذکور الصدر میں عروسانِ چرخ سے مراد وہی سبعہ سیارہ ہیں جن کی نسبت کو ہفت گنبد بہرام کی تعمیر میں ملحوظ رکھا ہے۔ ہفت خط جام جمشید کے وہ ساتوں خط ہیں جو علم نجوم کے موافق ہفت افلاک و ہفت اقلیم سے تعلق رکھتے ہیں۔

نقش دہ سے مراد نقش دہ در دہ ہے جو اصول تکسیر کے موافق تسخیر کا اثر رکھتا ہے۔ ان اصطلاحات کے مفہوم ذہن میں ہوں اور پھر اشعار پڑھے جائیں تو کلام کی خوبی اچھی طرح سمجھ میں آئے۔

امیر خسرو علیہ الرحمۃ نے سبب تصنیف کی اس طرح ابتدا کی ہے۔

توصیف ایام

شبے از روز بیغمی خوشتر | وقتے از نوبہار دلکش تر
ہفت و نہ گرد ماہِ چاردہ روز | ماہتابی شدہ جہاں افروز
بر کشادہ ہوائے نورانی | آسماں را گرہ ز پیشانی

ہفت۔ نہ اور چہاردہ میں صنعت سیاقۃ الاعداد جس خوبی سے موزوں کی ہے وہ قابل ہزار داد ہے ہفت و نہ گرد یعنی آراستگی تمام جسے اہل ہند سولہ سنگار

marfat.com

کہتے ہیں ماہِ چہار دہ روز بدر کامل ہے جو چودھویں تاریخ کو پورا ہوجاتا ہے اس کے علاوہ شب کو روز بیغمی سے خوش تر کہنا اور بدر کامل کی آرائش تمام وکمال کے بعد اُس کی چاندنی کو جہاں افروز قرار دینا کیسا لطیف خیال ہے۔

موسم بہار

زحمت از باغ بردہ بادِ خزاں — بادِ نوروز نرم نرم وزاں
گل ز شبنم پُر از نسیم شدہ — پردہ دارِ دُرِ یتیم شدہ
جنبشِ بادہائے مشک سرشت — بازکردہ دریچہائے بہشت

ان اشعار میں بادِ خزاں اور بادِ نوروز کا تقابل شبنم ونسیم کا تناسب اور دُر کا تشفاق وتجانس قابل لحاظ ہے۔ موسم کی خوش گواری کا ایک عجب دلکش انداز میں بیان ہے خزاں کے جھونکے باغ وراغ کو ویران وسنسان کردیتے ہیں نہ پھولوں کی شگفتگی رہتی ہے نہ بلبلوں کی زمزمہ سنجی، طبائع مضمحل جذبات افسردہ لیکن شاعر یہاں یہ ثابت کرتا ہے کہ بادِ خزاں کا جانا چمن دنیا کی تروتازگی کا باعث ہو رہا تھا۔ اس لئے کہ ہر قسم کی زحمت و بیرونقی خزاں اپنے ساتھ لے گئی تھی۔ گلزارِ عالم ایک لہکتا مہکتا چمن قدرت بن گیا تھا۔

کیفیت شاعر

من در احرام کعبۂ دلِ خویش — نخل بردست وچاہِ زمزم پیش
گشتہ کلکم کلیدِ سینۂ من — داد بیروں ہمہ خزینۂ من
در گریباں فرو رفتہ سرم — پرگہر گشتہ دامن ہنرم

شعر اول میں چند الفاظ جو تناسب کعبہ کے لئے جمع کئے گئے ہیں اور دیگر اشعار

marfat.com

میں جو استعارات نمکیں اور بلاغت رنگیں موجود ہے وہ شاعر فصیح اللسان کے قادر الکلام ہونے کا کافی ثبوت ہے۔

تقریر بزبان ہمنشیں علی نامی

کامد آں ہمنشین جانی من ناقدِ سکۂ معانی من

ہم علی نام و ہم بہ بینائی چوں علی درکشائے دانائی

گفت اے جادوئے طلسم انگیز موشگاف از زبانِ خامۂ تیز

گاہ فکرت چو خوے گنذر دیت صد عطارد چکد ز ہر مویت

حضرت امیر خسرو نے اس عنوان کے تحت میں ۷ شعر لکھے ہیں جن میں سے ہر ایک انتخاب و لاجواب ہے زورِ سخن قوت کلام جدت شاعری میں ہر ایک شعر چشمۂ صافی کی طرح رواں ہے چوتھا شعر جو شاعر کی مشقت علمیہ کا مظہر ہے اُس کی قادر الکلامی کے کمال کا کیسا آئینہ ہے یعنی وہ ہمنشیں شاعر سے یہ کہتا ہے کہ مشقت فکر کے وقت جو پسینہ آئے وہ ایسا ابر نیساں ہو کر نہ برسے جس سے موتی پیدا ہوتے ہوں بلکہ ہر بن مو صدہا عطارد کا مینھ برسا دے اس مقام کا بالاستعاب جو صاحب ذوق سلیم مطالعہ کرے گا اُسے شاعر کی طبع کامل کا ایسا زور دکھائی دے گا کہ بحر مواج بھی اُس کے سامنے ایک قطرہ سے زیادہ بے حقیقت ہے۔

ہر یکے رقعہ را کہ کردی نشر دو ختی دامنش بدامنِ حشر

ہر جریدہ کہ ساز کردہ تست درے از لطف باز کردۂ تست

سکۂ معنی از چہار سواد کردی آراستہ چو سبع شداد

marfat.com

چوں بعنوانِ پنجم آمد حرف   تا چہ گنجینہ کرد خواہی صرف

رقعہ کا ایہام اور پھر اُس کے دامن کا دامن حشر سے پیوند چہار، سبع، پنج کا سیاق ایک ایسا وجدانی کیف ہے جو بیان میں نہیں آسکتا۔

پہلے شعر کا مفہوم شاعر کی کس درجہ قوت متخیلہ کی بلند پروازی کو ظاہر کرتا ہے، یعنی جس داستان کہنہ کو تونے اپنی تازہ بیانی سے شہرت دی ہے اُس کے دامن کو دامن حشر سے وابستہ کر دیا۔ اب اُس کا آوازہ قیامت تک آویزۂ گوشِ روزگار رہے گا۔

ترتیب خمسہ

دادی اوّل بہ گنبدِ دوّار   روشنائی ز مطلع الانوار

کردی آنگاہ با نشاط تمام   شہد خسرو و شیریں اندر جام

باز در عالم خرد مندی   شورِ مجنوں و لیلیٰ افگندی

پس دہاں پر دری کردی   شرحِ رازِ سکندری کردی

ایں زماں کز جواہرِ انجم   ق   ہے نگاری صحیفۂ پنجم

کوش کیں خط چناں نگاری چیست   کہ فزوں آید از چہار نخست

ان اشعار میں پنج گنج کے چار خزائن جو پہلے گوہر معانی سے معمور ہو چکے تھے اُن کا تذکرہ اُن کے ناموں کے ساتھ ہی چونکہ حضرت نظامی نے سکندر نامہ میں جو آپ کی آخری مثنوی ہے اپنی تصانیف سابقہ کا اسی طرح ذکر کیا ہے اس لئے امیر خسرو بھی خمسہ کی آخری مثنوی میں اُس کے دیگر ارکان اربعہ کا ذکر فرماتے ہیں۔ نظامی کے اشعار اس موقع پر اگر نقل کر دیے جائیں تو کچھ نامناسب ہونگے اگرچہ اُس کی

marfat.com

بحر غیر ہی مگر باعتبار مضمون پورا مقابلہ ہی کہ کس نے کس طرح کتابوں کے نام شمار کئے ہیں۔

سوے مخزن آوردم اوّل بسیچ | کہ سستی نکردم دریں کار ہیچ
وزو چرب و شیریں برانگیختم | بشیرین و خسرو در آمیختم
وزانجا سراپردہ بیروں زدم | درِ عشق لیلےٰ و مجنوں زدم
چو از عشق مجنوں بپرداختم | سوے ہفت پیکر فرس تاختم
کنوں بر بساطِ سخن گستری | زنم کوسِ اقبالِ اسکندری

ہر شعر کا مولٰنا نظامی کے خسرو کے اشعار سے مقابلہ کرلو خسرو کی برتری اس مقام پر ایسی نمایاں ہی کہ محتاج تشریح و بیان نہیں۔ مولٰنا نظامی کا پانچواں شعر البتہ لطیف ہی باقی اشعار معمولی ہیں خاص کر پہلے شعر کا دوسرا مصرعہ تو بہت ہی سست ہی۔

اب اس عنوان کا صرف ایک مضمون اور لکھنا ہی جس میں مصنف نے کتاب کا نام اور اُس کا موضوع ایک خاص بلاغت کے ساتھ بیان کیا ہی۔ فرماتے ہیں ؎

گویم افسانہاے طبع فزاے | از لبِ لعبت فسانہ سراے
ہر فسانہ صراحیِ زشراب | دور مستی و بانگہ داروے خواب
ہر یکے را بہشت نام کنم | جام و کوثر درو تمام کنم
ہفت باشد بہشت و گوہر ہفت | ہشتم آں کاندرو بود ہر ہفت
پس نوشتم زکلک مشک سرشت | نام ایں ہشت خانہ ہشت بہشت
تا کسے کاندرو گزر یابد | بے قیامت بہشت دریابد

صنعت سیاق و اشتقاق وغیرہ تو شاعر کا روزمرہ ہی اُس پر طبیعت کا جوش لطف زبان وسلاست بیان کے ساتھ کوثر و سلسبیل کی روانی کا مزہ دیتی ہی۔

marfat.com

آغاز قصہ بذکر بہرام

خسرو	نظامی
گنج پیمائے ایں خزانہ پر	گوہر آمائے گنج خانۂ راز
از خزانہ چنیں کشاید دُر	گنج گوہر چنیں کشاید باز
کآفتابِ جمال بہرامی	کاسماں را تراز وئے دو سرست
چوں شد از نور در جہان نامی	در یکے سنگ در یکے گہرست
پدرش رخت زندگانی بست	گاہ آید چو گوہر از سنگے
او بجائے پدر بہ تخت نشست	گاہ لعلے چو کہربا رنگے
سرِ موئے کجی ز دہر نخاست	گوہر و سنگ شد بہ نسبت تام
جز سرے کو بشانہ گرد دراست	نسبت یزدگرد با بہرام

آغاز قصّے کی تمہید دونوں باکمالوں کی ایک ہی طرز سے شروع ہوتی ہے۔ گزشتہ ایام کا واقعہ ہے اس لئے عہد سلف کا مورخ دونوں کے دربار میں بہرام کی تاریخ بیان کرتا ہے۔ صنائع و بدائع دونوں کلاموں میں یکساں۔ پہلا شعر بھی ایک دوسرے کا جواب ہے۔ لیکن امیر خسرو عہد بہرام کے امن وامان سکون وقرار کو عجب لطف سے بیان فرماتے ہیں ؎

سرِ موئے کجی ز دہر نخاست   جز سرے کو بشانہ گرد دراست

یعنی اُس کے عہد میں زمانہ سے کجی بالکل دُور ہو گئی تھی کسی جگہ بال برابر بھی فتنہ وفساد نہ پایا جاتا ہاں ارباب نعمت کے سر شانہ کشی کے وقت البتہ کج دکھائی دیتے تھے جس کا خلاصہ یہ ہوا کہ ملک آباد تھا اور اہل ملک ناز و تنعم میں زندگی بسر کرتے تھے۔

marfat.com

تیراندازی بہرام

خسرو	نظامی
آہن تیر چوں محک کردی	پیش تیرش گرارزنے بودی
خط گوراں زپشت حک کردی	بسنانش چو حلقہ بربودی
ورزِ آہوبدے نشانۂ او	تیرش ازحلق شیر حلقہ ربائے
موئے بشگافتے زشانۂ او	تیغش از قفل گنج حلقہ کشائے
ورشدی درنشانہ سخت انداز	درنظرگاہ راست اندازی
رخنہ درناف کوہ کردی باز	بیلکش رابموئے بدبازی
زانش باران تیر محکم بود	
کہ کمانش کمان رستم بود	

مولٰنا نظامی بہرام کی قدراندازی اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ اگر دانہ ارزن کو جسے ہندی میں چینا کہتے ہیں وہ اپنے تیر کا نشانہ قرار دیتا تو اُسے حلقہ کی طرح بنالیتا تھا۔ اور اگر شیر کی طرف تیر ڈالتا تو اُس کے حلق سے اُس حلقہ کو جو قمری و فاختہ کی طرح اُس کا طوقِ گلو ہوتا ہے اُڑالیتا تھا پھر اس پر مولٰنا ترقی فرماتے ہیں اور اُس کے کمال کا یوں اظہار فرماتے ہیں کہ اُس کا پیکان تیر بال کو بھی دو حصوں میں چیر دیتا تھا۔ مبالغہ میں اغراق وغلو کا جو لطف ہے اُس پر حلق وحلقہ کا اشتقاق وتجانس اور بھی لطیف ہے۔

امیر خسرو نے جس انداز سے جواب دیا ہے اُس کا لطف بیان سے باہر ہے

marfat.com

پہلا شعر خسرو کا مولنا کے دوسرے شعر کا لاجواب جواب ہے۔ وہاں حلقہ حلق شیر کو بہرام کا تیر نشانہ بنا کر اڑاتا تھا اور یہاں گورخروں کی پشت خط کو جو بعینہ حلقہ حلق شیر کی طرح ایک قدرتی سیاہ سیلی ہوتی ہے اس کا تیر امتحان کے وقت مٹاتا ہے وہاں راست اندازی سے وقت موشگافی کی جاتی ہے یہاں شانہ آہو کے بال کو چیرا جاتا ہے۔ غرض یہ کہ دونوں کا بیان لاجواب ہے۔

صفتِ اسپِ بہرام

خسرو	نظامی
گرچہ بودش چو برق کوہ گزار	اشقرے باد پائے بودش چست
صد طویلہ بہ سر طویلہ ہزار	بہ تگ آسودہ و بگام درست
لیک بود اشقرے گزیدۂ شاہ	پر برآورد پائے زاندامش
چہرہ تر ز ابلق سپید و سیاہ	دست ہر کس شکستہ از گامش
باد پائے کہ چوں بگام شدی	رہ نوردے کہ چوں نوشتے راہ
تگ زدن بر صبا حرام شدی	گوئے بردے ز چرخ و مہر و ز ماہ
ور بآہنگ تگ بروں جستے	اشقرے گو سم چو زیں کردی
وہم را دست و پائے بربستے	گو ربر گردش آفریں کردی

مولنا نظامی نے گھوڑے کی تیز روی و تیز دوی کو نہایت لطف سے بیان کیا ہے فرماتے ہیں کہ وہ گھوڑا ایسا سریع السیر تھا کہ اُس کے پاؤں کو پاؤں نہ کہنا چاہیئے بلکہ وہ پر تھے

marfat.com

کہ اُس کے جسم سے نکلے تھے۔ کسی کا ہاتھ اُس کے قدم تک نہیں پہنچ سکتا تھا گورِ صحرائی جن کی تیزی ضرب المثل ہے وہ بھی اُس گھوڑے کی گرد پر آفریں خواں تھے۔ اظہارِ سرعت کے لیے جس قدر مبالغہ کیا جا سکتا تھا انھیں چند اشعار میں ادا کر دیا گیا۔ اس پر دست و پا کا تقابل چرخ و مہر و ماہ کا تناسب، آسمان و مہر و ماہ کے مقابل لفظ گو کا لانا نظم کا زیور ہے۔

خسرو علیہ الرحمۃ کے یہاں بھی وہی اشقر ہے اور وہی اُس کی تیز روی مگر بندشیں جُدا ترکیبیں نئی خیالات نرالے مضامین انوکھے۔ خصوصیت کے ساتھ یہ صفت آپ کے ساتھ مخصوص ہے کہ یہ ہرگز امتیاز نہیں کیا جا سکتا کہ کسی کتاب کے مقابلہ میں آپ کوئی دوسری کتاب لکھ رہے ہیں یہاں وہ اشقر سریع السیر ابلق لیل و نہار سے زیادہ تیز ہے صبا اُس کے سامنے قدم نہیں اُٹھا سکتی دوڑ کے وقت وہم تک کے بھی ہاتھ پاؤں باندھ دیتا ہی پر ہونے پر مُرغ تیز کا کام کرتا ہے اس کے علاوہ اشقر و ابلق کا تقابل اور باقی الفاظ کا تناسب قابل تعریف ہے۔

زندہ گرفتاریِ گور

خسرو	نظامی
بعد ازاں چوں بروں شدی بشکار	چوں کمندِ شکار بگرفتے
کم رسیدی رمندہ را آزار	گور زندہ ہزار بگرفتے
در کمندش بحکم بربستے	نام خود داغ کردہ بر رانش
باز گشتے و شاد بہ نشستے	دادہ سرہنگیِ بیابانش

marfat.com

خسرو	نظامی
گرم بر رانش داغ فرمودے	چوں کہ داغِ ملک براں دیدے
خطِ آزادیش ہماں بودے	گرد آزار او نگر دیدے
چرخ زاں گورگیریِ بہرام	بندۂ راز بند بکشادے
گورخانہ زمانہ کردش نام	بوسہ بر داغ گاہ او دادے
تا دریں کہنہ گورخانہ پست	در چنیں گورخانہ مورے نیست
گورخاں ہم زداغ گور نہ رست	کہ برو داغ دست زورے نیست

مولنا کا مقصود یہ ہے کہ آخر میں بہرام گورخروں کو زندہ گرفتار کرتا اور اُن کی ران پر اپنے نام کا داغ ڈال کر چھوڑ دیتا۔ دوسرے شکاری جب شاہی مہر اُس پر دیکھتے تو اُس کا ادب کرتے اور کسی طرح کی تکلیف اُسے نہ پہنچاتے۔ آخر شعر میں ایک عبرتناک نتیجہ ظاہر فرمایا ہے کہ عالمِ فنا میں ایک چیونٹی بھی نہ ملے گی کہ وہ کسی زبردست کی داغ دار نہو۔

اب دیکھنا یہ ہی کہ اسی مضمون کو سادگی کے ساتھ مقابلہ کی حالت میں امیر خسرو کس خوبی سے ادا کرتے ہیں خسرو کے اشعار پڑھو اُسی مضمون کی سادگی وصفائی کے ساتھ ایسی خوبی سے تکرار ہی کہ باہم مقدم و موخر کا فرق غیر ممکن ہے لیکن نتیجہ جو خسرو نے بیان کیا ہی وہ اُس نتیجہ سے زیادہ عبرتناک ہی یعنی اس دُنیا کے پرانے گورخانے میں خود زمانہ کا گورخان بھی داغ گور سے نہ بچا اور آخر کار وہ بھی قبر کا غلام بنا۔

marfat.com

واقعہ نگاری

بہرام نے اپنی معشوقہ دلارام سے پوچھا ہے کہ تو فرمائش کر کہ کس طرح ہرن کو اپنے تیر سے شکار کروں نظامی علیہ الرحمۃ نے دلارام کی یہ خواہش بیان فرمائی ہے کہ ایسا تیر لگایا جائے جو گورخر کے سر کو اُس کے سُم کے ساتھ بخیہ کر دے۔ خسرو یہ بیان کرتے ہیں کہ دلارام نے کہا کہ کمال جب ہے کہ تیر آہوئے نر کو مادہ بنائے اور مادہ کو جامۂ نر۔ دونوں کے اشعار یہ ہیں۔

نظامی

گورے آمد بگو کہ چوں تازم
وز سرش تا سمش چہ اندازم
گفت باید کہ رُخ برافروزی
سرِ آں گور با سمش دوزی
شاہ چوں دید پیچ پیچی او
چارہ گر شد زبد پیچی او

خسرو

باز گو تا زنم بدانائی
ہر یکے را چنانکہ فرمائی
سیمبر ہم برخصتِ شاہی
گفت ایں خواہش ازمن خواہی
ناوک زن بر آہوئے سادہ
کہ بود مادہ نر۔ نرش مادہ
شاہ دریافت خوردہ دانی او
تاخت مرکب بہ ہم عنانی او

دونوں کے اشعار موجود ہیں اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو دونوں پلّے برابر ہیں۔ اگرچہ فرمایشِ دلارام دونوں کے یہاں غیر غیر ہے مگر صفائی و بے ساختگی میں دونوں کا

marfat.com

کلام مساوی ہے۔ ہاں آخر شعر مولٰنا نظامی کا اہلِ زبان ہونے کو بتا رہا ہی اور خسرو کا
آخر شعر اُن کے زبان داں ہونے کا مقر ہی یہ سچ ہی پر اور یہ بھی خاص اہلِ زبان کا
ب ولہجہ ہی۔ خسرو کے یہاں لفظ خوردہ دانی واقع ہوا ہے ارباب مذاق صحیح امتیاز
کر سکتے ہیں کہ اہلِ زبان و زباندان ہونے میں اسی طرح کا ایک فرق لطیف پایا جاتا ہی۔

خسرو	نظامی
بخدنگے دو شاخ آہوئے نر	خواست اول کماں گروہہ چو باد
بردہ زاں گونہ کو نداشت خبر	مہرۂ در کماں گروہہ نہاد
چو بہ بر فرق او بداں ساں اند	صید را مہرہ در فگند بگوش
کہ ازاں نر بمادہ فرق نماند	آمد از تاب مہرہ مغز بجوش
دو یک انداز را بہم پیوست	سم سوئے گوش برد صید زبوں
پس برآہو روانہ کرد بشست	تا ز گوش آرد آں غلولہ بروں۔
ہر دو در سر چناں نشاندش غرق	تیر شہ برق شد جہاں افروخت
کہ دو شاخش پدید کرد بہ فرق	گوش و سم را بہ یکدگر بردوخت
زاں دو شر طاہنر کہ در خور کرد	چوں سر و سم بدوخت شاہ زبر
گرد نر مادہ۔ مادہ را نر کرد	بسر و سم درآمد آں نخچیر

واقعہ نگاری کا کمال یہ ہے کہ اُس کے اجزا و لوازم اس طرح بیان کیے جائیں کہ
سامع کی نگاہ میں اُس کی ہو بہو تصویر کھینچ جائے مولٰنا نظامی نے دلارام کی ایک

marfat.com

انوکھی فرمائش بیان کی تھی بہرام کی قدر اندازی اسی کی مقتضی تھی کہ عجیب سے عجیب فرمائش بھی پوری کی جائے۔ انھیں امور کا لحاظ رکھتے ہوئے مولانا بہرام کے کمال کو یوں بیان فرماتے ہیں کہ بہرام نے بجائے تیر و کمان کے پہلے غلیل کو اُٹھا کر ایک غُلہ اُس گورخر کے کان میں پہنچایا جس سے اُس کا مغز جوش مارنے لگا۔ گورخر نے اپنے سم سے کان کھجلایا بہرام کا برق رفتار تیر فوراً آ پہنچا اور گورخر کے سم کو اُس کے سر سے بخیہ کر دیا۔

چند اشعار میں واقعہ کی تصویر کھینچ کر صورت حال کو اس طرح دکھا دینا کہ گویا ہم اُس کو بچشم سر دیکھ رہے ہیں مولٰنا کا حصّہ ہے۔

خسرو علیہ الرحمۃ کے یہاں بھی برابر کا جواب ہے۔ صرف فرق یہ ہے کہ وہاں گورکو شکار بنایا ہے اور یہاں ہرن کو نشانہ ٹھیرایا ہے۔ بہرام نے ایک خدنگ سے آہوئے نر کے دونوں شاخوں کو سر سے ایسا اُڑایا کہ اُس کو خبر بھی نہوئی۔ اور دوبارہ اپنے تیر دوشاخہ کو دوسری آہوئے مادہ کے سر پر ایسا جمایا کہ گویا وہ اُسی کی دو شاخیں ہیں اس طرح چشم زدن میں آہوئے مادہ نر اور نر مادہ کر کے دکھا دیا۔

تشبیہ و استعارہ مبالغہ و اغراق جو عروس سخن کے زیور ہیں ان کی چند مثالیں گزر چکیں انھیں نمونوں سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ خسرو علیہ الرحمۃ کو نظامی جیسے ملک الکلام کے ساتھ ان انواع میں پہلو بہ پہلو رہنے کا پورا استحقاق ہے۔ اور یہ محض بہتان ہے کہ خسرو صنائع لفظی کے ایسے دلدادہ ہیں کہ اس کے التزام سے لطف معنی خاک میں مل جاتا ہے۔

marfat.com

واقعہ نگاری جسے مثنوی کی جان کہا جا سکتا ہی اُس میں خسرو کا پلہ نظامی سے ہرگز کم نہیں۔ اب ایک موقع مرقعہ نگاری کا دکھایا جاتا ہی جس میں ایک شاہد ناز کا سراپا کھینچا گیا ہی۔

مولنٰا نظامی کا یہ کمال خصوصیت کے ساتھ ہر مقام پر نمایاں و بے مثل تسلیم کیا گیا ہی آپ کا خامۂ فکر ایسی تصویر بت طناز کی کھینچتا ہے جس کے مقابل مانی و بہزاد کے اصنام بھی سر بسجود ہو جاتے ہیں۔

خسرو	نظامی
خاصہ تر زاں ہمہ کنیزے بود	داشت باخود کنیزکے چوں ماہ
آفتابے بزیر چرخ کبود	چست و چابک بہم رکابیٔ شاہ
اصلش از چین و رُخ چو صورت چیں	فتنہ نامی ہزار فتنہ درو
گیسوش چوں سواد چیں مشکیں	فتنۂ شاہ و شاہ فتنہ برو
قامتے در خوشی چو عمر دراز	تازہ روئے چو نوبہار بہشت
ہوس انگیز تر ز عشق مجاز	خوش خرامے چو باد بر سرکشت
	انگبینی بروغن آلودہ
	چرب و شیریں چو صحن پالودہ

[مو]لنٰا نظامی نے اختصار کے ساتھ جو کچھ کہا ہے خوب کہا ہی بالخصوص دوسرے شعر [میں] فتنہ کا انقلاب لاجواب ہی اُس کے شیریں لب و شکر گفتار ہونے کے لئے جو تشبیہیں [د]ی گئیں سب کی سب حلاوت بخش ہیں۔

marfat.com

خسرو علیہ الرحمتہ کے اشعار پڑھو وہی کنیز یہاں بھی ہے لیکن ادائیں نرالی - غمزے نئے - کرشمے جدید - مولٰنا نے اُس کے رُخ دلفروز کو ماہ کہا ہے - خسرو نے "آفتاب بزیر چرخ کبود" فرما کر سرکار حُسن کے عجیب وغریب کرشموں کا خاکہ کھینچ دیا - پھر تیسرے شعر میں قامت کی ایک نئے انداز سے تعریف کرتے ہوئے "ہوس انگیز ترز عشق مجاز" صرف اسی ایک مصرعہ میں ایک دفتر کا دفتر لکھ دیا - انصاف شرط ہے ایک مصرعہ میں یہ جامعیت کے ساتھ جس کے قلم نے سراپا کشی کی ہو اُس کے خسرو اقلیم سخن ہونے میں کیا کلام ہوسکتا ہے -

ایک اور موقع

خسرو		نظامی	
	روئے گل رنگ داد گل را رنگ	خرمن گل ولے بقامت سرو	
	دہنش تنگ با شکر ہم تنگ	شستہ روئے ولے بخون تدرو	
	نرگسش دُور باش غمزہ خدنگ	خوبیٔ غمزہ اش سحر گہ خویش	غمزہ
	لعل در آشتی و عشوہ بجنگ	بستہ خواب ہزار عاشق بیش	
	خال او گو ہزار پردہ درید	لب لعلش چو برگ تر باشد	لب
	عالمے را بگنجدے نخزید	برگ آں گل پر از شکر باشد	
	گیسوئے پیچ پیچ از سر ناز	چشم چوں نرگسی کہ خفتہ بود	چشم
	داد در دست فتنہ رشتہ دراز	فتنہ در خواب او نہفتہ بود	

marfat.com

خسرو	نظامی
رگ نمودہ بروں ز لطف بدن	عکس روشن بزیر زلف بتاب
ہم چو رشتہ درون دُرِ عدن	چوں چو اصل بزیر پرِ عقاب
برپو نارنج نو زشاخ درخت	خالش از زلف عنبر افشاں تر
سخت رستہ ز صحبتِ دل سخت	چشمش از خال نامسلماں تر

مولنا نظامی کے پہلے شعر میں استعارہ کی لطافت اور حسن تکرار کا لطف قابل دید ہے قامت معارض کی تعریف چونکہ ایک ہی شعر میں کی گئی ہے اس لئے دوسرا شعر جہاں چہرہ کی تازگی و سرخی کو ظاہر کرتا ہے وہاں خوش رفتاری سے بھی مشعر ہے عموماً شعرا کے کلام میں شراب سے منہ دھونا چہرہ کو زیادہ گل گوں کرنے کے معنی میں آتا ہے۔ لیکن نظامی نے اُس گلِ رخسار کے رنگیں چہرے کو شراب سے نہیں دھویا ہے بلکہ خونِ تدروے دھوتے ہیں جس میں لطیف اشارہ اس طرف ہے کہ تدر جس کی خوش رفتاری ضرب المثل ہے اُس کے خرام ناز نے اُس کا خون کر دیا تھا۔ اسی طرح تیسرے شعر میں لب لعل کو برگ گل اور شکر کہنا موصوف واحد کے لیے صفات متعددہ ثابت کرنے کی ایک عمدہ مثال ہے۔

پانچویں شعر میں عکس رخسار اور گیسوئے تاب دار کے لئے جو تشبیہ مولنا نے بیان کی ہے غالباً اُس کے موجد خود مولنا ہیں کسی دوسرے اہلِ زبان کے کلام میں یہ نادر تشبیہ دیکھی نہیں گئی۔

marfat.com

زلف عنبر بو جو اُس کے گلابی چہرے پر بار بار جھوم جھوم کر آجاتی ہے اُس نظارے کو یوں تشبیہ سے سمجھاتے ہیں "چوں حواصل بزیرِ پرِ عقاب" حواصل ایک بحری پرند ہے سفید و چمکدار عقاب سیاہ شکاری پرند ہے۔ اب مصرعہ پڑھئے اور اقلیم سخن پر مولانا کی پر جلال آزادانہ سلطنت کی ہزاروں داد دیجئے۔

اب خسرو کے اشعار پڑھو دوسرا شعر اُن کی جدّت پسند طبیعت اور قادرالکلامی کا پورا ثبوت دے رہا ہے ایک ہی شعر میں مضامین گوناگوں بیان کرنا خصوصیات خسرو ہے۔ چشم مخمور و نیم باز کو دورباش قرار دیتے ہوئے غمزہ کو دل و جگر کے شکار میں مصروف رکھنا لب لعلین کو صلح جو و آشتی پسند کہتے ہوئے عشوۂ فتنہ انگیز کا جنگ و جدال سے باز نہ آنا کس خوش اسلوب و جدت طرازی سے بیان ہوا ہے خال و گیسو کے اشعار پڑھو چار مصرعوں میں کس قدر محاورات جمع کردئے گئے ہیں اُس پر خال و کنجد گیسو و پیچ و پیچ اور فتنہ و رشتہ کی درازی میں تناسب لفظی و معنوی کس قدر قابل تعریف ہے۔ اگر ناظرین غور کریں گے تو خسرو کے اکثر اشعار میں تشبیہیں نہ صرف لطیف و نادر اُنھیں ملیں گے بلکہ اکثر کو جدّت و ایجاد خسروی کا نمونہ پائیں گے خاص کر پچھلا شعر۔ اُس کی جس قدر بھی تعریف کی جائے وہ تھوڑی ہے۔ غرض سراپا لکھنے میں بھی خسرو اپنے مقابل سے کسی طرح کم نہیں ہیں۔

موضوع کتاب اور اُس کے اجزا

ابھی بیان ہو چکا ہے کہ ہفت گنبد بہرام کی ہفت اقلیم کی شاہزادیوں سے زیب و زینت

marfat.com

ہی ہر گنبد کا رنگ مختلف ہی اُس رنگ کی مناسبت سے بہرام و شاہزادی کا لباس بھی رنگین ہوتا ہی۔ بہرام شاہزادی سے کسی قصہ کی فرمایش کرتا ہے وہ بادشاہ کو دعا دیتے ہوئے ایک قصہ کہتی ہے ختم داستان پر بہرام ہم آغوش ہو کر داد عیش دیتا ہے

اس طرح ہر قصے میں پانچ چیزیں ہوتی ہیں ایک تو بہرام کا داخلہ۔ دوسرے شاہزادی کی دعا تیسرے شاہزادی کی زبان سے داستان۔ چوتھے رنگ کی بوقلمونی۔ پانچویں استراحت بہرام۔

داستانیں دونوں کتابوں میں بالکل مختلف ہیں اس لئے اُن میں مقابلہ نہیں ہو سکتا پھر یہ بھی ہے کہ واقعہ نگاری و داستان نویسی میں خسرو کی برتری ایسی نمایاں ہی جو مقابلہ سے بے نیاز ہی باوجود اختصار و ایجاز کے ہر داستان کے اجزا و لوازم اس استیعاب سے خسرو نے بیان کئے ہیں کہ اس کمال کی داد نہیں دی جا سکتی۔ اب مقابلہ میں صرف داستان کے بقیہ چار ارکان سے بعض نمونے مقابلۃً پیش کیے جاتے ہیں

رنگ سیاہ گنبد اوّل

خسرو	نظامی
رنگ مشکیں شعار عباسی ست	در سیاہی شکوہ دارد ماہ
زیور آرائے چرخ شماسی ست	چتر سلطاں ازاں کنند سیاہ
ظلمت شب کہ مشک فام بود	ہیچ رنگے بہ از سیاہی نیست
بہر آرایش تمام بود	راست ماہی چو پشت ماہی نیست

marfat.com

خسرو	نظامی
خون تر در میان نافۂ خشک	از جوانی بود سیہ موئی
تا نگرد د سیہ نباشد مشک	وز سیاہی بود جواں روئی
خط و خالے کہ دلستاں دارد	بسیاہی جہاں بصر بیند
مشک رنگ ست زیب ازاں دارد	ہر کسے بر سیاہ بہ نشیند
	گر نہ سیفور شب سیاہ شدی
	کے سزاوار مہر و ماہ شدی
	ہفت رنگے ست زیر ہفت اورنگ
	نیست بالاتر از سیاہی رنگ

فضیلت سیاہی پر جو دلائل قائم کیے ہیں اگرچہ واقعی ہیں مگر طرز بیان زیادہ چست نہیں لیکن خسرو علیہ الرحمۃ کے دلائل زیادہ دلپذیر اور طرز بیان بہت ہی چست ہے۔

گنبد چہارم رنگ سرخ

خسرو	نظامی
رنگ گلنار دل کشائے بود	سُرخی آرایشِ نوآئین ست
چوں مے لال جاں فزائے بود	گوہرِ سُرخ را بہا این ست
زیب باغ ست رنگ گلناری	چونکہ آمیزشِ رواں دارد
چوں شفق بر سپہر زنگاری	سُرخ زاں شد کہ لطف جاں دارد

marfat.com

نظامی

زر کہ گوگردِ سُرخ شد لقبش
سُرخی آمد نکوترین سببش

خسرو

ہر کہ شد بخت و دولتی یارش
رُخ بسرخی بود چو گلنارش
ہست گلنار ہمچو نار کلیم
گلِ نارست باغ ابراہیم

اس مقام پر بھی مولنا کے دلائل و طرزِ بیان سابق کی طرح سادہ اور جدت و چستی سے خالی ہیں برخلاف اس کے خسرو کے دلائل میں جدت اور طریقہ نہایت ہی چست و معنی خیز ہے اُس پر صنعت تقابل و تناسب لفظی و معنوی نے اور بھی بیان کو رنگین بنا دیا ہے صنائع لفظی کا ایسی صنعت سے لانا جس سے معنی میں رنگینی و لطافت پیدا ہو جائے خسرو کا حصہ ہے۔

گنبد ہفتم رنگ کافوری

نظامی

ہرچہ زآلودگی شود نامید
پاکیش را لقب کنند سپید
در پرستش بوقت کوشیدن
سنت آمد سپید پوشیدن

خسرو

جامہ کافور گوں بدست بساز
کہ بخیر الثیاب یافت طراز
پاک رنگ ست رنگ کافوری
تا مہارا بیاض مغفوری
چوں شود مشک آدمی کافور
موے او را خدائے خواند نور

marfat.com

خسرو

روز روشن کہ سر بسر نور ست

ہمہ نورش برنگ کافور ست

اس جگہ بھی سابق کی طرح خسرو کے دلائل میں قوت و افضلیت موجود ہے۔ سات رنگوں میں سے تین کا مقابلہ کرکے کمال خسرو کا نمونہ دکھا دیا گیا۔ ایک اول اور دوسرا وسط اور تیسرا خاتمہ کا رنگ اختیار کیا ہے۔ چونکہ ان مقامات کا بیان نہایت صاف وسلیس ہے اس لئے وجوہ افضلیت کا تفصیلی اظہار غیر ضروری سمجھکر ترک کر دیا گیا۔

خواب بہرام با معشوقانِ طنّاز

اس موقع کو کہ شاہزادی جب قصہ ختم کرتی ہے تو بہرام اُس سے ہم آغوش ہو کر سورہتا ہے دونوں حضرات نے بیان کیا ہے۔ لیکن نظامی کے یہاں عموماً بہرام کا خواب ایک معمولی خواب ہے لیکن خسرو علیہ الرحمتہ جب بہرام کو سُلاتے ہیں تو عاشق ومعشوق کے سونے کا نقشہ نگاہوں کے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔ دو تین نمونے اس کیف کے بھی مقابلتہً لکھے جاتے ہیں۔

داستان اوّل خواب با ملکہ ہندی

خسرو	نظامی
شاہ کز نازنین مشکیں موے	چونکہ بانوئے ہند با بہرام
ایں فسانہ شنید روے بروے	باز پرداخت ایں فسانہ تمام

marfat.com

نظامی

شہ براں گفتۂ آفرینش گفت
درکنارش گرفت شاہ وبخفت

خسرو

خفت درخواب گاہ حورالعیں
گل درآغوش مشک بربالیں

خسرو کے اشعار میں جو لطف وکیف ہی وہ محتاج بیان نہیں۔ موئے وروئے۔ عین وآغوش وبالیں کے تناسب کے علاوہ اُس محبوبہ ہندی کو مشکیں موے سے موصوف کرنا اورحالت خواب کو مشک بربالیں قرار دینا ایک خاص صنعت طرازی ہی۔

داستان دوم ملکہ گنبد زعفرانی

نظامی

شہ چو ایں داستاں شنید تمام
درکنارش گرفت وخفت بکام

خسرو

شاہ را چوں نگار شکرخاے
زعفراں وار شد نشاط افزاے
دربرآورد شاہ زردقباش
زعفراں سائے گشت برحلواش

خسرو علیہ الرحمۃ نے اس مقام پر بلیغ ودقیق استعارہ کے ساتھ جس طرح مضمون بیان کیا ہی اُس کا صحیح اندازہ کافی مذاق سخن چاہتا ہی۔

خواب بہرام باملکہ گنبد سُرخ

نظامی

روے بہرام ازاں گل افشانی
سُرخ شد چوں گلاب ریحانی

خسرو

ماہ گلنار چہرہ چوں بہ تمام
گفت افسانہ خفت با بہرام

نظامی

دست بر سُرخ گل کشید دراز
در کنارش گرفت و خفت بہ ناز

یہاں خسرو نے سادگی و اختصار سے کام لیا ہے اور مولنا کے اشعار میں رنگ آمیزی ہے لیکن پھر بھی دو نمونے رنگینی کے جو پہلے اشعار خسروی میں دکھائے گئے ہیں اُن کے مقابل میں یہ سُرخی پھیکی ہے۔ بہرحال من حیث المجموع خسرو کا پلہ اس مضمون میں بھی راجح ہے۔

داخلہ بہرام بہ گنبد

شام ہوتی ہے اور بہرام معشوقۂ دلنواز کے گنبد میں داخل ہوتا ہے۔ خصوصیت کے ساتھ مولنا نظامی کا یہ بیان گنبد سُرخ میں نہایت ہی بلیغ ہے۔ اس لئے صرف مقابلہ میں اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

نظامی

شب چو منجوق بر کشید بلند
طاق خورشید در کشید بلند
شاہ زاں سُرخ سیب شہد آمیز
خواست افسانۂ نشاط انگیز

خسرو

شب چو پرویں نمائے گشت سپہر
ماہ بر خویش بست زیورِ مہر
داد فرماں خدائیگان سریر
کاید آں ماہروے در تقریر
بہ فسون و فسانۂ چو نبات
مغز شہ تر کند بآب حیات

marfat.com

مولانا کے ہاں لفظ منجوق کا ایہام ایسا دقیق اور لطف انگیز ہی اور اُس کو یہاں ایسے مخفی استعارہ کے پہلو سے بیان کیا گیا ہی کہ اُس کا مذاق اہل زبان سے دریافت کیا جا سکتا ہی۔

پھر لفظ درکشید و برکشید میں ایسی فصاحت موجود ہے جو سہل ممتنع کی ایک بے مثل مثال ہی۔ مقصود یہ ہے کہ سورج غروب ہوا۔ اور آسمان پر چاند نکلا۔ اس کے لئے جو اہتمام کیا گیا اور جس آمد و بے تکلفی سے ادا کر دیا وہ مولانا کے کمال کا نمونہ ہے۔

خسرو علیہ الرحمۃ کا بھی وہی مقصد یعنی یہ ہی سورج چھپ گیا رات ہوئی اور چاند نکلا لیکن انصاف طلب یہ امر ہی کہ مقابلہ میں منہ کھولنا اور وہ بھی مولانا جیسے اہل زبان کے سامنے اور پھر بازی میں پیچھے نہ رہنا سوائے خسرو کے اور کس کو نصیب ہوا۔

پہلے شعر کا دوسرا مصرعہ اوّل مصرعہ کے ساتھ ہمکناری کا جو لطف ظاہر کر رہا ہی اُس کے علاوہ ایسے خاص لطیف استعارہ کا حامل ہے کہ اُس کی داد مولانا نظامی ہی دے سکتے ہیں۔

خسرو کا ہر ایک شعر مقابل کا جواب الجواب بلکہ لاجواب واقع ہوا ہے۔ لیکن نگاہ منصفانہ شرط ہی۔

ایک اور موقع

اگرچہ ایک مثال بھی اپنے مقام پر کافی ہوتی ہے لیکن بعض اہلِ خیال کا خیال کرتے ہوئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک اور مثال بھی پیش کر دی جائے۔

marfat.com

نظامی

چوں پری سبزۂ زمرد وار
باغ انجم فشاند برگ بہار
زاں نخرد مند سروِ سبزاو رنگ
خواست تا پُر شکر فشاند تنگ

خسرو

چوں شب تیرہ گشت گوہر سنج
در زمیں در شد آفتاب چو گنج
شاہ مست و حریف ہم سر مست
رفتہ بیروں عنانِ ہر دو ز دست
گفت فرمان دہ سر بلند
کہ شکر لب ز پستہ ریزد قند

مولانا نظامی کے یہاں اوّل شعر میں شب کا ہونا اور دوسرے شعر میں اُس نازک اندام محبوبہ سے قصہ کی فرمایش جس آب و تاب سے بیان ہوئی ہے وہ تمام الفاظ کے تناسب و تقابل سے ظاہر ہے خاص کر بہرام کو سروِ سبزا و رنگ کے ساتھ استعارہ کرتے ہوئے اُس کی زبان سے یہ کہنا "خواست تا پر شکر فشاند تنگ" کس قدر باحلاوت و شیریں تقریر ہے۔ خسرو علیہ الرحمۃ کے اشعار میں اگرچہ گنبد سبز کے تلازم کو نظر انداز کر دیا گیا ہی مگر ایک ہندی شاعر ایک ایرانی کے مقابل کہتا ہی کہ (در زمیں در شد آفتاب چو گنج) اور قند مکرر کی شکر ریزی یوں کرتا ہے (کہ شکر لب ز پستہ ریزد قند) واقعہ ہے کہ اگر ارباب سماع پر کیف ہوں تو یقیناً یہ سمجھیں گے کہ یہ طوطی ہند نہیں ہے بلکہ بلبل شیراز چہک رہا ہی۔

خسرو کے اسی زورِ قلم کا نیتجہ ہے جو اہل زبانوں نے بھی ان کے سامنے سر تسلیم

marfat.com

ختم کر دیا ورنہ اہلِ زبان کب کسی زبان داں کو خاطر میں لاتے ہیں۔

اشعار دعائیہ

ہر شاہزادی نے جو آغاز داستان سے پہلے بہرام کو دعائیں دی ہیں ایک دو نمونے اُس کے بھی ہدیۂ ناظرین ہیں۔

ملکہ گنبد ریحانی

خسرو	نظامی
لعبتِ سیم با ہزار نشاط	پری آنگہ کہ بردہ بود نماز
سو درخ را بہ پایگاہ بساط	بر سلیماں کشادہ پردۂ راز
گفت شاہا جہاں بکام تو باد	گفت کاے جانِ من بجانِ تو شاد
در جہاں ہر چہ ہست رام تو باد	ہمہ جانہا فدائے جان تو باد
ہر کہ بد بیندت چو بد بیناں	خانۂ دولت ست خرگاہت
دوزخی باد ہمچو بے دیناں	تاج و تخت آسمان درگاہت
	تاج را سر بلندی از سرِ تست
	تخت را بادشاہی از درِ تست
	گوہرت عقد مملکت را تاج
	ہمہ عالم بدر گہت محتاج

مولنا کے اشعار میں نماز بردن خاص اہلِ زبان کا محاورہ ہی جو اُن کی ہی زبان سے

marfat.com

بھلا معلوم ہوتا ہے معنی اس کے اطاعت کرنے کے ہیں۔ پری و سلیمان کا تقابل و تناسب بھی اک خاص لطف پیدا کرتا ہی باقی مضمون دعا معمولی ہے کوئی خاص بات قابل ذکر نہیں۔

اشعار خسروی کی بندش صاف اور چست ہی مگر دعا کا مضمون یہاں بھی معمولی و سادہ ہی لیکن دوسرے مصرعہ میں جو محاورہ آداب بجا لانے کے معنی میں ذکر کیا ہے وہ مولانا نظامی کے پہلے شعر کے اُس محاورہ کا جواب ہی جو اہل زبان کے ساتھ خاص ہی۔

ایک اور مثال

خسرو	نظامی
نازنیں بر زمیں نہاد جبیں	چوں ز فرماں شہ گزیر نبود
گفت کاے شہریار روے زمیں	عذر با نا ر دلپذیر نبود
بخت ہموارہ ہم عنان تو باد	گفت رومی عروس چینی راز
سر بد خواہ بر سنان تو باد	کاے خداوند روم و چین و طراز
ہو ہوادی کہ بشمری زانگشت	تا شدی زندہ دار جان ملوک
یک بیک جملہ با دت اندر مشت	عز نصرت خدا ئگان ملوک
شرم دارم کہ پیش در ّ دری	ہر کہ جز بندگیت راے کند
کہربا را کشم بجلوہ گری	سرِ خود را نثار پاے کند

marfat.com

مولٰنا کے پہلے شعر کا دوسرا مصرعہ "عذر با تار دلپذیر بود" آپ کی فصیح البیانی کا خاص نمونہ ہے طراز ترکستان کے شہروں میں ایک حُسن خیز شہر ہے جس کا ذکر اس جگہ ایک لطف پیدا کر رہا ہے۔ دُعا کا پہلو جو اختیار کیا گیا ہے اُس کی بلاغت بھی قابل تحسین ہے بظاہر کوئی فعل دعا پر دلالت نہیں کرتا ہے اور حقیقت میں سب دعا ہے۔

امیر خسرو کا تیسرا شعر ہزاروں اشعار دعائیہ کا جواب ہے۔ تمامی مرادات کے حصول کے مضمون کو شاعر قادر الکلام نے جس خوبی سے بیان کیا ہے اُس سے ظاہر ہے کہ وہ اپنے مافی الضمیر کو جس صنعت و خوبی کے ساتھ بیان کرنا چاہے بے تکلف اُسے ادا کر سکتا ہے۔

پھر آخر شعر میں دُر دُری کا باہمی صنعت تجنیس و اشتقاق کی جلوہ گری اس پر کہربا کے ساتھ تقابل قابل دید ہے دری بضم دال مہملہ بہ معنی ستارہ روشن کے ہے اضافت تشبیہی کے نسبت سے دربالضم کا مضاف الیہ بنانا کیسی پاکیزہ ترکیب اور زبان دَری کی کیسی چست بندش ہے۔

ساتوں قصّوں میں مضامین مشترکہ کا مقابلہ ضرورت سے زیادہ کر کے دکھا دیا گیا جس سے ثابت ہے کہ مولٰنا نظامی کو تقدم زمانی کا شرف خسرو علیہ الرحمۃ پر حاصل ہے۔ ورنہ خسرو کی مثنوی کسی طرح اپنا پایہ کم نہیں رکھتی ہے۔ کہیں نظامی کو ترجیح ہے اور کہیں خسرو کو ہاں کہیں کہیں بعض محاورات اہل زبان کی خصوصیت البتہ ظاہر کرتے ہیں مثنوی کا خاتمہ دونوں حضرات کے یہاں بہرام کی موت نے کر دیا ہے۔ گورخر کے

marfat.com

تعاقب میں بہرام کوئیں میں گر کر موت کا خود ہی شکار ہو جاتا ہے مولٰنا نظامی اپنی کتاب بادشاہ کے دُعائیہ اشعار پر ختم فرماتے ہیں۔

نظامی

دولتی باش ہر کجا باشی
در رکابت فلک بفرّاشی

دولتت را کہ از دیادت باد
خاتم کار با سعادت باد

ایں دعا را ز قدسیاں آمیں
میرسد ہر زمان بعلیین

خسرو علیہ الرحمۃ کی مثنوی جہاں ختم ہوئی ہے وہاں ناصحانہ اشعار لکھتے ہوئے اپنے شیخ طریقت کی طرف عجب اخلاص و ارادت سے ملتفت ہوئے ہیں۔

خسرو

خسروا پائے نیک مرداں گیر
با مسیحا نشین و پیش بمیر

بایدت خانۂ حیات درست
از خضر باید آب حیواں جست

خواہی از خاک بر سپہر خرام
خاک شو زیر پائے شیخ نظام

اس کے بعد خسرو نے اپنی کتاب کا تمام ہونا سنہ تصنیف تعداد اشعار وغیرہ بیان کئے ہیں آخر میں اپنے اُستاد علامہ شہاب کا شکریہ ادا کیا ہے۔ مولٰنا شہاب علاء الدین خلجی کے عہد میں ایسے جامع معقول و منقول فاضل جلیل الشان تھے کہ اکثر فضلا نے آپ کے تلمذ سے شرف حاصل کیا تھا۔

خسرو علیہ الرحمۃ کا معمول تھا کہ اپنی تصنیف جس طرح کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے

marfat.com

سامنے فاتحہ کی غرض سے پیش فرماتے، اُستاد علامہ کے ہاتھوں سے بھی اُسے مشرف کرتے تھے۔ یہ خصوصیت کچھ خمسہ کے ساتھ نہیں ہے۔ اعجازِ خسروی کے متعلق بھی ایسے ہی کلمات خسرو علیہ الرحمۃ نے تحریر فرمائے ہیں کہ شہاب نے تمام اغلاط کے جنون کو اپنے قلم اصلاح سے بند کر دیا ہے اب کوئی اس میں کسی طرح کی غلطی نہ پائے گا۔ واقعہ یہ ہے کہ خسرو علیہ الرحمۃ کی تصانیف عجیب گوناگوں فوائد و برکات سے مالا مال ہیں اُنھوں نے اشعار کے ضمن میں بہت سے اہم اخلاقی مسائل کی تعلیم فرما دی ہے کہیں والدہ ماجدہ سے جو ملے ہیں اُسے نظم کیا ہے تاکہ لوگ شفقتِ مادری کو جانیں اور ماں کا حق اپنی سعادت سے ادا کریں کہیں بھائی کا مرثیہ لکھ کر اخوت کے حقوق بتائے ہیں کہیں اُستاد کی تعلیم کا شکریہ ادا کیا ہے۔ چنانچہ اس مثنوی میں حق تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اپنے اُستاد کے فضل و کمال کا ایک بلیغ خطبہ پڑھتے ہیں۔ اُس کے بعد فرماتے ہیں ؎

نورِ دل چوں بعالم افگندہ　　سایہ بر کارِ من ہم افگندہ
من بدو عرضہ کردہ نامۂ خویش　　او باصلاح راند خامۂ خویش
چوں ہمہ عیب دید دشمن وار　　شستہ چوں دوستاں آئینہ وار
ہرچہ او گفت می نہادم گوش　　برکشیدم مگس ز شربتِ نوش
وانچہ بنمود من نجستم پے　　عیب آں بر من ست نے بر وے
انچہ او دید بر نہایت دید　　خس و خارے ز گلشنے برچید

marfat.com

یارب او چوں بہ پنج نامۂ من — بر و بیروں خطائے نامۂ من

نامۂ او کہ حرز جانش باد — در قیامت خطِ امانش باد

امیر خسرو علیہ الرحمۃ کے کلام کا مقابلہ امام مثنوی گویان مولانا نظامی کے ساتھ جب دکھا دیا گیا تو اب کسی اور کے کلام سے مقابلہ کرنا ایک عبث فعل ہوگا۔

اس لئے کہ خسرو کے بعد اگر کسی نے مثنوی کا حق ادا کیا ہے تو وہ صرف جامی علیہ الرحمہ ہیں لیکن انھوں نے اس داستان کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔ اس بحر میں آپ کی مثنوی سلسلۃ الذہب ہے لیکن وہ خالص صوفیانہ رنگ میں ہے۔ حمد و نعت بھی اُس مثنوی میں مولانا نے گہرے صوفیانہ رنگ میں لکھی ہے۔ بعضوں نے ہموزن کو ہم رنگ سمجھ لیا اس لئے وہ لکھ گئے کہ سلسلۃ الذہب ہفت پیکر و حدیقہ کے ہم رنگ ہے۔ خیر اس طرح کی غلطی مقلدین سے نقل کرنے میں ہو ہی جاتی ہے۔

یہاں یہ مقصود ہے کہ خسرو کے کلام کا مقابلہ ان کے مابعد کے شعراء سے کرنا ایک فضول امر ہے بدیں وجہ ہاتفی کی ہفت اورنگ سے مقابلہ نہیں کیا گیا لیکن بہ نظر مقابلہ خواجو کرمانی اور ہاتفی دونوں کی مثنویاں مطالعہ کی گئی تھیں اس لئے محض چند اشعار دونوں کے حمد و نعت سے نقل کرتا ہوں تا ناظرین کرام اسی سے ایک سرسری اندازہ کر سکیں گے۔

ہفت منظر ہاتفی

حمد

سایۂ آفتاب نہ خورشید — آفتاب تو سایۂ جاوید

marfat.com

مسجد و دیر را تو کردی ساز ‏ ‏ ‏ ‏ در ایمان و کفر کردی باز
دیری و مسجدی ترا جویند ‏ ‏ ‏ ‏ گرچہ ہر یک درِ دگر کوبند
جملہ موجود را توئی معبود ‏ ‏ ‏ ‏ ہستی و بودہ و خواہی بود
پشہ را دہی ز مطبخ جود ‏ ‏ ‏ ‏ طعمہ از مغز کلۂ نمرود
از پئے دیدن سیاہ و سفید ‏ ‏ ‏ ‏ نے چراغت بکار و نے خورشید
دیدنِ تو چو دیدنِ ما نیست ‏ ‏ ‏ ‏ وال شنیدن شنیدنِ ما نیست
تاج شاہان و خسروانی کوس ‏ ‏ ‏ ‏ ہست بر درگہت چو تاج خروس

مناجات

روز محشر کہ سر زنم از خاک ‏ ‏ ‏ ‏ سینہ صد پارہ و گریباں چاک
پشت آیم ز جرم فرسودہ ‏ ‏ ‏ ‏ پائے تا سر گناہ آلودہ
نکنی کردہ مرا منظور ‏ ‏ ‏ ‏ رحمتِ خویش آوری بظہور
دانم ایں را کہ جملہ بد کردم ‏ ‏ ‏ ‏ بد من سر نوشت خود کردم
در ازل ہرچہ کردہ ام تقصیر ‏ ‏ ‏ ‏ بنو دغیر کردنش تدبیر
رحمت از ہاتفی دریغ مدار ‏ ‏ ‏ ‏ ز فنایش بزیر میغ مدار
نیز طبعش کنی ز جملہ غنی ‏ ‏ ‏ ‏ در ثنائے محمدِ مدنی

نعت و معراج

اے بلند از تو پایۂ معراج ‏ ‏ ‏ ‏ انبیا را ہم اولیا را تاج

marfat.com

قرشی تخت و ہاشمی افسر | ابطحی رائے ویثربی مہتر
شہِ بطحا محمدِ عربی | نے شراز تو شرار بولہبی
ماہ مشرق طلوع عالمگیر | نور گیر از تو آفتاب منیر
نہ نشستہ کسے بہ بالا دست | زیر دست تو بود ہر کہ نشست
خضر آبِ رواں ز جوئے تو یافت | سوئے آں چشمہ رہ بسوئے تو یافت
رفت عیسیٰ اگر بچرخ کبود | بودی از وے ہزار پایہ فزود
اے خوش آں شب کزاں ہلال صبا | سوئے اقصا نہادر خشت پائے
ہر دو طورِ تجلی ذاتی | بہر ماہِ رخ تو مرآتی
آں شنیدی ہزار گونہ کلام | نہ زباں بود در میان نہ کام
سخنانش نداشت پیش و پسے | ہمہ بودند جمع ہم نفسے
خواہش دل زحد برونت داد | انچہ می خواستی فزونت داد
شد یقینت کہ خانہ بے غیر ست | مژدہ دادت کہ عاقبت خیر ست
سفرت بود طرفۃ العینی | آں شد آمد نداشت مابینی
کس و بیکس گناہگارے چند | بامیدِ شفاعتِ خرسند
گر شفاعت گری بجا آری | نیست اندیشہ از گنہگاری

خواجو کرمانی

حمد

بسم من لا الٰہ الا ہو | صنع لفظی وزین معناہ

marfat.com

قادرے کو منزہ است از عیب　　صانعے کو مقدس ست از ریب

رزمہ پرداز کارگاہ وجود　　نقش بندِ نگار خانۂ جود

آنکہ ہم اول ست و ہم آخر　　وانکہ ہم باطن ست و ہم ظاہر

روح در کیش اوست قربانی　　کفر در دین او مسلمانی

عقل قاصر ز کنہ آلایش　　وہم عاجز ز حصر نعمایش

خلعت جاں بہ انس و جاں دادہ　　وآب حیواں بخضر جاں دادہ

حسن ذاتش نگر بچشم صفات　　در صفاتش ببیں تجلی ذات

آنکہ روزی بمور و مار دہد　　روشنائی بہ نور و نار دہد

برقع از صورتِ سخن بگشاد　　شمع معنی بدست خواجو داد

اے ز دل کردہ شمع منظر گل　　وے ز گل کردہ برج اختر دل

بدر لالہ کہ ہست قاصد شام　　در رہت بندۂ منیرت نام

مہدی مہد خاک یعنی روح　　یافتہ از تو زندگانی روح

اے ز عشقِ تو عقل شیدائی　　ہمہ پنہانیت ز پیدائی

ابتدائے ترا نہایت نیست　　وانتہائے ترا بدایت نیست

من دل مردہ را حیاتی بخش　　وز غمِ نیستی نجاتی بخش

بے نوایم مرا نوائے ساز　　دردمندم مرا دوائے ساز

شربت از مشرب یقینم دہ　　میوہ از بوستان دینم دہ

marfat.com

درِ توحید بر دلم بکشائے — رہِ ایوان وحدتم بہ نمائے
خانۂ غفلتم زبر برکش — دامنِ عصمتم بسر درکش
عالمِ ہستیم بباد مدہ — خرمنِ ہستیم بباد مدہ
مُرغِ طبع مرا بگلشن راز — بلبلِ پردہ سازِ معنی ساز
ظلمتِ ظلم از رواں بفزائے — وآبِ حیوانم از زباں بکشائے
ملکِ معنی مسخرم گرداں — حلم و حکمت میسرم گرداں
دلِ خوا جو ز شمعِ دل بفروز — چشمِ تجریدش از جہاں بردوز

نعت

اے رُخِ ماہِ مطلعِ لولاک — وے بقد سروِ گلشنِ افلاک
سیدِ انبیا پناہِ رسل — مقصدِ کن فکاں امامِ رسل
بنیِ ہاشمی رسول خدائے — مُرغِ دستاں سرائے ہردوسرائے
حجۃ حق خلاصۂ کونین — رحمتِ خلق و ہادیِ ثقلین
شمعِ بطحیٰ چراغِ بیت حرم — صدر و بدرِ جہاں جہانِ کرم
راہ بنمائے الذی اسریٰ — مجلس آرائے قصر ما اوحیٰ
مروہ را زینت وصفا از تست — رونقِ ملکِ اصطفا از تست
تو کماں دار قابِ قوسینی — عرش را زیب و فرش را زینی
بوالبشر خوشہ چینِ خرمنِ تو — روضۂ خرم بہ بوئے مسکنِ تو

marfat.com

شرفِ بام کبریائت مہر　　کاسہ ریز مطبخ تو سپہر
تو مہ و مطلع تو اوج فلک　　توشہ و لشکر تو فوج ملک
خادمِ خوان دعوتِ تو خلیل　　مرغ باغ نبوتت جبریل
کشتۂ تیغ غمزۂ تو ذبیح　　وز دمت روح پروریدہ مسیح
آستانِ تو سجدہ گاہ فلک　　و آستیں تو بوسہ جائے ملک
سدرہ رامنتہا تو دیدن و بس　　گل باغِ دنا تو چیدن و بس
گر یتیمی چہ غم کہ از تعظیم　　بیش باشد بہائے درّ یتیم
دمبدم چشم ما کہ رفت برود　　می فرستد بروضۂ تو درود
رفتم از دست عذر من بپذیر　　سر برآور ز خاک و دستم گیر
در حریمِ شفاعتم بنشاں　　و آستیں بر بضاعتم مفشاں
کار خواجو چنیں خراب مہل　　زورقش در میان آب مہل
بگشایش درِ سرائے اماں　　برسانش بمنتہائے رساں

خواجو کرمانی کی یہ مثنوی اخلاقی و صوفیانہ ہے چھوٹے چھوٹے اخلاقی مضامین پند و موعظت کے اس میں لکھے ہیں۔

حمد و نعت میں جو اشعار کہ ہم معنی و مضمون واقع ہوئے ہیں اُنھیں اگر خسرو سے ملا کر دیکھا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ تمام مثنوی نگار خسرو سے بمراحل دور ہیں۔

marfat.com

تائید تنقید از بہارستان جامی

بہارستان جامی میں سخن سنج جام نے امیر خسرو علیہ الرحمہ کی قادر الکلامی کی جو داد دی ہے وہ فقیر کے دعوی پر ایک روشن برہان ہے۔ فرماتے ہیں۔

"امیر خسرو علیہ الرحمہ در شعر تنشی است قصیدہ و غزل و مثنوی ورزیدہ و ہمہ بکمال رسانید۔ تتبع خاقانی می کند ہرچند در قصیدہ بہ وے نہ رسیدہ اما غزل از وے گذرانیدہ و غزل ہائے بواسطہ معنی آشنا کہ ارباب عشق و محبت بحسب ذوق و وجداں خود را در می یابند مقبول ہمہ کس افتادہ است خمسہ نظامی بہ از وے کسے در جواب نگفتہ و ورائے آں مثنویہا دیگر دارد ہمہ مطبوع و مصنوع۔"

اب بعد اس کے کہ ایسی زبردست شہادتیں کمال خسروی کے متعلق پیش کی جا چکیں، اصناف سخن کا بھی ایک نمونہ پیش کر دیا گیا خصوصیت کے ساتھ صنف مثنوی میں مولانا نظامی کے کلام سے مقابلہ بھی کر کے دکھا دیا گیا ان مراحل کے بعد شاید اس دعوی کی تصدیق میں کہ خسرو کا وجود نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام عالم اسلام میں ایک جوہر فرد ہے کوئی شک و شبہ نہیں رہ جاتا۔ اب رہی یہ بحث کہ اس طرح کی جامعیت اور کمالات گوناگوں کے کیا وجوہ ہوئے اس کے لئے صرف حضرت سعدی کا مشہور فیصلہ کفایت کرتا ہے ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

کمال خسروی کے متعلق روایات عجیبہ کی وجہ

ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام سے پیشتر دنیا اس خبط میں مبتلا ہے کہ جہاں کسی فرد بشر میں کوئی قوت عامۂ ناس سے زیادہ ہوئی بس اوسے خدا یا خدا کا بیٹا قرار دیا گیا

marfat.com

چنانچہ حکمائے یونان میں سے فلاطون وغیرہ اسی لقب کے مستحق سمجھے گئے۔ آج یورپ باوجود اس کے کہ علم و فن میں اپنے کو انتہا مرتبۂ کمال پر سمجھتا ہے لیکن کیا مجال کہ اوس قدیم خبط سے ہوش میں آسکے وہی رٹ لگی جاتی ہے کہ عیسی خدا ہے خدا کا بیٹا ہے۔

لیکن تعلیمات اسلامیہ نے جبکہ دنیا کے عقول صحیح کر دیے تھے تو کسی کو یہ جرأت تو نہو سکی کہ کسی صاحب کمال کو اس لقب سے یاد کر سکے لیکن پھر بھی جب کسی کے لئے غیر معمولی کوئی وصف ثابت کیا جاتا تو اوس کے لئے غیر معمولی وجوہ بھی تراشے جاتے۔

اگر خسرو علیہ الرحمہ جیسا شخص اسلام سے قبل دنیا میں آیا ہوتا تو اُس کے محیر العقول کمالات بھی ملک و قوم سے اوسی لقب کی سفارش کرتے جو ایسی باکمالوں کو ملک و اہل ملک کی جانب سے ملا کرتا تھا۔

واقعہ یہ ہے کہ کسب و اکتساب تعلیم و تعلّم سے جہاں تک طبیعت میں ملکہ اور قوائے دماغی کی تربیت علی العموم ہو سکتی ہے اوس مقدار خاص سے اگر کسی کی طبیعت میں ملکہ یا دماغی قوت میں نشوو نما زیادہ پایا گیا تو پھر اوس کے بیان وجوہ میں عجیب غریب رنگ آمیزی کی جاتی۔

خواجہ حافظ شیرازی اور مولنا نظامی کے متعلق جو روایات کہ عوام میں مشہور ہیں وہ اثبات دعوی کے لئے کافی ہیں۔

marfat.com

اس میں کوئی کلام نہیں کہ اکتساب کمال کے لئے جہاں صحیح استعداد طلب کامل محو و انہماک شرائط و لوازم ہیں وہاں نفوس قدسیہ اور ارواح زاکیہ کی توجہ و دعا بھی ایک اثر خاص رکھتی ہے۔

خواجہ حافظ و مولنٰنا نظامی وغیرہ چونکہ زمرۂ صوفیہ میں ہیں اس لئے ان حضرات نے اپنے عہد کے شیوخ سے ضرور استفادہ و استفاضہ دعاے مقبول کا فرمایا۔ یہ اونھیں بابرکت دعاؤں کا اثر ہے کہ ان حضرات کے قلم نے معارف و حقائق کے ایسے مینہ برسائے کہ آج تک رہروان معرفت اُن سے سیراب ہو رہے ہیں۔

عوام نے اونہیں برکات و فیوض کو اپنے الفاظ میں اس طرح شہرت دی جس سے رفتہ رفتہ واقعہ طلسمی افسانہ بن گیا۔ اور اصل حقیقت مخفی ہو گئی یہ نتیجہ اوسی استعجاب کا ہے جو حافظ و نظامی کے شاعرانہ کمال نے عوام میں پیدا کر دیا تھا اس طرح کی روایات سے گو واقعہ کی صورت مٹ جاتی ہے لیکن یہ ضرور معلوم ہو جاتا ہے کہ اوس کا کمال غیر معمولی تسلیم کیا گیا۔

ایسی صورت میں پھر اس کی کوئی وجہ نہ تھی کہ خسرو علیہ الرحمہ جیسے جامع کمالات کے متعلق اس طرح کی روایتیں مشہور نہ کی جاتیں عوام میں کیا کیا مشہور رہے اوسے ہم عوام ہی کے حوالہ کرتے ہیں ہاں جو واقعہ نفس الامر ہے اس مقام پر ہدیۂ ناظرین ہے۔

امیر سیف الدین جو خسرو علیہ الرحمہ کے والد ماجد ہیں اونہیں قصبہ پٹیالی عرف مومن پور یا مومن آباد ضلع ایٹہ میں جاگیر عطا ہوئی تھی۔ وہاں ایک ولی کامل مجذوب

marfat.com

حال رہا کرتے تھے خسرو علیہ الرحمہ کے والدین اون کے معتقد و خدمت گذار تھے جب خسرو علیہ الرحمہ پیدا ہوے تو آپ کے والد ایک خرقہ میں لپیٹ کر اس مولود مسعود کو اوس صاحب ترک و تجرید کے پاس لے گئے وہ واقف اسرار دیکھتے ہی یہ الفاظ زبان پر لایا "آوردی کسے راکہ از خاقانی دو قدم پیش خواہد برد"

یہ روایت تقریباً ہر اوس کتاب میں موجود ہے جس میں خسرو علیہ الرحمہ کا تذکرہ ہے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اخبار الاخیار میں مجذوب کے اس جملے کو نقل فرماکر اس کا مطلب یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ "قصد آں مجذوب از دو قدم مثنوی و غزل باشد" یعنی خاقانی صرف قصائد میں اوستاد تھا اور اس کا کمال علاوہ قصائد کے مثنوی اور غزل میں بھی ہوگا۔

اس روایت کی نقل سے مدعا یہ ہے کہ ایک صاحب حال واقف اسرار آگاہ حقیقت ولی کامل کے منہ سے ایسے بابرکت مژدہ کا نکلنا ایک ایسی دعاے مستجاب تھی جس کے حاصل کرنے کے لئے خسرو ہی جیسا بلند طالع مولود ہو سکتا ہے۔

دوسری یہ روایت ہے کہ جب خسرو علیہ الرحمہ تعلیم سے فارغ ہوئے اور آپ کی شاعری کا عہد شباب شروع ہوا تو اوس وقت آپ کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ اگر حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوتی تو اُن سے لعاب دہن کی التماس کرتا تاکہ اوس کی برکت سے کلام میں حلاوت و شیرینی پیدا ہوتی۔

اعجاز سخن اور شیخ طریقت کا فیض

چنانچہ ایک روز جب کہ دولت زیارت حضرت خضر کی نصیب ہوئی تو اُن سے اپنی دلی تمنا کا اظہار نیازمندانہ کیا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ "ایں بجہ شیر از برد" یعنی شیرینی سخن کی دولت

marfat.com

شیخ سعدی شیرازی کو نصیب ہو چکی۔ اس مایوس کن جواب سے خسرو علیہ الرحمۃ شکستہ خاطر ہوئے اور شیخ طریقت حضرت سیدنا نظام الدین محمد سلطان الاولیا قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں صورت واقعہ دردانگیز لہجہ میں عرض کی شیخ رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ شکستہ خاطر ہونیکی کیا بات ہے حلاوت سخن میں عطا کئے دیتا ہوں چنانچہ آپ نے چند پارے مصری کے خسرو کی سر سے نچھاور فرمائے اور ایک ٹکڑا آپ کے منہ میں بھی ڈالدیا۔

بعض یہ کہتے ہیں کہ خسرو علیہ الرحمۃ جب حضرت شاہ بو علی قلندر پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اوس وقت اون سے لعاب دہن کی التماس کی ہی شاہ بو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ شیرینی تو سعدی کے حصّہ کی ہو چکی نمکینی باقی ہے یہ فرمایا اور ایک کنکری نمک کی اپنے منہ میں ڈالکر پھر اوسے خسرو کے منہ میں ڈالدیا۔

جب شاہ بو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت سے خسرو واپس تشریف لائے تو اسوقت اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ عرض کیا اور شیرینی سخن کے طالب ہوئے اُسوقت حضرت نظام المشایخ نے مصری کھلائی اور حلاوت سخن عطا فرمائی۔

صاحب سیر الاولیا مولٰنا سید محمد کرمانی المعروف بامیر خرد جو امیر خسرو علیہ الرحمۃ کے معاصر ہیں اور شیخ المشایخ حضرت سلطان الاولیا کے مرید و خلیفہ بھی ہیں سیر الاولیا میں تحریر فرماتے ہیں کہ "روزے در مدح سلطان المشایخ پیش سلطان المشایخ شعرے گذرانید فرمان شد کہ چہ میخواہی چون ہوس سخن در نظم داشت شیرینی سخن خواست فرمان شد کہ آں طاس شکر کہ زیر کھٹ ست بیار و سر خود نثار کن و قدرے ازاں بخور امیر خسرو ہم چناں کرد لاجرم شیرینی سخن او شرق و غرب عالم گرفت"۔ سیر الاولیا کی روایت اختلاف اصل حقیقت میں سب سے زیادہ

marfat.com

قابل وثوق ہے۔ اگرچہ بہت ممکن ہے کہ عطاے شیرینی کی دولت چند بار نصیب ہوئی ہو اور جس کو جو روایت پہونچی اوس نے اوسی کو نقل کیا۔

لیکن خود امیر خسرو علیہ الرحمہ مثنوی نہ سپہر میں ایک اشارہ کرتے ہیں جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ جامعیت اور زور کلام خود شیخ طریقت حضرت نظام المشائخ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی بذل و نوال کا صدقہ ہے فرماتے ہیں۔

کزاں گونہ آب دہاں یافتم | من از وے لعاب دہاں یافتم
نظم در آب حیات افگنم | دو قطرہ ازاں در دوات افگنم

اسمیں کوئی شک نہیں کہ خسرو علیہ الرحمہ نے جہاں اور برکات مخصوصہ اپنے شیخ سے حاصل کیں وہاں حلاوت سخن بھی شیخ کی دعاء مقبول کی بدولت حاصل کی۔ رہی یہ بحث کہ خاصان خدا کی دعا یا لعاب دہن میں یہ قوت و تاثیر ممکن بھی ہے یا نہیں اس مقام پر ایک امر زاید ہے اور موضوع سے بہت دور جا تا ہی جس سعید ازلی کو نفوس قدسیہ کی مقدس و مقبول دعائیں نصیب ہوئی ہیں وہی خوب جانتا ہے کہ "رب اغبر اشعث لو اقسم باللہ لابرہ" جو ایک زبردست بشارت صادق و مصدوق ہے وہ کیا کچھ قوت و تاثیر رکھتی ہے اور جو شخص اس نعمت عظمیٰ سے محروم ہے وہ اگر انکار کرتا ہی تو اوس کی محرومی اوس کی عذر خواہ ہی ع

ہر کہ ایں کار ندانست در انکار بماند

واللہ یھدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم و اٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ نبیہ الکریم و علیٰ اٰلہ و اصحابہ اجمعین۔

حررہ بعبد قلمہ
فقیر محمد سلیمان اشرف عفی عنہ
بہار شریف۔ محلہ میرداد۔ ضلع پٹنہ

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے کشایندۂ خزانۂ[1] جود — نقش پیوند کارگاہِ وجود
کوکب آرائے آسمانِ بلند — ہم زمیں ساز و ہم فلک پیوند
بودنی را ہمیشہ بود از تو — بود نابود را وجود از تو
آفرینش رقم[2] کشیدۂ تست — ہر چہ جز تست آفریدۂ تست
در نیائی[2] بفکر عالمیاں — در نگنجی بو ہم آدمیاں
آدمی کیست خاک بے سروپائے — کو[3] بداند خدائے را چو خدائے
سخن آنجا کہ از خدادانی ست — لافِ دانش دلیل نادانی ست
آنکہ خود را شناخت نتواند — آفرینندہ را کجا داند
آنکہ در کارِ خویش گم باشد — دمِ عیب از دوئے اشتلم[4] باشد

(۱) حدم = خزائن (۲) سنم = بفہم (۳) رم = کہ [4] لفظ ترکی ست بمعنی ستم و ظلم را از حد گذرانیدن ۱۲

marfat.com

مور کافتد میانِ دریا بار   که رسد از شنا وری بکنار

عقل گو صد هزار رنگ آمیخت   از خجالت بپای پس بگریخت

هرچه اندر جهان نداند کس   همه دانند کان تو دانی وبس

کردنی هرچه در جهان شاید   آنچنانش کنی که می باید

حرف انگشت چون زدست مشت   کس بحرف تو چون نهد انگشت

ساختی از قضا جریده راز   بستی از حرف کاف و نونش طراز

لای توحید اژدهاست بپای   که خدایان خورد بغیرِ خدای

اندر آں لای معرفت پیشه   لام الف گشت پای اندیشه

همه هستی ز ملک تا ملکوت   یک رقم زاں جریدهٔ جبروت

هستِ بے نیست آشکار و نهفت   هم تو نی جز ترا نشاید گفت

تو بُدی و نبود ایں همه چیز   هم تو مانی و کس نماند نیز

که کسے چوں تو پایدار شود   بنده که آفریدگار شود

هرچه نتواں ز پادشاهی کرد   کردی و میکنی و خواهی کرد

تو توانی که بخشی از شاهی   هرچه خواهی و هرکرا خواهی

ے دریاے بزرگ ۱۲ مـ جب = گرتے وجودیکه در آن عدم راه نیابد و هم آشکار و هم پنهاں باشد آن وجود پاک تست هم

درین معنی مولسنا عبدالعلیم آسی غازی پوری قدس سرهٗ شعرے فرمودہ و گفته: بے حجابی یه که ہر ذرہ میں جلوه:

آنکا ۔ ٭ انس یه گھونگھٹ یه که صورت آج تک نادیده ہے ۱۲ ر ۱۲ ر = آں

marfat.com

کارسازی وکارسازت نه — هیچکس کاردانِ رازت نه
گر بجان زندگی ست حیوان را — زندگانی تو میدهی جان را
جان که او را بها نداند کس — رایگانش[1] دهی بمور و مگس
تونگاری زخاک صورتِ پاک — تو توانیش باز کردن خاک
خاک را آدمی توانی کرد — آدمی نیز خاک[2] دانی کرد
گل[3] برآری زگل بجلوه گری — هم برآری دهم فسرده بری
سنبل آری زخاکِ صحرائی — هم بیاری وهم بیارائی
گوهر اندر صدف به بندگنی — پس برآری وارجمند کنی
شب فرستی و شب فروزی هم — روز دادی[4] فراخ روزی هم
دهی از لطف هر کرا خواهی — چشمه را آب وآب را ماهی
پشّه را میهمانی جود — طعمه بخشی زکاسه نمرود
عاجزی را چو دل بزور کنی — شیر شرزه زبون مور کنی
از تو خاکی خوش آتشی ناچیز — بولهب[5] خوار وبوتراب[6] عزیز
هر کرا شکر گوی خویش کنی — نعمتش را بشکر بیش کنی

---

[1] مفت وبے عوض ۱۲ [2] آدمی را خاک کردن هم میدانی ۱۲ [3] شوکت ... رس = آری [4] ... [5] لهب بمعنی شعله وابولهب کنیت عبدالعزیٰ ست که عم رسول الله صلی الله علیه وسلم بوده ودر مذمت او سورت تبت یدا نازل گشته ۱۲ [6] تراب بمعنی خاک ابوتراب کنیت حضرت مولیٰ علی کرم الله وجهه است روزے حضرت مولیٰ بزمین مسجد استراحت میفرمود پیغمبر صلی الله علیه وسلم از غایت شفقت برائے بیدار کردن قم یا اباتراب فرمودند وخاک را از جامه وجسم بدست مقدس خویش پاک فرمودند پس از آن روز کنیت حضرت علی ابوتراب گشت ۱۲

marfat.com

وانکه با شکر نبودش خویشی   گوشمالش دہی بدرویشی

اے بصد لطف کارساز ندہ   ق   بندہ را از کرم نوازندہ

بندگاں را بخواجگی[1] شب و روز   ۲   خواجگی بخش بندگی آموز

بکرم[1] رخت خواجگیم بسوز   بندہ ام خواں و بندگی آموز

آدم بر در تو بیخود وار   با خودم دار بیخودم مگذار

دور کن باد خسروی ز سرم   پر کن از خاک بندگی بصرم

بے نیازم کن از در ہمہ کس   جز در گاہ بے نیازی و بس

آنچناں رہ بخویش کن بازم   کز تو با دیگرے نہ پردازم

ہمہ جا لطف خویش یارم دار   بر در خویش رستگارم دار

اندراں تلخئے[3] کہ در انجام   زاندہ نزع تلخ گردد کام

اولم کن بشربتے سیراب   کآخرم تلخئے نیارد خواب

در قیامت کہ حشر کار شود   ق   عاصی از کردہ شرمسار شود

چوں بصحرا[4] نہی ہمساں ہمہ   شرمسارم مکن میان ہمہ

از گنہ آنچہ در جہاں کردم   رحمتم داد[5] دل ازاں کردم

چوں ز رحمت شد ایں عمل یارم   ہم برحمت حوالہ کن کارم

چوں رسد خواجہ نکوکاراں   ق   در شفاعتگہ گنہگاراں

---

[1] ریح = زبندگی [2] اضافہ بموجب بسر [3] بس = تلخیم [4] میدان محشر ۱۲ [5] دل داد یعنی دلیر ساخت ۱۲

marfat.com

زانٔ شفاعت رواجِ کارم بخش　　بشفیعِ بزرگوارم بخش

دَرُود روان سُوی روضۂ محمّدی کہ ہشت بہشت
راگُلِ خلد از گلابِ عرقِ او شگفت اللّھم صل علیٰ محمّدؐ

سخن آں بہ کہ بعد حمد خدائے　　بود از نعت خواجۂ دوسرائے

احمد آں مرسل خلاصۂ کون　　پردہ پوش اُمم بدامن عون

میم احمد کہ در اَحَد غرق ست　　کمر خدمت از پئے فرق ست

احمد اندر اَحَد کمر بند ست　　یعنی این بندہ واں خداوند ست

عاصیاں را در آفتاب نشور　　ظلّ ممدود داد از منشور

نورِ او آفتاب را مایہ　　سایۂ خلق و ابر بے سایہ

بہر تعظیم او ارادتِ پاک　　سایۂ او رہا نکردہ بخاک

پایۂ قدرش آسماں پیوند　　سایۂ نورش آفتابِ بلند

روشنائی دہِ چراغ یقیں　　نورِ پیشیں و شمع بازپسیں

نورِ او کز سپہر صد چند ست　　مہ شگاف و سپہر پیوند ست

انبیا پیشِ آں خجستہ چراغ　　طفلِ گہوارہ در مقامِ بلاغ

ج = از [illegible] = برسول [illegible] روز قیامت ۱۲ [illegible] ظل معنی سایہ و ممدود بمعنی درازہ و منشور بمعنی فرمان شاہی و [illegible] اینجا فرمان الٰہی ۱۲

marfat.com

کارپردازِ کارنامهٔ غیب   خازنِ گنج خانهٔ لاریب[۵۲]

اُمّی و حرف سنجِ تختهٔ کُن   قلمش راست کار و راست سخن

کاف و نوں یک رقم زنامهٔ او   لوحِ محفوظ زیرِ خانهٔ او

بهترین نقطهٔ رسل بشمار   آسماں دائره است او پرکار

در سرشتِ خود از دقیقهٔ عون   ذاتِ پاکش خمیرمایهٔ کون

نه سپهر از وجود او شد چیز   بلکه هژده هزار عالم نیز

زبدهٔ هرچه بود و هرچه بود   دولتے زیں بزرگ ترچه بود

درّة التاجِ کُن فکاں نسبش   قرة العینِ انس و جاں لقبش

هستی از وے علم برآورده   او تفاخر به نیستی کرده

گفت عیسیٰ خود از کتابِ اَحَد   یاتی من بعدے اسمه احمد

ذات او خلق را کلید نجات   هم حیاتِ جهاں هم آبِ حیات

عیسیٰ از کیمیائے جانست بپوست   بیگماں کیمیائے عیسیٰ اوست

خاتمِ چرخ زادهٔ انگشتش   مه برِ او چکید از پشتش

اوست جانے که قالبش یقیں   جانِ روح اللہ است و روحِ امیں

ختمِ پیغمبراں بار خدائے   گمرہاں را بصدق راهنمائے

منکرِ شرع را ز اصل و ز فرع   سرزده هم بتازیانهٔ شرع

لاریب = کارخانهٔ ۵۲ مراد از قرآن پاک است که در توصیف او اسمه ذالک الکتاب لاریب فیه فرموده ۱۲

marfat.com

بهدایت دلیل بی دینان — بشفاعت پناه مسکینان

چون بحجت زبهر دعوی خاست — حجتِ او درست دعوی راست

در جهانگیری از زبر تا زیر — هم زبانش درست و هم شمشیر

بر سریرِ فلک بحجت میر — لای لولاک دورباش[له] سریر

پنج[ٔه] منشور از چه ظلمات — سوی نه بام نردبانِ نجات

کنگرۀ شرعش از همه راه — برشدن را فگنده حبل الله

برده بر عرش خواجگی را تاج — عرشیانش به بندگی محتاج

اوج بر بلبلانِ مازاغش — غلغلِ مرغ سدره در باغش

آنکه او سنگ زد بدندانش — یافت گوهر[ٔه] زلعل خندانش

عذر خواه امم به پردۀ راز — عذر او جرم سوز و مجرم ساز

وصفش از حدِ عقل و جان برتر — بارگاهش زلامکان برتر

آفرین باد بر چنان خاکی — که از و زاده شد چنین پاکی

نور او از زمین برون داده — آسمان و زمین از و زاده

زا رنگشت امیر له دورباش بواو معروف نیزه باشد که سنان آن را دوشاخه سازند و چوب آن از زر و جواهر مرصع ساخته پیشاپیش سواری بادشاهان برند تا خلق از دور مشاهده نموده یکسو شوند و نیز اگر عدوی کند بجانب بادشاه اندازد بدان دفع کنند پس لولاک را دورباش گفتن عجب استعاره بلیغ است و شد در قافله ۱۲ ٣ه در حدیث آمده است بنی الاسلام علی خمس یعنی بنیاد اسلام بر پنج چیز نهاده شده است کلمه شهادت، نماز، روزه، زکوة، حج پس از پنج منشور همین مراد باشد یا نماز پنجگانه واز چه ظلمات کفر و ضلالت ۱۲

ٔه از وبه مراد دعاء رحق کفار است ۱۲ شوکت

marfat.com

خاک و آبش بکار خانهٔ راز | گشته نه بام را عمارت ساز
چار یارش بچار سوئے زمیں | چار رکن و چهار صفهٔ دیں
آں بزرگاں که همنشین ویند | روشن از پرتو یقین ویند
اوّل آں اوّلیں خلیفه کار | ثانی اثنین اذ هما فی الغار
دویم آں کز شکوهِ پایهٔ او | دیو بگریخته ز سایهٔ او
سوم آں جامع جریدهٔ پاک | چاشنی گیر خوانِ ارسلناک
چارم آں قصرِ وحی را دهلیز | درِ علم و کلیدِ خیبر نیز
دوستان دگر کزاں جمعند | صبح را نور و شام را شمعند
آنکه پاکند پاک کیشانند | رضی الله عنهم ایشانند
راهِ شاں را که نه فلک زپس ست | توشهٔ خوشنودی خدائے بس ست
هر یکے سترِ سرمدی دارد | زانکه نورِ محمّدی دارد
همه را داد دولتش همه چیز | آفریں بروے و بر ایشاں نیز
ابد الله هر بار رضاے تمام | از خدا یادشاں درود و سلام
گردِ آں انجمِ سپهر افروز | پرتوِ نورِ مصطفیٰ شب و روز
هر که از مصطفیٰ ندارد نور | سایه اش دور باد از ما دور
هم بپایش که مردهٔ آنم | زنده باد ابیٔ دادو جانم

ح = زیاد

بندہ خسرو کہ در پناہش باد　　مردہ و زندہ خاکِ راہش باد

صفتِ معراج سید المرسلین خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

گر شود مردم آسماں را تاج　　جز محمد کراست ایں معراج
فرخ آں شب کہ آں چراغِ دو کون　　زد بقندیل عرش پرتوِ عون
شب چو بر سر نہادہ چترِ سیاہ　　چترِ اسریٰ کشید بر سرِ ماہ
دولتش زیں سرائے دامن گیر　　جلوہ گر شد بہ لاجوردِ سریر
شبِ[1] او گشت زیورِ ماہش　　نورِ او گشت مشعلِ راہش
در دلِ شب ز پرتوِ آں نور　　حرف باریکِ غیب خواندہ ز دور
جبرئیل آوریدش از درگاہ　　راہوارے کہ وہم را زد راہ
بر نشست و عنانش داد فراز　　تا شتاباں شود براہِ دراز
اول آں دم کہ کوسِ اسریٰ زد　　خیمہ در بارگاہِ[2] اقصیٰ زد
رفت زانجا ہمہ نوا بخشید　　خستۂ[3] خویش را دوا بخشید
پس بہ پیشش عطاردِ نامی　　برد شعرِ یمانی و شامی

---

[1] مراد از شب گیسوے معنبر و از ماہ چہرہ انور صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲

[2] مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس ۱۲

[3] خستۂ خویش باعتبار معجزہ شق القمر ماہ را [خستہ] قرار دادہ ۱۲

marfat.com

چوں ازآنجا جنیبہ راند بہ پیش — زہرہ در رقص شد ز تقیۂ خویش
در رہش آفتاب روشن و پاک — پیش ازاں رو نہادہ بود بخاک
چوں بہ پنجم سپہر کرد خرام — طرقوا زد چو چاوُشاں بہرام
چوں بشش خانہ شد قرار گہش — مشتری از عمامہ رُفت رہش
زحل از سہمنا کیِ کیششش — گشت غلطاں چو ہندواں پیشش
چوں ز اختر بتا تابات گذشت — زین تحرک درآں ثبات گذشت
ہم ثوابت خجستہ ذات شدند — ہم بدریوزۂ ثبات شدند
چوں علم پیش برد زیں پرکار — ماند برجا زماندگی رہوار
عرش برداز جنیبہ بارشس را — پائے گم شد جنیبہ دارشس را
رویش افگند زآفتابِ حضور — برقنا دیلِ عرش پرتوِ نور
چوں برخ عرش رامنور کرد — زاں مکاں سر بلامکاں برکرد
جلوہ کرد از وراے کونینش — سر بدرگاہِ قاب قوسینش
برگرفت ازمیاں حجاب خیال — تا درآمد بجلوہ گاہِ جمال
شد بجائے کہ جاں نمی گنجد — خود ہم اندر میاں نمی گنجد
دیدہ را نور لایزالی داد — سینہ را سرّ ذوالجلالی داد

۱؎ ج = بہراد ۲؎ معنی طرقوا (کہ صیغہ امر حاضر ست) یکسو شوید و راہ دہید و معنی چاوشاں نقیباں ۱۲

۳؎ ح = بہ دیدہ ۴؎ ب = از ۵؎ ج = وصال

marfat.com

چوں ز عالم بروں نہاد قدم — جلوہ گر شد بہ پیشگاہِ قدم
ہستی دیدہ کش زوال نبود — نیستی را در و مجال نبود
یافت در خود متاعِ موزوں را — دید بیشک خدائے بیچوں را
نکتہ بر خواند بے وکالت ہوش — قصہ بشنید بے میانجی گوش
گوش کز سرِ غیب را سنجد — بحر اندر صدف کجا گنجد
با ہزاراں ہزار نقد مراد — در شبستانِ دولت آمد شاد
بہرہ داد از رہِ جوانمردی — رہ رواں را ازاں رہ آوردی
گر دچوں بخشِ خواجگاں ہمہ چیز — داد بخشِ گناہ گاراں نیز
ہر یکے را نوید احساں داد — یادگارے زیادِ یزداں باد
تا شدیم از جہاں متاعِ امید — ما گدایاں توانگرِ جاوید
بیں کہ چوں گنج خانہ داریم — کہ چو ایماں خزانہ داریم
چہ غم ار ہست نقب زن بقفا — حَسْبُنَا اللہ وَحدہ وَکفیٰ

مدح قدوۃ الخافقین نظام الحق فی الدنیا والآخرۃ

رضوان ریاض ریاضت کہ گلہائے تازہ وجوہ یومئذ ناضرۃ و برگہائے ترالیٰ ربہا ناظرۃ در فردوس ارادت

ن ح ۔ پیش ، ر ۔ پیشتر ، ن ج ب ۔ نقاے ، ن ح س ۔ خاصگان

marfat.com

او تواں یافت بلغہ اللہ فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر

چوں[۱] من از خوانِ نعمتِ خواجہ خویش — نعمتے تازہ یافتم در پیش
زلّہ[۲] کردم ازاں رقاقی چند — تا کنم توشۂ[۳] ابد پیوند
گندمے بود زلّۂ آدم را — خواجۂ نیز بور مریم را
زلّہ ام کز رسول والا بود — نہ کم از آدم و مسیحا بود
کنم اکنوں ازاں نعیم جلال — خواجۂ مدح شیخ مالا مال
غوث عالم نظام ملت دیں — قطبِ ہفت آسمان و ہفت زمیں
رہبر پیش بیں محمد نام — زدہ پے بر پئے محمد گام
صوفیِ در شعار صوف سلیم — چرخِ اطلس نہفتہ[۴] زیرِ گلیم
در قدم راہش از ملایک پیش — پایش از بوسہ ملایک ریش
قدمش راکہ آسماں محل است — پایۂ خطوتین[۵] قد وصل است
از کرامت بر آسمانش جائے — وز ریاضت ہواش[۶] در تہ پائے
سعدی از سرنوشت خود مسعود — خطِ پیشانیش طرازِ سعود
مردم دیدہ ستارہ و ماہ — گفت چرخش علیک عین اللہ

---

[۱] ج = منکہ — [۲] زلّہ بفتح زا و تشدید لام آنچہ از طعام بہر کسی نگاہ دارند و رقاق بضم اول نان تنک ۱۲
[۳] توشہ موصوف ابد پیوند صفت ۱۲ — [۴] ج = نہادہ — [۵] مسافت میان ہر دو قدم ۱۲
[۶] ہوا یعنی خواہش نفس را در تہ پا آوردہ و پامال ساختہ ۱۲

marfat.com

پاکی روح الٰہی بدین قوی — زنده دار شریعت نبوی
شہپر ہمتش بہ بازوے دیں — (۱) نسخۂ از جناح روح امیں
شرف آدم از نکو خلقی — نائب مصطفیٰ بوحی خفی
ہو معکم برات حاصل او — کُنت کنزاً خزانہ دل او
کاردانِ ممالکِ ملکوت — (۲) مشرف کارخانۂ جبروت
پادشاہان بہ بندگی شرفش — خواجگانِ زمانہ در کنفش
برزمیں جبرئیل نورانی — زاده از بیضۂ مسلمانی
آفتابی ست ز آدمی زاده — وآسمانی ست از زمی زاده
نے ز ابرار دیده کس عملش — نے ز ابدال یافته بدلش
سفرش زیں نہ آشیانہ بروں — روزه از ماسوا اللّٰہش بروں
ہر شبش زادِ عالم اسرار — صبحِ دولت دمیده از شب تار
پاکباز ے فگنده بر سر گنج — ہفت (۳) و چار زمانہ در ششِ و پنج
آہِ او تیر چرخ گاہ کشاد — نفسش تیغ تیز ہمچوں باد
زده دہلیز قدر بر درِ دیں — میخش او تا د و رشتہ حبل متیں

---

(۱) س = نسخہ ۱ (۱) نویسنده که بالاے نویسندگاں متعین شود تا از خیانت ایشاں خبردار بوده باشد ۱۲
(۲) جب = پادشاہے (۳) از ہفت مراد ہفت آسمان و زمیں و از چار عناصر اربعہ که موالید ثلاثہ جماد و نبات و حیوان از ان بوجود آمده یا ربع مسکوں و از ششِ و پنج متحیر و عاجز یعنی چنداں گنج عرفاں دارد که ہمہ عالم را متحیر ساختہ ۱۲

marfat.com

خاک دهلیزش آسمان سلب ست | بوریای وی ار چه از قصب[۱] ست
در رواقش بوسش دیوار | خانه کرده فرشتگان بسیار
دیو از سیلیش بدست صفا | هم سیه روے و هم کبود قفا
سروران سلوک در کویش | مسح کرده ز آب پاشویش
وان سواکش[۲] که عمدهٔ دین ست | درج دُر را کلید چوبین ست
در دل عاشقان به پردهٔ راز | بانگ نعلین[۳] ارغنون نیاز
نوربخش درونه عین عطاش | رهنمائے امید دال دعاش
چون ز وجد آمده دلش در سوز | شمع را کرده خاطرش پرسوز
چشم مهرش ز پرتو جا وید | سنگ را کرده لعل چون خورشید
کیمیا سنج کو رهٔ[۴] مقصود | کرد حل جمله عقدهائے وجود
دلش از عشق خون و دیده پُر آب | اینست کبریت احمر آن سیماب
درد و درمانش در ته فرمان | گنج درد و خزینهٔ درمان
پیش اُستاد دل بکوششِ چست | گشت سبق تنگیش درست
وان مریدان رهروان یقین | هر یکے والی ولایت دین
همه شیطان کُش و فرشته خدم | در روش بر هوا نهاده قدم[۵]

---

۱ نے و هر چه بانند نے باشد ۱۲ ۲ سواک یعنی مسواک ۱۲ ۳ جب نعلینش ۴ جب = ره
۵ جب = قدم

marfat.com

زنده دارِ شب از دمِ تسبیح | غلغل افگنده در رواقِ[1] مسیح

بر سر از شینِ شرع ساخته تاج | دلِ[2] شاں عرش و سجده شاں معراج

ملکِ حدت بنامِ ایشان ست | بندہ خسرو غلامِ ایشان ست

نام من زاں ستوده کیشاں باد | حشرِ من درمیانِ ایشاں باد

مدح سلطان خلد بزم سدرهٔ علم طوبیٰ قلم علاء الدنیا والدین اعلاه اللہ علیٰ اعلیٰ علیین

مشتری کو ستِ کار دانِ[3] سپهر | دوش سوئے من آمد از سرِ مهر

گفت کاے از ضمیرِ دریا کار | گشته بازارگانِ دریا بار

ز آتشِ طبع یافته جاوید | روزِ بازارِ گرم چوں خورشید

آمدم تا ز درجِ دُرِّ ثمین[4] | سوئے گردوں برم متاعِ زمیں

گوهرے زانکه چرخ تابش بود | درخورِ گوشِ آفتاب بود

کاں گهرها که آسماں تاب ست | کهنه و خورده و زرد و زِ آب ست

گفتمش کاں گهر که کردی یاد | دهمت گر بها توانی داد

گفت گر نبودم بها داری | هست دیدار رایگاں باری

---

[1] رواق بالکسر و بالضم بمعنی خانه و پرده اینجا مراد فلک چهارم
[2] اشاره باین هر دو حدیث شریف ست (۱) قلب المؤمنین عرش الله (۲) الصلوة معراج المؤمنین ۱۲
[3] داننده کار است قاضی فلک ۱۲
[4] ترکیب مقلوب فاعلے اے تابنده چرخ ۱۲
ن جب = را

marfat.com

من چو گیرائیش[١] نظر کردم — حقهٔ[ن٢] مُهر بسته بر کردم[٣]

وانگهی ریختم برون زنهان — گوهرِ مدحِ بادشاهِ جهان

جمِ ثانی علاء دنیا و دین — آسمان تاج[٤] و آفتاب نگین

بادشاهِ جهان محمد شاه — سایبانِ جهان ز چترِ سیاه

نه سپهرِ منورش خوانده — دین علاء مصورش خوانده

شاهِ دیہیم بخش و تاج ستان — از عرب تا عجم خراج ستان

علمش سر بر آسمان سوده[ن٥] — سایه بر آفتاب گستوده[ن٦]

دورباشِ وے از صفِ منصور — شمعِ خورشید را زبانهٔ نور

او چو گردون مظفر از شمشیر — ابلقِ روزگارش اندر زیر

آفتابے طلوع کرده ز شرق — غرب را بسته به تیغ چو برق

ظلِ چترش پناهِ اہلِ زمان — بانگِ کوسش ندائے امن و امان

تیغش ار بر کہِ[٧] سلیم شده — کوه چون آسیا دو نیم شده

زد بیک چاشنیِ تیغ چو آب — فتنه در خواب رفت مست و خراب

رخش از آسمان ربوده کلاه — پرچمِ او شده محاسنِ ماه

---

١ گیرائی بمعنی رغبت و خواهش ١٢ — ن٢ ج = حقه را — ٣ بر کردم اے برداشتم ١٢

٤ بجر = خاتم — ن٥ بجح = برده — ن٦ بجب = گسترده

٧ سلیم صفت کوه است و ار بمعنی اگر ١٢

marfat.com

تیغ دُر محش کہ خصم را سو دنند — ما ءِ مسکوب[۱] وظلِ ممدود اند
نوکِ پیکانش در مقام ہنر — بردہ داغ کلف ز روے قمر
فتح با تیغِ ملک گیرش باد — جانِ دشمن شکارِ تیرش باد

دُر فشانیِ لبِ مادح بر نطعِ انبساطِ زمین بوسِ جنابِ رفعت سلطانی

اے جہاں در پناہِ دولتِ تو — آسماں بارگاہِ صولتِ تو
ہفت اختر کہ خاکِ راہِ تو اند — سایہ پرورِ بارگاہِ تو اند
خاکِ پایت زاوجِ کو نینے — یافتہ قربِ قترۃ العینے
بر درت خسروانِ غرب و شرق — ہمہ اصلع[۲] شدہ ز سودنِ فرق
آستانت کز وست انورِ چشم — گشتہ[۳] نور از سیاہی بر چشم
بسکہ قصرت شدہ بگردوں تنگ — آمدہ پائے[۴] آسماں بر سنگ[۵]
آفتاب از جبینت[۶] شد مستور — گرچہ او گرد کرد چنداں نور
ابر با آں ہمہ زبردستی[۷] — کردہ در پیشِ دستِ تو پستی
دادہ دریا کفِ تو دُر بہوس[۸] — کفِ دریا چہ داد مشتے خس

---

۱ ماءِ مسکوب آب جاری کردہ شدہ وظل ممدود سایہ کشیدہ اشارہ است بمضمون آیتہ کہ در صفت جنت بسورۂ واقعہ نازل شدہ پس تیغ ممدوح باعتبار آبداری از ماءِ مسکوب وجہتہ بش راز ظل ممدود استعارہ آوردہ ۱۲ ۲ عجیب = شغل
۵ ہیبع گنجہ، شوکت ۱۲ ۳ رحہ یبت ۵ پاے برنگ آمدن عاجز شدن۔شوکت ۱۲ ۱۷ عجیب = در
۸ جب = رخت شدہ ۱۲ ۳ یکہ = ہیں ۹ یعنی کف تو کہ دریایست ال موس ۱۲ جب ہوس شاں بخشیدہ ۱۲

marfat.com

آب باری تو زاں کف چو سحاب | ابر بار و ولے سوارکِ[۵۱] آب
سایهٔ مهر تو شکسته[۵۲] پناه | ذیلِ عفو تو پرده پوشِ گناه
مهد[ن۳] گردوں که ذوالامانت خواند | مهدیٔ آخر الزمانت خواند
عدل سرمایهٔ تاج و تختِ ترا | چرخ بازیچهٔ طفلِ بختِ ترا
شحنهٔ عدلت از رعایت خویش | گرگ را داده آشتی بامیش
رزم و بزمِ تو بسکه در کارست | دولت مست[۵۴] و بخت بیدارست
چوں خدایت سریرِ شاهی داد | ملکت از ماه تا بماهی داد
کوش کاسوده داری از شاهی | عالمے را ز ماه تا ماهی
بر ستمکش ز عدل کم نه کنی | بر ستمگار جز ستم نه کنی
خاربن را برافگنی ز گذر | خارکن را کنی نهال ز سر
چوں به پیلاں علف دهی حالی | از غمِ مور دل مکن خالی
عالم آسوده کن ز نعمت وجود | تا تو خوش باشی و خدا خوشنود
چوں بخاصاں دهی نواله و جام | ن | کامِ شاں خوش کنی بنعمت و کام
یاد کن زاں گدائے بے توشه | که شب افتد گرسنه در گوشه

---

۵۱ یعنی سواران آب ست که حباب و موجهٔ آب باشد ۱۲ ۵۲ شکسته پناه اضافت مقلوب یعنی پناه شکستگاں ۱۲ ن۳ ح = مهر ۵۴ دولت تو مست افتاده است پس از غایتِ مستی یارائے رفتن جائے دیگر ندارد و بخت تو هشیار ست پس پاسبانی او می کند ۱۲

ن۴ ح = جهاں ۱۲

marfat.com

کہ چو فردا شمارِ کار کنند ‌ ‌ ‌ اول از مفلساں شمار کنند

بیغمی بایدت بعالمِ ملک ‌ ‌ ‌ غمِ عالم خور و مخور غمِ ملک

تا چو عزمی بود نوائے ترا ‌ ‌ ‌ عالمے غم خورد برائے ترا

شہ جہانگیری از سوار[۱] کند ‌ ‌ ‌ شیرِ[۲] بدست و پا چہ کار کند

مردم از بہرِ آں شوند سراں ‌ ‌ ‌ کہ کنند کار سازیِ دگراں

خدمت از بہرِ بخشش و کرم ست ‌ ‌ ‌ ور نہ یک تن ز دیگرے[۳] چہ کم ست

تا توانی بدین و داد گرائے ‌ ‌ ‌ کہ بود ملک زیں دو پایہ بپائے

بندہ در خوں کند چو دامن جست ‌ ‌ ‌ دیت از پادشاہ باید جست

پیل چوں مور را تہِ[۴] پا سود ‌ ‌ ‌ پرسش از پیلبانش خواہد بود

گرچہ در سدِ آہنی معصوم ‌ ‌ ‌ مشو ایمن ز ناوکِ مظلوم

گرچہ بینی بگردِ خود صد دوست ‌ ‌ ‌ زاں یکے دشمنت بود در پوست

ورچہ کس نیست دشمنِ تنِ تو ‌ ‌ ‌ غفلتِ تو بس ست دشمنِ تو

آں چناں دار پاسِ جانِ عزیز ‌ ‌ ‌ کہ تو خوش خسپی و ولایت نیز

ورچہ صد پاسباں بوند از پس ‌ ‌ ‌ پاسِ تو بہ ز تو ندارد کس

برچنیں پایہ کاستواریِ تست ‌ ‌ ‌ پاسبانِ تو ہوشیاریِ تست

---

[۱] سوار مقابل پیادہ و اینجا بمعنی لشکر آمدہ ‌ ‌ [۲] رس حجب = سر بے دست و پا

[۳] جب = دیگراں ‌ ‌ [۴] جب = بہ پاے بسود

marfat.com

پاسبانی که بهرِ مزد بود | پاسبان نے که سیم دزد بود
چوں درآئی بصفِ تیغ زناں | از تزلزل کشیده دار عناں
لشکرے کز عدو فرار کند | چوں بسلطاں رسد قرار کند
لیکن ار شه نعوذ باللہ تافت | کی فراہم شود صفے که شگافت
شاه کوہے بود بسنگِ وقار | جنبشِ کہ قیامت[٥١] آرد بار
گرچه برنا[٥٢] برزم کارگر ست | کوششِ کاردیدگاں[٥٣] دگر ست
در صفِ رزم با جواناں پوے | لیک تدبیرِ آں ز پیراں جوے
من کیم تا ز[٥٤]نم ز پند نفس | دولت و بخت پندگوی تو بس
ہست بیدار کردنِ بیدار | ہمچو باراں بروے دریا بار
نسزد چرب کردنِ بادام | نے حلاوت بشیره دادنِ وام
لیکن آرد بحضرتِ شاہی | ہر کسے قدر خود ہوا خواہی
گر پذیری[٥٥] مرا خود احسان ست | ور نگذاری خود از در آسان ست
ز رزد[٥٦] ایں تحفه عرض پیشِ سریر | تو کریمی کرم کن و بپذیر
باش تا ہست چرخ زنگاری | در جہانگیری و جہانداری
ز آرزو صد نوید در گوشت | و آرزوہا ہمه در آغوشت

---

٥١ رس = او ٥٢ برنا بمعنی جوان ١٢ ٥٣ تجربه داں ١٢ ٥٤ جب = کت زنم

٥٥ جب = سزاے من آن ست ٥٦ زرزد مخفف بیارزد ١٢

marfat.com

دولت را زکامرانی نور | گردِ ناکامی از جنابِ تو دور
بختِ نیکو همیشه یارِ تو باد | ایزد از بدنگاه دارِ تو باد

در سببِ بنیاد نهادنِ هشت بهشت اصحابِ یمین

در وی نسیم مدام نوشیں و سقهم ربهم شرابا طهورا

شبے از روزِ بے غمی خوشتر | وقتے از نوبہار دلکش تر
ہفت[1] و نہ کردہ ماہِ چاردہ رو | ماہتابی شدہ جہاں افروز
بر کشادہ ہوای نورانی | آسماں را گرہ زپیشانی
زحمت[2] از باغ بردہ بادِ خزاں | بادِ نوروز نرم نرم وزاں
گل زشبنم پر از نسیم شدہ | پردہ دارِ دُرِ یتیم شدہ
جنبشِ بادہاے مشک سرشت | بازکردہ درِ یچہاے بہشت
من در احرامِ کعبۂ دلِ خویش | نخل[3] بر دست چاہِ زمزم پیش
نخلِ من چوں مسیح در گفتار | حاملِ بادگشتہ مریم وار
گشتہ کلکم کلیدِ سینۂ من | داد بیروں ہمہ خزینۂ من
در گریباں فرو درفتہ سرم | پُر گہر گشتہ دامنِ ہنرم

---

[1] ہفت و نہ کردن یعنی آرایش تمام کردن ست کہ ہندیاں آنرا سولہ سنگار گویند ۱۲

[2] یعنی موسم بہار بود ۱۲ [3] یعنی قلم در دست داشتم و دوات در پیش ۱۲

marfat.com

فکرتم در گرفته پنہانے | گنج پاشے و گوہر افشانے

خاطر من بگوہر افشاندن | وآفرینش بآفرین خواندن

اوج پرگشته بلبلانِ ضمیر | کردمستم زار غنونِ صریر[۱]

ہر نوردی کہ می کشادم باز | می کشیدم ہزار نکتۂ راز

گشتہ زان نکتہاے نو[۲] آگیں | روی کاغذ نگارخانۂ چیں

نفسِ روح پرورِ نغزم | بادِ نخوت دمید در مغزم

خامہ می گفت کز سوادِ ہنر | بعطارد فسرو نیارم سر

دل متاعِ گزیدہ می افشاند | مشتری رازِ آسماں می خواند

من بدینساں بطبعِ گوہر زاے | بسخن نکتہ بند و عقدہ کشاے

کامد آں ہمنشینِ جانیِ من | ناقدِ سکۂ معانیِ من

ہم علی نام و ہم بہ بینائی | چوں علی در کشای دانائی

جبہہ از اخترِ خرد پُر نور | طرفہ روئے[۳] کہ چشم بد زو دُور

سینہ ز اندیشہ چوں خزینہ پُر | نکتہ بر نکتہ چوں علاقۂ دُر

آدمی صورت و فرشتہ خوے | صورتِ مردمیش روبارُوے

چوں مرا باز[۴] یافت پیشانی | در گہر سنجی[۵] و زر افشانی

---

(۱) ر = صفیر   (۲) دج = مشک   (۳) رسجب = نورے

(۴) سجب = یا ربافت پنہانی   (۵) ج = سخن

marfat.com

گفت کای جادوی طلسم انگیز — موشگاف از زبانِ خامهٔ تیز

چون شود خامهٔ تو در تحریر — جاں برقص آید از نوای صریر

گاهِ فکرت چو خوی کند رویت — صد عطارد چکد ز ہر مویت

از ہنرہائے بیش از اندازه — در فگندی بعالم آوازه

بردی اندیشه را علم جائے — که نگنجد بوہمِ دانائے

زاں معانی که راه در جاں یافت — بیش زاں یافتے که بتواں یافت

ہر یکے رقعه را که کردی نشر — دوختی دامنش بدامنِ حشر

ہر جریده که ساز کرده ست — درے از لطف باز کرده ست

سکۂ معنی از چہار سواد — کردی آراسته چو سبع شداد

چوں بعنوان پنجم آمد حرف — تا چه گنجینه کرد خواہی صرف

دادی اوّل بگنبدِ دوّار — روشنائی ز مطلع الانوار

کردی آں گاه با نشاطِ تمام — شہد خسرو و شیریں اندر جام

باز در عالم خردمندی — شورِ مجنون و لیلیٰ افگندی

پس دہاں پُر دُرِ دری کردی — شرحِ رازِ سکندری کردی

ویں زماں کز جواہرِ انجم — می نگاری صحیفۂ پنجم

لہٗ جیب = جیب او — ؎ یعنی چہار کتاب ۱۲

؎ ہفت آسمان محکم ۱۲

marfat.com

کوش کین خطّ چنان نگاری چست — که فزون آید از چهار نخست

کاوّلین نکته گرچه چست بود — آخرین بهتر از نخست بود

مرد هر پیشه را که بیش کند — زان نکوتر بود که پیش کند

حرفِ طفلان زیرک از که و مه — پنجشنبه به آید از شنبه

کُرسیِ کشش درو دگر سازد — هر چه پستر لطیف تر سازد

من که زو کردم این فسانه بگوش — آمد از رغبتم درونه بجوش

دل نهادم بهمّتِ والا — کارم از سینه لولوی لالا

بر کشادم خزینه خانهٔ راز — گشتم از نوکِ خامه گنج انداز

پاسے از شب خاطرِ چو چراغ — کردم اندر دلِ عطارد داغ

از سخنهاے چون دُرِ ناسفت — آن قدر گفته شد که نتوان گفت

پس ازین با دلِ هنر پیشه — من و بغوله[۵۵] و اندیشه

این ورق را چنان کنم تحریر — که نیابیش در زمانه نظیر

وز طریقِ سخن سراے[۵۶] کهن — هر چه دیدم دقیقه هاے سخن

کنم اوّل بحرف هاے غریب — نکته هاے کتاب را ترتیب

دلِ پاکِ منش[۵۹] بمستورے — ساخت دستورِ من بدستورے

لہ وجب = را — لہ س = اوّلین — لہ س = نسخه — لہ ج = غیرتم

۵۵ بروزن قیلوله گوشه و خلوت ۱۲ — ۵۶ مراد از نظامی ۱۲ — لہ ج = دادم — لہ ج = طرزها

۵۹ ضمیر شین راجع بسوے مثنوی هفت پیکر ۱۲

marfat.com

حقه بگشادم و شکر دیدم | چاشنی[1] را نمونه برچیدم

جرعهٔ را که عقل چید از وے | ہمہ ریزم دریں قرابهٔ مے

آں موذّارِ هفت پیکر او | ویں برآئینِ هفت زیور او

داں بهر گنبدے به مجلس و جام | عیشِ خوبان و عشرتِ بهرام

یک بیک را نمونه برسازم | زدِ نو بر بساطِ نو بازم

نمطِ رنگ ہائے گنبد نیز[2] | سازِ دیگر برآرم از تمییز[2]

رنگے آرم که بوی ہم باشد | وانچناں رنگ و بوی کم باشد

ہر مثالے بعنبر افشانے | صندلے و بنفش و ریحانے

وآنکه زرد ست و زعفرانی فام | کمترش رنگِ زعفرانی نام

آنکه باشد سیاه رنگیں نیز | خوانمش عنبریں و مشکیں نیز

وانکه سرخ و سپید پنداری | امینت کافوری آنست گلناری

گویم افسانهاے طبع افزاے | ازلب لعبتِ فسانه سراے

ہر فسانه سراحیِ ز شراب | دور مستی و بلکه دار و خواب

ہر یکے را بهشت نام کنم | حور و کوثر درو تمام کنم

هفت باشد بهشت و گو ہر هفت | هشتم آں کاندرو بود ہر هفت

پس نویسم ز کلکِ مشک سرشت | نام ایں هشت خانه هشت بهشت

ل یعنی چاشنی کلام نظامی را نمونهٔ خود کردم ۱۲   ل۲ س= نور   ل۳ س وشانِ   ل۴ س تنبور

marfat.com

تا کسے کاندرو گذر یابد — بے قیامت بہشت دریابد
خود بر آں دل کہ خازنِ ہنرست — ہر بہشتے قیامتِ دگرست
گر بود نافۂ خزانۂ راز — داند اندیشۂ مرا پرواز
ورز دانش نباشدش پیوند — ہم با فسانہ شود خرسند
چوں من از خاطرِ سخن پرداز — کردم آغاز ایں صحیفۂ راز
زیورش کز من آید آں پرداخت — سازمش آنچناں کہ باید ساخت
واں دگر زیورے کہ نتواں داد — آں خدائی بود خدائش دہاد

نصیحت فرزند بہشتی ثمرۃ الفواد عفیفہ ام عفافہا

اے ز عفت فگندہ برقعِ نور — ہم عفیفہ بنام و ہم مستور
سالت از ہفت بر نرفتہ ہنوز — روشنی ہمچو ماہِ چاردہ روز
کاش ماہِ تو ہم بچہ بودی — در رحم طفلِ ہشت مہ بودی
لیک چوں دادۂ خدائی راست — با خداداد گاں ستیزہ خطاست
من پذیرفتم آنچہ یزداں داد — کانچہ او داد باز نتواں داد
شکر گویم ہر آنچہ از درِ اوست — کاں دہد بندہ را کہ درخورِ اوست

ل۱ جب = ہفت — ل۲ ح = کراست — ۵۳ باز نتواں داد یعنی رد نتواں کرد ۱۲
ل۳ دجب = ہر چہ — ل۴ دس مجب = خدائے

marfat.com

هر چه او داد بس پسندیده است — هم در اوّل صلاحِ آں دیده است

پدرم هم ز مادر است آخر — مادرم نیز دختر است آخر

گر نه بر دُرّ صدف نقاب شدی — قطرهٔ آب باز آب شدی

دانه بے کشت کے ببار آید — آسماں بے زمیں چه کار آید

بے پدر ممکن ست شد معلوم — چوں مسیحا ز مریمِ معصوم

لیک بے مادرِ خجسته وجود — ولدے را نگفت کس مولود

اے تنت را بجانِ من پیوند — که هم[1] مادرے و هم فرزند

تو بدیں پایه کز قضا داری — گر نهی پا بدیده جا داری

سر برآر از مبارک اخترِ خویش — که مبارک تری ز جوهرِ خویش

آنچه نفسِ تو با صلاحِ تن ست — چوں تو خونِ منی صلاحِ من ست

گرچه خُردی کنوں و بے[2] تمیز — روزی آخر بزرگ گردی نیز

تا بود در بزرگیت دستور — خورده[3][4] چند گویمت مستور

از عروسی شوی چو در خورِ بخت — عصمت خواهم[5] اوّل آنکه بخت

از منت آنکه اوّلیں پند ست — جهد بر طاعتِ خداوند ست

تا توانی خدا پرستی کن — وز نیازِ خدائے مستی کن

---

[1] ر= توهم
[2] نافهم ۱۲
[3] نکتهٔ باریک ۱۲
[4] جب = نمنه
[5] جب = میش خواهم

marfat.com

بایدت ہمچو دیدہ عزت وتاب — باش چون[۵۱] چشم خویش در محراب

نیکنامی طلب کنی در پوست — پارسا باش پارسائی دوست

گیرمت سلک گوہری نہ بود — بہ ز تسبیح زیورے نہ بود

پاک تن باش ہمچو آبِ سپہر — بلکہ پاکیزہ تر ز چشمۂ مہر

تا شوی[۵۲] ہمچو مہر در ہر سوے — از پس چار پردہ روشن روے

کوش کز کشتنِ جوانیِ خویش — مردہ باشی بزندگانیِ خویش

تا من از زندگانیِ تو بہ راز — از پسِ[۵۳] مرگ زندہ گردم باز

زن[۵۴] چنان بہ کہ مرد روے بود — تا زنان را بہ پردہ شوے بود

زن اگر مرد مرد تدبیر ست — سوزن و دوک[۵۵] نیزہ و تیر ست

گرچہ[۵۶] زر باشدش فراخ نہ تنگ — تا نداری ز دوک و سوزن ننگ

دوک و سوزن گذاشتن نہ فن ست — کآلتِ پردہ پوشیِ بدن ست

یا بدامانِ عافیت در کُن — رو بدیوار و پشت بر در کن

---

۵۱ یعنی چنانکہ چشم بمحراب ابروست تو خود را بمحراب عبادت بدار ۱۲

۵۲ حجب = بوے

۵۳ اے نام من بسبب اوصاف حمیدۂ تو دوبارہ زندہ گردد ۱۲

۵۴ اے آن زن بہترین زنان ست کہ در جوہر انسانیت ہر نوع کامل بود تا دیگر زنان کہ از وے فرد تر باشند علم اندرون خانہ باشد چنانکہ زوج از وے تمیز و ہنرمندی علم زوجہ باشد ۱۲

۵۵ دوک آہنِ دراز کہ آن را ہندی تکلہ نامند ۱۲ ۵۶ نسخہ = گرچہ زر باشدت فراخ بچنگ

marfat.com

راهِ در کم کن اندرونِ سرای — در مشو خضرِ در زند کشای
تا سرت از شرف بماه شود — مقنعت افسر و کلاه شود
زن که از شرم خو کند بسرا — ستر[۵۲] ہائی ستارہا قمرا
گوشه گیران ستوده نام بوند — کوچه گردان خراخ گام بوند
زن که در کوچه ہا تگ باشد — زن نباشد که ماده سگ باشد
کم دود ماده شیرِ خون آشام — گربه باشد جهنده بام ببام
کبکِ پنهان خرام را بوطن — حجره باید چو بیضه بی روزن
زن که در روشنش شتاب بود — بر فتد گرچه آفتاب بود
روزن از خود چو چشمِ سوزنِ تست — دان که راهِ برون شدِ[۵۳] تنِ تست
در تماشای روزنت ہوس ست — روزنت چشمِ سوزنِ تو بس ست
پُر گہر بایدت خزانهٔ خویش — باش بابانگِ[۵۴] خود بخانهٔ خویش
گرچه گوهر ز سنگ نیک ترست — سنگِ مردم نکو تر از گہرست
نفسِ مردم چو یاوه گرد بود — نیک زن به ز نیک مرد بود
مردِ کردارِ خوب را سبب ست — خوب کرداری از زنان عجب ست

لا سجب = بر سرت کلاه شود — ۵۲ یعنی در پرده پوشیده شدنِ او همچو ماه پسندیده است ۱۲
۵۳ شدِ تن تست ای شدن تن تست ومعنی بیت اینکه روزن خانه اگرچه چند روزن سوزن باشد تاهم آن روزن را اکثر قیاس کن آنقدر هم راه برون شدن تنِ تست ای رسوا شدن ترا بس است ۱۲
۵۴ بانگ خود شدن با وقار خود ماندن ۱۲ لشنه کُنش

marfat.com

تلخ گویند ارچہ نوش لباں   تا نگیری ترنّم جلباں[۱]

با دُپیچ[۲] و دنفے[۳] کہ لعبِ زن ست   بروے ایں چنبرست آن رسن ست

دفِ شاں بی ہراسِ دشمن و دوست   فتنہ را بانگ می کند در پوست

آنکہ اوّل سرود سادہ بود   در نہایت صلاے بادہ بود

ذاتِ بی جفت بایدت بہ نفت   با ہمہ طاق باش جز با جفت

بوفا با حلال یاری کن   نعمتش را حلال خواری کن

از عروساں خزینہ داری بہ   راست گوئی در راستکاری بہ

خازنے کو بدزدی آرد روے   دزد گویش خزینہ دار مگوے

مرد اگر یک قراضنہ[۴] کار کند   زن بکد بانوی ہزار کند

چوں ز شو خرجِ زن فزوں باشد   حالِ سامانِ خانہ چوں باشد

ہر زنے کز نخاوتش فردی ست   ناجواں مردیش جواں مردی ست

دل نگہبانِ رخت باید داشت   گرہِ خویش سخت باید داشت

در زن آرد دو فتنہ رسوائی   سیم پاشی و پیکر آرائی

گرہِ نقد را چو داری سُست   دست از آبرو بباید شُست

بس عروساں کہ فتنہ جوی شدند   از سفیدہ[۵] سیاہ روے شدند

---

[۱] ترنّم یعنی سرائیدن سرود و معنی جلباں زن بدکار ۱۲   [۲] جھولا ۱۲

ن ۳ س = دا ریسج و دنفے کہ گرد .   [۴] قراضنہ یعنی ریزۂ زر و سیم مستعمل ۱۲

[۵] غازہ یعنی پوڈر ۱۲

marfat.com

سرخیِ بہ زر و ببایدت شست — سُرخیِ روت سرخروئی تست
چوں شدی بہر ہفت و نہ دریغ — نقد عصمت فتاد در شش و پنج
خال تیز رنگ کز فسا دکشی ست — ہمچو خالِ سفید بر حبشی ست
خال چوں نقطہ گیاہ شود — ہم بیک نقطہ روسیاہ شود
خالِ بہ بر رخ ست داغ ہلاک — خال بر جبہہ نہ ز سجدۂ پاک
اگر آئینہ بایدت در پیش — پیش نہ آئینہ ز زانوے خویش
وگرت شانہ بایدا اندر مشت — شانہ امشت کن ز شانۂ پشت
ایں ہمہ فتنہا کہ ہست و بال — بارضاے حلال ہست حلال
در حلالِ تو ہست بے پرہیز — در حرم خانۂ خداے گریز
در ہمہ کار و بار در ہمہ جاے — مُشرفِ حالِ خود شناس خداے
گر خدایت کند بعصمت شاد — بدعاے کُنی ز خسرو یاد
آنچہ من دیدمت صلاح در آں — کردمت پردہ پوشیِ پدراں
وانچہ موقوفِ جہد کردنِ تست — تو کن آنرا کہ آں بگردن تست
یاربت رہ سوے رہائی باد — بارہا بندہ آشنائی باد

لہ جب = سرخ روئیت — ۵۲ مراد از آرایش تمام باشد کہ آنرا ہندی سولہ سنگار نامند ۱۲

لہ ب = ہنادہ — لہ جب = کار

لہ جب ہم

marfat.com

صفتِ دلارام که سرِ رشتهٔ گیسوی مشکینِ او تعلق به چپیت داشت دوست بازیِ بهرام با آن کمندِ صید گیر در شکار و نخچیر کردنِ گوران و گرما گرم داغ بر رانِ ایشان نهادن

گنج پیمای این خزانهٔ پُر | از خزانه چنین گشاید دُر

کافتابِ جمالِ بهرامی | چون شد از نور در جهان نامی

پدرش رختِ زندگانی بست | او بجای پدر بتخت نشست

خسروی را نشانِ کار گرفت | کارِ عالم بدو[۱] قرار گرفت

سرکشان را ز تیغ[۲] مالش داد | سرِ شان را بخاک بالش داد

مخلصان را ز مهربانیِ خویش | کرد سرمستِ دوستگانی[۳] خویش

شرق و غربِ جهان نماند کسے | کز خلافِ رضاش زد نفسے

وانکه رُو در خلافِ رایش کرد | سرِ خود را نثارِ پایش کرد

بر رعیت فگنده سایهٔ جود | کز[۴] جهان کس نماند ناخشنود

زان نمودارِ عدل در همه چیز | شهری آسوده روستائی نیز

آنچنان ضبط شد ممالکِ خاک | کز ستم گشت روی گیتی پاک

نُ۱ نجب = برو . نُ۲ حر = بتیغ ۴ پیاله نوبت خویش که از راه محبت و اخلاص بدیگرے دهند و در سراج اللغات نوشته پیالهٔ پُر از شراب که دوستان بدوستان دهند که بیاد فلان نوش

نُ۵ م = در.

marfat.com

گشت زانگونه کارِ عدل بزرگ — کامینی یافت گوسپند از گرگ

سرِ موی کجی زد هر نخاست — چوں سری کو بشانه گردد راست

چوں بدیں گونه ضبط گشت جهاں — رفت در خاک بادِ کج کلهاں

شه طلب کرد استواراں را — نیک رایان و راستکاراں را

هر کرا دید در خرد بیشی — داد با شغلِ دولتش خویشی

کارِ[۵۲] دانے نشد بروے زمیں — جز خردمند راستکار و امیں

عهده ملک چوں بدمنیاں[۵۳] بست — خود بفارغ دلی بباده نشست

عیش میکرد و کامِ دل میراند — باده می خورد و گنج می افشاند

چوں بباده صلای عام زدے — خلق بر زرِ پخته گام زدے

مجلس آراستی زناموراں — صف زدندی زهر کرانه سراں[۵۴]

گه بقولِ ندیم دادی هوش — گاه پندِ حکیم کردی گوش

جستی از مطربانِ چابک دست — آنچه بی می تواں شد از وی مست[۵۵]

چوں دل اندر ترانه دادے — بسرودے خزانه دادے

روز تا شب دریں خجسته شمار — جز زر افشانیش نبودے کار

در نجلوت نشاط فرمودے — خرم آنکس[۵۶] که محرمش بودے

---

۵۲ جب = کا .دانش ن = کاردارش . ۵۳ مجبن = برایشاں

۵۴ یعنی سرداران

۵۵ مراد از نغمهٔ ترکه بوجد آرد ۱۲ ۵۶ نسخه = نسخ

marfat.com

حاضرِ خدمتش غلامے چند ۔۔۔ گشتہ ہمتاش[۱] در کمان و کمند

در خور[۲] مجلس و مصاف ہمہ ۔۔۔ ناوک انداز و موشگاف ہمہ

کس نیارست درگہہ و بیگاہ ۔۔۔ دُور بودن دمے زخدمتِ شاہ

خاصہ ترزاں ہمہ کنیزے بود ۔۔۔ آفتے[۳] در تہ سپہرِ کبود

اصلش از چین و رُخ چو صورتِ[۴] چیں ۔۔۔ گیسواش چوں سوادِ چیں مشکیں

بسکہ کردے بہر دلے آرام ۔۔۔ بدلارامیش برآمد نام

دیدنش کز صلاحِ دوری داد ۔۔۔ سینہ را داغِ ناصبوری داد

رنگ و بویش بکار طنازی ۔۔۔ ایں بدل دزدی واں بغمّازی

قامتے در خوشی چو عمرِ دراز ۔۔۔ ہوس انگیز تر ز عشقِ مجاز

بر چو نارنجِ نو بشاخِ درخت ۔۔۔ سخت رُستہ ز صحبتِ دلِ سخت

روی گلرنگ دادہ گل را رنگ ۔۔۔ دہنش تنگ با شکر ہم تنگ

سر در آوردہ ابروانش بکار ۔۔۔ چوں مقامر[۵] بکعبتینِ قمار

ہر طرف کابروی بہ خم کردے ۔۔۔ آرزومیش و ہوش کم کردے

چوں بدنبالِ چشم کردہ نگاہ ۔۔۔ بردہ صد رہ رندہ را از راہ

طرہ را سر زدی بخوں خواری ۔۔۔ چشمہاے وژم زبیمارے

۱؎ ہمسر ۱۲ ۲؎ خور بمعنی لائق ۱۲ ۳؎ یعنی آفتابے بزیر چرخ ۴؎ صورت بمعنی تصویر ۱۲ ۵؎ مقامر قمار باز و کعبتین پانسہ ۱۲

marfat.com

نرگسش دور باش و غمزه خدنگ | لعل در آشتی و عشوه بجنگ

نیم دزدیده خنده زیر لبش | کرده تعلیم دزدیِ عجبش

سخنِ تلخ در لبش چو نبات | مرگ را داده چاشنی ز حیات

لعلِ او کرده بر شکر میرے | شهد را داده چاشنی گیرے

خالِ او گو هزار پرده درید | عالمے را بگنجدے نخرید

گیسوے پیچ پیچش از سر ناز | داد بر دستِ فتنه رشته دراز

تیغ از نازکی درونه فریب | پاے تا سر همه لطافت و زیب

رگ نموده برون ز لطفِ تن | همچو رشته درونِ دُرِّ عدن

خونش در پوست از تنک[۱] سلبی[۵۲] | همچو مے در زجاجهٔ حلبی

در تماشاش روز و شب بهرام | همچو جمشید در نظارهٔ جام

ره سوی صیدگاه و بیگاهش | آهوے شیر گیر همراهش

داشت میلے تمام در نخچیر | گورِ صد شیر کنده بود به تیر

بود در کارِ تیر پُر هنرے | که نبود از هنروراں دگرے

آهنِ تیر چوں محک کردے | خطِ گوراں ز پشت حک کردے

ور ز آهو بُدے نشانهٔ او | موے بشگافتے ز شانهٔ او

ور شدے بر نشانه سخت انداز | رخنه در کوهِ[۱۳] قاف کردی باز

---

۱ جب = سبک ۵۲ لباس ۱۲ ۱۳ جب ــ ناف کوه

زانش بارانِ تیر محکم بود | کہ کمانش کمانِ رستم بود
بیشتر در شکار خوردے مے | خانۂ زیں نشاط خانۂ وے
بادہ جز با کبابِ شور نخورد | ہیچ خوردے چو رانِ گور نخورد
رغبتش جز بصیدِ گور نبود | بادگر وحشیانش شور نبود
گور چنداں فگندے از سرِ شور | کہ شدی پشتہا چو گنبدِ گور
گرچہ بودُ[لہ] از براقِ[۵۲] کوہ گذار | صد طویلہ بہر طویلہ ھزار
لیک بود اشقرے[۵۳] گزیدۂ شاہ | چیرہ تر ز ابلقِ سپید[۵۴] و سیاہ
بادپایے کہ چوں بگام شدے | تگ زدن بر صبا حرام شدے
در بر آہنگِ تگ بروں جستے | وہم را دست و پاے بر بستے
مرغ بود ار چہ پر نبود درو | ماندگی را گذر نبود درو
شاہ خوش کردہ در تہ رانش | دادہ سیّاحیِ[لہ] بیابانش
چوں بصحراش گرم کردی پشت | گوشِ گوراں گرفتے اندر مشت
بسکہ بُد اعتماد بر خویشش | کہ نشد ہیچ وحشی از پیشش
گور گو چند بود نیرومند | یا بدستش گرفتے یا بکمند

لہ عجب = بودش ۵۲ معنی بیت آنکہ ازچناں اسپاں سریع السیر کہ کوہ را ہمچو برق گذار مید اشتند صد طویلہ مہیا بود و در ہر طویلہ ہزار ہزار اسپ ۱۲ ۵۳ ہرشئے سرخ کہ رنگش بزردی وسیاہی ن[illegible]
واسپ سرنگ را نیز گویند وگاہے بمعنی مطلق اسپ ہم می آید ۱۲
۵۴ ابلق سپید وسیاہ شب وروز یعنی از ابلق ایام ہم غالب وتیز تر بود ۱۲ لہ تبا = تباہی د = مسا[illegible]

marfat.com

زانش بارانِ تیر محکم بود | که کمانش کمانِ رستم بود
بیشتر در شکار خورد مے | خانهٔ زین نشاط خانهٔ وے
باده جز با کبابِ شور نخورد | ہیچ خوردے چو رانِ گور نخورد
رغبتش جز بصیدِ گور نبود | با دگر وحشیانش شور نبود
گور چنداں فگندے از سرِ شور | که شدی پشتہا چو گنبد گور
گرچه بُد[ن۱] از براقِ[۵۲] کوه گذار | ق صد طویله بہر طویله ہزار
لیک بود اشقرے[۵۳] گزیدهٔ شاه | چیره تر زابلق[۵۴] سپید و سیاه
بادپایے که چوں بگام شدے | تگ زدن بر صبا حرام شدے
در بر آہنگِ تگ بروں جستے | وہم را دست و پاے بر بستے
مرغ بود ارچه پر نبود درو | ماندگی را گذر نبود درو
شاه خوش کرده در تہِ رانش | داده سیاحی[ن۲] بیابانش
چوں بصحراش گرم کردی پشت | گوشِ گوراں گرفتے اندر مشت
بسکه بُد اعتماد بر خویشش | که نشد ہیچ وحشی از پیشش
گور گو چند بود نیرومند | یا بدستش گرفتے یا بکمند

ن۱ عجب = بودش ۵۲ معنی بیت آنکه ازچناں اسپاں سریع السیر که کوه را ہمچو برق گذاره میداشتند صد طویله مہیا بود و در ہر طویله ہزار ہزار اسپ ۱۲ ۵۳ ہر شئے سرخ که رنگش بزردی و سیاہی نـ… و اسپ سُرنگ را نیز گویند و گاہے بمعنی مطلق اسپ ہم می آید ۱۲
۵۴ ابلق سپید و سیاه شب و روز یعنی از ابلق ایام ہم غالب و تیز تر بود ۱۲ ن۲ با = نباجی د = مشاج…

marfat.com

چوں ز گشتن ستوه شد رایش ق دل خیان گشت کارفرمایش
که ازاں پس به بیشه و هاموں زاں دہان بستگاں نریزد خوں
گلهٔ گور کایدش بنظر ندہد ناوکش خراشِ جگر
زنده گیرد به زور بازوی خویش گندش وزن در ترازوی خویش
بخشد آنگاه زیور نامی ران او راز داغ بهرامی
چوں به توقیعِ خویش گردش خاص دہدش از کمند خویش[1] خلاص
دل ز آزار بے زبانان شست دیں نیت کرد در درونه درست
بعد ازاں چوں بروں شدے بشکار کم رسیدے رمیده را آزار
بیشتر گورِ خورد سال و جواں ق که رواتر بُدی ز بادِ[2] رواں
درکمندش بحکم بر بستے بازگشتی و شاد بنشستے
گرم بر رانش داغ فرمودے خط آزادیش ہماں بودے
گور بر جستے و براه شدے بندهٔ داغدارِ شاه شدے
چرخ زاں گورگیری بهرام گورخانِ زمانه کردش نام
از پے گورکاں نشانے یافت[3] عالمے داغ گورخانی یافت[4]
تا دریں کهنه گورخانهٔ پست گورخاں هم ز داغ گور نرست

---

۱) جب = فتنه ۲) ج = غصه ۳) جب = آب

۴) جب = داشت

marfat.com

کیفیت راندنِ بہرامِ شیرگیر با دل آرام در پی نخجیر و ہنر نمودن بہرام بر آہو بہ تیر و جہاں گرفتن بہرام و غزالہ خود را آہو گرفتن و در بیاباں گذاشتن

بامداداں کہ ایں غزالۂ نور[1] | مشکِ شب را نہفت در کافور
شاہِ بہرام ہم بعادت خویش | توسنانِ شکار جست بہ پیش
اشقرے خاص زیرِ راں آورد | لرزہ در بادِ مہرگاں آورد
نازنیں را بہم رکیبی خویش | کرد ہمرہ زنا شکیبی خویش
شاہِ بہرام ترکِ بہرامی | کرد صیدش بصد دلآرامی
ہر دو پویہ زناں براہ شدند | صید جویاں بصیدگاہ شدند
تگ زناں میشدند گشت بگشت | آہواں میزدند دشت بدشت
شاہ برزہ نہاد تیر بوزن[2] | می کشانید شیر را زگوزن
زیں میاں ناگہ از کرانۂ دشت | آہوے چند پیشِ شاہ گذشت
گفت باشہ غزالِ شیر انداز | کاہو آمد بسوے شیر فراز
ہر یکے راز تو چناں جویم | کانچناں افگنے کہ من گویم
گرچہ تیرت بحکم پُرہنر ست | آنکہ حکمی ست حکمِ آں دگر ست

---

[1] مراد از آفتاب ۱۲

[2] تیر بوزن نہادن نشانہ سنجیدن ۱۲

marfat.com

زان دلیری که کرد ماه تمام ق گفت با او بزیرکی بهرام

که لب شیر چون بخندد دیر　　که کند آهو آزمایش شیر

لیک چون پیشهٔ من آمد تیر　　مرد را کے بود ز پیشه گزیر

باز گو تا زنم بدانائی　　هر یکے را چنانکه فرمائی

سیم بر هم برخصت شاهی ق گفت کاین خواهش از من خواهی

ناوکے زن بر آهوے ساده　　که شود ماده نر نرش ماده

شاه دریافت خورده دانی او　　تاخت مرکب بهم عنانی او

بخدنگے دو شاخِ آهوی نر　　بر د زانگونه کو نداشت خبر

ضرب بر فرق او بدانسان راند　　که ازان تا بماده فرق نماند

کارِ نر چون بماده گی انداخت　　سوے ماده که نر کند در تاخت

دو یک انداز را بهم پیوست　　پس بر آهو روانه کرد از شست

هر دو در سرخیان نشاندش غرق　　که دو شاخش پدید کرد بفرق

زان دو شرطِ هنر که در خور کرد　　کرد نر ماده ـ ماده را نر کرد

کرد چون خواهش صنم تمام است　　از وی انصاف آن هنر درخواست

پاسخش داد ماهِ نوش لبان ق کای کمانِ تو عقد بند زبان

---

۱ جب = تیرگی　۲ ح = طیرگی　۳ رح = چوبه　۴ دو یک انداز آنرا گویند که دو تیر از یک کمان یکبارگی زنند ۱۲　۵ جب = گشت　۶ جب = را　۷ ح = کمالی

۸ کمان تو عقد بند زبان ست یعنی زبان صفتِ کمان تو کردن نمی تواند ۱۲

marfat.com

این هنر قدرتِ خداوندی — جادوے بود نی هنرمندی
کلکِ تیرت براستی آن کرد — که باندیشه راست نتوان کرد
لیک آنجا که راست اندیشی ست — دستها را ز دستها بیشی ست
بین که تا نغگنی ز بینش بیش — بینشِ خویش را ز بینش خویش
کانچه زین کرد هات نغز نمود — نیز زان نغز تر تواند بود
شاه را تیره کرد گفتارش — زعفران گشت رنگِ گلنارش
جوشِ صفراش تلخ[۱] کرد درون — ریخت تلخی بزهر خند برون
سر کرا ابرواش ز بس تندی — داد دندانِ لطف را کندی
گفت کای در خورِ جفا و بدی — این چه گستاخی ست و بیخردی
شیر گیری ببین[۲] که[۳] در نخچیر — گشتی از شیر شرزه آهو گیر
منکه کارم همه نمونه بود — دیگرے به ز من چگونه بود
ور به نزدت به از من ست کسے — نزدِ او رو که چون من ست بسے
این سخن گفت و پے بکین افشرد — او فگندش ز زین و مرکب برد
شه شد و نازنین برنج بماند — اژدها بر گذشت و گنج بماند
با شهان هر چه بر خلافِ رضاست — نتوان گفت گر چه باشد راست
هر که شد راست گو بداورِ خویش — زد به تیغِ زبانِ خود سرِ خویش

---

۱ ن: تیره ۲ ج: نگر ۳ ن: کن

marfat.com

ماند بے خویشتن صنم تا دیر　　تشنہ و غرقِ آب و از جان سیر
پس بصد خستگی ز جا برخاست　　راہِ صحرا گرفت و میشد راست
بسکہ منزل بدشتِ دیواں[51] داشت　　سایۂ خویش دیو می پنداشت
بسکہ رہبر سنانِ تیزش بود　　موزہ غربالِ[52] خاک[53] بیزش بود
از کفِ پای خارہاے چو تیر　　میگذشتش چو سوزنے ز حریر
پاکہ از برگِ گل فگار بود　　چوں شود چوں بروی خار شود
کس نہ ہمراہ و رہنماش مگر　　سایہ در زیر و آفتاب زبر
می نمود اندر آں پریشانی　　گفتہ و کردہ را پشیمانی
زاں بساط ددانِ[54] آہو خای　　کردہ بیم و دانش آہو پای
بیم بودش کہ پا شود بطواف　　چوں سُمِ آہو از میانہ شگاف
قدرے چوں بریں نمط بشتافت　　گذر اندر سواد دیہے یافت
خانۂ چند و کشت زارے دید　　تازہ شد کانجناں بہارے دید
آں دہے بود برکرانۂ دشت　　کادمی ہیچ زانطرف نگذشت
مردمانِ چو وحشِ صحرائی　　خو گرفتہ درو بہ تنہائی
بے خبر از فسانہاے سپہر　　بے گماں از بہانۂ مہ و مہر

[51] رجب = غولاں　　[52] حجب = غربیل　　[53] از بسکہ راہ دل آرام بر سر خار و خارا بود
موزۂ پاے اوش غربال سوراخ سوراخ گشتہ خاک بیزی میکرد ۱۲
[54] دداں یعنی درندگاں ۱۲

marfat.com

آمد آن مه در آن خرابه شتاب — همچو مهتاب[۵۱] کو فتد بخراب

در شد اندر کریچ[۵۲] دهقانی — در سفالِ شکسته ریحانی

بود دهقان جوانِ آزاده — هم هنرمند و هم ملک زاده

کرده علمِ یگانه[۵۳] را تعلیم — تا یگانه شده بهفت اقلیم

سبقِ حکمت بروم کرده درست — کز سپهر و زمین چه زاده چه رست

فیلسوفِ الٰهی از تمییز — در طبیعی و در ریاضی نیز

طرفه بربط زنی گزیده سرود — دستِ[۵۴] او شد چو ابر برق برود

باز دانسته پرده[۵۶] ها را راز — مضحک و مبکی و منوّم ساز

گوشه گیرِ جهان فرشته سرشت — مرغ قانع شده بدانهٔ کشت

واقعاتِ زمانه دیده بسے — گرم و سردِ فلک چشیده بسے

بسیاحت بسے زمین دیده — دامن از کارِ دهر برچیده

یک بیک زیر دستِ خود کرده — چار ساز و دوازده پرده

بربطش چون نوا برآوردی — جان ز تن بردی و در آوردی

چون نگه کرد سروِ سیمین را — ق — روئے گلرنگ و زلفِ مشکین را

---

[۵۱] اینجا مراد ضیاء مه یعنی چاندنی باشد ۱۲   ن: س = به کنج   [۵۲] کریچ یعنی خانه که دهقانان از کاه وسنے سازند بهندی جهونپڑا ۱۲   [۵۳] الٰہی ریاضی طبیعی هر سه اقسام حکمت نظریه ۱۲

[۵۴] عجب دست چون ابر و برق بر سرود   [۵۶] پرده هاے موسیقی دوازده اند هر که در آنها کمال دارد سامعین را می تواند که خنداند و گریاند و خسپاند ۱۲

ماند[۱] حیران که این چه جانورست | واندرین دشتش از کجا گذرست
این پری از کجا پدید این جا | ور پری نیست چون رسید این جا
خاست از جای همچو بادِ روان | رفت در پیشِ سرو[۲] آزاد جوان
گفت کای چشمِ بد ز روی تو دور | کیستی تو بدین لطافت و نور
مَلکے یا پری و یا مردم | خبرے ده که با خبر گردم
صنمِ تنگ دل ز تنگدلی | داد بیرون دمے بصد خجلی
گفت یک یک ز جانِ بی آرام | قصهٔ خویش و غصهٔ بهرام
چون خردمند یافت آگاهی | کآن دُرِست از خزانهٔ شاهی
گفت آنجا که کارنامهٔ تست | شرفِ من ز بارنامهٔ تست
چون تو شائستهٔ خداوندی | من پذیرمت بفرزندی
گر قناعت کنی بخشک و ترے | حاضرِ خدمتم بماحضرے
ور دلت راست جانبے پرواز | دل دلِ تست من ندانم[۳] باز
صنمش گفت چند گه بارے | خواهم افگند بر درت بارے
چون بفرزندیت شوم پیوند | پرورش واجب ست بر فرزند
گرچه مهمانِ تو گران جان ست | نتوان راندنش که مهمان ست
من هم از حق شناسی که مراست | عذر حق هائے تو توانم خواست

۱؎ جب = گشت   ۲؎ از سرو آزاد مراد دلآرام باشد ۱۲   ۳؎ جب = ندارم

marfat.com

چون بسی دُرّ ز دُرج نوش گشاد / شب چراغِ دگر ز گوش گشاد

داد بر دست مرد گوهرسنج / گوهری قیمتش فراوان[۵۱] گنج

خواجه زان اخترِ فلک پایه / بر زمین در[۵۲] فتاد چون سایه

گرچه بود از شکوه محترمی / گشت شرمندهٔ چنین کرمی

غرفهٔ[۵۳] داشت ساخت منزلِ وی / کرد ترتیبِ نقل و میوه و می

چون مزاجش بزیرکی دریافت / در سرش ریخت هر چه در سر یافت

هر[۵۴] هنرها که بود حاصلِ او / از دلِ خویش ریخت در دلِ او

کردش اُستادِ کار در همه کار / خاصه در پردهٔ بریشم تار

چندگه جادوی شد اندر ساز / که بکشتی و زنده کردی باز

چون نمود آزمونِ کردهٔ خویش / خواست[۵۵] بیرون[۵۶] فتد ز پردهٔ خویش

حجت از سوی شاه سست کند / دعویِ خویش را درست کند

چون شدی بادِ صبح نافه‌گشای / برنشستی برخشِ آهوپای

بر گلِ تر نقاب بربستی / سایه بر آفتاب بربستی

لاله را در قبا کشیدی تنگ / سرو را خانه ساختی ز خدنگ

تیرِ ترکی و[۵۷]کیشِ تاتاری / راست کردی ز بهرِ خونخواری

---

۵۱ جب = هزاران ۵۲ حر = بوسه داد ۵۳ یعنی بالاخانه ۱۲ ۵۴ ج = وز
۵۵ ج = تا که ۵۶ بعد آموختن هنرها دلارام خواست که خود را ظاهر گرداند و مشهور اطراف و اکناف عالم گردد ۱۲ ۵۷ ب = ز

marfat.com

در همه جای گاه و بیگاهش | بربطِ عاشقانه همراهش
کشتهٔ آهوی دشت را به ستیز | گه به پیکان و گه بزخمهٔ تیز
همچو[1] پیکانش[2] زخمه[3] در خون بود | چوبِ او از پلارک افزون بود
زان دهان بستگان[4] بفرمانش | دل ربودی زبانِ پیکانش
ور از انجاے بر گرفتی گام | بنوازش گریش کردی رام
برکشیدی بتخت نالهٔ زار | تا ربودی ز وحش دشت قرار
همه در پای بوسِ سرِ جوان | آمدندی بپای خویش دوان
سو بسو صف زدندی از کم و بیش | غائب از خویش و حاضر اندر پیش
همه را چون بهم در آوردی | زخمه بر بربط تر آوردی
پس منوّم[5] چنان زدی بصواب | که شدی چشم آهوان در خواب
چون شدندی ز خواب خوش بهوش | باز شان زخمهٔ[6] زدی در گوش
که از آن جسته باز جستندے | رشته[7] بر رشته باز بستندے
این خبر شهره گشت در آفاق | کز جهان جادوی بر آمد طاق
کآهو از دشت سوی خود خواند | کشد و باز زنده گرداند

---

[1] ب = همه
[2] یعنی پیکان و زخمه دلارام هر دو در خون ریختن برابر بودند ۱۲
[3] زخمه هر چیزه که بآن سازها نوازند و پلارک بفتح اوّل و چهارم شمشیر و جوهر تیغ و نوعی از فولاد ۱۲
[4] مراد از وحشیان صحرائی ۱۲
[5] یعنی نغمهٔ خواب آور ۱۲
[6] ح = جسته
[7] یعنی قطار بر قطار ۱۲
[8] ح = رسته تا رسته، از رشته ے

دخترے سرمہرِ دہقان ست — خاتمش درخورِ سلیمان ست

گفت گوی بہرکراں اُفتاد — غلغلے در ہمہ جہاں اُفتاد

این عجب کاین بگوشِ گیہاں[1] ماند — ہرکہ درگوش کرد حیراں ماند

از پژوہندگان[2] درگاہے — یافت دارای دولت[3] آگاہے

زاں ہوسہا کہ بود در بہرام — زین خبر در دلش نماند آرام

بامداداں عناں بصحرا داد — سمند[4] را باد و باد را پا داد

چوں تمنای آں تماشا داشت — رفت جای کہ آں تمنا داشت

پیش ازاں رفتہ بود جادوی مست — چشمِ آہو بجادوی می بست

گفت بہرام کارزو دارم — کہ ہنرہاۓ پیشِ چشم آرم

ہر متاعے کہ ہست دربارت — عرض کن چوں منم خریدارت

نازنیں راکہ ایں ہمہ دد ودام — بود بسرِ شکنجۂ بہرام

زاں تمنای شہ کہ در خوریافت — جای جولانِ خویشتن دریافت

گشت ہمراہِ شیرگیری شاہ — تازند راہِ آہواں زاں راہ

چوں زد آہوے وگور انداخت — لحن آہو نواز رابنواخت

آہوانِ رمیدہ با دلِ[5] خویش — پای کوباں درآمدند بہ پیش

---

۱ یعنی دنیا ۱۲ ۲ یعنی جاسوسان ۱۲
۳ مراد از بہرام گور ۱۲ ۴ سمند و باد عبارت از اسپ تیزرو است براسپ سوار شد و باد را پا داد اسپ جولان کرد ۱۲
۵ دل ایشان

marfat.com

چون سوی خویش خواندشان بسرود | پردهٔ خواب ساز کرد برود

درزمان کآن نفس فرو بردند | همه خفتند گوئیا مردند

چون دمے دیدہا فرو بستند | ساخت آن زخمه که بر جستند

زان نمونه که شرح نتوان داد | زنده را کشت و کشته را جان داد

دید چون شاه سحر بندیِ او | بست چشمے ز زخم بندیِ او

لیکن آورد ہمچو طراران | بر گہر طعنهٔ خریداران

کاین چنین ہا بسے ست اندر دہر | ہر کسے دارد از طلسمے بہر

کاردانی بکشوری نبود | که ازو کاردان ترے نبود

در شکر خنده شد بتِ شیرین | گفت آری از آنِ ما همه این

زیرکان در ہنر بوند تمام | لیک بہتر زمانه از بہرام

شاه گز ماده نر تواند کرد | به ازان ہیچکس نداند کرد

وانکه از مرده زنده گرداند | آنچنان ہر که ہست نتواند

عدل و انصاف ده اگر دیست | هم خود انصاف ده که عدل این ست

جوہری کو گہر فراواں سفت | راست گفت آنکه راست نتواں گفت

۱؎ جب = ہلم ۲؎ جب = پرده . ۳؎ در = جسته ۴؎ حر = شه نیز .

۵؎ اے بدل پسندید ۱۲ ۶؎ بر = بچشم ۷؎ جب = بتواند ۸؎ مجب = اگر ره

۹؎ مراد از جوہری علمای باکمال و از گہر سفتن کلمات یگانه گفتن ۱۲ ۱۰؎ ج = است

۱۱؎ از جمله کلمات حکما یکے این ست که راست نتوان گفت چراکه الحق مر و لوکان ...

۱۲؎ ج = بتواں

marfat.com

شاہ آواز آشنا بشناخت | ناوکش را نشانہ از جاں ساخت
دست زد برقع از رخش بربود | رفت گرد از مَہ[۱] غبار آلود
داد منزل بجانِ مشتاقش | در برآورد چوں بغلطاقش[۵۲]
زد ز عذرِ گناہِ خود نفسے | عذرہائے گذشتہ خواست بسے[۲]
پس بصد شادی و دلآرامے | باز بردش بتختِ بہرامے
دل کز آں پیشِ مہرباں بودش | بیش ز اں شد کہ بیش ز اں بودش
زاں ہنر کز دو سوئے پیدا گشت | ہر کہ در گوش کرد شیدا گشت
زاں عجائب کہ داستانے بود[۳] | داستانے بہر زبانے بود
شاہ فرمود کاں دو[۵۳] صورتِ حال | آید اندر نمونۂ تمثال[۴]
نقشبنداں بخامۂ تصویر | در خَوَرنَق[۵۴] نگاشتند و سریر

گفتار در آراستہ شدنِ حور و قصورِ ایں فردوسِ پُر حورِ بے قصور و بہشتی گشتنِ بہرام در آں

نقش پردازِ ایں کہن[۵] پرکار | نقشہا را چنیں کند برکار[۶]

---

[۱] جب = رخ
[۵۲] غلطاق قبا یا پیراہن و بغل بند ۱۲
[۵۳] یعنی سرگذشت بہرام و دلآرام ۱۲
[۵۴] خَوَرنَق بروزن سشکراب نام ایوان بہرام گور و حاصل بیت آنکہ از حکم بہرام نقاشان تصویر بہرام و دلآرام و شکارگاہ و صورت اظہار ہنرمندی ہر دو در محل و تخت نقش کردند ۱۲
[۵] ح = گہر
[۶] س = بہ نگار

marfat.com

که چو بهرامِ گور در پۓ گور   پے به پے داد گورپا[1] را زور

آں هوس شاه را بسرمی بود   روز تا روز بیشتر می بود

تا براں گونه شد که خسروِ عصر   هفته بر هفته نآمدی سوی قصر

مهترانے که درگهه و بے گاه   خاصه بودند بهرِ خدمتِ شاه

زاں دویدن بدشت و بیشه و کوه   مانده گشتند و آمدند ستوه

هیچکس را نبود زهرهٔ[2] شیر   که دمے برکشد زسینه دلیر

کارداران شهر و لشکر نیز   آگهی شاں[3] زعهدهٔ همه چیز

از برائے حضورِ منعم خویش   مانده بودند سرفگنده به پیش

هر یکے را تاملے بضمیر   ق   کز طریقِ کفایت و تدبیر

چه بود چاره کز نشیب و فراز   اژدها سوی گنج گردد باز

زیں نمط گفت و گوی میکردند   چاره راجستجوے میکردند

پور منذر که بود نعماں نام   در سبق هم جریدهٔ بهرام

پیشِ منذر رموزِ غیب نماے   خوانده بودند هردو دریکجاے

رایِ نعماں زکوششِ شب و روز   گشته بود اخترِ سپهر افروز

دیده ازبینشِ اولوالابصار   درهمه کارها نهایتِ کار

---

[1] گورپا مراد از اسپ شکاری بهرام ۱۲   [2] یعنی جرأت نبود ۱۲

[3] حرجب ء آں کرشاں بود

حل کنِ مشکلاتِ دانایاں ... کسب ہمچوں عطاش[1] بی پایاں

صنعت و حرفتِ ہنرمنداں ... زانکہ نتواں شمرد صد چنداں

شہ زبس دانش و معانیِ او ... ق ... و ز بزرگی و کاردانیِ او

در ہمہ ملک اشارتش دادہ ... دستگاہِ وزارتش دادہ

زاں اشارت بچار ارکانش ... ہفت کشور مطیعِ فرمانش

بادشاہانِ شرق و غربِ جہاں ... بندۂ حکمش آشکار و نہاں

ہر کہ زابروش یک اشارت دید ... پیشِ چوگانِ او چو گوی دوید

در کسی در کشید زو سرِ خویش ... سرِ او پیش از و دوید بہ پیش

چوں ز صحرا نوردیِ بہرام ... مصلحت را گسستہ دید زمام

با خود اندیشۂ نمود شگرف[2] ... خواند لوحِ صواب حرف بحرف

دانگہے گفت با سرانِ سریر ... کہ شما بگذرید زیں تدبیر

چند گاہے دریں کفایت و فن ... مصلحت را رہا کنید بمن

تا بہر دانشے کہ من دانم ... عزمِ شہ را عناں بگردانم

ہمہ گفتند گفت گفتۂ تست ... قیمتے گوہرے کہ سُفتۂ تست

چوں پذیرفت مردِ کار اندیش ... سرِ اندیشہ را نہاد[3] بہ پیش

تا چہ سازد کہ آورد از راہ ... ماہِ گردندہ را سوی خرگاہ

---

[1] یعنی علوم اکتسابیۂ او ہمچوں سخاوتش بے پایاں بود ۱۲ [2] نادر ۱۲ [3] جب = فگند

marfat.com

گرد اندیشہ یک شبے بتمام   ہفتہ بر ہفتہ عشرتِ بہرام

بامداداں کہ شد جہاں پر نور   کامراں گشت ہمّتِ دستور[۱]

جست دانای کار مردی چند   تجربہ یافتہ ز چرخِ بلند

بود در پیش خسرواں بسیار   ہم سخن گوے و ہم پیام گذار

داد شاں یادگارہا[۲]ی گراں   درخورِ پیشگاہِ تاجوراں

چوں متاعے کہ بود شد تسلیم   کرد شاں نامزد بہفت اقلیم

کآورند از برای جلوۂ بخت   ہفت دختر ز ہفت صاحبِ تخت

شاں[۳] بروں آمدند از ہمہ ساز   ہر یکے بر شہے شدند فراز

پیش بردند تحفۂ نامی   باز جستند کامِ بہرامی

بادشاہاں بجاں رضا دادند   دختراں را بپادشا دادند

رہ رواں بعد ہفت ماہ خرام   آوریدند ہفت ماہ تمام

بانواں را بپردہا بردند   بوکیلانِ پردہ بسپردند

چوں قوی شد بنای پردۂ راز   کرد نعماں بنای دیگر ساز

برلب جوے مرغزاری جست   کز بہشتش نمونہ بود درست

جاۓ[۵][۶][۷] از خرمی نشاط افزای   دلکش و جاں نواز[۴] و دیدہ کشای

---

۱ وزیر و مشیر ۱۲   ۲ یعنی تحفہا ۱۲   ۳ جب = تا   ۴ جب = با

۵ رجب = خاکی   ۶ رج = خاکتر   ۷ جب = فزاے

marfat.com

جا نگاهے کز اعتدالِ هوا | یافت رنجورِ چند ساله دوا
پیرِ فرتوت را جوانی داد | مرده را آبِ زندگانی داد
چون بران گونه روضهٔ دریافت | تازه کرد آن نیت که در سر یافت
هر چه سرمایهٔ عمارت بود | همه ترتیب کرد زود از زود
پس طلب کرد روزی از درِ کار[۱] | فرخ از دور اختران بشمار
خواند معمارِ کاردان را پیش | باز گفتش خیالِ خاطرِ خویش
کانچنان بایدم کز استادی | کار سنجے بسختِ بنیادی
زین اساسی نهی فراخ نه تنگ | زر زنی در عمارتِ گل و سنگ
از زمین تا فرازِ گنبدِ مهر | هفت گنبد بر آوری چو سپهر
آن عمارت کنی که در همه ساز | چرخ زو خویش را[۲] نداند باز
بانیٔ[۳] بود کاردان مردے | کز زمین آسمان بنا کردے
شیده نامی که هر چه پیدا کرد | خلق را زان نمونه شیدا کرد
منظر از خاک تا فلک بستی | فرشِ سنگین بر آب بر بستی
شد بفرمانِ وسنتر نعمانی | مردِ داننده در عمل رانی
برده بنیادِ هر نمونه[عه] بر آب | تا نگردد دگر ز آب خراب

---

۱ جب = سرِ کار ۲ اے آن گنبدها را چنان فراخ و بلند بنا کنی که فلک در میان خود و گنبدها فرق نداند که من کدام هستم و گنبد بهرام کدام ۱۲ ۳ جب = بود بناے

marfat.com

وانکه از هفت گونه سنگِ لطیف ‏ کرد ترتیبِ هفت اساسِ شریف

تا برآراست ازین سا ے ‏ بر زمین از سپهر تمثالے

هفت گنبد چو خرگهِ زرِ لفت ‏ کرده چون هفت آسمان هرهفت

صفهٔ [۵۱] خشت و گل چو کرد تمام ‏ نوبت آمد بزیب [۵۲] جامه و جام

داد و نعمانِ آسمان فرهنگ [۵۳] ‏ زیوری هر یکے بدیگر رنگ

آنکه نو شد ز شنبه آئینش ‏ چون زحل بست رنگ مشکینش [۵۴]

وانکه یک شنبهش رساند نوید ‏ زعفرانیش کرد چون خورشید

وانکه بود اندر دوشنبه راه ‏ کرد [۵۵] ریحانیش بگونهٔ ماه

وانکه نو گشتش از سه شنبه نام ‏ کرد گلنار گونش چون بهرام

وانکه نسبت بچار شنبه داشت ‏ رنگِ تیرش [۵۶] برنگ [۵۷] تیر نگاشت

وانکه از بهرِ پنجشنبه بود ‏ کرد چون مشتریش صندل سود

وانکه ز آدینه داشت معموری ‏ رنگ دادش چو زهره کافوری

هفت گنبد چو رنگ و بوی گرفت ‏ جادرو هفت ماه روی گرفت

هر یکے هم برنگِ مسکن خویش ‏ جامه را رنگ داده بر تنِ خویش

چون شد اسبابِ هفت خانه تمام ‏ باز گفتند قصه با بهرام

---

۵۱ در حجب = صنعت ‏ ۵۲ یعنی نوبت آرایش و تزئین مکانها آمد ۱۲ ‏ ۵۳ رحجب = ساخت

۵۴ تیر اول یعنی چوب راست سقف که آنرا بندی شهتیر و کڑی نامند و تیر ثانی یعنی عطارد که رنگش مائل بسیاہی ست ۱۲

۵۵ ن ج ب = نقش تیره ‏ ۵۶ بمد عقل ۱۲

marfat.com

انچه نعمانِ کارواں آراست | زآدمی زادگاں نیاید راست

آفریده[۱] درو چه کار کنند | ور کند آفریدگار کند

از صدا هفت گنبدِ تازه | هفت گنبد کند پُر آوازه

هفت[۲] هر یک چو چرخِ نور سرشت | نسخهٔ[۳] روشن از سوادِ بهشت

گشت هر هفت قبهٔ جمشید | مطلعِ ماه و منزلِ خورشید

هر بتے در نگارخانهٔ ناز[۴] | گه غزل گوی و گه سرود نواز

دم که در عاشقِ خراب دمند | بفسانه فسونِ خواب دمند

بسخن در دو دیده خواب آرند | خواب نیز از دو دیده بردارند

ساقیانے بصد دلآرامے | در خورِ بزم گاهِ بهرامے

خانه پُر ز آهوانِ شیر شکار | شاه را با شکارِ دشت چه کار

گر یکے زاں شکار یابد شاه | بشکارِ دگر بجوید راه

شاه کیں مژدهٔ نشاط شنود | میلِ طبعش عناں ز دست ربود

ترکِ پوئیدن شکار گرفت | بر سکونت دلش قرار گرفت

تافت از دشت سوی خانه عناں | در صنم خانه رفت گشت کناں

چوں رسید اندر آں خجسته سواد | گشت بر لاله کرد و بر شمشاد

بوی گلهاش مغز پرور گشت | مغزش از بوی گل معطر گشت

۱؎ یعنی بشر ۱۲ ۲؎ د، جب۔ هست ۳؎ س۔ نسخهٔ ۴؎ جب۔ راز

marfat.com

بیشتر شد بوستانِ فراخ — میوہ بر میوہ دید شاخ بشاخ
چوں درآمد بکارخانۂ نو — دیدہ ہر سو نگارخانۂ نو
جفتۂ پر ز حورِ زیبا دید — جاں ز نظارہ ناشکیبا دید
نیکواں[1] آمدند با صد ناز — خاک روباں بگیسوانِ دراز
ہریک آشوبِ عالمے ز جمال — صد جگر داغ کردہ از یک خال
پست کردند بر زمیں رُخِ خوب — چوں مہ و آفتاب گاہِ غروب
جبہہ را چوں ز خاک برکردند — جبہہ شاہ را نظر کردند
درفشاندند[2] بر زمیں چنداں — کہ زمیں شد چو آسماں خنداں
ملک آمد ز بادپائے بہ زیر — شد ہمائیِ گوزناں شیر
ہریکے را بپوزشِ تازہ — پرسشے کرد بیش ز اندازہ
رفت و بنشست بر سریرِ بلند — ہم نشینش ہماں عروسے چند
مجلسے یافت پر ز نعمت و کام — با حریفانِ نو نشست بجام
آنچناں شد بروی خوباں شاد — کش ز عیشِ گذشتہ نامد یاد
خواند نعمانِ کارداں را پیش — بخششے کرد از نہایت بیش
آفریں کرد بر چناں رائے — کہ برآراست آنچناں جائے
وانگہ از اختیارِ[3] طالع و روز — شد بہر گنبدے نشاط اندوز[4]

---

[1] مراد از جہاں نازنیناں و نیکو صورتاں ۱۲
[2] مراد از دعاہا و کلمات استقبالیہ باداب شاہانہ ۱۲
[3] بمعنی خبر گرفتن ۱۲
[4] عجب افروز

marfat.com

نافہ کشادنِ خلق بہرام روز شنبہ در بہشت دوم در گنبدِ مشکیں با غزالۂ ہندی و طلبِ افسانہ کردن

روز شنبہ کہ بادِ مشک انگیز — شد بدامانِ صبح غالیہ بیز

شہ بگنبد سرائے مشکیں شد — خانہ زو ہم چو نافہ چیں شد

جامہ را ہم برنگ کیوانے — داد ترتیبِ عنبر افشانے

ماہِ ہندی نژاد رومی چہر — خاست از خوابگاہِ ناز بمہر

خدمتِ خاص را میاں بربست — کمرِ بندگی بجاں در بست

کرد چوں ساقیاں برعنائی — نقل ریزی و مجلس آرائی

نازنیں گشت ہمنشیں با شاہ — تازہ کردہ قرانِ زہرہ و ماہ

ز اوّلِ بامداد تا گہِ شام — عشرت و عیش بود بادہ و جام

شب چو بر رسم شد بعالم نور — گردِ عنبر فشاند بر کافور

شہ ز مستی نمود رغبتِ خواب — ہم ز گل مست بود و ہم ز گلاب

جانش از ذوقِ بوسہ مفتوں بود — مستیِ نقلش از مے افزوں بود

زاں پری پیکرِ بہشتی وش — خواست کافسانہ سراید خوش

خاک بوسیدہ ماہِ سیمیں ساق — ق — گفت کای بادشاہِ روم و عراق

تا جہاں ست شہریاری کن — تخت گیری و تاجداری کن

marfat.com

آسماں مُفرشِ سرائے تو باد ‌‌ هر چه جز تست خاکپای تو باد
من کیم هندوی شکسته زباں ‌‌ تی کیں دلیری کنم چو بے ادباں
لیک فرمانِ شه چو بر جان ست ‌‌ گویم از جاں هر انچه فرمان ست
ایں سخن گفت ولب کشاد ز بند ‌‌ وانگبیں ریخت از دهن چوں قند

افسانه گفتنِ آهوی مشک دم و مشک بی پوست باز کرده از بطانه بیروں دادن

گفت وقتے بروزگار نخست ‌‌ بود شاهے بشهریاری چست
در سراندیپ[1] پایۂ تختش ‌‌ قدمِ آدم افسرِ بختش
عِبرۂ[2] تا غزنیش مهیا بود ‌‌ عبرۂ دیگرش ز دریا بود
هوسے بودش از دل افروزی ‌‌ در چه دیکارِ دانش آموزی
داشت پیوسته چوں نکورایاں ‌‌ میل بر زیرکاں و دانایاں
در دلِ هر که دید دانش بیش ‌‌ خاص کردش بهمنشینی خویش
سه پسر داشت هوشمند و جواں ‌‌ هم توانگر بعلم و هم بتواں
بعلم گشته باعطارد جفت ‌‌ کارِ شمشیر خود چه باید گفت

---

[1] مزار مقدس حضرت آدم و حوا علیهما السلام همیں جا گویند ۱۲ [2] عبره بالکسر محصولات که از کشتی نشیناں و جهاز نشیناں گیرند و مجازاً بمعنی خراج ملک هم آید پس عبره اول بمعنی مجازست و عبره ثانی در مصرعه ثانیه بمعنی حقیقی یعنی سلطان بحر و بر بوده ۱۲

marfat.com

هر هنر کاندر و گمان نرسد ق ور رسد در گمان[۱] بآں نرسد
کرده بود اوستادِ شاں تعلیم — هر یکے گشته فیلسوف و حکیم
عقده زیشاں چناں کشاد براز — که ملک را بکس نماند نیاز
خواند روزے نہانی از اغیار — هر یکے را جدا بپرسشِ کار
کاز موش کند بکارِ سریر — کیں تصور کرا بود به ضمیر
گفت اوّل باوّلیں فرزند — که مرا شد بنفشہ[۲] سر بلند
بعد ازیں نیست کارِ رشتی خاک — جز نیایش گری بحضرت پاک
قرعه برشت بادشاہی را — رونقِ ماہ تا بماہے را
آں بنا نو کنی بداد و بجود — که جہاں خوش بود خدا خوشنود
ناتواں را برفق پیش آئی — با توانا کنے توانائی
بشبانے رمہ[۳] نگہداری — گوسپنداں بگرگ نگذاری
پورِ دانا بخاک سود کلاه — گفت جاوید باد دولت شاه
کے روا باشد از ہوا[۴] خواہی — که زنم پیشِ شه دم شاہی
تا توئی ملک بر کسے نه سزاست — بے تو خود زیستن برای چراست
تخت ما وا ے چوں منی نبود — جاے تو جاے چوں منی نبود
مور با آنکه بر سریر بود — کے سلیمان و تخت گیر بود

---

۱ بن = کمال آں ۲ از پیری خمیده شدم ۱۲ ۳ گله گوسپند ۱۲ ۴ ہوا خواہ = نکو

marfat.com

شه در آن آزمایشِ کارش   چون پسندیده دید گفتارش
در دلش صد هزار تحسین خواند   و آشکارش بخشم بیرون راند
خواند فرزند دومی را پیش   خاص کردش بآزمایش خویش
بافسون گر سخنِ لہ بافسون خواند   ماجرای گذشته بیرون راند لہ
پسرِ زیرک از خردمندی   کرد پرسنده را زبان سہ بندی
گفت ما را بجان و بینائی   ق   کردنی شد هر انچه فرمائی
لیک پیشت حدیثِ تاج و سریر   عیب باشد ز بنده عیب مگیر
دین زمان تو که تا توئی بر جای   دیگری کی نهد بمسند پای
وان زمان کین زمانه گذران   با تو نیز آن کند که با دگران
گر بود در سرت که افسرِ خویش   خود مزین کنی بگوهر خویش
مهترے هست آخر از منِ خورد   بارِ سر جز بدوش نتوان برد
بر بزرگان رواست این معراج   لولوی خرد نیست در خورِ تاج
شاه زد هم گره برابرو کرد   وز حضورِ خودش بیکسو کرد
روی در خوردِ کاردان آورد   خورده را باز در میان آورد
داد پاسخ جوانِ کارشناس   که ز خوردان نکو نیاید پاس
شاه چون دید کان سه گوهر پاک   می شناسند گوهر از خاشاک

لہ دمجب = زبان بافسون داد   لہ مجب = داد   سہ اے جواب کافی و شافی داد ۱۲

marfat.com

شادماں شد زبختِ فرخِ خویش   سود بر خاکِ بندگی رُخِ خویش

بہر ملک دو روز بے سر و بُن   ایمن انداز فریبِ چرخِ کہن

لیکن از پیش بیسنی بے گوز[۵۴]   باجگر گوشگاں شد اندر شوز

داد فرماں کہ ہر سہ بد بہنر   پیش گیرند رہ ز پیشِ سریر

تا حدِ ملکِ شہر یار بود   ہر کہ ماند گناہ گار بود

زیں سخن ہر سہ تن ز جای شدند   توشہ بستند و رہ گرای شدند

گہ در آباد بوم و گہ بخراب   شہر بر شہری شدند شتاب

رہ نوشتند بے شکیب و سکوں   تا شدند از دیارِ شاہ بروں

در رسیدند تا باقلیمی[۵۵]   کہ ازاں بود ملکِ شاں نیمی

در بیابان و راہ و منزل و جای   نہادند بے تجارب پای

روزی از گردشِ ستارہ و ماہ   می نوشتند سوی شہری راہ

ناگہ از پیش زنگی چوں قیر[۵۶]   تگ زناں سوی شاں گذشتہ چو تیر

گفت کای رہروانِ زیبا روی   شتری دیدکس رواں زیں سوی

زاں سہ برنا یکی زباں بکشاد   نقشِ نادیدہ را نشانے داد

لہ حجب = کور   لہ س: خور و گور   ۵۴ گوز بواو معروف در فارسی بمعنی پیچیدہ و خمیدہ یعنی چناں پیش بینی راست کہ در وی کجی و پیچیدگی بنودہ ۱۲   لہ د حجب = شور   ۵۵ یعنی متقابل وسعت آن اقلیم ملک پدر ایشاں نصف بود ۱۲   ۵۶ قیر بالکسر بروزن میر روغنے سیاہ کہ بر شتراں و درزہاے کشتی مالند بہندی تارکول ۱۲

marfat.com

گفت کاں گم شدہ کہ رفت ز دست | یک طرف کور ہست گفتا ہست
دومی گفت چوں خردمنداں | کز دہانش کم ست یک دنداں
سومیں ہوشمندِ با تمیز | گفت یک پائے لنگ دارد نیز
زاں نشانہا کہ بود روشن و راست | شبہہ از پیشِ ساربان برخاست
گفت چوں راست شد نشانی داد | بایدم رہ بہم عنانے داد
باز گفتند ہر یکیش جواب | کہ ہمیں راہ گیر و رو بشتاب
مردِ پوئندہ راہ پیش گرفت | رفت و دنبالِ کارِ خویش گرفت
آں جواناں براہ گام بگام | می نمودند نرم نرم خرام
تا زمانے کہ گرم گشت سپہر | ق | موجِ آتش فشاند چشمۂ مہر
زیرِ عالی درختے انبہ[۱] شاخ | ۲ | کش دو پرتاب بود سایہ فراخ
در رسیدند بنخ دیدۂ راہ | میل کردند سوی آب و گیاہ
چشمہ دیدند و دست و پا شستند | بر گل و سبزہ خوابگہہ جستند
چوں ز بادِ خوش و درونہ نواز | نرگسِ مستِ شاں شد اندر ناز
ساربان باز در رسید چو باد | باز بانے چو خنجرِ فولاد
گفت زیں سوی تا بیک فرسنگ | پایم از تاختن نداشت درنگ
در نوشتم بسے گریوہ و کوہ | در تگ و پوئیہ آمدم بستوہ

---

[۱] انبہ مخفف انبوہ است زیر درختے بزرگ کہ شاخہاے انبوہ بود ۱۲ [۲] میدان ۱۲

marfat.com

دیده گردی ازاں رمیدہ ندید | گرد چہ؟ بلکہ آفریدہ ندید
گفت زاں‌ها یکے کہ بشنو گفت | ہر چہ دیدیم چوں تو انش نہفت
ہست بارش سبو درو بار[1] روے | روغن ایں سوی و انگبیں زاں سوے
دو میں کرد روے کار برو | ہست گفتا زنے سوار برو
سومیں گفت زن گراں بار[2] ست | و ز گرانیش کار دشوار ست
سارباں زاں ہمہ نشانِ درست | گردِ شک راز روی خاطر شُست
آگہی چوں نداشت از فنِ شاں | چنگ در زد بیک بدامنِ شاں
نعرہ برداشت کیں سہ طرار ند | کہ بتاراجِ خلق در کار اند
ہر زماں سو بسو زمیں بزمیں | بہر کالا ہمی کنند کمیں
تا کجا باشد اشتری و خری | یا متاعے ز نقرہ و ز زری
بفریب و فسوں و چارہ گرے | ببرند از مقیم و رہ گذرے
زاں نفیر و فغاں کزو برخاست | گرد گشتند خلق از چپ و راست
گرد شاں شد ز مردم انجمنے | ہر یکے گفت بیش و کم سخنے
تا نہایت بر آں قرار افتاد | کہ بباید شدن چو کار افتاد
ملکِ عہد را خبر کردند | راہِ انصاف را نظر کردند
کار[3] کاں بستہ گشت بکشاید | کار فرما تمام فرماید

[1] مقابل ۱۲ [2] یعنی حاملہ ۱۲ [3] جب کہ کار چوں بستہ گشت بکشاید

marfat.com

هم بر آن اتفاق جمله بهم — حکم جویان شدند سوی حَکَم

ساربان ماجرای حال که بود ق — وان همه پاسخ و سوال که بود

گفت با شه یگان یگان بدرست — شاه زان هر سه نیز پاسخ جست

آنکه زایشان کیاست افزون داشت ق — در هر افسانه صد افسون داشت

گفت اول دعای دولت شاه — که بمان تا بود سفید و سیاه

چشمها را ز خاک پای تو نور — دیدهٔ بد ز آستان تو دور

ما سه برنا مسافریم و غریب — در تگ و پویه ز آب[1] و خورد نصیب

سالها شد که گرد عالم خاک — می نوردیم دشت و کوه و مغاک

نیست زین تاختن بهر جایے — بهرهٔ ما بجز تماشایے

در دیارے که راه بنوشتیم — چون بدیدیم جمله بگذشتیم[2]

زین دویدن بزیر چرخ کبود — روزے این سوی نیز راه نمود

می بریدیم ره ز گردش دهر — تا رسیدیم بر در این شهر

اول این زنگی سیاه وجود ق — که دوان سوی ما رسید چو دود

اشترے جست و ما بلابه[3] و لاغ — تازه کردیم نقش او را داغ

ما گنهگار این قدر هستیم — که دروغے بروے او بستیم

---

[1] از آب و دانه مقسوم در سیر و سیاحت می باشیم ۱۲   [2] جب = برگشتیم

[3] لابه بمعنی تملق و عجز و بمعنی اخلاص مجاز است و لاغ بمعنی ظرافت و خوش طبعی ۱۲

marfat.com

شد ملک گرم زیں حکایت و گفت | کانچہ پیداست چوں توانش نہفت
بس دروغے کہ گویش بیخواست | اتفاقاً مقابل اُفتد راست
چوں خود از دل بروں فگندی راز | تیر کز شست رفت ناید باز
زاتفاق از دروغِ نافرجام | راست از دہ یکے بود نہ تمام
بردہ را بازدہ بہانہ مکن | خویشتن را بدیں نشانہ مکن
ایں سخن گفت چوں ستمگاراں | بندِشاں کرد چوں گنہگاراں
چوں شام آفتابِ نورانی ق | گشت در زیرِ خاک زندانی
آں جوانانِ نغز با فرہنگ | سوی زنداں شدند با دلِ تنگ
ہمہ شب رفت شاں بحزونی | در صفِ دزد و رہزن و خونی
شب چو بر ناقہ بست محملِ خویش ق | مہ بخورشید داد منزلِ خویش
شترِ یاوہ گشت با ہمہ ساز | بر درِ ساربان رسید فراز
مردے آمد کہ در فلاں کہسار | بر درختیش ماندہ بود مہار
من بداں سو شدم بکار کشی | دیدم و کردمش مہار کشی
زاں کہ بالاش بود داد نشاں | تا من آوردمش مہار کشاں
ساربان دادش آنچہ واجب بود | پس بسوی ملک رواں شد زود
گفت باشہ کہ من بدولتِ شاہ | یافتم ہرچہ یاوہ گشت براہ

لہ جب = بے کاست لہ ح = ار لہ د = فسانہ لہ جب = با ۵ آوارہ شدہ و راہ گم کردہ

شتر و ہر چه بود بار برد | و آں عروسے که بُد سوار برد
شه نظر سوے عدل فرماید | بندیاں را ز بند بکشاید
شه ز آزارِ بے گناہے چند | از جگر بر کشید آہے چند
خواند شاں با ہزار خجلت و شرم | نرم دل کرد شاں بپوزشِ گرم
وانگہے داد شاں ز بند خلاص | خلعتے داد ہر یکے را خاص
پس بپرسید شاں که قصهٔ خویش | باز باید نمود از کم و بیش
کانچه مردم ندید پیکرِ او | چوں نشانے دہد ز جوہرِ او
ماجرا گر درست باشد راست | خواسته[۱] بیکراں دہم بیخواست
ورکم و بیش در میاں آید | سر ز شمشیر در زیاں آید
رمز داناں بشرطِ خدمتِ خاص | تازہ کردند سجدۂ اخلاص
پس یکے زاں سه تن زباں بکشاد | گفت باشی ہمیشه خرم و شاد
من که کوریش را نشاں گفتم | بینشم[۲] وا[۳]نمود زاں گفتم
ہمه یکسوے دیدم اندر راہ | خوردنش از درخت و خار و گیاہ
نقش بستم که یکطرف کور ست | کش بیک سوی در چرا ز درست
دومی گفت کز رہِ فرہنگ | من بیک پاے زانش گفتم لنگ
کانچناں دیدمش براہ نشاں | که ز یک پاے رفته بود کشاں

---

[۱] خواسته یعنی مال اے مال بیکراں بے طلب بخشایم ۱۲ [۲] بے عقل من ۱۲ [۳] رجب = رہ

marfat.com

سیومیں گفت چوں خردمنداں　ق　منکہ کم گفتمش یکے دنداں

برگ و شاخے کہ خوردہ کردۂ او　　دیدم افتادہ نیم خوردۂ او

ہرچہ ناخوردہ مینمود درو　　برگ یک یک درست بود درو

روشنم شد زعقل چندانے　　کز دہانش کم ست دندانے

شاہ گفتا کہ آں سہ چیز نخست　　ہرچہ گفتید راست بود و درست

واں سہ دیگر بدانش و تمیز　　روشن و راست گفت باید نیز

باز یک تن زبانِ راز کشاد　　وآنچہ در پردہ بود باز کشاد

گفت کاوّل دمے کہ از من رفت　　ماجرا از انگبین و روغن رفت

آنچناں شد کہ در خس و خاشاک　　دیدم آلایشے چکیدہ بخاک

مگس افگندہ بود یک سو شور　　سوی دیگر قطارِ لشکرِ مور

ہرچہ در وے دوید مور بجہد　ق　حکم کردم کہ روغن ست نہ شہد

وانکہ سویش مگس نمود ہجوم　　بفراست شد انگبیں معلوم

شخص دوّمیں زباں کشاد کہ من　　آنکہ بروے سوار گشتم زن

آنچناں دیدہ شد کہ گشت یقیں　　اثر زانوے شتر بزمیں

گشت پیدا ز پہلوِ زانو　　نقشِ نعلین ہائے کدبانو

ترشحِ نیز دیدم از یکسوی　　برگرفتم ز خاکِ آنجا بوی

بجب ھد دیم　　۲ یائے قلت اے اندک تری ۱۲

نفس زاں بوے در گداز آمد — جوشِ شہوت در اہتزاز[1] آمد

کردم اندیشہ راز خاطر فرد — کہ سوار شتر زن ست نہ مرد

گفت سیومیں کہ رای من بنہفت — زاں سبب حال دگرانش گفت

کاندراں جای کاں جمّازه[2] نشیں — بر جمازه سوار شد ز زمیں

دیدم آنجا کہ نقشِ پایش نشست — گشت پیدا انجا کہ نقشِ دو دست

گفتم ایں حال دگراں بارست — کز زمیں خاستنش دشوارست

آنکہ در خاک دست سای شدست — از پئے خاست چارپای شده است

شاہ کز ہر سہ تن شنید جواب — بنده شد زاں فراستِ بصواب

ہر یکے را بصد نوا بنواخت — ساخت برگی چنانکہ باید ساخت

زاں نمودار دور بینیِ شاں — کرد رغبت بہمنشینیِ شاں

منزلے داد شاں درون سرائے — تا بود نزدِ شاں بخلوت جاے

دل چو فارغ شدیش از ہمہ کار — تازه کردی نشاط را بازار

با حریفانِ نو بہ تنہائی — باده خوردی بمجلس آرائی

گوش کردی دمے بہ نہانیِ شاں — بہره جستی بکاردانیِ[3] شاں

مغزِ معنی کہ دیدی اندر پوست — نقش کردی بجانِ[4] معنی دوست

---

[1] بمعنی جنبش ۱۲ [2] جمازه صیغہ مبالغہ بہ تشدید میم ست ولیکن در فارسی بتخفیف ہم مستعمل میباشد بمعنی شتر تیز رفتار ۱۲ [3] زیرک = زکاردانی [4] جان موصوف معنی دوست صفت نے جانیکہ معنی را دوست میداشت ۱۲

marfat.com

شه فرستاد نزدِ شاں یک روز — برهٔ[۵۱] و بادهٔ درونه فروز
همه باهم نشاط پیوستند — شاد و خنداں بیادہ بشستند
چوں دمے چند کرد هر یک نوش — و آمد از مے درونها در جوش
باز میگرد[۵۲] هر یک از کم و بیش — داستانے بقدرِ دانشِ خویش
آنکه مه بود چابک اندیشه — ق — باز گفت از دل خرد پیشه
کیں مئے کآدمی گم ست درو — گوئیا خونِ مردم ست درو
دومیں کاردانِ راز شناس — ق — گفت ز اندیشهٔ درست قیاس
کیں بره گوئیا نه پاک رگ ست — پرورش یافته ز شیرِ سگ ست
سیومیں نقش بند عقده کشای — ق — باز گفت انچه روی داد ز رای
کیں ملک نے ز شاهِ آزادست — دانم از پشت مطبخی زادست
ملک اندر کمینِ دیوارے — گوش میداشت سوی گفتارے
تا هر آں خورده[۵۳] کآید از سه حکیم — کشدش در جریدهٔ تعلیم
زاں سه نکته که گوش گیر شدش — دلِ نازک گماں پذیر شدش
بسکه جوشِش درونش ابتر کرد — سر بخلوت سرای شاں در کرد
هر سه تن تیردار بر جستند — با ملک چوں نشست بنشستند
شاه فرمود کیں زماں بنهفت — هرچه گفتید باز باید گفت

---

۵۱ بره بمعنی حلوان ۱۲ ۵۲ سرج = می گفت ۵۳ نکته ۱۲

marfat.com

گشت تحقیق در بطانۂ[۱] شاں ‏ کہ شنیدست شہ فسانۂ شاں
گرچہ آں گفتہ دلپسند نبود ‏ باز گفتند چوں گزیر نبود
شاہ یک یک شنید و گشت خموش ‏ بادہ می خورد با دلِ پُر جوش
کردہ بود آزموں کزیشاں کس ‏ نزند ہرگز از گزاف نفس
صبح چوں رازِ چرخ روشن کرد ‏ صحنِ گردوں چو سبز گلشن کرد
شاہ در ماجرائے بادۂ دوش ‏ باز جست آگہی ز بادہ فروش
مردِ خمار گفت کیں انگور ‏ بردہ ام از رزِ[۲] فلاں دستور
اوّل آں باغ بود گورستاں ‏ گور افگندہ ساختش بستاں
چوں یکے باز خواند روشن و راست ‏ از دو دیگر تفاوتش برخاست
از شباں باز جست رازِ برہ ‏ زد شباں قلب چوں نبود سرہ
گفت کیں برہ بود پہلوی میش ‏ شیر پرورد مہرِ مادرِ خویش
بانگ برزد برو بہ تندی شاہ ‏ کیں زمانت سر افگنم چو گیاہ
زیں سیاست نباید آساں رست ‏ جز با قرارِ راست نتواں رست
کرد دوشن شبانِ برہ فروش ‏ کاوفتاد از گناہِ او سر و پیش
دل ز تیمارِ جان و تن برداشت ‏ پردہ از رازِ خویشتن برداشت
گفت کیں برہ بود در رمہ خرد ‏ کز رمہ گرگ مادرش را برد

---

۱ دل ۱۲ ‏ ۲ درخت باثمر انگور ۱۲

marfat.com

ماده سگ داشتم دونده چو تیر　　بچهٔ چند بودش اندر شیر
رام کردم چنان بدستانش　　که بره سخت شد به پستانش
چون چنان شد ز شیر مستی نغز　　استخوانش بپوست شد همه مغز
آوریدم بسوی مطبخِ خاص　　زین گنه خواه تیغ خواه خلاص
شه چو رمزِ دو خرده دید درست　　گشت پاس از خیالِ سومیم سست
چارهٔ ناچار سوی مادر راند　　رازِ دل را نهفته بر وی خواند
در گریبانش چنگ در زد سخت　　ق　گفت خواهم ز تو جهان پرخت
ورنه برگو براستی خبرم　　تا که بود ست در جهان پدرم
از که آوردهٔ چو من پسری　　پدرم شاه بود یا دگری
مادر از خشم در خروش آمد　　خونش اندر جگر بجوش آمد
گفت کاندیشه نیستت ز وبال　　که نهی تهمتم به پیران سال
که تواند جز آفتابِ بلند　　کافگند بر سر بریاه پرند
غیرِ دارا کرا بود یارا　　که در آید بپردهٔ دارا
باز بر فرقِ شاه بر شد دود　　رو بمادر نهاد خشم آلود
گفت گر صد بهانه پیش آری　　نرهی جز براست گفتاری
بزهٔ[۵] را که کردهٔ بشمار　　تا نگردم به کشتنت بزه کار

---

۵ بزه بمعنی گناه ۱۲

مادرش کز درونش دو[1] نداشت / عذرها گفت هیچ سود نداشت
آگهی داشت کاں غبار[2] انگیز / هست گاهِ قصاص بے پرہیز
از ذرهٔ[3] راستی بلرزه و بیم / کرد خود را بدستِ خوں تسلیم
گفت رازے که داشتم بنهفت / بشنو اکنوں اگرچه نتواں گفت
روزے از روزہائے فصلِ بہار / شه بروں رفته بود سوی شکار
من جواں بودم و زخوباں طاق / خفته تنها دراندرونِ رواق
خواب[4] چوں رختِ خود[5] گراں آورد / مطبخی در رسید و خواں آورد
من از آنجا که هست میلِ زناں / آرزویم زدست برد عناں
دروی آویختم چو مردمِ مست / جوشِ دل مهرِ عصمتم بشکست
هرچه در سرنوشت بود مرا / نفسِ بد عاقبت نمود مرا
نم[6] چو درشاخِ نوبہار آمد / میوه چوں توام ببار آمد
شه چو بشنید رازِ یار درخویش / سرفگند از خجالت اندر پیش
رفت درخود فرو و حیراں گشت / از چناں پرسشے پشیماں گشت
رفت[7] بیروں زکاخ شرمنده / وز تحیر نه مرده نے زنده
شد بخلوت سرائے مہماناں / بی زباں گشته زاں زباں داناں

---

[1] دود داشتن یعنی زهره و دلیری داشتن ۱۲ — [2] از غبار انگیز مراد پسر یعنی شاه ۱۲
[3] رجب - سر — [4] اے خواب رفت و بیدار شدم ۱۲ — [5] رجب - برگراں
[6] مراد از نم نطفه و از شاخ نوبہار رحم زن ۱۲ — [7] رجب - جست

marfat.com

چون گذشت از شراب دورے چند *** راز را بر گرفت مُہر ز بند

گفت کانچہ از شما شنیدم راز *** ہمچناں یافتم چو جستم باز

روشن و راست بود چوں ہر چیز *** روشن و راست گفت باید نیز

کیں ہمہ کارہا کہ پنہاں بود *** ازچہ دانستہ شد کہ زینساں بود

گفت یک تن کہ من چو خوردم می *** دیدم افزایشِ غم اندر وے

از مے افزایشِ طرب باشد *** چوں غم افزوں کند عجب باشد

باز جستم ز دیگراں احوال *** بود ہم زیں نمط جواب و سوال

روشنم گشت کاں شراب چو نوش *** دارد از خونِ خاکیاں سرجوش

گفت دومیں کہ من بہ برّہ دست *** چوں بر آہنگِ خورد بردم دست

دل بہ یک لقمہ شد بسوزش و تاب *** وز دہانم روانہ گشت لعاب

بوی خونِ سپشت در رگ داشت *** پہلوی ہمچو پہلوی سگ داشت

گفتم ایں برہ کیست چو گرگ *** یا خود از شیرِ سگ شدست بزرگ

سیومیں گفت من حقیقتِ کار *** گویم ار باشدم بجاں زنہار

بزباں راند شہ بسے سوگند *** کہ نباشد بجانش ہیچ گزند

---

۱ جب = تا ۲ رجب = مستی بند ۳ جب = رازہا ۴ رس = بچہ

۵ مراد از خاکیاں مردگان ومعنی سرجوش شوربا وشل آں کہ در اوّل جوش از سر دیگ بر دارند یا شراب وگلاب وشل آں کہ باول جوش بگیرند ۱۲

۶ سپش وسپشت کرمہائے کہ بر پشت سگ وشتر وغیرہ پیدا میشود ونیز در جاہا و سر مرداں ہم از کثافت پیدا میشود بہندی چچڑی یا جوں بگویند ۱۲

marfat.com

پس جواں باز گفت قصہ کہ من — تا رسیدم بہ پیشِ شاہِ زمن
ہرچہ دیدم[1] ز تو بدانائی — میزدم بر محکِ بینائی
طلب راز شاہ میکردم — بنجابت[2] نگاہ میکردم
از نشانہاے تاجِ تاجوراں — ق — کاں دمی[3] راتواں شناخت دراں
باز جستم یکے از آنت نبود — جز دمِ شور و بوُ نانت نبود
نادرت ہیچ رہ سخن بزباں — کہ نبود اندراں حکایتِ ناں
ایں نشانہا کہ عکسِ شاہی داشت[4] — برنمودار بد[5] گواہی داشت[6]
گر درو شن فراستم بہ ضمیر — کہ[7] ترا نیست نسبتے بسریر
شہ فروشد ز حیرت اندر خویش — سخن از وے بروں نیامد بیش
گفت[8] کز دادنیست شاہاں را — ق — ریختن خونِ بے گناہاں را
غضبم تا عناں نبردہ ز دست — رختِ مہماں بناقہ باید بست
انگہے گفت جملہ را خنداں — کافریں بر شما خردمنداں
از شما دوستانِ باتمیز — یافتم بہرہ مندی از ہمہ چیز
با شما عیش موجبِ ہنرست — ہرچہ بیش ست سود بیشترست
لیک گردندہ[9] جہاں پیماے — نتواں بند کرد دریک جاے

---

[1] رس = تجارب [2] س = کہ شاں. [3] حب = بود [4] ح = شہ
[5] رحب = کہ ضمیر ست نسبت نہ سریر [6] بادشاہ بدل خود گفت ۱۲
[7] گردندہ موصوف جہاں پیماے صفت یعنی مسافر سیاح ۱۲

marfat.com

زین نمط خواست عذرہا بسیار — پس بہر یک سپرد صد دینار
ہر یک[1] از بخت شادمانۂ خویش — رہ گرفتند سوے خانۂ خویش
سوی ملک پدر فراز شدند — ق چون[2] بدربار سرفراز شدند
پدر پیر شادمانی یافت — بار دیگر ز سر جوانی یافت
بسکہ از خوشدلی تمکین گشت — موی کافور گونش مشکین گشت
کرد روشن بہترین پسراں — بالش مشک فام تاجوراں
چتر مشکینش داد با ہمہ چیز — دیگراں را لواے مشکین نیز
رنگ مشکین شعار عباسی ست — زیور آراے چرخ شماسی[3] ست
ظلمت شب کہ مشک فام بود — بہر آسایش تمام بود
خون تر در میان نافۂ خشک — تا نگردد سیہ نگردد مشک
خط و خالے کہ دلستاں دارد — مشک رنگ ست زیب ازاں دارد
شاہ کز نازنین مشکیں موے — این فسانہ شنید روی بروے
خفت در خوابگاہ حور العین — گل در آغوش و مشک در[4] بالین

---

[1] حبیب = ہر سہ
[2] س = بایدرباز

[3] بالفتح و تشدید میم شخصیت کہ بر دین شماس باشد و شماس نام شخصے ست کہ دین آتش پرست ایجاد کردہ او ست و چرخ از انجا کہ حرارت آفتاب ہر دم با خود دارد بشماسی موصوف گشت ۱۲

[4] سرج = ر

marfat.com

کوثر کشیدنِ بہرام روزِ یکشنبه در بهشتِ سوم و بگنبدِ زعفرانی شکرخندهٔ طرب نمودن و آفتابِ نیمروزی خانه گرم کردن

روزِ یکشنبه آن ستارهٔ[1] روز — شد در ایوانِ زرد بزم افروز
چون زر افشاند آفتاب بدشت — دامنِ کوهسار پر زر گشت
رغبتِ برجِ زعفرانی کرد — خانه را خلدِ جاودانی کرد
جامه را نیز کرد خندان[2] خند — زعفرانی چو آفتابِ بلند
گفت خورشیدِ نیمروزی را — رخ گشاید جهان فروزی را
هر کرشمه که او نمود بدوست — ناوکی بود در درونهٔ دوست
شه به نظارهٔ چنان مستور[3] — ماند حیران چو هندوان در نور
باده بر روی سرخ گل می خورد — تا فرو رفت زآسمان گلِ زرد
شب چو نو کرد پرده داریِ خویش — گوهر آمود در عماریِ خویش
سر ببالینِ خوابگاه نهاد — باز آن سر بران[4] ماه نهاد
داد فرمان که ماهِ شکرخای — گوید افسانهٔ نشاط افزای

---

[1] مراد از بہرام ۱۲ [2] الف برائے اتصال ست چوں رنگارنگ ۱۲
[3] نسخہ = منظور
[4] نسخہ = باز اندر سرانِ ماه نهاد

marfat.com

نازنیں بر زمیں نہاد جبیں ق گفت کای شہریار روی زمیں

بختِ ہموارہ ہم عنانِ تو باد سرِ بدخواہ برسنانِ تو باد

ہر مرادی کہ بشمری زانگشت یک بیک جملہ بادت اندر مشت

شرم دارم کہ پیش درِّ دری[۵۱] کہربا را کشم بجلوہ گری

لیک چوں شہ اشارتم فرمود ہر چہ دارم بروں فشانم زود

ریخت چوں ایں نمط لآلی چند گفت زیں بیشتر بسالی چند

افسانہ گفتن زعفرانی پوش نیمروزی

زرگرے بود در خراساں طاق شہرہ در شہر ہاے روم و عراق

حَسَنَش نام و در ہنر مندان بود چوں نامِ خویشتن خنداں

ہر چہ بتواں زسیم و زر پرداخت ساختی آنچناں کہ باید ساخت

روزے[۵۲] از دستکاری دلجوی ساخت پیلے گراں زصد من روی[۵۳]

تا روانی بود بہر جایش چار گردش[۵۴] نہاد در پایش

چوں بپرداختش بنقش و نگار ق از نکوئی چو صورتِ دیوار

پیشِ فرمانروا ے شہرش برد بوکیلانِ درگہش بسپرد

---

۵۱ بالضم و تشدید را مکسور لفظ عربی ست بمعنی ستارہ روشن کہ بزرگ باشد اینجا بضرورت شعر تشدید را حذف کروند ۱۲ ۵۲ رجب = وقتے ۵۳ یعنی کانسہ ۱۲

۵۴ یعنی پہیہ ۱۲

marfat.com

پیش بردند شاه کرد نظر ماند حیران درآن کمالِ هنر
پس اشارت نمود هم بشتاب تا دهندش هزار من زرِ ناب
گفت خواهم ز چون تو اُستادی که نهی زین نمونه بنیادی
پیل کز روی کردهٔ پرداخت سازی از زر چنانکه باید ساخت
زر برون برد مردِ چابک دست رفت و در کارگاهِ خویش نشست
نقد را سکهٔ در عیار آورد دمهٔ[۱] دکوره را بکار آورد
روز و شب کوششِ هنر میکرد وز هنر کارِ خود چو زر میکرد
تا برآراست از پسِ ماہے ژنده پیلے فراخورِ شاہے
چون شد آن پیکرِ شگرف تمام در زمان کرد پیشِ شاه خرام
کارِ خود کز هنر نداشت قیاس برد در پیشِ شاهِ کارشناس
شه چو دید آن نمونهٔ کارش متحیر شد از نمودارش
کرمش کرد دو چار من زر داد مزدِ دستش چهار دیگر داد
پس بپشتش برآمد از پے گشت طرفے گشت و جانبے بگذشت
زان تماشا که بود طرفهٔ دهر گفت و گوئے دراوفتاد بشهر
هر کجا زیرکی و دانائی ق نقشبندے و پیکر آرائی
چون بدید اندر آن هنرمندی خیره شد زان هنر خردمندی

۱؎ دمہ بمعنی دھونکنی دکورہ بھٹی ۱۲

marfat.com

حاسدان را حسد بکار آمد   دلِ ہر یک بخار خار آمد

کار واے دگر زغیرتِ کار   گرد آں سکہ شد بوزن و عیار

کرد روشن کہ آں خیالِ شگرف   آنچہ شد داد کمتر ست بصرف

مایۂ زر اگر ہزار من ست   نہ بجای ست در کمی سخن ست

شد برآں تا چہ بازد از سرِ دست   کہ درآرد بہ پیل بند شکست

گفت اگر پیشِ شہ کشایم راز   پیل را شہ نیفگند بگداز

ور شوم سکہ را بوزن دلیل   در ترازو چگونہ گنجد پیل

ور زباں از سخن کنم کوتاہ   قلب کاری برد خزانۂ شاہ

چارہ آں شد کہ ہم زخانۂ او   آگہی جویم از فسانۂ او

پس باندیشہ گشت چارہ سگال   تا بروں آورد ز پردہ خیال

جست رائی بکوششِ و فنِ خویش   کآشنا کرد بازنش زنِ خویش

ہر دم از تحفہ ہاے رنگ آمیز   گرد بازارِ دوستی راتیز

آنچناں گرم شد میانِ دو جفت   کہ بتقریر باز نتواں گفت

شرطِ اخلاص را بہانہ نماند   راز را پردہ درمیانہ نماند

مردِ شیریں زبان و خوش آشام   ق   زہر در جیب و انگبیں در جام

---

۵۱ رحس = مایۂ کارگر   ۵۲ رحس = یکے   ۵۳ اے کدام حیلہ انگیزد ۱۲

۵۴ از پیل بند مراد زرگر حسن در بازی شطرنج چوں پیل را بہ پیادہ قوت دہند پیل بندی نامند ۱۲

۵۵ جب = دُرد   ۵۶ رحس = کام

marfat.com

دید چوں پختہ کارسازی خویش ریخت بیروں ز پردہ بازی خویش
گفت با زن کہ چوں بہ پنہانی سوئے کدبانوی حسن رانی
فرصتے[۱] بینی و مزاجش نغز گرم در پوست در رویش چو مغز
آری از ہر درے بگفتارش گوئی آں گاہ بے غرض وارش
کانچہ جنت تو نقش پیل کشید ناقداں[۲] را بدیدہ میل کشید
مثل آں زیر سقف مینائی در دنیا دید ہیچ بینائی
ایں شگفت ارچہ سر بسر ہنرست لیک وزنش ازاں شگفت ترست
گر کسے خواہدش کہ بر سنجد در ترازوے درست چوں گنجد
زو بپرس ار بداند ایں ہنجار نیست ہمتای او بہیچ دیار
راز زمیانش آشکار و نہفت باز گوئی چنانکہ دانی گفت
زن زیرک مزاج دور اندیش زیرکانہ نہاد پاے بہ پیش
تحفۂ برگرفت و رہ برداشت رفت جائی کہ کار در سر داشت
تحفہ را برد پیش کدبانو چوں دگر بازگشت ہم زانو
گہہ بافسانہ و گہے بفسوں از دلش خوردہ می کشید بروں
تا وے از کاردان خود بدلیل پرسد آئین برکشیدن پیل
ہر نمط وصف کرد کالا را پیل و آں گنج پیل بالا را

۱؎ حجب = فرصتے ۲؎ ر = حاسداں

marfat.com

زیر و بالا[1] موی چند انش — کز سخن موم کرد سندانش
گرد این[2] سکّہ در مزاج درست — کز حسن وزنِ سکّہ باید جست
شب چو شد پیل بند جوز اراست — چرخ ز انجم بساطِ سبز آراست
حسن از کارِ گہہ بخانہ رسید — مرغِ زیرک در آشیانہ رسید
چوں دل از کار خوردنی پرداخت — از پئے خواب سوی بستر تاخت
صنمِ خانہ شد بخدمت[3] شوے — در کنارش خزید روبا روے
خواجہ را دل درابستہ از آمد — نازنیں در نشاطِ ناز آمد
ہر دو بر نسبت زنا[4] شوئی — تازہ کردند رسمِ دلجوئی
خواجہ میگفت در نہان باجفت — انچہ باا و بپردہ باید گفت
سیمبر نیز پیشِ محرمِ خویش — باز می گفت شادی و غمِ خویش
چوں ز ہر گفتگوی واپرداخت — سخن از پیل و وزنِ پیل انداخت
گفت کاے درہمہ[5] ہنرہا طاق — ق — فیلسوفے بزیر سبز رواق
از ہنرہائے بیکرانۂ تو — رفت گردِ جہاں فسانۂ تو
من ز تو ہر چہ قصہ پیش کنم — ناز بر ہمسرانِ خویش کنم
پیلِ زریں کہ ساز کردۂ تست — درے از سحر باز کردۂ تست

---

[1] صفت گوناگوں کردن ۱۲ [2] س- گردش [3] س=بخلوت
[4] الف در زنا شوئی بجاے واو عطف آمدہ چنانکہ در لفظ سراپا ۱۲
[5] ریحب = در ہنر یعالم طاق

marfat.com

هرچه از پای دیدمش تا سر — هست جایش ز جای زیبا تر
لیک یک مشکل آیدم بخیال — پرسم ار پاسخم دهی بسوال
مرد گفتا که آنچه میدانم — از همه پوشم از تو نتوانم
باز پرس آنچه گرددت بضمیر — تا کنیمت یگان یگان تقریر
زن بدو گفت کآن خیال شگرف — که درو زر هزار من شد صرف
صنعتش گرچه از حد افزون ست — صنعتِ وزن کردنش چون ست
گر ترا باشدت تصور چیست — ق — که توان برکشیدنش بدرست
آگهی ده که باخبر گردم — شادیم هست شاد تر گردم
مرد گفتا که هست در مشتم — صد هنر یک ز هر انگشتم
لیک در[1] خود نهفته دارم راز — کز کس انصافِ خود نیابم باز
گر نمایم هنر بهشیاراں — نبرم جاں ز دستِ همکاراں
نغز گفت آن حکیم دور اندیش — که هنر هرچه بیش دشمن بیش
زن بدو گفت کانچه از دلِ خویش — ق — باز پوشی ز خلق حاصل خویش
جای آن باشدت که اندر پوست — ۲ — نیست خالی کسی[2] ز دشمن و دوست
نیک احوالِ خود بخاموشی — ۳ — با که گوئی اگر ز من پوشی
خواجه گفتا که راست است و درست — ق — که مرا محرمی دگر نه چو تست

---

[1] جب = با　[2] ریجب = جہاں

marfat.com

لیک آخر زنی بود هیچ زنے — نتواں داشت محرمِ سخنے
زن که در عقل بے کمال بود — راز پوشیدنش محال بود
زن بدو گفت کای ز دانش دور — زن بود شوی خویش را دستور
هرچه باشد ز مرد ماں بنهفت — جز بجفتِ عزیز نتواں گفت
من که بودم همیشه محرمِ تو — با که گفتم ز شادی و غمِ تو
تا چنیں مُهر بر زباں داری — از من اسرارِ خود نہاں داری
مرد گفت ایں سزای گفتن نیست — قصّه جز از تو در نهفتن نیست
گر بروں ریزم از دل ایں فنِ خویش — خونِ خود خود کنم بگردنِ خویش
زن که بر مرد کامگاری[۱] داشت — ق — دل بکارِ ستیزه کاری داشت
کوشش و جهد در میاں آورد — عصمتِ شوی در زیاں آورد
خواجه کو رازِ بودنِ[۲] فرماں بود — راز پوشیدنش نه شایاں[۳] بود
گفت گر بایدت که بے کم و کاست — هرچه پرسی ز من بگویم راست
عهد و سوگند در میاں آید[۴] — کیں خزینه ز بند نگشاید
زن وثیقت نمود و پیماں بست — که نیاید[۵] به فیل بند شکست
انگهے خواجه برگشاد زباں — ق — گفت با آفتابِ نوش لباں
کانچه پرسیده شد ز من بدلیل — شکل و هنجارِ برکشیدنِ پیل

۱؎ اے غالب و مسلط بود ۱۲ ۲؎ اے مطیع او بود ۱۲ ۳؎ ر نسخ = نه ساماں ۴؎ س = باید
۵؎ در نسخه - که نیاید بقفل راز شکست

marfat.com

آنچناں باشدش طریقِ صواب   کہ درآرند کشتی اندر آب
درمیانش نہند پیلِ شگرف   در مقامے کہ رود باشد ژرف[۱]
پس ببینند در میانہ رود   چہ قدر میرود سفینہ فرود
چوں حدِ آب را کنند نشاں   پیل بیروں کشند پیل کشاں
از گل و سنگ ہم بداں مقدار   تختہ تختہ[۲][۳] کنند کشتی بار
تا خطِ آب برقرار رسد   واں تری بر نشانِ کار رسد
آنقدر من کہ تا نشاں باشد   وزنِ مقدار او ہماں باشد
وانکہ وزنش کم ست نامفہوم   بیش و کم اندراں شود معلوم
زن ازاں گونہ حکمتے کہ شنید   در عجب ماند و پشتِ دست گزید
آفریں کرد[۴] بر ہنرمندیش   شد بجاں بندۂ خداوندیش
ہر دو باہم بعیشِ جاں افروز   خواب کردند شاد و خوش تا روز
زرگرِ صبح چوں زکورۂ خاک   موجِ آتش دمید بر افلاک
خواجہ زرگر بسوی دکاں تاخت   بانوی خانہ برگِ مہماں ساخت
آمد آں خواہرِ زبانی باز   بزبانِ فریب ناک دراز
چاپلوسی زحد فزوں می کرد   در ہر افسانہ صد فسوں می کرد
تا چناں کردش از فریب و غرور   کز دلش گشت بدگمانی دور

۱؎ اے عمیق ۱۲   ۲؎ ج۔ تختہ تختہ   ۳؎ تختہ تختہ یا تختہ تختہ یعنی سنجیدہ سنجیدہ موزون کردہ ۱۲
۴؎ ب ج۔ گفت

marfat.com

خانه را اعتماد بر وے داشت / وز عزیزانِ صحبتش بنداشت

همه پنهانِ خود کشاد برو / [1]مهرِ خویشانِ خود نهاد برو

پیشِ او ریخت هرچه در جان داشت / جز همان نکته را که پنهان داشت

هر دو باهم درآمدند بکار / میزبان ساده میهمان طرار

هردم آن میهمانِ رنگ آمیز / شکلِ دیگر شدی طلسم انگیز

تا پس از مدتے بزرق و فسوں / آن سخن نیز زو کشید بروں

چوں کلیدِ خزانه کرد بچنگ / قفل برداشت از درِ نیرنگ

رفت در پیشِ جفتِ فتنه سگال / وآگهی دادش از مجاری حال

مرد پر غیرت و مخالف رائے / یافت انگیزشِ بلا را جائے

پیشِ شه رفت و حال روشن کرد / دوستی را بکامِ دشمن کرد

گفت کاں پیلِ زر که دانا ساخت / زانچه دادی کم ست در پرداخت

من چناں سنجمش درست که شاه / از کم و بیشِ او شود آگاه

شاه گفتا که آں هنر پیوند / نه به تنها اساسِ کار فگند

هیچ دانی که گاهِ وزن و عیار / مشرفاں چند بوده اند بکار

با تو زینساں زغیرتے که فتاد / کنی او را بقلب کاری یاد

مرد گفتا که گاهِ سنجیدن / هم تو دانی فزون و کم دیدن

له یعنی مهرِ اقربا و خویشان با وے محبت کردن گرفت

marfat.com

گر کم آید ز دوستاں مال — ورنه باد اتّ خونِ بنده حلال
گفت شه کاین چنین نگارشِ نغز — چون دهیم از شکستنش پا نغز[1]
در درستش برین نمط مانیم — وزنِ او نا شکسته چون دانیم
مردِ حیلت پژوه گفت که من — سنجمش نا شکسته هم بزمن[2]
پس بهنجار و زن و کشتی و جوی — ق — کزنِ کاردان رسید بشوی[3][4]
همه یک یک بشرح باز نمود — باورش داشت هر کسی که شنود
شه چو در گوش کرد گفتارش — سهل بشمرد سکهٔ کارش
داد فرماں که بارچیت کنید — صدقِ آں ماجرا درست کنید
کارداناں رواں شدند شتاب — پیل بردند بر کرانهٔ آب
پیل سازنده را طلب کردند — روز در چشم او چو شب کردند
بر طریقے که گفت چاره سگال — یافت منزل بکشتیِ آں تمثال
تخته کشتی از چناں بارے — رفت در زیرِ آب مقدارے
تا بجاے که شد نشانِ تری — نقش بستند در دلِ هنری[5]
وانگهے پیل در بروں بردند — سنگ در جاى او دروں کردند
سنگ سنجیده در ترازوی کار — می فگندند من بمن معتدار[6]

---

[1] نقصان ۱۲ [2] اے همیں زماں ۱۲ [3] ب - بروے [4] ج - بدوے
[5] هنرے بیای نسبت مراد حسن زرگر اے حسن را معائنه کنانیدند و گفتند که ایں نشان تری را ببیں و یاد دار ۱۲
[6] ب، ج - بشمار

marfat.com

چوں آں نہ صد منش شمار رسید — تری آب بر قرار رسید
زاں ہزارش کہ سکہ داشت اساس — صد منی بود کم بوزن و قیاس
مردِ صناع را بعِلّت[1] لابی — دست بستند بہرِ بے[2] آبی
ہمچناں بستہ پیش بردندش — با مینانِ شہ سپردندش
شہ ازو باز جست قصۂ حال — او نیامد کم از جواب[3] و سوال
گفت کاری نہ از رہِ دزدی ست — لیکن از زنگ و نام کم مژدی ست
صد منے بردم از ہزار منت — گو بخشی زکوٰۃِ جان و تنت
ورنہ اینک نہادہ ام برجائے — بہر ایں روز در درونِ سرائے
تا بہ بینم کہ ایں نگارشِ چیست — کس تواند کہ برکشد بہ درست
ہر کہ داند بوزنِ او ہنجار — من بشاگردیش کنم اقرار
وانکہ تواندش کہ بر سنجد — سازِ آں در دلش کجا گنجد
داشتم چشم انتظار بسے — وزنِ آں سکہ در نیافت کسے
تا من آں دخل صد منے کم و بیش — مُردِ آں دانش آرمش در پیش
ایں نفس ہم زمن بروں افتاد — تا مخالف بآزموں افتاد
من چو زیں پردہ برکشادم راز — پردہ پوشی چرا کند غماز
من چو از گفتِ خود گنہ گارم — ہرچہ بر من رود سزاوارم

ن: رس ۔ ع ہزار یکہ — [1] بسبب دغابازی ۱۲ — [2] بے آبروئی ۱۲
[3] یعنی او ہم بہ دلیری جواب داد ۱۲

marfat.com

شاه فرمود تا خزانهٔ او / در خزانه رود خزانهٔ او

کارداران شتافتند چو باد / باز کردند خزانه را بنیاد

آں زر و گنجِ دیگر از کم و بیش / همه بردند شاه را در پیش

شه فرستاد در خزانهٔ خاص / پس طلب کرد خواجه را بقصاص

بود میلے[۱] ز شهر یک فرسنگ / از فرودش[۲] فراخ و بالا تنگ

صد گز از خاک بر کشید بلند / سرش ایمن ز نردبان و کمند

شه بر آنکس که خشمناک شدے / بردی آنجاش تا ہلاک شدے

نرسیدیش چوں خور و آشام / چند روزے شدیش کار تمام

بر حسن چوں بخشم شد رایش / هم در آں میل ساخت ماوایش

داد فرماں که هم بریں زبرش / برکشند و زنند قفلِ درش

بسته شد روزنے که هر جا بود / جز هماں روزنے که بالا بود

او بروزن نشسته با دلِ ریش / چشمِ حیرت کشاد در پس و پیش

زیر و بالا نظاره میکرد / باخود اندوه و حسرتے میخورد

دید شخصے که میرسد از دور / همچو پروانه در زیارتِ نور

آمد آهسته بے رفیق و دلیل / گام برگام تا بسایهٔ میل

چوں نگه کرد خواجه یارش بود / زنِ نادانِ خام کارش بود

---

[۱] میل یعنی منارهٔ بلند ۱۲

[۲] یعنی از پائیں پہنا ور و از بالا تنگ ۱۲

marfat.com

آمد و نالہ بر کشید بلند | گریہ میکرد و روے و مومیکند
خواجہ گفتا کہ رفت چوں تقدیر | سود کے دارد ت فغان و نفیر
شاند[1] نادانیت بدیں روزم | تاکشد روز بد بدیں سوزم
چوں بجاں او فتادہ کارم خاص | کوشم اکنوں بجاں برائے خلاص
آنکہ ہست ایں شکنجہ محکم ازو | ہست امید رہائیم ہم ازو
رنجہ کن سوے شہر گامے چند | سیرے ابریشم آر و سیرے قند
زن چو دانست کاں بلند مقام | نکند جست و جوے نا فرجام
رفت آں ہر دو را ہم اندر پے | بستد و باز شد بجانب وے
چوں نگہ کرد خواجہ از بالا | کہ زنش در رسید با کالا
دادش آواز و گفت بر سر تار | پارۂ قند کن بزودی بار
دہ مورے کہ میرود بر میل | تا ببالاش می برد بتعجیل
رشتہ را زود زود کن باز | کز نشیبش کشد بسوے فراز
ہمچناں کرد زن کہ او فرمود | داد رشتہ بمور، مور ربود
راند بالاے میل تار کشاں | رسن فستہ بر حصار کشاں
چوں بنزدیک رخنہ برد بزور | ریسماں[2] را کشید خواجہ زمور
گفت ہاں زود کن بیار شتاب | قدر صد گز طناب محکم تاب

---

[1] اے بنشاند ۱۲ [2] جب رشتہ را در ربود

marfat.com

زنِ کار اوفتاده باز بگفت[1] | زاں خرابه بخانهٔ خود رفت
رشته را زاں نمط که دانا بود | خود بخانه درش مهیا بود
بست از گنج خانه پنهانے | راه بر داشت سوی ویرانے
چوں شتاباں بمیل باز رسید | سازِ[2] چاره بچاره ساز رسید
خواجه تارے بریشم از بالا | هشت چوں سلکِ لولوی لالا
گفت پیوسته کن سرش بطناب | خم و پیچش کشاده دار ز تاب
زن سرِ رشته زد گره بر تار | او کشیدش بحیله و هنجار
چوں سرِ رشته برد بر سرِ میل | گشت مستوره را بچاره دلیل
گفت بر بند خویش را برسن | تا بر آئی سبک[3] ببامِ حسن
گفت زن چوں تو نائی اندر زیر | ق | گشتی از جان و زندگانی سیر
منکه ایں رنجم از برائے تراست | بر زبر بر دنم زبهرِ چراست
خواجه گفتا که تا شود معلوم | که حیاتم دریں خرابهٔ شوم
زن بر آں گفته استواری کرد | گریه با فغان و زاری کرد
در کمرگاه چست کرد رسن | تا کشد خویش را ببامِ[4] حسن
او ز بالا طلسمِ دیگر داشت | با عروس انتقام در سر داشت
حلقهٔ بود آهنی در سنگ | محکم و سخت نے فراخ و نه تنگ

---

[1] اے برگشت ١٢ [2] ساز بمعنی اسباب و چاره بمعنی علاج و از چاره ساز مراد خواجه حسن زرگر ١٢
ن[3] عجب = ومے ن[4] حسن = سبک

marfat.com

سرِ رشته درو کشید نخست	هم در آں رشته کرد خود را[1] چست
لنگرے نیز کرد با خود بار	وانگہے شد معلق از دیو
بار چوں سوئے او گرانی یافت	رسن از سوئے زن روانی یافت
میہماں شد صنم ز بیلِ بلند	رفت در زیرِ سینه باں کمند
زاں طلسمی که کرد مردِ دلیر	مه زبر شد عطارد[2] آمد زیر
زن بر آورد ز آسماں فریاد	گفت کز چیست بر من ایں بیداد
درِ زندانِ فتنه بشکستی	خود ز زنداں شدی برستی
گر بدانم که من گنه گارم	گر کنی زیں بتر سزاوارم
ایں چه بد مهری و ستمگاری ست	جورِ یاراں نه از رهِ یاری ست
چه خلاف از مزاجِ من دیدی	کیں ستم بر سرم پسندیدی
بازگو آمد ار ز من کارے	تا شکایت ز خود کنم بارے
خواجه گفتا که هر چه پیش آید	آدمی را ز فعلِ خویش آید
گر ندانی تو رنجِ پنهانم	منکه خوں خوردم از تو میدانم
گر تو بیگانه را بسنجشِ پیل	رہنمونی نکرده بدلیل
وانچه من زاہلی زدم نفسے	آشکارا نکرده ام بکسے
من چرا در چنیں جزا به شوم	کردمے نالہاے زار چو بوم

---

[1] یعنی حسن اندکے بار ہم ہمراہ خود باں رشتہ بست ۱۲ [2] یعنی زوجہ حسن بالا رفت و حسن فرود آمد ۱۲

marfat.com

زن چو کرد آں فسانہ را در گوش ‌ ‌ ‌ ‌ گنہ از خویش دید و گشت خموش
دل بہ تسلیم کردگار سپرد ‌ ‌ ‌ ‌ ماند بیخود فتادہ گوئی مرد
واں رسن تاب بو العجب پیشہ ‌ ‌ ‌ ‌ باز رست از طنابِ اندیشہ
رفت و بنہفت رخ بگوشۂ شہر ‌ ‌ ‌ ‌ تا چہ پیدا شود ز گردشِ دہر
واں پری شب در آں نشیمنِ دیو ‌ ‌ ‌ ‌ ہمچو دیوانہ می نمود غریو
روزِ دیگر ز بہرِ ہیزم و کاہ ‌ ‌ ‌ ‌ مرد ماں رافتاد زاں سو راہ
کرد ناگاہ زاری و فریاد ‌ ‌ ‌ ‌ ہر کسے سوئے او دوید چو باد
زہرہ دیدند برج گیر شدہ ‌ ‌ ‌ ‌ اخترے در وبال اسیر شدہ
ماند یوسف رخے بزندانے ‌ ‌ ‌ ‌ نازنینے بجنتاسے
باز جستند زو حکایتِ حال ‌ ‌ ‌ ‌ او شد از راہِ خود فسانہ سگال
قصۂ حالِ خویش و حیلۂ شوئے ‌ ‌ ‌ ‌ و آنچہ آمد ز روزگار بروے
واں بدشمن کشادہ کردن راز ‌ ‌ ‌ ‌ در فگندن رفیق را بگداز
واں رسن بازئے کہ کرد رفیق ‌ ‌ ‌ ‌ حبسِ او در خلاصِ خود بطریق
ہر کہ بشنید دست بر سر ماند ‌ ‌ ‌ ‌ و ز طریقِ خلاصِ او در ماند
کس نیارست کز رواق بلند ‌ ‌ ‌ ‌ بندئ شاہ را کشاید بند
ہر کسے چوں بشہر رفت ز راہ ‌ ‌ ‌ ‌ زاں حکایت خبر رسید بشاہ
کاں ہنرور بہ بہتریں رائے ‌ ‌ ‌ ‌ کرد زاں گونہ زیر و بالائے

marfat.com

شاه زان چارهٔ خردمندان — ماند لب را گرفته در دندان
کرد اشارت ز بهرِ پرسشِ کار — کآوریدند ماه را ز حصار
چون بدرگاهِ شه رسید عروس — از درون برکشید ناله چو کوس
وانچه در زیرِ پرده داشت نهان — گفت در پیشِ شهریارِ جهان
شه غلامانِ خاص را فرمود — تا بجویند جفتِ او را زود
نقش بینان[1] بجست وجوی شدند — در کُه و دشت و شهر و کوی شدند
آگهی یافت خواجه پنهانے — که بجان آمد آفتِ جانے
دلش از بیمِ جان شکست گرفت — کفن[2] و تیغ را بدست گرفت
پیشِ شه رفت و کرد زاریِ خویش — شرمسار از گناه گاریِ خویش
شاه گفتا که با چنین خردے — ق — که ندارد صناعتِ تو حدے
چیست کز حرصِ نفسِ فتنه پرست — بخیانت دراز کردی دست
مردِ دانا نهاد سر بر خاک — ق — گفت کای دشمنِ تو باد هلاک
تا جهان ست در پناهِ تو باد — چرخ در سایهٔ کلاهِ تو باد
من که اندیشهٔ مرا بشمار — یک هنر نے صد ست بلکه هزار
هنرے کان به است در همه چیز — دارم از کیسے و عطائے نیز
لیک از بیمِ زرقِ بی هنران — ساختم خویش را ز بے خبران

---

[1] مراد از جاسوسان عاقل که خط و خال را دیده نشان شخص یابند ۱۲
[2] یعنی آمادهٔ مرگ گردید ۱۲

marfat.com

این نمودارِ زر کہ بنمودم — کیمیایے بس براندودم
تا چو بینندہ زرگرم داند — کیمیاکاریم نہاں ماند
واں خیانت کہ کردم اندر مال — نہ مرادم ذخیرہ بد نہ منال
بود مقصودِ من بعقل و دلیل — آزمونِ کساں بسنجشِ پیل
چند گاہے نگاہ می کردم ق — چشمِ فکرت براہ می کردم
کہ کسے دارد آں قدر فرہنگ — تا شود سرکشائے ایں نیرنگ
چارۂ آں زکس نگشت پدید — تاہم ازمن بروں فتاد کلید
شاہ زانجا کہ رسمِ داد نمود — بہ ہلاکم سپرد و برحق بود
ہر کجا قلب کار دزد بود — گر سیاست کنند مزد بود
واں کہ من از طریقۂ رنداں — زندہ خود را کشیدم از زنداں
واں زنِ بد کہ قفلِ راز شکست — خویشتن را کشادم او رابست
غرض آں بود کیں طلسمِ شگرف ق — چوں رسد پیشِ شاہ حرف بحرف
باز پرسد زمن نہانیِ من — گردد آگہ زکاردانیِ من
گر شہم برگنہ قصاص کند — مملکت را بعدل خاص کند
ور گناہم ببخشد و جاں نیز — کرم و عفو بہتر از ہمہ چیز
داشت شہ نیز مہربانیِ او — ازچہ[له] زافسون و کاردانیِ او

له ازچہ بطریقِ سوال واقع شدہ وازافسوں و کاردانی او جواب یعنی ازکدام سبب بادشاہ خیال مہربانی میداشت بسبب دیدنِ افسوں و کاردانیِ خواجہ حسن زرگر ۱۲

marfat.com

گفت بارے بخشم ایں بارش | تا ببینم نہایتِ کارش

آنکہ کردارِ بد روا بیسند | خود ز کردارِ خود سزا بیسند

در بود در ہنر ستودہ اثر | برخورد ہم ز مال و ہم ز ہنر

شہ ز اندیشۂ چنیں خورسند | بعد ازانش خلاص داد ز بند

در صفِ خدمت اختصاصش داد | شغلے از شغلہائے خاصش داد

چند گہ از کفایت و تدبیر | پایہ والاش گشت پیشِ سریر

از خرد کارش آں روائی یافت | کز ملک شغلِ کہ خدائی یافت

تا بدانی کہ ہر کرا حسر دست | آرزوہاش در کنارِ خود ست

وانکہ زر سنجی از پے دگراں | از زرِ خود نہاد گنج گراں

چوں بزر داشت نسبت از عامہ | رنگِ زر تازہ کرد بر جامہ

روز و شب با خود آں نشانی داشت | جامہ را رنگِ زعفرانی داشت

زر کہ اکسیرِ کامرانی یافت | عزت از رنگِ زعفرانی یافت

زعفرانی عجب تریں رنگ ست | گونۂ عاشقانِ بے ننگ ست

بنگر آں زر کہ زعفرانی نیست | در عیار آنچناں کہ دانی نیست

آفتابے کہ آسماں دارد | زینت از رنگِ زعفراں دارد

در مزعفر فزائشِ طرب ست | خندۂ زعفراں ازاں سبب ست

شاہ زیں نگارِ شکر خائے ق | زعفراں وار شد نشاط افزائے

marfat.com

در بر آورد شاہ زرد قباش | زعفراں سائے گشت بر حلواش

مجلس آرستنِ بہرام روزِ دوشنبہ در بہشتِ چہارم بہ گنبدِ ریحانی با ماہِ سبز رنگِ سقلابی ولباسِ خضر پوشیدن و سلسبیلِ حیات نوشیدن

در دوشنبہ کہ چرخِ ریحاں پوش | داد گل را نشاط مرزنگوش[۱]
کرد خسرو چو سبز پوشی رائے | گشت رخشاں چو ماہِ سبز قبائے
راند باہمنشینِ روحانی | سوئے گنبد سرائے ریحانی
باز برگِ نشاط ساختہ شد | بربطِ خوش دلی[۲] نواختہ شد
غمزہ زن گشت ماہِ سقلابی | فتنہ را داد شغلِ بے خوابی
مجلسِ عیش و کامرانی بود | تا بشب دورِ دوستگانی بود
چوں شبِ تیرہ گشت گوہر سنج | در زمیں در شد آفتاب چو گنج
شاہ مست و حریف ہم سرمست | رفت بیروں عنانِ ہر دو ز دست
گفت فرماندۂ سریر بلند | کہ شکر لب زپستہ ریزد قند
گوید افسانۂ کزاں گفتن | در شبِ تیرہ خوش تواں خفتن

۱؎ مرزنگوش نوعے از ریحاں ست کہ خوشبو باشد ۱۲ | ۲؎ س = خوش نوا

۳؎ سقلاب بالفتح ولایتے ست از ترکستان بمنتہائے روم کہ مردمان آنجا بحسن صورت مشہور اند ۱۲

marfat.com

لعبتِ سیم با ہزار نشاط ‏ سو رخ را بپائگاہِ بساط

گفت شاہا جہاں بکامِ تو باد ‏ وز[1] جہاں ہر چہ ہست رامِ تو باد

ہر کہ بد بیندت چو بد بیناں ‏ دوزخی باد ہمچو بے دیناں

تحفۂ من کہ خاکِ راہ بود ‏ کے سزاوارِ بزمِ شاہ بود

لیک زاں ساں کہ خسرواں دانند ‏ بندگاں را بزرگ گردانند

من ہم آنچہ از فزون و کم دانم ‏ چوں ملکِ مکرم ست برخوانم

چوں بپوزش تمام کرد سخن ‏ ق ‏ گفت وقتے بروزگار کہن

افسانہ گفتنِ سبز پوشِ سقلابی

بود فرماں دہے بہندوستاں ‏ شہر و کشور ز عدلِ او بُستاں

ہر چہ در خسروی بکار بود ‏ ق ‏ کہ بداں ملک بر[2] قرار بود

داشت از مردی و جہانداری ‏ خاصہ آئینِ مہمانداری

ساختہ مہماں سرائے خوب ‏ یک[3] بیک سازِ او ہمہ مرغوب

ہر غریبے[4] کہ آمدی از راہ ‏ در فرودیش ناز و نعمت و جاہ

باز جستی ازو عجائبِ دہر ‏ وز ہنرہائے او گرفتی بہر

تا رسید از قضاش مہمانے ‏ . ‏ خوش جہاندیدۂ و ہنر دانے

---

۱ ز ب = در ‏ ۲ بر ج ب = با ‏ ۳ یعنی تمام ۱۲ ‏ ۴ اجنبی و مسافر ۱۲

marfat.com

جادوئی کز دمِ فسوں پرداز　　مرده را جاں بہ تن کشیدی باز

شاہِ مہماں نواز خواندش پیش　　دلنوازی نمودش از حد بیش

چوں بپرداخت[۵۱] زارجمندیِ او　　جُست بہره ز بہره مندیِ او

مردِ دانا ز شرمساریِ جود　　داد بیروں ہر آنچہ در دے بود

زآنچہ میکرد شاه را آگاه　　بیش ازاں گشتہ بود حاصلِ شاه

تا دم از نکتہ ہائے[۵۲] جانی رفت　　سخن از مرگ و زندگانی رفت

شاه گفت آنچہ در جہاں ہنر ست　　ق　　کآدمی زاده را براں گذر ست

از ہنر پروراں بخشش و برگ　　کسب کردم مگر کہ چارۂ مرگ

چوں نبود ایں کلید بر مردم　　بستہ ایں در بچاره ہا کردم

زیں سخن رہ روِ بیابانی　　زیرِ لب خنده کرد پنہانی

شاه گفت اے خردِ بجانِ تو جفت　　سببِ خنده باز باید گفت

شد مسافر بحیلہ عذر اندیش　　کہ شود پرده پوشِ خندۂ خویش

غنچہ[۵۳] گہ باز کرد و گہ پیوست　　آنچہ بشگفتہ بود باز نہ[۵۴] بست

چوں دمِ عذر دلپذیر نبود　　گفت چیزے کزاں گزیر نبود

---

[۵۱] یعنی شاه چوں از تعظیم عزت دادن مہمان فارغ شد ۱۲　　[۵۲] اے شده شده سخن در ذکر جاں افتاد ۱۲

[۵۳] مراد از غنچہ دہن باشد یعنی لبہاے خویش را از خنده باز کرد و بار دیگر فرو بست لیکن خنده بر حالیکہ دلالت کرده بود آں را نہفتن نتوانست ۱۲

[۵۴] حرس = باز بست

marfat.com

که مرا چون بجست وجوے هنر ق شرق تا غرب گشته[۱] همه یگر
هر کجا در زمانه نیرنگی ست که پژوهنده را در و رنگی ست
اندک اندک بهر ده و شهرے برگرفتم ز هر یکے بهرے
تا رسیدم باوستادے چست که دم از نقلِ روح زد بدرست
بفسون جانِ خود[۲] برون کردے در دگر کالبد درون کردے
عمرے از خلق روے پیچیدم خدمتش را بجاں بسنجیدم
تا چناں شد ز شرمساریِ من کایں فسوں داد یادگاریِ من
هر چه من زو گرفته ام تعلیم گر تو جوئی ترا کنم تسلیم
شاه گفتا[۳] که بارے اوّلِ کار آزمونی بباید ناچار
مگسے را بکشت خواجه بتفت[۴] از خود آمد برون و دروے رفت
قالبِ مرده بر زمیں افتاد در زماں آں پرید وایں افتاد
قدرے کرد سو بسو پرواز باز در قالبِ خود آمد باز
خفته برخاست از زمیں خنداں ماند بیننده دست در دنداں
گفت اگر آگهی[۵] دهی زیں حرف یادگاریم باشد از تو شگرف
و آنچه من دارم از جواهر و گنج همه[۶] را پیشت آورم بے رنج[۷]

---

۱ ج ب س = گشته شد یکسر ۲ س = زتن ۳ ح = گفتنش
۴ تفت بمعنی گرم و اینجا بمعنی شتاب و جلد ۱۲ ۵ ر ج ب = آگهم کنی ۶ ر ج ب = نیمه
۷ یعنی بیدریغ ۱۲

marfat.com

گفت دانا که زر کدام خس است | هنرِ من مرا خزینه بس است

آنکه[۵۱] او کیمیائے جاں دارد | زر چه باشد که دل بدان[۵۲] دارد

عهد کردم که بے توقعِ خواست[۵۳] | در تو آموزم ایں هنر که مراست

کار فرما چو عهد محکم کرد | کاردانش[۵۴] بکار محرم کرد

در وے آموخت آں فسوں سازی | تاش بازی نمود و جاں بازی

پس ز دانشش بآزموں آمد | جیفه جُست و در فسوں آمد

بفسوں جانِ خویش در وی بست | ایں ز پا اوفتاد و او بنشست

سخنے گفت و جا بنے برگشت | کآزمونش بصدق باور گشت

پس دُرِ خود بدرج[۵۵] باز نهاد | دیده بر پاے سحر ساز نهاد

راه رو رفت و شاهِ دولتمند | داشت پوشیده رازِ خود یک چند

پس باندیشه گفت با دلِ خویش | که چه حاصل مرا ز حاصلِ خویش

چوں ز من بهرهٔ بکس نرسد | نَفَسے سوئے هم نفَس نرسد

شمع باشد هنر که چوں افروخت | زاں یکے صد چراغ بتواں سوخت

حیف باشد که اینچنیں هنرم | کس نیاموزد و بخاک برم

تا بوقتے که دل نماند صبور | راز بیروں فگند با دستور[۵۶]

چند گه ایں خیال می سنجید | ویں هنر در دلش نمی گنجید

---

۵۱ ر = هرکه ۵۲ حرص = برآں ۵۳ مراد از خواست مال باشد ۱۲ ۵۴ ضمیر شین راجع بسوے شاه ۱۲ ۵۵ یعنی باز جان خود در جسد خود آورد ۱۲ ۵۶ وزیر ۱۲

marfat.com

در وے آموخت رمزِ جانیِ خویش — خاص گردش بر مزدانیِ خویش

روزی از قلبگاہ در نخچیر — دور ماندند پادشاہ و وزیر

شاہ صیدے بہ تیر کرد ہلاک — خواست بندد بگوشۂ فتراک

گفت دستورِ خارج اندیشہ — ق — کاے ہنر پرور و خرد پیشہ

صید مردہ است و صیدگہ خالی — سیمیائی نما بمن حالی

شہ ندانستہ بود کآں بدعہد — در نہاں برخلاف دارد جہد

او شد از قالبِ گرامی دور — گرم در شد بقالبش دستور

بر فرس جست و راہ پیش گرفت — دامنِ اختیارِ خویش گرفت

لشکر از ہر طرف فراز آمد — شاد و خنداں بخانہ باز آمد

در حرم رفت و کامرانی کرد — باتے چند ہرچہ دانی کرد

ہر صنم کاندراں شبستاں بود — خدمتش را چو زیر دستاں بود

جز یکے نازنینِ کار آگاہ — کآگہی داشت از حکایتِ شاہ

ساز کردی چو شہ عزیمتِ خویش — آں صنم حاضر آمدی در پیش

رفت چوں سوی آں حرم دستور — ق — تا خورد آبِ کوثر از لبِ حور

بنشاطِ تمام با بانو — بر سرِ تخت گشت ہم زانو

بے ادب وار برد سویش دست — صنم از جائے خویشتن بر جست

---

١ س = صیدگاہ   ٢ س = شہ   ٣ رجب = پری

marfat.com

هم بهنجار کار او دریافت — کآں خزانه متاعِ دیگر یافت

خواجه چندانکه بیش زاری کرد — دلِ با نوکم استواری کرد

گفت گر خوں فشانی از تنِ من — نرسد دستِ تو بدامنِ من

لیک چندے صبور باید بود — تا چه پیدا کند سپهرِ کبود

گر بدانم که تو هماں شاهی — با تو باشم چنانکه می خواهی

ور تو افسونِ او برو بستی — دستِ خود باز کش ز همدستی

گر بنظاره می شوی خرسند — بس بود سایهٔ ز سروِ بلند

ور برآهو زنی طپانچهٔ شیر — جفتِ من آتش ست یا شمشیر

چوں نگه کرد خواجه کآں مه روے — هست صادق بحق گزاریِ شوے

آفریں صد هزار بر وے خواند — هم بچشمے ز دور قانع ماند

وآں طرف آهوے بیاباں[لہ] گرد — راند با آهوانِ دشت نورد

جست میزد بهر چراخواری — در جگر سوز و درد دل آزاری

گردِ هر کوه و دشت و ویرانے — هیچ خوردش نه جز پشیمانی

روزے اندر سوادِ صحرائے — پویه میزد چو بے سر و پائے

دید افتاده طوطۓ بگذر — سبز تر در میانِ سبزهٔ تر

گرم زآهو نهاد بیروں پاے — ساخت اندر نهادِ طوطی جاے

لہ اے پادشاه که در کالبد آهو بود ۱۲

marfat.com

جانِ شیریں بداں شکر خا داد — خضرے را دمِ مسیحا داد

در ہوا رفت و گشت در پرواز — تا شود سوے شہرِ خویش فراز

فوجے از طوطیانِ دشت گراے — گرد گشتند بر وے از ہر جاے

چوں بہ دانش بزرگ دیدندش — بر سرِ خویش برگزیدندش[1]

صید سازے بروضہ چو بہشت — دامے افگندہ بود بر سرِ کشت

فوجِ طوطی بسبزہ شد ز ہوا — سبزہ[2] بر سبزہ بر کشید نوا

آگہی شاں نبود تا صیاد — رشتۂ دام را شکنجہ نہاد

بود صیاد تشنہ در تف[3] و تاب — آب جویاں بجوے رفت چو آب

داد مرغِ مہیں بیاراں پند — کہ نمی بینم ایمنے زیں بند

زیں گزندی کہ راہ در جاں یافت — جز بمردن خلاص نتواں یافت

صیدگر[4] تا بخونِ صید نتاخت — خویشتن را ز مردہ باید ساخت

پیش ازاں باید اینچنیں مردن — بو کہ زیں فتنہ جاں تواں بردن

ہمہ گفتند کانچہ فرمائی — کردنی شد بجان و بینائی

گفتِ تو حرزِ جانِ خویش کنیم — گر نمیریم چشم[5] پیش کنیم

ہمہ خفتند مرغِ کارگزار — ماند بر پاسِ کارِ خود بیدار

مردِ صیاد چوں رسید فراز ق — تا سرِ دام را کشاید باز

---

[1] یعنی افسر و بادشاہ خود کردند ۱۲ [2] حرس = دد [3] حس = تب [4] صیاد ۱۲
[5] یعنی ہمچو مردگان چشم بند کنیم تا از حیات بیہ انگرود ۱۲

marfat.com

دید کز صد خضر که پنهاں داشت ‌ ‌ ‌ ‌ یک خضر بود کآبِ[1] حیواں داشت
ماند حیراں کہ ایں چہ شاید بود ‌ ‌ ‌ ‌ گر از خود ہراسِ شاں بربود
دام را باز کرد و ریخت برول ‌ ‌ ‌ ‌ طوطیاں را بنجاکِ طوطی گول
بر پریدند مردگاں بہوا ‌ ‌ ‌ ‌ زندہ[2] از دام بر کشید نوا
گفت صیاد را کہ دل خوش دار ‌ ‌ ‌ ‌ زیں زیاں سینہ نامشوش دار
ہر چہ حاصل شدی از ایشانت ‌ ‌ ‌ ‌ من بہ تنہا دہم دو چندانت
طوطیِ داں مرا بد[3] انائی ‌ ‌ ‌ ‌ کہ کنم[4] در سخن شکر خائی
طوطیاں گر شکر خورند و نبات ‌ ‌ ‌ ‌ خضرم من کہ ریزم آبحیات
مرد چوں گوش کرد گفتارش ‌ ‌ ‌ ‌ خیرہ ماند از شگرفیِ کارش
دام بر دوش کرد و راند بشہر ‌ ‌ ‌ ‌ تا ز بختِ خودش چہ باشد بہر
شد خراماں میانِ بازاری ‌ ‌ ‌ ‌ تا کند تحفہ را خریداری
دید کآمد میانۂ بازار ‌ ‌ ‌ ‌ شاہدے ہمچو صد ہزار نگار
زلفِ مرغول[5] عنبر آلودہ ‌ ‌ ‌ ‌ ہندو[6] آسا بگل درآمودہ
نرگسش از کرشمہ شور انگیز ‌ ‌ ‌ ‌ کشتۂ عشاق را بغمزۂ تیز
ناگہاں در رسید تیز آہنگ ‌ ‌ ‌ ‌ پس بصراف زادہ زد بچنگ

---

۱ آب حیواں داشتن زندہ ماندن ۱۲ ‌ ‌ ‌ ۲ اے بادشاہ کہ در قالب طوطی بود ۱۲
۳ رجب = بگویائی ‌ ‌ ‌ ۴ حرس = کند ‌ ‌ ‌ ۵ مرغول بر وزن مقبول بمعنی پیچ و تاب موے پیچیدہ ۱۲
۶ جب = ہمچو ہندو

marfat.com

گفت دیدم من امشب اندر خواب ‏ باتو خوش بوده ام بنقل و شراب

با من اندر نشاط جان افروز ‏ همه شب کام رانده تا روز

با چنین نیکوئی که من دارم ‏ مزد شب شد هزار دینارم

گر بلطفم دهی کرم دانم ‏ ورنه من خود بعنف بستانم

چون ازینسان بسے فسون آورد ‏ پور صراف را زبون آورد

درزد آن شوخ چنگ در دامن ‏ خلق گرد آمده به پیرامن

باز میگفت هریک از کم و بیش ‏ سخنے بر قیاس دانش خویش

مجمعے کس چنان نداشت درست ‏ که شود دعوی مخالف سست

ماند زان گونه در عجب صیاد ‏ که ز صید خودش نیامد یاد

تیز شد طوطی هنر پرداز ‏ داد صیاد خویش را آواز

گفت کان هر دو را بسوی من آر ‏ تا بآسانی آید این دشوار

مرد صیاد کان حدیث شنود ‏ هر دو را خواند پیش طوطی زود

در دویدند هر دو مشغله ساز ‏ باز گفتند پیش طوطی راز

گفت کز هر دو سوی باشد عهد ‏ که ز انصاف نگذرند بجهد

ماجرا را چنان شوم دستور ‏ کیں غبار از میانه گردد دور

---

۱ رجب = گوئی ‏ ۲ س = از تو بزور ‏ ۳ جب = زن کزینسان ‏ ۴ ے عاجز و ناجواب کرد ۱۲ ‏ ۵ رجب = حجره ‏ ۶ دستور یعنی ضابطه و آئین یعنی انصاف این عقده چنان بآئین کنم ۱۲

marfat.com

شرط و پیماں درست شد ز دو سوے | که کس از گفتِ او نتابد روے
طوطی آورد روے در صرّاف | گفت هاں بدرهٔ درم بشگاف
برشمار آں قدر که می گوید | تا چناں نشّش دهم که می جوید
چار و نا چار مردِ سیم گذار | بدره را باز کرد بهرِ شمار
او درم ریخت از پئے تسلیم | سیمبر خواست تا رُباید سیم
گفت طوطی که ایں سخن نه رواست | باید آئینه که گوید راست
کانچه من دارم اندریں سینه | نیست اُستادِ من جز آئینه
داشت آں رشکِ خانهٔ جمشید[2] | با خود آئینهٔ به از خورشید
در زماں بهرِ آں معائنه را | پیشِ طوطی نهاد آئینه را
مرغ گفت آنچه سیمبر درخواست | برشمارید پیشِ آئینه راست
چوں درم جمله در شمار آمد | عکس در آئینه بکار آمد
کرد اشارت بماهِ شکّروش | که زر اینک در آئینه است بکش
کاں عمل کز خیال گشت درست | مزد نیز از خیال باید جست
زیں تحکّم که کرد طوطی ساز | ماند حیراں نگارِ شعبده باز
در تماشاش خلق پشت به پشت[3] | لب گزیدند گاه گاه انگشت
گشت نظّارگی چناں بسیار | کز خریدار تنگ شد بازار

[1] حرس = قبلهٔ [2] قبلهٔ جمشید کنایه از آتش و اینجا مراد ازاں زن شعله رو ۱۲
[3] انبوهٔ خلایق که صف بصف و پس و پیش ایستاده باشد ۱۲

marfat.com

نازِ صیاد ہر چہ افزوں بود　　نرخِ مرغ از قیاس بیروں بود

تا خبر شد بشہر کوے بکوے　　زاں شکرخای مرغِ شیریں گوے

حرمِ شہ کہ بود با دلِ ریش　　در وفاداریِ مسافرِ خویش

میگذشتش بکنجِ تنہائی　　روزگارے بنا شکیبائی

غم ہمیخورد و غمگسار نداشت　　مونسے جز خیالِ یار نداشت

چوں خبر یافت کز نوادرِ دہر　　اینچنیں مرغ آمدہ است بشہر

کرد اشارت کہ خادمانِ حضور　　زود نزدیکش آورند از دور

تا درآں بے دلی و بے ننگی[۱]　　مونسے باشدش بدل تنگی

پیشوایاں شتافتند چو باد　　تا ستانند طوطی از صیاد

نقد قیمت بکف نہادندش　　زانچہ میخواست بیش دادندش

آوریدند بہرِ ستانے　　طوطی را بشکرستانے

بانوش پرسشے نمود بگفت　　او دُر افشاند و ایں گہری سفت

با شکر لب بصد دل انگیزی　　کرد شیرینی و شکر ریزی

قفسش ساخت بانواز زرِ ناب　　پس درآویختش بحجرۂ خواب

چوں شدی زاندہِ فراق ملول　　خویش را داشتی بدو مشغول

او بصد لابہ در شدیش بدوست　　رفتی از وے غبارِ دوریِ دوست

ن: جب = شمار　　۱؎ بے دقاری

marfat.com

بامدادے ز سازگاریِ بخت　　بود تنہا عروس بر سرِ تخت

ہمچو خورشید تافتہ رویش　　سایۂ ہم نبود پہلویش

مرغِ زیرک چو دید جا خالی　　کرد پیدا نہانِ خود حالی

آفتے کز سرِ پر گردشِ دور　　قصۂ خویش و فتنۂ دستور

واں گرفتن بجرمِ آہو جاے　　سبزہ بر سبزہ گشتن آہو پاے

واں پریدن بدشت پیمائی　　در صفِ طوطیانِ صحرائی

واں گزیدن بدامِ صید گراں　　بندِ خویش و رہائیِ دگراں

واں در آئینہ وانمودنِ کار　　سیم را کردنی بعکس شمار

تا بدانجا کہ بختش آنجا برد　　کہ دلش در سرِ تماشا برد

نازنیں چوں شنید گفتارش　　خوں چکید از مژہ برخسارش

خاست از میش گاہِ تخت چو باد　　بوسہ بر دست و پاے طوطی داد

گفت کاے ہمنشینِ دیرینہ　　مرہم درد و راحتِ سینہ

ہیچ دانی کہ چند بردم رنج　　تا زرویت شدم سعادت سنج

ویں زمانت کہ با من است نشست　　نیز گوئی کہ نیستی در دست

جفتِ ہر یک بجنسِ وے باشد　　آدمی جفتِ مرغ کے باشد

---

۱ رس = تمنا　　۲ رس = دیدم　　۳ لے ایں وقت کہ با من نشستۂ نیز گویا در دست من نیستی چراکہ تو در صورت طائرو من بصورت انسان ہستم ازیں سبب اکنوں ہم ہماں جدائیست ۱۲

۴ رجب = ہر کس زجنس

marfat.com

مرغ گفت آں درمے(۱) که دشمن بست ‌‌ غم مخور کاں کلید نیزم(۲) هست
چاره آں شد که از دمِ تزویر ‌‌ خویشتن را دهی براے وزیر
گوئی او را که هر چه داری کام ‌‌ بیکے شرط زانِ تست تمام
آنکه جانِ عزیز هر زمنے ‌‌ چوں همی ریزی از تنے به تنے
زیں فسوں دم دهی بر انسانش ‌‌ که برآری ز کالبد جانش
قالب مرده پیشش اندازی ‌‌ تا شود همدمش بدمسازی
او چو بیروں رود ز خانهٔ خویش ‌‌ من درآیم(۳) در آشیانهٔ خویش
نازنیں کیں نوید جانی یافت ‌‌ مرده گوئی که زندگانی یافت
چوں درآمد بوقتِ خود دستور ‌‌ تا کند ماه را نظاره ز دور
خاست سروِ رواں ز گوشهٔ تخت ‌‌ جاے دادش بنزدِ خویش چو بخت
گفت دستور خیر هست که دوست ‌‌ با من امروز مغز گشت بپوست
بچه خدمت چنیں بلند شدم ‌‌ که بدرگاهت ارجمند شدم
کرد زیبا نگارِ حیلت جوے ‌‌ به تکلف چو شرمساراں روے
گفت بنو دکنوں قرار مرا ‌‌ کادبت(۴) کرد شرمسار مرا
باز دیدم بدانشش آگاهی ‌‌ روشنم شد که تو همان شاهی
لیک یک آزموں دگر دارم ‌‌ تا زدل زنگِ شبه بردارم

---

(۱) حرس — درم (۲) حب — مست بدست (۳) محب — با آشیانهٔ
(۴) کا ابتا یعنی ادبا تو ۱۲

marfat.com

آزمون آنکہ آں مسافرِ چیست — داشت افسونِ نقلِ روح درست

بفسونے ز خود بروں رفتی — در دگر کالبد دروں رفتی

آنچہ بایستی اندرو بودی — باز رہ سوئے خانہ پیمودی

گر ز تو بینم آں چناں ہنرے — تو شہی خاک بر سرِ دگرے

من ہماں بندہ ام بجانِ عزیز — خواہیم جفت سازو خواہ کنیز

خواجہ کشش در دل ایں تمنا بود — کآرزومندِ یک تماشا بود

چوں کلیدِ خزانہ یافت بچنگ — از پئے گنجِ سیم شد بے سنگ

پاسخش داد کآنچہ فرمان ست — راضیم گرچہ حکم بر جان ست

چہ متاع ست جانِ خاک وشم — کز دل و دیدہ پیشِ تو نکشم

با تو کو راہوائے دمسازی ست — بازیِ جانش کمتریں بازی ست

گو بیارند زود جانورے — تا نمایم نظارۂ ہنرے

نازنیں جست خود دوید چو باد — مرغ آوردو پیشِ خواجہ نہاد

خواجہ کشتش ولے بہنجاری — کہ نیاید بقالب آزارے

وانگہہ آہستہ در فسوں آمد — بفسوں از جسد بروں آمد

رفت در مرغ و مرغ جست زجاے — تن بجاں درا وفتاد ز پاے

چوں تہی دید شاہ قالبِ خویش — بیک آمد فرو زمرکبِ خویش

رفت در ہفت منظرِ جانی — پنج نوبت زناں بسلطانی

لہ ہفت اندام ۱۲

marfat.com

دررماں مرغ را بخنجر کشت / کشته را بیں که بارِ دیگر گشت

جفتِ خود را درآں وفاداری / کرد چوں مخلصاں ہَواداری

بس گرامیش کرد مہر افزود / زاں گرامی ترش که اوّل بود

قدرِ او آنچه داشت افزوں کرد / دیگراں را ز خانه بیروں کرد

بعد ازاں زاں وفا که داشت بدوست / طوطیاں را گرفت در دل دوست

کرد حکمت بطوطیاں تعلیم / سکۂ طوطیاں نہاد بسیم

چند طوطی ہمیشه با خود داشت / خویشتن را ز جنسِ شاں پنداشت

کرد چوں طوطیانِ بستانی / پائے تا سر لباسِ ریحانی

سبز ریحانی است رنگے نغز / داد بیننده را طراوتِ مغز

سبزه در باغ رنگِ ریحاں یافت / دیده از سبزه روشنی زاں یافت

شاخِ ریحاں طرازِ نسرین ست / باغ بازیور از ریاحین ست

گلعذارے که خارِ خارِ دل ست / خطِ ریحانیش بہارِ دل ست

چوں صنم مست کرد پنہانی / شاه را زاں شرابِ ریحانی

شه فرو خفت و یارِ زیبا ہم / ہمچو ریحان و یاسمن باہم

گلگشتِ بہرام روزِ سه شنبه سوی بہشتِ پنجم و گل افشاندن در گنبدِ گلناری با گلعذارانِ تاتاری و گلابِ گلِ کرده از بلبله نوش کردن

marfat.com

در سہ شنبہ کہ صبحِ لعل و سپید ق رنگِ گلنار بست بر خورشید
شاہِ بہرامِ گور چوں بہرام[1] گشت گلنار گوں بجامہ و جام
عزمِ گنبد سرائے گلگوں کرد وز دل اندوہِ دہر بیروں کرد
لعبتِ تنگ چشمِ تاتاری آمد از غمزہ در جگر خواری
بر میاں بست کردگیسوے تر موی راہم[2] ز موی ساخت کمر
خدمتِ شہ بآرزو میکرد شاہ میدید و آرزو می خورد
ہمہ روز آں طرب مہیا بود کشتیِ بادہ ہمچو دریا بود
شب چو پروین نمای گشت سپہر ماہ برخویش بست زیورِ مہر
داد فرماں خدایگانِ سریر کآید آں ماہ روی در تقریر
بفسوں[ر] در فسانہ چو نبات مغزِ شہ ترکند بآبِ حیات
سجدۂ بندگی نمود عروس کرد طوطیِ لب چو خونِ[ن] خروس
گفت جاوید زی بدولت و بخت زیرپایت ہمیشہ پایۂ تخت
ہر کہ گرد ز دستیِ تو پاک باد در پائے دوستانِ تو خاک
چہ بضاعت مرا بود در بار کہ کشم پیشِ شاہِ گیتی دار
لیک چوں شاہ داد دستوری واکشایم دمے بمعذوری

---

[1] بہرام یعنی مریخ کہ مرنخ بر فلک پنجم تابد ۱۲
[2] مراد، ز موے اوّل کمر و از ثانی موے زلف
واز کمر کمر بند کہ بندی آنرا پٹکا نامند ۱۲
ر: حجب - د ن: ن چشم

marfat.com

کرد چوں عذر خواہی از حد بیش ق گفت وقتے زد قبتا زیں پیش

غنچہ کشادنِ بہارِ گلر واز بادہای خوش و بلبل وار افسانۂ عاشقانہ گفتن

پنج یارِ ہنر شناس و جواں | از حدِ مولتاں شدند رواں
زاں یکے بود بادشہ زادہ | از بزرگی بخورد ی افتادہ
پورِ بازارگاں بُد آں دگرے | مایہ بیش و قماش بیشترے
سومیں بود نقب گیری چست | کاہنش پنج کوہ کرد ی سست
شخصِ چارم درو دگر اُستاد | موشگافے بہ تیشۂ فولاد
پنجمیں بود باغبانِ شگرف | کہ بگل یافتے حکایت و حرف
پورِ بازارگاں بلطف و نواخت | گاہ بیگاہ برگِ شاں میساخت
ہمہ باہم موافق و دمساز | در حدِ کامرو شدند فراز
کارواں زاں زمینِ مشک سرشت | سوی شہرے گذشت ہمچو بہشت
در سوادے بتازگی چو بہار | خیمہ برکرد کارواں سالار
واں جوانانِ نغز گام بگام | می نمودند گردِ شہرِ خرام
بتماشاے باغ و سبزہ و جوی | قدمے میزدند سوے بسوے

ا۔ نسب = بود ۲۔ گلابِ سیاہ ۳۔ کاہ و لاتیں ست درانقسام بنگال ۱۲

تا تماشا کناں درآں پروانہ — سوی بتخانہ شدند فرزانہ
منظرے بود بر کشیدہ بلند — چشم بندِ ہزار صورت بند
نقشبندانِ بانوے فرہنگ — نقشِ ہائی تراش کردہ ز زنگ[۱]
ہر نگارے چناں بزیبائی — کہ درو خیرہ گشت بینائی
نقش بیناں کزاں طرف راندند — در تماشاے او فرو ماندند
زانہمہ نقش ہائے جاں آویز — گشت در پیکرے نظر ہا تیز
کہ بحسن از قیاس بیروں بود — وز دگر ہا بصنعت افزوں بود
از نگارے نمونہ پیکرِ او — کامرانی[۵۴] نوشتہ بر سرِ او
بت کزاں ماہ رونشانی داشت — ماہ رو نام کامرانی داشت
در زباں ہاے ہندواں بہ سخن — کام[۵۵] عشق آمدہ است رانی زن
در تماشائے او[۲] بہ زیبائی — خیرہ می گشت نورِ بینائی
چشمِ بینندگاں درآں پرکار — ماند حیراں چو صورتِ دیوار
بیخودی در دماغِ شاں رہ یافت — عاشقی دستِ صبر کوتہ یافت
ہیچ دل گرچہ بے غبار نہ بود — لیک شہزادہ را قرار نہ بود
زلفِ شب تا حجابِ نور نگشت — چشمِ او زاں نظارہ دور نگشت

لہ ب = بنگ ۔ ۵۴ بر سر آن بت سنگی لفظ کامرانی نوشتہ بود ۱۲
۵۵ یعنی بزبان ہندواں کام عشق را و رانی زن را می گویند ۱۲
لہ جب = ز

marfat.com

شب چو بتخانهٔ سپہرِ کبود — صد ہزاراں[۱] بت از ہوا بنمود
خواستند آں مسافرانِ ملول — کہ خراماں شوند سوئے نزول
ہمہ را دل بسوئے منزل بود — جز ملک زادہ را کہ بیدل بود
گفت ما را شد اختیار ز دست — وائے دستے کہ رفت کار ز دست
نقش ایں سنگ دل ز دستم برد — شد بریں سنگ شیشۂ من خرد
تا نیفتاد[۲] جانِ من بہ زوال — جانِ من بعد ازیں و ایں تمثال
یا دریں نقش گم شود نفسم — یا[۳] بسر کارِ اصل باز رسم
ہمہاں زیں حدیثِ بی سروپائے — بی سروپا شدند ہم بر جائے
پند دادند و جائے پند نبود — ہر چہ گفتند سودمند نبود
عاشقی چوں ز دل برآرد جوش — در نگنجد نصیحت اندر گوش
ہمہ زاں داوری زبوں ماندند — واندر آں بقعہ شب دروں ماندند
واں گرفتارِ سنگ با دلِ تنگ — چشم برہم نزد چو لعبتِ سنگ
صبح چوں پردہ بر جہاں بدرید — جامہ بر خود چو عاشقاں بدرید
ماند عاشق ز خوردنی بے بہر — ہمنشیناں رواں شدند بشہر
تا بجویند کاردانے چست — کیں گرہ را کلید داند جست
کوی بر کوی میشدند شتاب — سینہ پُرآتش و دو دیدہ پُرآب

---

۱ انجمہائے فلک ۱۲ ۲ اسے تا وقتیکہ جان من بیفتد یعنی مرگ می آید ۱۲
۳ حاصل بیت اینکہ یا بمیرم یا از وصل شاہزادی لذت گیرم ۱۲

marfat.com

آں چناں شہر چوں بہارستاں | نزدِ شاں[1] می نمود خارستاں
ازکساں بازجست[2] می کردند | رازِ صورت درست می کردند
تا در آں جستجو کہن پیرے | داد شاں را کلیدِ تدبیرے
گفت کاں صورتِ چو گلشنِ تر | کہ چو لالہ ز سنگ برزدہ سر
[illegible] نازنینِ ایں شہر ست[3] | کز رخش چشمِ خلق بے بہرست
[illegible] فتہ کردہ اند ازیک چوب | ہم ز آسیب دور ہم ز آشوب
او در آں مہدِ آسماں پیوند | چوں ستارہ بر آسمانِ بلند
کس نہ پہلوی آں بہشتی روی | جز کنیزے دو نارسیدہ بشوی
چوں مہ فارغ آید از ہمہ کار | عیش [illegible] ردباں نہد بحصار
قلعہ گیرد[4] بہتِ حصارے را | گل چیند باغِ نو بہارے را
بادہ نوشد نشاط [illegible] ید | خسپد و خیزد و فرود آید
گل فروشے ست ز [illegible] شاہ | کہ رود سوی آں چمن گہ گاہ
گل برد پیشِ سرو بنشیند | گلِ دیگر ز باغ برچیند
راز ایں پردہ ز آشکار و نہفت | داند اما بروں نیارد گفت
گر بود درہ باآشنائیِ او | او بردرہ بروشنائیِ او

---

[1] جب = پیش شاں [2] تلاش تفحص ۱۲ [3] ایں جا از نسخہ مراد نقل تصویر شاہزادی ۱۲
[4] جب = بر [5] اے تنگ دربغل می گیرد ۱۲

marfat.com

آں جواناں برہمنوئے پیر — بازجستند زخنۂ تدبیر

پُرس پُرساں برد فراز شدند — چارہ جویاں بچارہ ساز شدند

درنہاں باوے آشنا گشتند — پس بدنبالِ ماجرا گشتند

پور بازارگاں چنانکہ تواں — سیم میریخت ہمچو آبِ رواں

گل فروش ازعطای رود ررو — برگ چوں گل نہادہ تو بر تو

چوں یقیں گشت شاں کہ پنہانی — بندہ شد زال زاں زرافشانی

باغباں زادۂ ہنر پیونہ — بنہ[1] درباغِ گل فروش افگند

او ہمہ روز گل بگل[2] بستی — دیں زبہرِ نظارہ بنشستی

گل فروش آں بنا زمیں بردی — گلشنے پیشِ یاسمیں بردی

آں ہنر گرچہ بود ازحد بیش — از بیروں نہادی ازحدِ خویش

تا یکے روز فرصتی دریافت — ازپے گل[3] نمونۂ بر[4]بافت

ہر نمط زاں نمونۂ زیبا — نقش در نقش بست چوں دیبا

داد کیں تحفۂ جہاں افروز — برآنجا کہ میسپر[5]دی ہر روز

گل فروش آں بسروِ بستاں برد — گلتانے بسوئے گلستاں برد

چوں کہ آں نوبہارِ باغِ جناں — صنعتِ گل ندیدہ بود چناں

---

[1] بنہ بمعنی درخت و بیخ درخت ۱۲ [2] لے گل دستہ ساختے ۱۲

[3] طیار نمود ۱۲ [4] عجب = بر [5] ح = می بری

marfat.com

در تماشاے آں زبر تا زیر ماند انگشت در دہن تا دیر
پس بدو گفت کیں نگارش چیست نیست زانہا کہ کردۂ نخست
زانکہ زینگونہ دستکارِ عزیز از تو ناید ز ہیچ مردم نیز
کیست کیں گل نگار کردۂ اوست چیست رازی کہ آں بپردۂ اوست
پیرزن گفت کار کارِ من ست ویں گلستاں ہم از بہارِ من ست
از گلے گلشنے کنم درخورد بجز از من دگر کہ داند کرد
نازنین گفت اگر زتست ایں ساز تو بکن پیشم آنچہ کردی باز
کارہا چوں بآزموں آمد کارپرداز زاں زبوں آمد
گفت کز راستی چو نیست گزیر راستی را بروں دہم ز ضمیر
میہمانِ من ست برنائے بغریبے رسید از جائے
ہنرش از شمار بیشتر ست ویں کہ بینی فروتریں ہنر ست
بمروت نگارِ شکر خند ریخت در دامنش درستی[لہ] چند
گفت چوں رہ بری بیاریِ او ایں دہی مزدِ دستکاریِ او
پیرزن بازگشت خرم و شاد دستِ مزدِ ہنروراں را داد
سینۂ باغباں چو گل بشگفت رفت و ایں ماجرا بیاراں گفت
آں وفا پرورانِ با فرہنگ چوں سرِ رشتہ یافتند بچنگ

لہ درست بضمتین بمعنی اشرفی ۱۲

marfat.com

خلوتے ساختند و شب کردند　　مادرِ پیسر را طلب کردند

اوّل از زر دہانش بربستند　　بعد ازاں مہر از بشکستند

بیش و کم ہرچہ بود در دل ریش　　بازگفتند یک یک از کم و بیش

بتِ سنگین و عاشقِ بے ننگ　　قصۂ دردمندیِ دلِ تنگ

پیرزن کین حدیث کرد بگوش　　آمد از بیم خویش اندر جوش

گفت لب زین سخن بباید دوخت　　دل بسودای خام نتواں سوخت

گنبدے کاندراں بتِ سنگ ست　　غلغلش تا ہزار فرسنگ ست

کس دراںٓ سنگ یکدمی ننشست　　کہ نیاید بزیرِ سنگش دست

واں ۵۲بتِ سیم کش ندید کسے　　سنگدل تر ازاں بت ست بسے

ریخت صد خونِ بیدلاں بہوس　　کہ فسوسے نیامدش برکس

ہرکہ گیرد درونِ شہرش نام　　درزمانش زباں کشند زکام

سخنے کز خطاست پیوندش　　نیک بنو کشادن از بندش

آں جواناں دگر بصد زاری　　تازہ کردند رسمِ دلداری

ریختندش خزانہ بکنار　　بیشتر زانچہ بود اوّل بار

گل فروش از چناں نوازشِ گرم　　سرنگوں ماند چوں بنفشہ زشرم

لہ جب = بداں　　۵۲ یعنی آں معشوقہ کہ ہنوز کسے او را ندیدہ ، از تصویر سنگی خویش سنگدل و سخت تر ست ۱۲

marfat.com

گفت من کز برای نیم دانگ | گرد ہر کوی میزنم گلبانگ
لطفِ تان[1] مایہ داد چندانم | کہ عدد کردنش نمی دانم
چوں نوازش ز حد فزوں آمد | شکرِ آں ہم ز حد بروں آمد
بہرِ آں کاریں عطا ستدم | جاں فشانم کہ خوں بہا ستدم
گر برآید وگر نیاید کار | من یکے از شما شدم ناچار
یا درآرم سرش بچنبرِ خویش | یاز چنبر بروں کنم سرِ خویش
باغباں گفت گر پذیری راست | از تو ام نیست بیش ازیں درخواست
کانچہ گل می بری بسروِ بلند | صنعتِ دستِ من بدو پیوند
تحفۂ من بدو فراز رساں | ہرچہ گوید بیاؤ باز رساں
پیرزن گفت کیں حدیث کہ بود | تو چہ فرمائیم کہ او فرمود
باما داں کہ گل بباغ شگفت | غنچہ بیدار گشت[2] و نرگس خفت
گل طلب کرد مردِ گل پیرائے | شد ز گلدستہ بند نافہ کشائے
کرد از گل نمونۂ پرکار[3] | نقشِ آں بت کہ دیدہ بر دیوار
نامِ او نیز بر سرش بربافت | نقش و عنواں بنامہ در خوریافت
پس فسونے بردو دمید چناں | کہ نسیمش ز دست برد عناں

---

[1] تاں یعنی شما ۱۲ [2] مراد از بیداری غنچہ طلوع آفتاب و از خفتن نرگس غروب ماہتاب و ستارگان ۱۲ [3] نمونہ خوب ۱۲

marfat.com

تحفه چوں شد بماهِ تحفه شناس — حیرتش باز شد بروں ز قیاس

نقشِ خود دید و نامِ خود برخواند — در خود و نامِ خویش حیراں ماند

در دماغش چو راه یافت نسیم — گشت جانش ز عاشقی بدو نیم

شورشے در دلش دروں افتاد — دلش از خویشتن بروں افتاد

گفت با گل فروشِ مهرآمیز — کاے همه صنعتِ تو مهرانگیز

چه گل ست ایں که دل ز دستم برد — تیرِ اندیشه را ز شستم برد

آنکه بست ایں نمونه بر گلِ نو — کرد جانم بدستِ فتنه گرو

یکره اینجا رساں بهنجارش — تا تماشا کنم بدیدارش

پیرزن گرم دید چوں بازار — مرہمے تازه یافت بر آزار

با پری وش زباں بافسوں کرد — واں سخن را سخن دگرگوں کرد

گفت کای آفتابِ دلخواهاں — ق — آرزومندِ روی تو شاهاں

کے سزد چوں تو دلربائے را — که برد نامِ هر گدائے را

نازنیں را که دل قرار نداشت — ایں سخن را جوے بکار نداشت

پیرزن هرچه می نمود گریز — روغنے میزدش بر آتشِ تیز

تا بداں شعلهاے دم پرورد — پخته گرد آنچنانکه باید کرد

پس به پیمان و عهدِ محکم و چست — گفت رازِ نهفته را بدرست

ز عجب ہ و آزموں — ز عجب ہ کرد چناں کہ

marfat.com

حالِ بے ننگیِ دو سہ ہمدست | ماجرائے غریبِ سنگ پرست
کآتشے جست سو بسوزاں سنگ | کہ زدودش بسوخت صد فرسنگ
شعلہ زد در آں جواں افتاد | کہ شرارش دراین و آں افتاد
تو توانی بپاسخے چو نبات | کآتشے را کُشی بآبِ حیات[۱]
پاسخش داد ماہِ سیم اندام | ق | کای چو من آہوے گرفتہ بدام
بس ہزبراں کہ شیر نخچیر اند | بر درِ من چو سگ ہمی میرند
پیش ازاں کز دماغِ سودائی | پردہ[۲] بالا کنم برسوائی
پردہ ساز کن دریں مستی | بو کہ دستے زنم بہمدستی
پیرزن زیں نوائے سینہ نواز | پائے کوباں بجانہ آمد باز
مژدۂ خوش دلی بیاراں داد | بر سرِ کشتِ خشک باراں داد
ہر یکے شادمانیِ نو یافت | پیرزن خود جوانیِ نو یافت
باز باہم بچارہ پردازی | ساز[۳] کردند رسمِ دمسازی
ہمہ گفتند پیشِ مادرِ پیر | ق | آنچہ از گفتنش نبود گزیر
کز متاع و خزینہ و اسباب | ۲ | وز ہنر ہرچہ باید از ہمہ باب
ہمہ داریم تا بداں مقدار | ۳ | کز وے آساں شود ہمہ دشوار
لیکن ار دوست بارضا باشد | ۴ | واندریں کار یارِ ما باشد

---

۱ اے آتشِ عشق را بآب وصال کُشی ۱۲ — ۲ پردہ بالا کردن فاش نمودن ۱۲
۳ نو = تازہ

marfat.com

نکند قصد ما بحیله گری ہ پرده پوشی کند نه پرده دری

پیرزن باز شد بیانو زود   گفتنی هرچه بود گفت وشنود

چون بناهای عهد محکم کرد   وز دل آشوب فتنه را کم کرد

بازگشت و دل از سخن پرداخت   گفت سازید هرچه باید ساخت

میهمانان ز مهربانی دوست   برشگفتند همچو گل در پوست

شب فراهم شدند روی بروی   مشورت ساختند موی بموی

بازگفتند هر یکی کم وبیش   هنر خود بقدر دانش خویش

باغبان گفت کز دل دمساز   هرچه میداشتم نمودم باز

وانچه دیگر دهید فرمانم   کنم آن هم چنانکه بتوانم

نقب زن گفت خاک را بنهفت ق زیر زیرا چنان توانم سفت

کان ستونی که سر کشیده بماه   در ته آن ستون گشایم راه

تیشه زن را بنقب گیر آورد   شرح داد آنچه در ضمیر آورد

گفت اگر نقب تو رسد بستون   ز ستون من روم بحیله درون

گفت بازارگان دریادل ق که چو ما را یکیست دل با دل

از شما رنج بردن اندر کار   وز من افشاندن زر و دینار

گر از بهر کار چیست کنیم   سکهٔ دوستی درست کنیم

یا همه مال و جان دهیم بباد   یا رسانیم دوست را بمراد

marfat.com

هم بدین اتفاق و رای صواب | شب نهادند سر ببالین خواب
چون ز نقب زمین برآمد مهر | گرد بیرون سر از رواق سپهر
خاست بازارگان بعزم درست | وز پئے کار کرد دامن چست
مدتے کار آب و گل پرداخت | واندراں کوئی[۵۱] خانۂ نو ساخت
خاکش از بوی خوش[۵۲] عبیر سرشت | صحنش از خرمی چو باغ بهشت
گونه گوں صفۂ گونه گونه رواق | تا فلک بر کشیده طاق طباق[۵۳]
حجره در حجره بست[۵۴] اندر بست | راز آں کس بروں نبرد که چیست
چوں عمارت بلند گشت تمام | کام جویاں شدند در پئے کام
در یکے حجره کاں دروے بود | ق | راه او سوے رهنمونے[۵۵] بود
نقب زن بازوے هنر بکشاد | خانه را در ببست و سر بکشاد
گرد ره تا بجاے گاه رسید | زیر زیر زمیں بماه رسید
گل پولادمی شگافت چناں | که ز اندیشه میر بود عناں
تا رسانید نقب را بدرست | در ستونے که دست گه می جست
داد نوبت بمرد چوب تراش | تا کند چوب را درونه خراش

---

۵۱ اے در آن کوچه که قریب ستون ماهرو بود یک مکان تعمیر ساخت ۱۲ ۵۲ ج = گل

۵۳ طاق اطباق اے متعدد و متوالے ۱۲ ۵۴ گویند که بست در بست نقشی ست کیمیا اثر و از عاملان کامل الفن کسے اورا مندانند و راز او سر مکتوم ست، همچنیں حجرها در آں قصر نو قرار داده بود که ترکیب آن بفهم مردماں نمی آمد ۱۲

۵۵ اے راه او سوے آں ستون بوده که مطلوب شاں بود ۱۲

marfat.com

رفت در رخنہ تیشہ زن حالی — تا بصنعت ستوں کند خالی
آہنِ تیز را بکار آورد — چوب را دل بہ خار خار آورد
نقش در مغزِ چوب زانساں بست — کہ برآں گونہ نقش نتواں بست
اوّل اندر ستوں کشاد درے — پس بہر تختہ کرد نو ہنرے
نردبانے دروں دروں تا بام — پایہ بر پایہ راست کرد تمام
چوں بداں پایہ شد ہنر پرداز — ق — کہ کشاید ز سقف روزنِ راز
بازگشت وز حجرہ بیروں راند — ماجرا پیشِ پیرزن برخواند
گفت رو پیشِ ماہِ سیمبراں — بیں کہ عہدی کہ کردہ ہست براں
گر برآں گفتہ ہست ثابت رائے — گو ز نامحرماں تہی کن جائے
تا کشائیم روزنِ مقصود — ورنہ لب را بہ بند و باز آ زود
پیرزن رفت و شد مزاج شناس — وقت خوش دید دور کرد ہراس
چوں بناہاے عہد محکم بود — ق — وانکہ در خانہ بود محرم بود
لگدے زد بر(۱) روزنِ سخت — کہ کشاد از دروں دریچہ بخت
نازنیں چوں نگاہ کرد ز بام — آمد از زیر تیشہ زن بسلام
پاسخش داد کای ز دانشِ خویش — ق — در خورِ صد ہزار تحسیں(۲) بیش
با چنیں دستکاریِ کہ تراست — عذرِ دستت چگونہ دانم(۳) خواست

(۱) نسخہ = حفرہ (۲) نسخہ = فراز (۳) نسخہ = بارم

marfat.com

گر نہی دل بمہماں سرائے من — بہرہ یابی ز میزبانیٔ من

در ہم صحبتاں گرائی باز — من خود آیم بوقتِ خویش فراز

پاسخش داد مردِ شیریں کار ق — کاسے سمن عارض و شکر گفتار

گرچہ تو زاں کرم کہ می دانی ۲ — میہمانِ خودم ہمی خوانی

لیک برچیں زدیگراں دامن ۳ — کآشنائے تو دیگرست نہ من

چوں دو عاشق شوند باہم جفت — من دعائے ز دور خواہم گفت

ایں سخن گفت و باز گشت ز پیش — و آمد از رخنہ سوئے منزلِ خویش

نازنیں کرد رخنہ را سر سخت — بر فرازش نہاد جامہ و رخت

پس زمیلِ درونہ[1] کرد رواں — پیرزن را بسوئے سروِ جواں

دادش انگشتریِ خاص ز[2] دست — کیں سلامم[3] رساں بعاشقِ مست

گو من امشب در انتظارِ توام — دوست نادیدہ۔ دوستدارِ توام

اگر آئی[4] چو خواجگاں بکنیز — بندہ ام پیشِ میہمانِ عزیز

گلفروش از خوشی چو گل بشگفت — رفت و ایں قصّہ[5] را بیاراں گفت

لہ در فارسی میل دبر وزن پیل میخ آہنی یا سی کہ بر سر گنبد نصب کنند یا منار کہ بجہت علامت فرسنگ در راہ سازند الا درین شعر از میل درونہ مراد آب راہ مخفی کہ در جوف ہمان ستون ساختہ بودہ ۱۲

۲ جب = بدست ۳ ح = سلامے

۴ جب = گر بیائی ح = گر گرائی

۵ جب = ماجرا

marfat.com

سوئے عاشق دوید یارے زود — بردش از دوست مژدهٔ مقصود

چوں بگوشِ وے ایں سخن در شد — بے خبر بود بے خبر تر شد

ماند حیراں در آں حکایتِ نغز — جوشے از دل در او فتاد بمغز

خاست چوں بیدلانِ جاں دادہ[۱] — دلِ دیوانہ را عناں دادہ

پاے کوباں بوجد و حال آمد — در نہاں خانهٔ[۲] وصال آمد

خانهٔ دید چوں بہشتِ ارم — در و دہلیز و بارگاہ و حرم

اولش سوئے حجرہ بردند — در نوا سازیش پے افشردند

غسل دادندش از گلاب و عبیر — تازہ کردند کسوتش ز حریر

وانگہے ہرچہ باید از ہمہ باب — پیش بردند نان و نقل و شراب

وانطرف رفت پیرزن بنہفت — گفت با بانو آنچہ باید گفت

پیش[۳] ازاں آں غزالِ مست و دلیر[۴] — خواب خرگوش دادہ بود بشیر

کہ ہمی خواہم از طریقِ نیاز — در طاعت زنم بہ پردهٔ راز

امشب آں بہ کہ باشی از من دور — در بوم دور داریم معذور

بادرش داشت شاہِ سادہ ضمیر — رفت و بگذاشت سرورا بہ سریر

شب چو با آسماں قرینی کرد — ق — ماہ با زہرہ ہمنشینی کرد

۱؎ اے عاشقان فدائی ۱۲ ۲؎ مراد از تعمیر و قصر نو ۱۲ ۳؎ جب = پیش آں خود غزالہ

۴؎ مراد از غزال مست بانو و از شیر پادشاہ یعنی پیش از آمدن پیرزن ماہرو پادشاہ را از فریب جاے دیگر بحلب خوشش غافل کردہ بود ۱۲

marfat.com

نازنیں باز کرد روزنِ خواب | تا ز روزن در آیدش مہتاب
نردباں دور کرد و در[۵۱] بربست | درِ پوشیده را کشاد و نشست
پاسے از شب چو برگذشت بدیر | در چراگاهِ آہو آمد شیر
دو مہ[۵۲] از پرده روشنائی داد | دو دل از دوستی گوائی داد
آنکہ نادیده دل بہم بستند | ہر دو نادیده وار پیوستند
جانِ عاشق کہ روی جاناں دید | تشنہ گوئی کہ آبِ حیواں دید
در کنار آنچناں کشیدش تنگ | کہ طبرخوں[۵۳] شدش نہالِ خدنگ
چاشنی خواست اوّل از مے[۵۴] و شیر | پس جدا کرد حلّہ را ز حریر
پستہ را بر شکر خراج نہاد | میل در سرمہ دانِ عاج نہاد
ہمہ شب تا بگاهِ بانگِ خروس | گردنِ شاه بود و زلفِ عروس
صبح چوں برکشا د روزنِ نور | شد ز ہر روزنے سیاہی دور
ماندہ ماهِ چہارده در کاخ | اژدہا باز رفت در سوراخ
روزِ دیگر کہ خانہ شد خالی | عیشِ دوشینہ تازه شد حالی
ہم برینساں بوقتِ فرصتِ کار | گرم بود آں دو[۵۵] فتنہ را بازار
گاه شہ بر شدی بروزنِ ماه | گہ مہ از روزن آمدی سوی شاه

---

۵۱ حاجب = دربربست
۵۲ دومہ یعنی ماہ برو شاہزاده ۱۲
۵۳ طبرخوں بید سرخ و درمدار چوبیست سرخ رنگ تلخ مزه و در مجموع اللغات و فردوس اللغات یعنی صندل سرخ ۱۲
۵۴ از مے مراد لب و از شیر پستاں حاصل بیت اینکہ بعد بوس و کنار از وصال محبوبہ لذت اندوز شد ۱۲
۵۵ مراد از عاشق و معشوق ۱۲

marfat.com

چوں بدیں گونہ رفت روزے چند — گشت محکم دو دوست را پیوند

بادشاہ زادہ گفت با یاراں — کآفریں بر شما وفا داراں

کز رہِ لطف ہر یکے آں کرد — کہ ہمہ عمر شرح نتواں کرد

پختہ گردید کارِ من چو تمام — باز کوشید تا نگردد خام

پیشتر زانکہ پردہ را بدریم — برویم و عروس را ببریم

گفت بازارگاں کہ دل خوشدار — جگرِ دشمناں بر آتش دار

ماکہ بہرِ ترا بچندیں جہد — پردہ بر ماہ بر زدیم زعہد

تا ندانی دریں خجستہ سواد — رخت بندیم بے متاعِ مراد

نسزد نیز رائے[1] والا را — کہ بدزدی بریم کالا را

آنگہے بر زما بمردی نام — کہ بمردانگی کنیم خرام

آشکارا نشاط گاہ کنیم — ماہ را میہمان شاہ کنیم

گنج را چوں بمار بنمائیم — مار مائیم و گنج بربائیم

شب بدیں اتفاقِ خوش خفتند — روز را قصہ با صنم گفتند

نازنیں گفت آنچہ فرماں ست — کمتر از خود[2] حدیث برجاں ست

ماجرا چوں درست شد با ماہ — رفت بازارگاں بحضرتِ شاہ

برد ہر جنسِ قیمتی چنداں — کہ شہ انگشت ماند در دنداں

---

[1] اے بگذاریم ۱۲ [2] آنچہ فرماں ست بجا خواہم آورد اگرچہ در وخطرہ جاں باشد ۱۲

marfat.com

گفت چندیں متاعِ گوہر و گنج ق کہ نیاید بوہم گوہر سنج
پیشکش کردن از برای چراست خواست باید ہر آنچہ باید خواست
گفت بازارگاں کہ بختِ بلند باد ز اکلیلِ شاہ دولتمند
من کہ بازارگانِ شہرِ خودم واندریں رہ رواں زبہرِ خودم
ہر کجا رہ گرفتم از پے سود سودِ من صحبتِ بزرگاں بود
کشورے راکہ زیرِ پا کردم میرِآں کشور آشنا کردم
دید چوں میہماں پرستی من گشت مہماں بزیر دستی من[1]
ہم بداں بندگی ست میلم باز کہ شود رنجہ شاہِ بندہ نواز
شاہ چوں دید گرم خوئیِ او شرمش آمد ز مہر جوئیِ او
گفت رَو کُن ہر آنچہ دانی ساز کہ من آیم گہے کہ خوانی باز
میزباں باز شد بخانۂ خویش. کرد ترتیبِ آشیانۂ خویش
داشت در خانۂ نشاط سرشت ہفت منزل بسانِ ہشت بہشت
از یکے زاں خجستہ بزمے ساخت کہ دلِ زہرہ ز آسماں پرداخت
چوں شب آمد بمجلس آرائی جام برداشت چرخِ مینائی
رفت مردِ گشادہ پیشانی داد شہ را صلاے مہمانی
نقل و مے یک بیک مہیا کرد خانہ از موجِ دُر چو دریا کرد

---

[1] اے باد جو د زیردستی من میرآں کشور مہمانم گشت ۱۲ ر۱۔ جب = منظر

marfat.com

شاہ بایک دو خاصگانِ حضور	حاضرِ بزم گشت با دستور

شب فروہشت پردۂ ظلمات	بادہ در دور رواں چو آبِ حیات

بانگِ طنبورِ خرگہے[1] در گوش	می ربود از دماغِ مستاں ہوش

چوں شد از جوشِ بادہ سرہا خوش	گشت ہر دل کشاں بہر دل کش

ماہ بالانشیں فرو خواندند	قصہ در گوش او فرو راندند

راست کردند تا بہ نیم شباں[2]	پیکرش چوں خیال بو العجباں[3]

شاہدِ دلفریز و دیدہ نواز	شد خراماں بصد کرشمہ و ناز

ہم بداں ساں کہ در شب آید ماہ	فرق تا پاے در حریرِ سیاہ

غمزہ غارت کنِ خردمنداں	تشنۂ خونِ آرزومنداں

روئے خوبش کہ بے نقابے بود	در شبِ تیرہ آفتابے بود

شد بگفتار آں طرب سازاں	ساقیِ بزم شاں خوش و نازاں

چوں درآمد پیالہ برکفِ دست	ہر کہ دیدش خراب[4] گشت نہ مست

شاہ را کامد آں صنم در پیش	ق	گم شد اوّل در ویں اندر خویش

---

[1] طنبور خرگہے قسمے از طنبورہ است کہ او را آہستہ می نوازند و آواز بلند نمی دہد ۱۲

[2] در شباں الف و نون زائد است چنانکہ بامداداں و بہاراں ۱۲

[3] مراد از شعبدہ بازاں و بازیگراں یعنی تا نیم شب از زر و زیور ہمچوں شعبدہ بازاں پیکر ماہ رو راست کردند ۱۲

[4] گویند کہ مستی چند مرتبہ دارد اوّل سرخوش دوم تر دماغ سوم سیہ مست چہارم خراب و ایں انتہائے رتبہ مستی ست کہ شخص از خود گذشتہ باشد ۱۲

marfat.com

گفت یارب کہ این ہماں ماہ است — یا دلم کور و عقل گمراہ است
اگر این اوست کے دلیر آید — ماہ[۱] کے ز آسماں بزیر آید
و گر او نیست خود چنیں ماہے — زیبد اندر بر چو من شاہے
عاقبت چوں دلش قرار نکرد — خاطرش ترکِ خار خار نکرد
محرمے پیش جست و کرد رواں — تا کند جست و جوی سروِ جواں
او ازاں جا دوید ہمچوں باد — دیں ازیں سو قدم بحجرہ[۲] نہاد
رفت در کاخ و جامہ دیگر کرد — رخنہ بر بست و سر بہ بستر کرد
چوں فرستادہ در رسید شتاب — ماہ را دید در نہانی خواب
باز شد تا خبر بشاہ برد — رازِ خرگہ[۳] ببارگاہ برد
پیش ازاں رفتہ بود قبلۂ حور — برکشیدہ سواد را بر نور
جام بر کف بہ بزم در می گشت — ہر کہ می دید بے خبر می گشت
شخصِ بینندہ زاں تماشا گاہ — آمد و گفت ہر چہ بود بشاہ
شاہ را دل براں قرار گرفت — خاطرش ترکِ خار خار گرفت
نوش می کرد بادہ پے در پے — ساقیش مست کردہ بود نہ مے
در تمنائے آنکہ چوں سازد — کاں گل از بوستاں بپردازد
زاں تمنا کہ گردِ جاں می گشت — ہر دمش آب در دہاں می گشت

۱؎ جب = چوں ۲؎ حجب = حجرہ ۳؎ خرگہ یعنی خیمہ و اینجا مراد مجلسرائے شاہی ۱۲

marfat.com

تا برانداخت بادِ شبگیری[1] ق از رخِ صبح پردهٔ قیری
شاه رغبت هنوز باقی داشت مست بود و خمارِ ساقی داشت
عاشق و مست و بادشاهِ جوان صبر کردن بگو چگونه توان
می‌گسست ارچه شیرِ نر زنجیر هم نیفگند پنجه بر نخچیر
خاست از جائے خویش مستانه دل رها کرد و رفت در خانه
این طرف مه به برجِ خویش آمد شاه چون پیش رفت پیش آمد
خضر گم گشت چون بچشمهٔ خویش چشمه خود ز آشنائی آمد پیش
ساقیِ کش بناز در برجست پیشِ او بود جاے دیگر جست
یار در پیشِ او ز هجر برنج فاقه می کرد و پاے بر سرِ گنج
آبِ حیوان بجام واو در سوز بود در انتظارِ شب همه روز
شب چو از مه گرفت جامِ شراب ق هر کسے برد سر ببالشِ خواب
میزبانِ شبانه باز آمد شاه را دل در اهتزاز آمد
به بهانهٔ شکر[2] لبِ چینی ساخت خود را ترش ز شیرینی
کرد شه چاپلوسیٔ به نفاق پس ز خلوت ببزم شد مشتاق
باز عیشِ شبانه گشت بکار تازه تر شد نشاط را بازار
ساقیِ شب چو مه نه دیگر کرد فرق تا پاے زیب و زیور کرد

---

[1] بادِ شبگیر بادیکه قریب سحر وزد ۱۲
[2] مراد از ناهید ۱۲

marfat.com

شب سیه بود پوششِ خورشید   جامهٔ امشب[1] چو زهره کرد سپید
گرچه شمعِ شبانه بود آں ماه   خویشتن را دگر نمود[1] بشاه
شه که دید آں جمالِ نورانی   باز ماندش دہنے[2] ز حیرانی
ساقیِ نو چنانش برد ز ہوش   کش فراموش گشت مستیِ[3] دوش
دل ازو برگرفت وایں را داد   چمنِ[4] لاله یاسمیں را داد
دیده در لعبتِ خراماں داشت   جانش میرفت و چشم بر جاں[5] داشت
ہم بر آں گونه تا سحرگاہاں   بود زاں ماہ نقل و مے خواہاں
روز چوں کرد سوی خانه شتاب   دید خورشیدِ خویش را در خواب
دید کاندر نظر خطاش نمود   ماہِ پیشینه اژدہاش نمود
خفت لختے و خاست بیدل وار   نازنیں ہم ز خواب شد بیدار
ابروے نازرا پُر از چیں کرد   شاہ را از کرشمه مسکیں کرد
ہر طرف کز عتاب راہش بود   شه بصد لابه عذرخواہش بود
بروزاں[6] گونه شاه را ازره   دزد بیباک و پاساں ابله
شب چو خورشید روی پنہاں کرد   آسماں سبزه را گلستاں کرد
میہماں باز شد بمہمانی   میزباں برگشاد پیشانی

---

۱ امشب بنوعے خود را آراست که پادشاه دانست کہ ایں معشوقهٔ دوشینه نیست بلکه غیر اوست ۱۲
۲ نسخه: دہن = دہاں بحیرانی   ۳ نسخه = ساقی   ۴ مراد از چمن لاله دل داز یاسمیں معشوقهٔ سفید پوش ۱۲   ۵ مراد از جان ثانی معشوقه یعنی ساقی سفید پوش ۱۲
۶ نسخه = زیں

marfat.com

ساقیِ شب رسید خنداں خند   سبز پوشید ہمچو سرو بلند
باز شہ از نظارہ چوں دگشت   آرزوے دلش یکے صد گشت
گفت بایں طرب فزائیِ خویش   شرم بادم ز بادشائیِ خویش
خواجہ را بخانہ چنداں جور   من کہ شاہم بہ پیکرے مغرور
گر ستانم بزور بیداد است   ورنہ صبرم گسستہ بنیاد است
ہمہ شب تا بگاہِ بانگِ خروس   بادہ میخورد با ہزار افسوس
بامداداں کہ سوی خانہ شتافت   ماہِ[۱] شب گرد را بمنزل یافت
ہفت روز آں صنم بزیور و زیب   گونہ برگونہ بود شاہ فریب
شاہ مشغولِ عشقبازیِ خویش   واں جواناں بکار سازیِ خویش
بود زاں جایگاہ تنگا تنگ[۲]   آبِ دریا بقدر یک فرسنگ
ہر کہ تدبیرِ راہِ دریا بود   پیش او یک بیک مہیا بود
چوں ہمہ راست کرد برگِ جہاز[۳]   بوداعِ ملک شدند فراز
گفت ہر یک کہ شاہ دولتمند   باد جاویدہ بر سریر بلند
ما کہ از بندگانِ درگاہیم   عذر خواہِ نوازشِ شاہیم
تا دریں منزلِ رضا بودیم   غرقِ احسانِ بادشا بودیم
ویں زمانے کہ رو براہ داریم   توشہ نیز از عطاے شہ داریم

۱؎ مراد از ماہرو۔ ۲؎ تنگ و تنگا تنگ بمعنی اتصال است۔ ۳؎ عجب گشت

marfat.com

نقدِ بازارگاں خطاست بہ بند | سودِ دریا کشیم[۱] ماہی چند
چونکہ مارا ز لطفِ منعمِ دہر | ناگزیرست بودنِ ایں شہر
ہر چہ داریم مال و نعمت و چیز ق | وانکہ شہ دید ساقیانِ عزیز
میگذاریم امانت ایجا باز | تا کہ آرد خداے مارا باز
یادِ ما بہ کہ در ضمیر بود | واں امانت اماں پذیر بود
ملک آں نامِ ساقیاں چو شنید | گشت شاداں کہ جامہ خواست درید
گنجہا داد عذرہا درخواست | کرد شاں توشۂ کہ باید راست
پس نظر داشت کاں جوانمرداں | بسفر کے شوند سرگرداں
گو[۲] کند گنج خانہ را تاراج | شہرِ نورا درآورد بخراج
درگرفتش ہواے دل بشتاب | خود بدریا روانہ گشت چو آب
پیش زاں پردہ بود صاحبِ راز | کرد پنہاں عروس را بجہاز
چوں مسافر بسوے کشتی رفت | پنج[۳] رضواں بیک بہشتی رفت
کشتی آں سوے می پرید چو باد | شاہ زیں سو عناں بمرکب داد
بادلِ تشنۂ و دہاں پر آب | شد ز دریا رواں بسوی سراب
آمد اندر سراے مہماناں | در ہواے پری فسوں خواناں
چوں دروں رفت خانہ خالی دید | عشق را تیغِ لا اُبالی دید

---

۱ حجب = کنیم　۲ ح = کہ　۳ مراد از پنج رضواں پنج یار و یک بہشتی یعنی ابرو ۱۲

marfat.com

گشت کاخ و رواق و حجرۂ و بام | زاں تہ رواں یکے ندیدہ بدام
حجرہ در حجرہ جستجو میکرد | سر بہر روزنے فرو میکرد
در یکے حجرہ ہفت دیگر دید | طرفہ غارے بزیرش اندر دید
تا سوے حجرۂ فتادش راہ | کز پئے او طلوع کردے ماہ
گام میزد دروں دروں گستاخ | تا برآمد ز نردباں بر کاخ
رفت در برج و برج بے مہ دید | زہرہ بشگافتش کہ ناگہ دید
او ز حیرت در آں تمنا مرد | واں دگر رفت و آں تمنا برد
شاں چو رفتند سوی خانۂ خویش ق | خورم از بختِ شادمانۂ خویش
ماہ با شاہِ نوجناں شد شاد | کش نیامد ز شاہِ پیشیں یاد
در دل انچہ از گذشتہ جوشش بود | خار خارے ز گلفروشش بود
بودے اندر نشاطِ بادۂ و جام | در غم زالِ گلفروش مدام
کردہ بود از وفاۓ یاری او | جامہ گلگوں بیادگاری او
بود چوں ترک آسماں بجہاں | زیرِ گلنار گوں پرند نہاں
رنگِ گلنار دلکشاے بود | چوں مے لال جانفزاے بود
زیبِ باغ ست گونِ گلناری | چوں شفق بر سپہرِ زنگاری
ہر کہ شد بخت و دولتے یارش | رخ بسرخی بود چو گلنارش

لا ح = لون

marfat.com

هست گلنار همچو نارِ کلیم　　گُلِ نار ست باغِ ابراهیم
ماهِ گلنار چهره چوں تمام　　گفت افسانه خفت با بهرام

گلگشت نمودنِ بهرام روزِ چهارشنبه در بهشتِ ششم و بگنبدِ بنفشه فام از دستِ آهوی بنفشه موی رومی شرابِ بنفشه بوی کشیدن

چارشنبه که برکشید نوا　　مرغِ صبح از بنفشه زارِ سما
خواست گردد شهِ سریرافروز　　بلباسِ[۵۳] عطاردِ فیروز
لیک آں گونه موجبِ غم بود　　که کبودی لباسِ ماتم بود
باقبای بنفشه بوقلموں　　رفت در گنبدِ بنفشه دروں
ماهِ رومی کشادزابرو چین　　رفت در پیشِ شاه روی زمیں
بزمیں بوسِ شاه رای آورد　　شرطِ تعظیم را بجای آورد
جام پر کرده ماهِ جاں افزای　　ماند بر رسمِ ساقیاں برپای
درزماں کرد شاهِ عشرت کوش　　آبِ حیواں ز آبِ[۵۴] حیواں نوش

---

۱ حجب = گشت　　۲ حجب = هوا

۵۳ لباس عطارد کبود ست ۱۲

۵۴ یعنی جام شراب از دست معشوقه رومی نوش کرد ۱۲

marfat.com

آن طرب تا بشام باقی بود / مه[1] غلام و ستاره ساقی بود

روز چون ساخت کسوت از پر زاغ / میل خفتن نمود نرگس باغ

شاه بهر فسانه چون شکر / کرد درخواست زان شکوفهٔ تر

سرو آزاد بنده وار به پیش / کرد خم چون بنفشه قامت خویش

پس دعا را گذارشش نو داد / گفت باشی ز بخت و دولت شاد

هر چه خواهی ز ماه تا ماهی / پیشت بادت هر آنچه می خواهی

در حضورت که خسرو زمنی / بنده را چه جای هم سخنی

لیک بر اعتماد معذرت شاه / گویم آنچم بسینه یابد راه

چون تهی شد ز معذرت سینه / گفت در روزگار پیشینه

بنفشه شدن سرو آزاد در سجدهٔ بندگی پیش بهرام و آن متعطش را بدین افسانه شربت دادن

بود بازارگانی اندر روم / نعمتش را شمار نامعلوم

پسری داشت هوشمند و عزیز / زیرک و کاردان با تمییز

در عجب هاے عالمش هوسی / و آزمون زمانه دیده بسی

خانه داشت چون بهشت برین / هر طرف ده نگارخانهٔ چین

---

[1] مراد از مه بهرام و از غلام مراد ستاره معشوقه ها ... نعمت

marfat.com

هر مسافر که آمد از جائے | کرد حالی بمنظرش پائے
سوئے مہماں سرای خویشش برد | میوہ و نقل و بادہ پیشش برد
چند گہ داشتے بمہمانی | میزبانِ کشادہ پیشانی
باز جست از وے آشکار و نہاں | کز عجب ہا چہ دید گرد جہاں
آں جہاندیدہ از شگفتِ سفر | گفتے یک یک نہ ہر چہ داشت خبر
سالہا در چنیں تمنائے | پخت با ہر روندہ سودائے
تا یکے روز بامداد پگاہ | ناگہ آمد مسافرے از راہ
درزمانش بخانہ مہماں برد | ارجمندش[۱] بسوے ایواں برد
خوانے از مرغ و برہ پیش آورد | نعمتے از قیاس بیش آورد
گشت چوں رغبتِ خورش باقی[۲] | مہر بکشاد شیشہ را ساقی
بادہ لعلِ ارغوانی رنگ | جلوہ گر گشت در ترنّم چنگ
چوں گذشت از شراب دورے چند | درج لبہا کشادہ گشت ز بند
ہر کرا بود قصہ نہفت | پیشِ پرسندہ یک بیک میگفت
چوں بمہمانِ نو رسید سخن | گفت بسیار زیر چرخ کہن
گشتہ ام بس کہ داشتم ہوسے | وز شگفتِ زمانہ دیدہ بسے
واں عجبہا کہ در جہاں دیدم | ہر چہ کس دید بیش ازاں دیدم

۱؎ اے بعزت تمام ۱۲ ۲؎ باقی اینجا بمعنی قیام دانندہ اے رغبت خورش سکون گرفت ۱۲

marfat.com

لیکن از هرچه دیده ام نخست — زان عجب تر ندیده ام بدرست
کز دیارِ فرنگ[٤] شش مه راه — هست شهرے و مردمان چو ماه
نیمه گویا و نیمهٔ خاموش — خامشان کسوتِ بنفشه بدوش
من زگوینده باز جستم راز — کز خموشان خبر چه گوید باز
کین همه خلق را خموشی چیست — چون بنفشه بنفش پوشی چیست
پاسخم داد مردِ کارشناس — ق کاندریں کارگاهِ پُر وسواس
هست گرمابهٔ[٥] زصنعِ[٦] حکیم — سیمیا خانهٔ عجب تقسیم
گنبدش را شمار ناپیدا — گم شد آنکس که شد درو شیدا
آدمی کاندرو درون آید — از پسِ چندگه برون آید
یا بمیرد درآمدن[٧] درحال — یا بماند خموش تا ده سال
اندر آن خامشی بود بیهوش — بهرِ ماتم[٨] بنفشه کرده بدوش
چون سخن را گره گشاید باز — همه گوید مگر فسانهٔ[٩] راز
تا کسی کان طرف بود رایش — خود نهد روے در تماشایش
وانکه در شد بدان[١٠] تماشاگاه — بارِ دیگر برون نیابد راه
گرچه سالے بود درو کم و بیش — در نیابد نشانِ رخنهٔ خویش

---

٤ ح = فرنجه — ٥ گرمابه بمعنی حمام ١٢ — ٦ ج = وضع — ٧ جب = بآمدن
٨ جب = جامهاے بنفش — ٩ ن = پرنیان بنفشه
١٠ جب = درآن

marfat.com

من که در دل درآمد این نفسم | خاست از بهر دیدنش هوسم
خواستم کآن طرف کنم پرواز | برگشایم گره ز پردهٔ راز
لیکنم دل نکرد دمسازی | که دهم جاں دراں هوس بازی
راهروِ کاں فسانه بروے خواند | بازپرسنده[1] را قرار نماند
تا شب آں روز عیش سازی کرد | خوشی و میهماں نوازی کرد
شب چو دریای چرخ برزد رنگ | چشمهٔ مهر شد بکامِ نهنگ
مرد سوداگرے هوس پیشه | ق | چشم برهم نزد ز اندیشه
بامداداں که صبح جامه سپید | پرده برداشت از رخِ خورشید
ناشکیبا ز خوابگه برخاست | خاست و کرد برگِ رفتن راست
از متاعِ زر و غلام و کنیز | کرد با خود درواں فراواں چیز
پدرِ مهرباں شنید خبر | بے سروپا دوید سوے پسر
دم همیداد و هیچ دود نداشت | کرد زاری بسے و سود نداشت
عاقبت دست بر جهاں افشاند | از ولایت جمازه[2] بیروں راند
واں مسافر که داشت آگاهی | همعناں ساختش بهمراهی
هر دو باهم ز عیش فرد شدند | شهر بر شهر ره نورد شدند
در تموز و بهار و تابش و تاب | می نوشتند راه را بشتاب

---

[1] مراد از پرسنده پسر بازرگاں اے جہاں میزبانِ میهمان و مسافر نواز ۱۲ [2] مجب = دز

marfat.com

تا در آن کارگهِ پر ز خیال ‌‌ — در رسیدند از پسِ یک سال
در سرای شدند رخت گشاد — خود بشهر آمدند خرم و شاد
خلق دیدند بیشتر خاموش — وز حریر بنفشه کسوت پوش
گردِ هر کوی و خانه می رفتند[۱] — راز پوشیده باز می جستند
زان شگفتی که داشت سر بنهفت — خبرے کس چنانکه بود نه گفت
چاره ناچار مردِ شعبده جوے — سوے گرما به راند پویا پوے
همرهش باز داشت اسیارے[۲] — که حذر بهتر از چنین کارے
او همه میلِ فتنه در سر داشت — عاقبت دل ز میل سر بر داشت
بغلامانِ خاص گفت که من — راه زاں برگرفته ام ز وطن
کانچه در خاطر آرزو دارم — دیدهٔ آزموں درو دارم
یا ببینم تمام و گردم باز — یا دهم جاں درونِ پردهٔ راز
از شما هر که استوارتر ست — ق — راست اندیش و راست کارتر ست
به که دائم امینِ مال بود — تا نمک خوردنش حلال بود
من چو بر خود کشم حجابِ خیال — انتظارم کشید تا بدو سال
گر بیایم دفینه بر شمرید — ور نه رختم بخانه باز برید
شور برخاست از غلامانش — دست بردند سوی دامانش

---

[۱] گرد رفتن کنایه از تردد و کثرت آمد و رفت که بهندی خاک چهانتا گویند ۱۲ جوهر   [۲] عجب = بسیارے

marfat.com

کیں چہ دیوانگی و خودرائی ست — در دیواں زدن نہ دانائی ست

کام دلداری و جوانی ہست — ہمہ اسبابِ کامرانی[۵۱] ہست

روزگارِ نشاط را دریاب — زانچہ دادت خدای روی متاب

زیں نمط ماجرا گذشت بسے — بر نیامد رمیدہ را نفسے

عاقبت بر مرادِ خاطرِ خویش — سوی گرمابہ رہ گرفت بہ پیش

رفت و در شد درآں طلسم آباد — عالمے دید ہر درے کہ کشاد

سقفِ ہر گنبدے کہ کرد نگاہ — سرِ گنبد رسیدہ دید بماہ

ہفتہ گشت بے طعام و شراب — راہ بیروں شدن ندیدہ بخواب

شد پشیماں ز خامکاری خویش — خواند بخشندہ را بیاری خویش

چوں سراسیمہ گشت بے سروپائے — ناگہش[۵۲] رو نمود راہ نمائے[۵۳]

دید ناگہہ درے فراخ زدور — آفتاب اوفگندہ در وے نور

رفت زاں سو دویدہ ہمچوں باد — روضہ دید پُر گل و شمشاد

لالہ برکف گرفتہ جامِ شراب — نرگس از مستی اوفتادہ بخواب

گشتہ باد از شگوفہ عنبربوے — سبزہ[۵۴،۵۵] نو دمیدہ برلبِ جوے

سو بسو از درخت میوہ قطار — شاخ سر بر زمیں نہادہ ز بار

---

۵۱ ح = زندگانی ۔ ۵۲ حجب = رہ ۔ ۵۳ مراد از ہادی مطلق جل مجدہ ۱۲

۵۴ ح = سبزہ ہا ۵۵ حجب = سرو ہا

marfat.com

ماند حیران جوانِ بیننده ‌ ‌ ‌ ‌ شکرها گفت زآفریننده
تشنگی داشت از خورش خالی ‌ ‌ ‌ ‌ خورد هر گونه میوهٔ حالی
برلبِ جوئے رفت و آبے خورد ‌ ‌ ‌ ‌ سایهٔ سرو دید خوابے کرد
خاست از خواب رفت میلے چند ‌ ‌ ‌ ‌ دید قصرے برآوریده بلند
شد شتابنده تا رسید آنجا ‌ ‌ ‌ ‌ منظرے چوں بہشت دید آنجا
باز کرده درے بلند و فراخ ‌ ‌ ‌ ‌ رفت یکسر درونِ وشے گستاخ
ہر کجا گام زد جہانے دید ‌ ‌ ‌ ‌ پیشِ ہر صفه بوستانے دید
ہر نمونه عمارتِ پُرکار ‌ ‌ ‌ ‌ گلشنے پُر ز صد ہزار نگار
کرده زاں گونه سو بسو تمثال ‌ ‌ ‌ ‌ کآدمی را نگنجد آں بخیال
بوستانے تہی ز مردم دیده ‌ ‌ ‌ ‌ چشمِ نظارگی در و گم دیده
خواجه زامیدِ زندگانی طاق ‌ ‌ ‌ ‌ تا بشب گشت گردِ کاخ و رواق
چوں جہاں رُخ نہفت در پرِ زاغ ‌ ‌ ق ‌ ‌ شد فلک پُر ز صد ہزار چراغ
دل ز تنہائیش پریشاں گشت ‌ ‌ ‌ ‌ رفت بر منظرے و پنہاں گشت
چوں ز شب رفته نیم پاس تمام ‌ ‌ ق ‌ ‌ ماہی و مرغ یافتند آرام
دید کآمد بروں ز گوشهٔ باغ ‌ ‌ ‌ ‌ آفتابے بکف گرفته چراغ

---

۱ جب ـ کرد ‌ ‌ ‌ ‌ ۴ یعنی شتاب ۱۲ ‌ ‌ ‌ ‌ ۷ ن ـ خوب
۲ جب ـ در ‌ ‌ ‌ ‌ ۵ ح ـ بہار ‌ ‌ ‌ ‌ ۸ ن ـ دید در باغ
۳ جب ـ بود ‌ ‌ ‌ ‌ ۶ جب ـ تا

marfat.com

صد هزاران ستاره گرد و پیش — خود چو خورشید شمع اندر پیش

زان فروزش که قصر گلشن گشت — شبِ تاریک روزِ روشن گشت

تا بدان منظر آمدند فراز — که درو بود خواجه خلوت ساز

تخت کردند پیشِ صفه بپای — شد بدیبا نهفته صحنِ سرای

چون شد آرایشِ نشاط همه — ق — پر مه و زهره شد بساط همه

میرِ خوبان نشست بر سرِ تخت — وز دو سو همنشینِ دولت و بخت

نازنینان دو سوی صف بستند — پیشِ مسند بناز بنشستند

خاست ساقی و باده گشت روان — خوردنی در رسید خوان بر خوان

چون کشیدند پیشِ هر کس خورد[۱] — از رقاقِ[۲] سپید و گردهٔ زرد

گفت خندان نگارِ تخت نشین — ق — که درین کاخِ آسمان تمکین

آدمی زاده ایست بیخود و خواب — گشته از کوبِ[۳] روزگار خراب

دورِ گردونش کرده سودائی — مانده بیخویشتن ز تنهائی

هست برنا[ک] غریب و مهمان نیز — چاره نبود ز میهمانِ عزیز

خوانده باید بلطف اندر پیش — مهربانی نمودن از حد بیش

تا سرش را خرد فراز آید — دل که رفتش ز جای باز آید

شمع برداشت لعبتِ چو چراغ — رفت بر منظرِ بلند ز باغ

---

۱ خورد یعنی خورش ۱۲ — ۲ نان تنک ۱۲ — ۳ کوفت و رنج ۱۲ — ک: ح = برما

marfat.com

دید تنها نشسته مسکینے — کرد با بختش آسماں کینے

دادش آواز- خواجه رفته زجاے — لرزه در روے فتاد سرتاپاے

سروِ سیمیں بمہر دل دادش — کرد زاندیشه خاطر آزادش

گفت خیز اے جوانِ زیبا چہر — که درِ دولتت کشاد سپہر

بانوی ما که گنجِ لطف[1] در دست — آدمی سیرت ست مہماں دوست

برخوری زاں صنم که در ہمه ساز — تو غریبی و او غریب نواز

خواجه راکاں سخن بگوش آمد — لختے از بیہشی بہوش آمد

گفت[2] بخرام ہر کجا خواہی — که منت بنده ام بہر راہی

شمع را پیش برد قبلهٔ حور — او چو پروانه در حوالی نور

پیشِ تخت آمدند ہر دو زکاخ — در تحیر جوانِ ناگستاخ

چوں بدید آں جمالِ نورانی — سود بر خاک تیره پیشانی

از سرِ[3] لطف ماهِ شکر خند — خواندش از خاک بر سریرِ بلند

گفت عیب ست میزباناں را — که نپرسند میہماناں را

کے روا باشد ایں که مانم دیر — من بہ بالا و میہماں در زیر

بر سریر آ و باشش ہمتایم — ورنه من نیز بر زمیں آیم

خواجه گفتا که من کیم بارے — تا بداں پایه باشدم کارے

۱؎ ج ب = مہر   ۲؎ فاعل گفت سوداگر بچه ۱۲   ۳؎ ج ب = ره

marfat.com

خاکِ مسکیں کہ پائمال بود | بر فلک بردنش محال بود
باشد آں جائے در خورِ چو تو ماہ | دیو بر آسماں نیابد راہ
زیں نمط گفتگو فراواں رفت | خواجہ جائے بشد کہ نتواں رفت
آمد از تختِ نازنیں در زیر | کرد با خود ببردمش دلیر
دستِ او را گرفت و بالا برد | نشاند برجائے و ہوشش از جا برد
نازنیں رو بمیہماں آورد | پرورش و لطف درمیاں آورد
پیشِ او داشت خوردہائے غریب | ہر یکے جاں نواز و مشکیں طیب
از نسیمش کہ گردِ جاں می گشت | خواجہ را آب در دہاں می گشت
بود زاندوہِ فاقہ سودائی | یافتش چشمِ تیرہ بینائی
دست ز خورد بر سرم گزاشت | خورد چندانکہ میلِ خوردن داشت
رفت چوں خواں بکار خانۂ خویش | ساقی آورد جامِ مے درپیش
ہر طرف لعبتے بریشم ساز | گشت زآہنگِ خوش حریف نواز
مجلسے چوں بہشتِ عالمِ نور | رفت رضواں بمیہمانیِ حور
گر فرشتہ درآمدے در باغ | ہمچو پروانہ سوختے بچراغ
روئے در روئے یارِ جانی بود | درمیاں دورِ دوستگانی بود
بانوئے بانواں چو سرمستے | ہر زماں بذلۂ برد بستے

لذتے شد

marfat.com

چون سرِ خواجه گرم شد ز شراب / آرزو[1] را ز سر برون شد خواب

شد ز سر زنده شهوتے که بمرد / رغبتِ دل عنان ز دستش برد

عاشقانه بپاے یار افتاد / کار با بوسه و کنار افتاد

زآنِ او شد عروسِ شیرین[2] کار / دز و نادان و پاسبان طرّار

او در آویخت در دو زلفِ چو شست / گردنِ خود بطوقِ مشکین بست

روے بر رو نهاد و دوش بدوش / خرمنِ گل کشید در آغوش

برد غارت بدرجِ مروارید / این همی چید و او همی بارید

شور در نقلدانِ ناز افگند / شمعِ بے دود را بگاز[3] افگند

تشنه بود آبِ زندگانی یافت / مایهٔ عمرِ جاودانی یافت

خواست تا در رود بحجلهٔ ناز / قفلِ گنجینه را کشاید باز

ماهِ ابله فریب و عشوه فروش / بوسه دادش بعذرهاے چو نوش

گفته آهسته ترکه زآنِ توام / نوش کن مے که نقلدانِ توام

چاشنی باری از نمک برگیر / تا دهن خوش کنی بشکر و شیر

شربتے کآرزوست زود نه دیر / و آنکه خوردی دمے و گشتی سیر

تشنه کز آب سیر شد جانش / میل نبود بآبِ حیوانش

---

[1] یعنی آرزوے خفته از مستی شراب بیدار شد ۱۲

[2] جب = زیبا

[3] گاز بمعنی مقراض و اینجا عبارت از میانهٔ هر دو زانوے بانو ۱۲

marfat.com

چون زہم خوابہ گشت مرد صبور ۔۔۔ داغِ[۵۱] زنگی نہد بجبہۂ حور

در نیاری زمیل و رغبتِ خویش ۔۔۔ ق ۔ کہ دہی گوشمالِ شہوتِ خویش

زین ہمہ لعبتانِ زیبا روے ۔۔۔ کہ کنیزِ منِ اند سوے بسوے

ہر کہ زیبا تر آیدت بنظر ۔۔۔ خاصۂ تست دست گیر و ببر

رقیہ[۵۲] چند از ین نمط برخواند ۔۔۔ کآتشِ خواجہ را فرو ننشاند

وانگہ از غمزہ گفت[۵۳] پنہانی ۔۔۔ با نگارے چو سروِ بستانی

آمد و با ہزار لابہ و لوس ۔۔۔ داد بر دست و پاے برنا بوس

زآنِ خود کردش از فسون و فریب ۔۔۔ تا دلش را نماند جاے شکیب

خاست از پیشگہ بدستورے ۔۔۔ رفت در جاے[۵۴] گاہِ مستورے

در بر آورد یارِ زیبا را ۔۔۔ کرد خوشش جانِ ناشکیبا را

یافت آن آرزو کہ در سر داشت ۔۔۔ کامِ دل دید و کامِ دل برداشت

ہمہ شب با بتِ بہشتی خویش ۔۔۔ راند در جوے شیر کشتی خویش

صبح چون کرد جیبِ ظلمت چاک ۔۔۔ سایۂ خاک رفت ہم در خاک

مرد شب زندہ داشتہ بشراب ۔۔۔ رفتہ بود از نسیمِ صبح بخواب

چون زخوابِ نشاط سر برکرد ۔۔۔ نظر اندر رواق و منظر کرد

---

۵۱ یعنی زن در حسن و جمال گرچہ حور وش باشد لیکن بعد صبوری زنگی معلوم میشود ۱۲

۵۲ سحر و افسوں ۱۲ ۔ ۵۳ خاص گفت سردار پریاں ۱۲

۵۴ حجب = جلوہ گاہ

marfat.com

دیده فردوس را ز خوبان طاق — نے بمنظر بتے و نے برواق

زان پری صورتان ندیده کسے — نغمهٔ بیکسی کشیده بسے

زان تحسّر که جان خراب شود — بیم بودش که زهره آب شود

تا شب اندر خیال مجلس دوش — چون پری دیدگان نبودش هوش

در پر زاغ چون نهان شد مهر — پر طاوس باز کرد سپهر

باز کبکان روان شدند ز جائے — پر طاوس گشت صحن سرائے

شمع از هر طرف روانی یافت — عالم تیره روشنائی یافت

شد پیاپے شراب نوشیں باز — تازه شد بزمگاه دوشیں باز

تا زمیں رفته بر سریر بلند — مهر برداشت از خزینهٔ قند

به یکے زان شکرلبان فرمود — که بیار آن غریب را زود

شد کنیزی و خواند پیشش برد — بیخ دوری ز جانِ ریشش برد

بانوش چون بدیده خاست ز پیش — خاص کردش بهمنشینی خویش

کرد جانش بدمی تازه — عذرها خواست بیش ز اندازه

دو سه جامے بدستبوسیش داد — طبق نقل و میوه پیشش داد

چون زمانے دو دِ معده شد پرکار — مائده پیش برد خوان سالار

با نواز او لطف و سرمستی — کرد با او بکاسه همدستی

ے دسته خوان

چون شد از خوردنی شکمها سیر | مطبخی برد خوان ز تخت بزیر
ساقیان را رسید نوبتِ مے | دَور گردنده گشت پے در پے
خواجه کافروختش ز مے سینه | تازه گشتش نشاطِ دوشینه
خویشتن را کرده بود لعبتِ سیم | بمرادِ حریفِ خود تسلیم
او بدندان عقیق را می سُفت | قند می خست وانگبیں می رُفت
زاں لبِ لعل می کشید شراب | نقل هم پسته[1] بود و هم عنّاب
باز چون وقت شد که خرم و شاد | سوے قفل آورد کلیدِ مراد
گفت کز چوں منے خطا باشد | که بهر جستنم عطا باشد
زن کز ایناں کند جوانمردی | پرده بالا کند برخ زردی
در یتیم بود هر[2] که بود بسے | دست بر دامنم نسود کسے
هر که بود از خبر شنیدنِ من | مرده[3] هم در هوائے دیدنِ من
چون تو برما غریب و مهمانی | محرمِ ما شدی بآسانی
لیک مشتاب تا کنیزانم | نشناسند رازِ پنهانم
که چرا گوهرے بدیں پاکی | هم بیکبار شد چنیں خاکی
بکنارے و بوسه دو سه روز | گر شوی سینه را شکیب اندوز

---

[1] مراد از پسته دهن و از عناب لب ۱۲

[2] یعنی کسیکه تا مدت دراز در محبت من خراب بود آں هم در یتیم بود و قدرت مس کردن دامنم هم نداشت ۱۲

[3] هر که خبر حسن و جمالم شنید درآرزوے دیدار جاں داده و بعد مردن هم هوائے نظاره داشت ۱۲

marfat.com

من باندیشۂ کہ دانم کرد ... دلِ شاں را دگر تواِنم کرد
چوں دل از کارِ شاں بپردازم ... کارِ تو بر مرادِ تو سازم
ایں سخن گفت باز کرد نگاہ ... در یکے زاں شکر لبانِ چو ماہ
آمد آں ماہ و پا بمہر فشرد ... دستِ برناگرفت و با خود برد
تا دمِ صبح مردِ عشرت جوئے ... بود خوش با نگارِ زیبا روئے
آسماں چوں ز چشمۂ خورشید ... کرد پیراہنِ زمانہ سپید
باز برخاست مردِ خفتہ زجائے ... زاں عروساں ندید کس بسرائے
شد ز بے مونسی و تنہائی ... پیشتر زانچہ بود سودائی
تا بیک ہفتہ مردِ شعبدہ سنج ... بود شب در نشاط و روز برنج
ہر شب آں نازنینِ عشوہ فروش ... برو گر عشوہا نہادی گوش[1]
سوئے آہوئے خود فگندے چنگ ... لیک صیدے دگر زدے بخدنگ
تا شبے شد ز جوشِ شہوت مست ... رفت یکبارگی عنانش[2] از دست
ماند در پائے دلبر افتادہ ... چوں گیا زیرِ سروِ آزادہ
گفت دستم بگیر بہر خدائے ... کہ شکیبِ ترا ندارم پائے
چند ازیں عشوۂ جفا سازی ... با غریبے چو من دغا بازی
انگبینم نمودن اندر جام ... وانگہے سرکہ ریختن در کام

۱؎ اے گوش پسر تاجر را مخاطب افسانہ فریب نو کردے ۱۲ ۲؎ عجب ہے عنانش ز دست

marfat.com

یا لب از جامِ وصل کن سیرم | یا بسنداز سرِ شمشیرم
یا بخشش داد شوخِ عالم سوز | کامشب اندر برِ توام تا روز
ہمہ شب پاسِ کار در پیش ست | ایں چنیں صد ہزار در پیش ست
خواجہ کیں مژدہ یافت از لبِ دوست | در نگنجید ہمچو پستہ بپوست
بس کہ جانش بجوشدلی بشگفت | بادۂ چند خورد و برجا خفت
نوبت صبح زد چو نالۂ زار | مرغ و ماہی زخواب شد بیدار
چشم بکشاد مردِ دوشینہ[۱] | خارِ دوشش خلید در سینہ
خویش را دید دربیابانے | کہ نبودش سرے نہ پایانے
خاکے از ناخوشی ہلاک انگیز | خارہا بر کشیدہ دشنۂ[۲] تیز
خونش از بیخودی[۳] بہ تن بفسرد[۴] | ماند بیخود فتادہ۔ گوئی مرد
چوں نبود آں خرابہ جائے قرار | در خرابی روانہ شد ناچار
بقضا کرد خویش را تسلیم | دشت بر دشت می شتافت زبیم
پویہ میزد براہِ بے راہاں[۵] | تا بدیہے رسید ناگاہاں
شدبہ دہ اندروں بہ بد حالے | کرد منزل بخانۂ زالے
زال را بود دخترے عیار | دلفریبے چو صد ہزار نگار

۱؎ جب = مست | ۲؎ جب = ریگ دشتش | ۳؎ خونش از بیہوشی بستہ شد ۱۲
۴؎ جب = بیہشی | ۵؎ اسے بطریق گم کردگاں راہ ۱۲

marfat.com

دزدِ دلها دو چشمِ پُرفنِ او | خونِ صد بیگنه به گردنِ او
گشت چوں یکدگر نظرها گرم | نازنیں سر فرو فگند ز شرم
روے پوشید و کرد آں سو پشت | میہماں را بیک کرشمہ بکُشت
خواجہ کز تیر تیز تر می راند | ناوکے غمزہ خورد و برجا ماند
زال را با ہزار آزادی | بندہ گشت از خیالِ دامادی
بر سرِ کشتِ پیرزن لرزاں | کار میکرد چوں کشاورزاں[۱]
خانہ گہ گہ کہ یافتے کہ خالی | بر شکر لب در آمدے حالی
زار نالیدے از گرفتاری | کاں صنم سوختے ازاں زاری
تا دلِ ماہ مہربانی یافت | طبع با میل ہم عنانی یافت
خاطرِ ہر دو ز اتفاقِ ضمیر | ساخت با ہم چو انگبیں با شیر
خانہ[۲] ہر گہ بے کس دیدے | شکرے از قنطرہ[۳] برچیدے
گہ در آویختے بزلف چو شست | گاہ بر گنجِ سادہ[۴] سودی دست
چوں شدے گاوِ آں کہ از پیوند | درجِ سربستہ را کشاید بند
وا رمیدے عروسِ کبک خرام | کہ میالاے دامنم بحرام
جست باید رضاے پیرزنت | تا دہد رہ بجلوہ گاہِ منت

---

[۱] یعنی دہقانان و کاشتکاران ۱۲ — [۲] نجب = خواجہ ہر گہ کہ فرصتے دیدے
[۳] قنطرہ بکسر اول یعنی شتر فربہ و خریطہ کتاب و اینجا یعنی ظرف قند کہ عبارت از لبہاے شیرین ست ۱۲
[۴] مراد از پستاں ۱۲

marfat.com

خواجه در پیشِ پیرزن ناچار — بیش کردی ازانچه بودے کار

روزی از خویش یافتش خشنود — آرزوئے که داشت باز نمود

پاسخش داد پیرزن که رواست — گل ز گلبانگِ بلبلاں بنواست

چوں تو بابا بمهر پیوندی — من پذیرفتمت بفرزندی

دلِ مهماں بدیں حدیث نواخت — وانگہے برگِ میهمانی ساخت

بست کابینِ[۱] عروس را با شاه — کرد پیوندِ مشتری با ماه

چرخ چوں زلفِ شب فگند بدوش — ق — ماه گشت از ستاره زیور پوش

شه[۲] درآمد بخوابگاهِ عروس — که شود شاد تا ببانگِ خروس

سیمبر بستراز پشمینه — مے زلب داد نارش[۳] از سینه

دست[۴] برنار دان وسیبش داد — نقلے و میوۂ فریبش داد

خازنِ گنج چوں براں شد باز — که کند دست بر خزینه دراز

چاپلوسی بسے نمودش جفت — ق — بزبانِ شکر فشانش گفت

که من اینجا ز چشمِ مادرِ خویش — می نه بینم حجاب بسترِ خویش

کلبه تنگ و دوستے به پهلویم — چوں بنزدِ همنشینی شویم

---

۱ بکسر باء موحده و یاء معروف زری که بهنگام نکاح ذمه شوهر مقرر کنند یعنی مهر ۱۲

۲ عروس را روز کدخدائی نوشه گویند ازیں رعایت پسر تاجر را شاه دشه گفته ۱۲ — ۵ جب = خواجه

۳ نارش مخفف انارش الف بضرورت شعر حذف گشته ۱۲

۴ دست بمعنی قدرت ۱۲ — ۶ نجب = او

marfat.com

چوں ترا جفت گشتم از تقدیر — ناید از خدمتِ تو ہیچ گزیر

رو ازیں تیرہ تنگنائے بروں — ماہ را ابر زعقد جائے بروں

خانہ گیر در دہِ دگرم — تا کشئے بر مرادِ خود ببرم

خواجہ لعلش بدیں[۱] فریب بسفت — در برش کرد تا بروز و بخفت

روزکے چند خویش را زاں حور — گاہِ شہوت بحیلہ داشت صبور

زال را رفت روزے اندر پیش — گفت دارم ہوائے خانۂ خویش

گر برفتن دہیم دستورے — زحمتِ خویش را دہم دورے

خیزم و راہِ خانہ پیش کنم — جفتِ خود ہم عنانِ خویش کنم

زال بگریست از غمِ فرزند — گفت دل چوں کشایم از دل بند

آنکہ[۲] شد جفتِ او بعقد جواز — جفتِ خود را کجا[۳] گذارد باز

گفت زیہا و چوں نبودش سود — کرد ناچار ہمرہ و را پدرود

خاست در دم عروسِ فتنہ سگال — کرد گریاں وداعِ مادرِ زال

وانگہے گفت شوے را نالاں — کہ خرک را بہ پشت نہ پالاں

سوئے خر شد جوانِ تیز آہنگ — کرد پالاں و برکشیدش تنگ

خواست تا دست سوئے دم یازد[۴] — پار دم[۵] را بدم درانداز د

---

۱ اے خواجہ بدیں فریب ہم بستر نشد و ازالہ بکارت نکرد ۱۲ — ۲ جب = زانکہ

۳ جب = چرا — ۴ یازد فعل مضارع از مصدر یازیدن بمعنی دست درازی کردن و بقصد کارے دست دراز کردن ۱۲

۵ یعنی زین اسپ و خر ۱۲

marfat.com

جفتہ[1] زد خر از کمیں ناگاہ | کہ بچشمش جہاں نمود سیاہ
لرزہ در[2] شخصِ نازنیں افتاد | شد بصحرا و در زمیں افتاد
چوں بہوش آمد از چنیاں خطرے | کرد ہر سو بتجربت نظرے
دید خود را بروے کہسارے | در بُنِ[3] کوہ در تہش غارے
کوہِ گرم از بلندی آتش پاش | آسماں را بہ تیغ[4] کردہ خراش
باز ازاں حیرت او فتاد ز پاے | زندگی را نماند در وے جائے
بود فصل تموز و نیمۂ روز | جوش در مغزش اوفتاد ز سوز
از بلندیِ کوہ کرد نگاہ | غرفۂ دید سر کشیدہ بماہ
رفت و آنجا رسید گرما گرم | سایۂ سرو دید و سبزۂ نرم
بر سرِ غرفہ شد کہ بیند چیست | صاحبِ غرفہ را بداند کیست
دید پیری لباسِ پارۂ نور | کردہ خود را ز مردماں مستور
تیرِ بالاش چوں کماں شد کوز | برکمانِ کہن برآمدہ توز[5]
چونکہ آواز پاے او بشنید | چشم پوشیدہ باز کرد و بدید
دید آزادۂ چو سروِ بلند | گُلِ او زعفراں شدہ ز گزند
زو طلب کرد ماجرائے نہفت | کہ گُلت از کدام باغ شگفت

---

[1] جفتہ یعنی لکد بہندی پشتک ۱۲ [2] جب = بر [3] نجب = بیخ کوہ در تہش غارے
[4] تیغ کوہ قلہ کوہ را گویند ہندی چوٹی ۱۲ [5] توز بالضم بواو مجہول نام پوست درختیست کہ مثل نے بر کمان وزیں بکار برند بہندی بھوج پتر گویند و در شرحِ خاقانی نوشتہ کہ قسمے از کتان ست ۱۲

marfat.com

خواجه از سرگذشتِ ناخوشِ خویش / کرد خالی دلِ مشوشِ خویش

پیر را کآمد آن فسانه بگوش / زان تحیر شدش درونه بجوش

گفت کیں خاک پُر ز دیو و پری ست / تشنهٔ خونِ آدم گذری ست

هر چه پیشِ تو باغ و ایوان بود / آن همه سیمیاے دیوان بود

وان عروس جوان و مادرِ پیر / غولِ دشتند و دیوِ مردم گیر

زندگانی هنوز بود بجاے / که بایں سو رهت نمود خداے

ورنه جانت که[۱] انداز نقد و تاب / چون[۲] شدی درچنیں خرابه خراب

پس ازیں گر شوی ز بخت نژند / ق بگیاهے و میوه خورسند

تا مرادِ ترا روان به تن ست / حالِ تو آن بود که حالِ من ست

ور دولت را برفتن ست نیاز / دل دلِ تست من ندارم باز

بوسه بر پاے پیر داد جوان / گفت کای از توام حیات و توان

منِ گم گشته ره کجا دانم / کز حضور تو رو بگردانم

زیں پس ار جاے باشدم بر تو / سرم و آستانهٔ درِ تو

پیر گفتش که چون نهادی دل / که کنی هم بکوے ما منزل

تا ازیں بادیه[۳] بگامِ فراخ / نخرامی بهر طرف گستاخ

کیں طرف هر کجا کُه و غارست / پر ز مرغانِ آدمی خوارست

۱؎ جب – یقین که ۲؎ جب – بشدے ۳؎ جب – زادیه

marfat.com

چوں گہہ طعمہ بال بکشایند | گور و آہو ز دشت بربایند
گفت برنا کہ از تو نیست گزیر | گو بیا ہر چہ باشدم تقدیر
ہم بریں دل نہاد و کرد سکون | دیر دیر آمدی ز کلبہ بروں
روزے از دستِ غم شدہ بستوہ | گشت می کرد بر کرانۂ کوہ
سوئے او تاخت مرغِ مردم خوار | ناگہاں در ربودش از منقار
کوہ بر کوہ می پرید چو باد | تند می رفت از گزند آزاد
تا رسید از ہوا بغارِ تنگ | کرد در تنگنائے غار آہنگ
مرغ دیگر ز کوہ بروے تاخت | چنگل از خشم سوئے او انداخت
مرغ با مرغ جنگ در پیوست | درمیاں خواجہ از شکنجہ برست
گرد[1] در تنگنائے غار دوید | پیش پا منیفگند و پس میدید
چوں دروں رفت تیر پرتابے | دید ہر سو ز روشنی تابے
رہ نہ تاریک بلکہ روشن بود | خاکِ رہ سبزہ زارِ گلشن بود
خاک[2] را می[3] نوشت میل بہ میل | گاہے آہستہ و گہے تعجیل
تا پس از ہفتۂ و بلکہ فزوں | آمد از تنگنائے غار بروں
دید در پیشِ غار صحرائے | لالہ و گل دمیدہ ہر جائے
کشت بر کشتِ روضۂ چو بہشت | جوئے بر جوئے بر کنارۂ کشت

---

[1] جب = گرم   [2] حجب = خاکِ رہ   [3] طے می کرد ۱۲

marfat.com

بر سرِ سبزہائے مینا رنگ — نائے گنجشک بود نغمۂ چنگ

خواجہ چوں یافت بوے آبادی — سینہ چوں گل شگفتش از شادی

پائے در رہ نہاد و می شد راست — تا بداند کہ ایں سواد کراست

زاوّلِ چاشت بود در تگِ خویش — تا در آمد سیاہیِ شب پیش

چوں پس افگند زاں زمیں بہرے — دید جوشیدہ زآدمی شہرے

سوئے دروازۂ حصار شتافت — راہ زانبوہِ خلق خالی یافت

پیشِ دروازہ در رسید فراز — تختۂ در ہماں زماں شد باز

سو بسو مردم ارچہ بود بسے — پیشتر زو دروں نرفت کسے

لشکرے ماندہ بود چشم براہ — در دویدند مہترانِ سپاہ

بوسہ بر دست و پائے دادندش — تاجِ زریں بسر نہادندش

حلہ بستند بر تنش ز قصب — پیش بردند توسنے چو صبا

ہمچو شاہاں سوار کردندش — گوہر و زر نثار کردندش

رفت زاں گونہ شاہِ نوشاداں — تا کند قصرِ دولت آباداں

بہ بزرگی چو بر سریر نشست — ہر بزرگے میاں بخدمت بست

خواند زاں مہتراں یکے را پیش — داد بیروں خیالِ خاطرِ خویش

ایں چہ نیرنگ و سیمیا کاری ست — یارب ایں خواب یا کہ بیداری ست

۱۵۔ ط مزود ۱۲ ج: بست

marfat.com

زآنچه بر تختِ ملک بنشینم — خویش را نسبتے نمی بینم
این خیال از دلم بباید برد — ورنہ من زین شگفت خواهم مرد
پاسخش داد مردِ کارشناس — گفت کز سینه دور دار هراس
کایزد از رحمت آفرید ترا — که بدین پایه بر کشید ترا
آنکه تاج زتخت بر سرِ اوست — هر کجا میرود برابر اوست
دولت از دولتی[1] گذر نکند — سوئے بیدولتان نظر نکند
زآهن آنان که مغزِ کان خارند — زر ستانند و سنگ بگذارند
گرچه بلور روشن ست بتاب — کے نشیند بجائے دُرِ خوشاب
آنچه پرسید شاهِ گیهانم — بازگویم چنانکه میدانم
هست رسمے بدین[2] زمین مشهور — که رود چون چراغِ ملک[3] ز نور
بر درِ شهر بامداد پگاه — حاضر آیند سروران سپاه
هر که اوّل در آید از درِ شهر — یابد از تختِ پادشاهی بهر
تا چو از نعشِ پادشاهِ کهن — تازه کردیم رسم کهنه زبن
پیش دروازه مردم از حد بیش — کس ز تو پیشتر نیامد پیش
لابد این ملک شد بتو تسلیم — دیر زی کانِ توست این اقلیم
شاهِ نو زین حدیثِ شادی زای — در نگنجید درمیان قبای

---

[1] یعنی صاحب اقبال ۱۲ [2] حجب = درین [3] کنایه از پادشاه ملک ۱۲

marfat.com

بود چوں آفتابِ نورانی | تا گہہِ شام در زر افشانی
چرخ چوں پارہ کرد چادرِ روز | روے بنمود ماہِ چرخ افروز
در رسید از حرم وکیلِ سرائے | خاک بوسید وایستاد زپائے
خواند شہ را بمیہمانیِ ناز | شہ رواں گشت سوے پردۂ راز
خادم از پیش شمع زر بر دست | شہ بدنبالِ او ز شادی مست
چوں درون رفت بوستانے دید | پر مہ و زہرہ آسمانے دید
ماہ رویاں بہر طرف جمعے | آفتابے بہ پیشِ ہر شمعے
چوں بدیدند روے فرخ شاہ | لعل و یاقوت ریختند براہ
روے تعظیم بر زمیں سودند | نطعِ گلگوں بگل بر آمودند
ہفت بت بود شاہ چینیں را | ہر یکے قبلہ ماہ و پرویں را
ہر شب آں را کہ نوبتے بودے | شاہ با او نشاط فرمودے
آنکہ زایشاں بپایہ والا بود | دلفریبے کشیدہ بالا بود
آمد و دستِ شاہ را بگرفت | ماند شہ در جمالِ او بشگفت
رخ بزیبائی از گلِ احمر بود | پاے تا سر لباسِ گلگوں بود
دستۂ گل بدستِ شاہ سپرد | سوئے خلوت سرائے خویشش برد
رہ نمودش بتخت در حمام | تا بمشک و گلاب شست اندام
پس لباسِ سزاے تاجوراں | بلطافت سبک۔ بہ نرخ گراں

marfat.com

پیش بردند تا کشید به بر | کرد زآنجا به بزم گاه گذر
از بخور و گل و طعام و شراب ق | وآنچه دیگر نشاط را اسباب
همه در بزم گہ مہیا بود | وز بتاں خانہ چوں ثریا بود
شاہ مشغولِ شادمانی گشت | مے بجام آبِ زندگانی گشت
بادۂ تلخ و بوسۂ چو شکر | نقل و بادامِ خشک و پستۂ تر
نیمۂ شب بدوستگانی رفت | نیمہ دیگر بکامرانی رفت
شاہِ انجم بر سم ہر روزہ | چوں درآمد بہ تختِ فیروزہ
شہ زخلوت بہ تخت بار آمد[ل] | در شہی چوں شہاں بکار آمد
تا بشب دادِ پادشاہی داد | ہر چہ خواہی بہر کہ خواہی[ل۲] داد
باز شہ رفت در سرائے حرم | جست سروے ز بوستانِ ارم
ماہِ دوشیں کہ تا بنوبتِ روز ق | بے ومیوہ بود بزم افروز
نوبتے خود بدیگرے بسپرد | نوبتی آمد و ملک را برد
بر کفش داد دستۂ زمن | رونق انگیزِ صد ہزار چمن
باز بندِ قبا کشودندش | سوئے گرمابہ رہ نمودندش
رفت و تن شست از گلابِ روان | رست در پیرہن چو سروِ روان

ل شہ زخلوت بہ تخت باز آمد | در شہی چوں شہاں بہ ناز آمد

ل۲ اے ہر چیز کہ خواہش کنی و برائے ہر کہ تجویز نمائی کہ ایں کس لایق آں چیز ست بہماں کس ہماں چیز داد ۱۲

marfat.com

سوی مجلس شتافت با دلِ شاد　　باده می خورد با بتِ نوشاد

همه شب تا به بامداد و پگاه　　بود با هم قرانِ زهره و ماه

هم برین گونه شاهِ هفت اورنگ　　دیدشش باغ تازه رنگارنگ

هر بهارے[۱] که آمدے به نشست　　دستۂ دادے ازگلیش بدست

چوں بهفتم فگند[۲] قرعۂ فال　　بود ماهے ز اخترانِ وبال[۳]

کاردانِ حرم نمودش راز　ق　که همه پرده ها چو کردی باز

ناں یکے پرده به که درگذری　　تا نه بینی ز چرخ پرده دری

کاولیں خسروے که ما را بود　　رازِ ایں بردۂ آشکارا بود

کردے اندر نهاں شکرخندے　　ویں فسانه بروں نیفگندے

نے بنوبت درآمدے آں ماه　　نے بنوبت بدو رسیدے شاه

شاه گفت ایں حدیثِ پنهانی　　بازگو با من آنچه میدانی

خورد سوگندها وکیلِ سرای　　که من آگه نیم ازیں سر و پای

زیں سخن بیش گشت رغبتِ مرد　　رفت و آں گفته را بگوش نکرد

چوں درون شد در آں ارم خانه　　دید ارم خانۂ جداگانه

صنمے دید آفتاب درفش[۴]　　شقۂ بر تن از حریر بنفش

۱؎ باعتبار حسن و جمال پری پیکران گل عذاراں را بهار گفته ۱۲　　۲؎ حب ـ فتاد

۳؎ حب ـ برده　　۴؎ منسوب بدرفش ۱۲

marfat.com

دستهٔ از بنفشه داشت بدست — شاه را داد و گردش از بو مست
چشمِ شه چوں بنازنیں افتاد — زاں عجب خواست بر زمیں افتاد
نیکواں گرچہ دیدہ بود بسے — زاں نکوتر ندیدہ بود کسے
دلش از عاشقی نماند صبور — زد چو پروانہ خویش را بر نور
ترکِ جادو گرِ فریب انگیز — گفت کاّبے بزن بر آتشِ تیز
گردِ میدانِ بارگہہ بر تست — تنِ شاہانہ را بباید شست
تا نگردد چو گیرمت بکنار — نازک اندامِ من بگرد فگار
کہ مرا نام مردمِ دیدہ است — گرد بر دیدہ ناپسندیدہ است
شاہ گفتا کہ چوں بود ہیہات — تشنہ را صابری ز آبِ حیات
سیمبر گفت کز پئے دلِ شاہ — من بگرمابہ می شوم ہمراہ
تا ہما نجا برہنہ روے بروے — ہر دو باہم شویم موے بموے
در زماں خاست شاہ زیں شادی — داد تن را ز کسوت آزادی
نازنیں را گرفت ساعد نرم — عزمِ گرمابہ کرد گرما گرم
نازنیں جامہ را[١] چو بیروں کرد — ہوش بینندہ را دگرگوں کرد
روبرو ہر دو چوں شدند بناز — ہر دو جعد افگن دوالک[٢] باز
خواست شہ تا درو در آویزد — آب و آتش بہم بر آمیزد

---

[١] جب = نیز جامہ [٢] حیلہ ساز و حیا و اینجا مراد از تسمہ بازی کہ قسمے از قمار است

صنمش گفت صحنِ حلوا پیش — جز چشیدن نه ماند دیگر بیش

بارِ اوّل ز بوسه بستاں داد — پس تو دانی و گنجدانِ مراد

شه دہن برد سوئے پستۂ نوش — بوسه داد و ز ذوق شد بیهوش

چوں ز خود زنده شد به بیحالی — دید عفریت خانهٔ خالی

ماند منزل تهی و ماه شده — زیر و بالا همه سیاه شده

دستش اندر دہانِ خنداں ماند — بازوے حسرتش بدنداں ماند

گشت زاندوهِ سینه سودائی — باز دیوانه شد ز تنهائی

از بسے غم که اشک ریخت ازو — دیو گر ما به میگریخت ازو

از تحیر چناں شکست تنش — که سخن بسته گشت در دهنش

خاست از جایگه چو مدہوشاں — گشت میگرد سو بسو جوشاں

زیرِ هر گنبدے دواں میرفت — زیں بروں آمد و دراں میرفت

همه شب تا جهاں منور گشت — بود گنبد بگنبد اندر گشت

گنبدِ آسماں چو شد بے دود — گشت روشن جهانِ دود اندود

مردِ ره گم ز روشنائے نور — درِ گرما به را بدید از دور

رفت چوں پیش در رهاں رُبود — که بختش نفسته رهبر بود

بندگانش که در گه و بیگاه — بهر او بوده اند چشم براه

---

۱ جبق و طشت ۱۲ ۲ عجیب چشمه ۳ ح ـ بدو

چوں بدیدند روئے منعمِ خویش — درد دیدند خواجہ را درپیش
ہر یک از بندگاں بآزادی — گریہ می کرد لیکن از شادی
بندہ وارش بپا در افتادند — بوسہ بر دست و پائے او دادند
او زبس بیخودی و بیہوشی — برلب افگند مہرِ خاموشی
پائے تا سر برہنہ بود تنش — پیش بردند از زر پیرہنش
نستد آں جامہ زار زار گریست — وآگہی نہ کہ گریہ از پئے چیست
سوئے ماوائے خویش بردندش — ہر نمط جامہ پیش بردندش
زاں ہمہ جامہائے رنگا رنگ — کرد در جامۂ بنفش آہنگ
جامہ پوشید و برگِ رفتن ساخت — رخت بربست و خانماں پرداخت
شہر بر شہر شد بخانۂ خویش — بیخود از خویش و زفسانۂ خویش
پدرش رفتہ بود و مادر نیز — وز پئے او گذاشتہ ہمہ چیز
چند گاہے بپردہ بود نہاں — واز ہمہ گفتگوئے بستہ دہاں
بعد دہ سال در خروش آمد — رازِ او خلق را بگوش آمد
کسوتش زاں پس از کلہ تا کفش — بود پیوستہ پرنیانِ بنفش
ہست رنگِ بنفشہ نادروش — دیدہ را نغز و سینہ را دلکش
ترکِ زیبا کہ رو بود چو مہش — در حریر بنفش[لہ] کن نگہش

لہ اے معشوق ماہ رو را بلباس بنفش نگاہ کن کہ چوں زیبا آید ۱۲

marfat.com

باغ کو نقش کم زد زیبا نیست — بے خیالِ بنفشہ زیبا نیست
خندۂ برق با ہزار درفش — بیں کہ چوں خوش بود در ابرِ بنفش
چوں نگارِ بنفشہ زلف طراز ق — گفت ایں داستانِ عشرت و ناز
شہ چناں در برآوریدش تنگ — کہ گلش را بنفشہ کرد برنگ
رفت زاں سروِ سیم زلف بہ تاب — درمیانِ گل و بنفشہ بخواب

صندلی نہادن بہرام روزِ پنجشنبہ در بہشتِ ہفتم در گنبدِ صندلی و نخلِ صندل اندامِ عرب را چوں صندلِ تر بر سینہ مالیدن و جامۂ صندل وام پوشیدن

پنجشنبہ کہ صبحِ صندل سائے — صندل آلود چرخ را سر و پائے
روز سعد و زمانہ فرخ بود — نسبتش ہم بمشتری مسعود
کرد بہرام با نشاطِ تمام — مشتری وار جامہ صندل فام
ساخت در برج صندلی خانہ — بست پیمانِ مے بہ پیمانہ
جلوہ گر شد بتِ عرابی زاد — بوسہ بر دست و پائے خسرو داد
شاہ بر روئے آں بہشتی ذات — نوش می کرد سلسبیل[۱] حیات

---

۱ نام نہریست در بہشت و اینجا مراد از شرابِ حیات پرور و مسرت افزا ۱۲

marfat.com

چوں ہوا در نوشت چادرِ نیل | سرمہ گوں شد زمانہ میل بمیل
داد بیرون برمزِ جادو بند | کہ پری روئے جادوئے پیوند
شب بافسانہ کند کوتاہ | خواند افسونِ چشم بندیِ شاہ
بہ تواضع نگارِ سیمیں ساق | بازمیں کرد خدمتِ ابروطاق
گفت شاہا فلک سریرِ تو باد | دشمن آماجِ زخمِ تیرِ تو باد
ہمہ عمرت زعید دلکش تر | روزت از روز و شب زشب خوش تر
آنچہ در گوش چوں توئی سنجد | چوں منی را بہوش کے گنجد
لیک چوں ابر پارہ[1] بارانی | پیشِ دریا کنم دُر افشانی
ریخت زیناں بسے چو دُرِّ یتیم | ق | گفت وقتے بروزگارِ قدیم

پیچیدنِ بہرام از دہاوش در قامت چوں درختِ صندل و افسانہ گفتن آں شجرۂ معطرِ نسیم

بود فرماں دہے بہ ملکِ یمن | کارفرمائے خسروانِ زمن
راستکارے چو نیر بستانی | راست گوے چو صبح نورانی
پسرے داشت ہوشمند و جواں | دل چو دریا و کف چو آبِ رواں
مردمِ چشم بادشائی او | ملک روشن زِ روشنائی[2] او

---

[1] حجب – تازہ [2] حجب = بروشنائی

در هنرهائے روزگار تمام | رام[1] او روزگار و رامش[2] نام
مادرش رفته بود در پرده[3] | پرده بر دیگرے رها کرده[4]
گشته در پرده مادرِ دگرش | جلوه گر در عماریِ پدرش
روزے از محرمے چو فرزنداں | رفت در پردهٔ پدر خنداں
دید بانوے شه به پردهٔ راز | در کنارِ وزیر خفته بناز
دودِ خشم از سرش بگردوں رفت | دین[6] نادیده کرد و بیروں رفت
آں خیانت گرانِ پنهاں خند | چوں بدیدند رخنه در پیوند
از مے خورده[5] در خمار شدند | چاره را رهمونِ کار شدند
گفت با بانوے ملک دستور | که پسر عاقل ست و شاه غیور
تا نکردست چاشت شام کنیم | کار او پیش ازو[7] تمام کنیم
چوں شه آید ترش کن ابرو را | پس به تلخی[8] خراش کن رو را
چهره پرخوں کن و دو دیده پر آب | گو جهاں[9] را نگر که گشت خراب
پسرِ بد زند بما در چنگ | ز آسماں چوں فرو نبارد سنگ
آں جگر گوشه را چناں نه خار | که شه از خونِ[10] خود شود بیزار
چوں فسوں خواندهٔ فسوں آموخت | شمع را کشت و شعله را افروخت

---

[1] یعنی مسخر و فرمان بردار ۱۲ [2] حجب = نامش رام [3] اے مرده بود ۱۲ [4] در مصرعه ثانی از پرده مراد پرده خلوت اے پدرش زن نوخواسته ۱۲ [5] مے خورده مراد ازاں لطف مواصلت و عشرت گذشته و در خمار شدن مراد رنجش پیدا کردن ۱۲ [6] حجب = ازاں [7] ج = به ناخن [8] ح = جانے [10] حجب = مهر خود

رفت زانجا بسوئے مسندِ خاص　　مخلصِ شاہ[۱] گشت بہرِ خلاص

ماہچو ابروئے خود سر افگندہ　　و ابرواں را گرہ بر افگندہ

شاہ گفت اے بکد خدائیِ من　ق　رونقِ انگیزِ بادشائیِ من

در چنیں دولت و فراخی زیست　　ایں ہمہ تنگئ دل از پئے چیست

جبہ را سود بر زمیں دستور　　گفت کاے جبہۂ تو مطلعِ نور

تا جہاں ست بر جہاں سر باش　　کار فرمائے ہفت کشور باش

منکہ چوں بندگانِ دولت خواہ　　پرورش یافتم ز نعمتِ شاہ

نمکت چوں نگیرد م گردن　　کہ بدل دارم ایں جگر خوردن

کہ جگر گوشۂ تو بر خوانت　　دست بردہ[۲] سوئے نمکدانت

آنچہ در گوشم آمد از کم و بیش　　من نمودم دگر تو دانی بیش

زاں نفس کاندر آں چراغ اُفتاد　　دودش از سینہ در دماغ اُفتاد

در حرم شد برخ زدہ چیں را　　دید پژمردہ سرو سیمیں را

خونے از ہر مژہ رواں میریخت　　آبِ نرگس بر ارغواں میریخت

مو پریشان و رو خراشیدہ　　سمن[۳] از برگِ گل تراشیدہ

قصہ پرسید شہ بغصہ و سوز　　گفت با نو فسونِ بد آموز

پارہ پارہ فسرود خواند درست　　آنچہ تعلیم کردہ بود نخست

۱؎ جب = خاص　　۲؎ جب = بازد　　۳؎ مراد از سمن رخسار سیمیں و از برگ گل ناخن انگشتہائے خانیؔ ۱۲

marfat.com

ملک آں ماجرائے ابلہ گیر ‌ ‌ ‌ کرد باور چو ابلہاں بضمیر
ماند حیراں کہ حیلہ چوں سازد ‌ ‌ ‌ کز دل آں غصہ را بپردازد
گفت گر تیغ برکشم ز نیام ‌ ‌ ‌ بقصاصِ پسر شوم بدنام
دگر ایں غم فسردہ خورم در دل ‌ ‌ ‌ در گداز آردم چو نم در گل
چوں دلش تنگ شد ز غصۂ خویش ‌ ‌ ‌ ہم بدستور گفت قصۂ خویش
خواجہ کاں سوزناکی از وے بود ‌ ‌ ‌ بدمیدن زیادہ کردش دود
تا رضا داد شاہِ آزادہ ‌ ‌ ‌ کہ مسافر شود ملک زادہ
سوئے وے با ہزار مخموری ‌ ‌ ‌ رفت دستور و برد دستوری
کرد روشن جوانِ روشن رائے ‌ ‌ ‌ کز کجا گشت فتنہ بال کشائے
آںلہ برآں گفتہ ہیچ درنفزود ‌ ‌ ‌ در جہاں سر زد و رواں شد زود
کوہ می سود و دشت می مالید ‌ ‌ ‌ در کہ و دشت زار می نالید
قطع شد چوں حوالیٔ شاہش ‌ ‌ ‌ سہ مہندس شدند ہمراہش
ہمرہاں را باتفاقِ ضمیر ‌ ‌ ‌ درہم آمیختہ چو شکر و شیر
یکدگر گشتہ ہمدمِ جانی ‌ ‌ ‌ ہم در آباد و ہم بہ ویرانی
ہر یکے گنج خانۂ ہنرے ‌ ‌ ‌ ہیچکس را نہ زاں ہنر خبرے
تا یکے روز با فراغِ تمام ‌ ‌ ‌ خلوتے بود شاں بہ نقل و بجام

لہ حجب = او

marfat.com

بادہ در سینہ ہا بکاوش بود | راز با بادہ در تراوش بود
رام بیزار جراحتِ دلِ ریش | می تراوید حالِ مشکلِ خویش
دوستاں کآں حدیث بشنیدند | یارئے دوست مصلحت دیدند
گفت یک شخص زآنچہ[۱] من دانم | سرمۂ درد و چشمت افشانم
گرچہ خلقے بہم نشینندت | ہمہ را بینی و نہ بینندت
سرمہ چوں در حجاب داد ت جائے | ہر کجا ہست بیحجاب درآئے
با بداندیشِ خود تباہی کن | ہر چہ خواہی بہر کہ خواہی کن
چشم زاں سرمہ چوں سیہ داری | گریۂ و دود را نگہہ داری
رام گفتش کہ اے پسندیدہ | بدہ آں سرمہ گفت کز دیدہ[۵۲]
مردِ بینا کشاد حقّۂ نور | سرمہ در چشم کرد و شد مستور
سرمہ را شست و باز پیدا گشت | ہر کہ نظّارہ کرد شیدا گشت
رام را سرمہ داں بہ پیش نہاد | منتش بر دو چشمِ خویش نہاد
دیگری گفت من زراہِ صواب | دانم افسونِ چشم بندی خواب
زاں فسوں ہر کرا بخیانم | برنہ خیزد دگر بیفشانم
گر بیاموزی[۲] آں فسوں خوانی | آں کنی بر عدو کہ بتوانی
رام گفتش کہ ہر چہ گوید مرد | گفتۂ خود تمام باید کرد

۱۔ حب = کانچہ ۔ ۵۲۔ اے بسر و چشم لطف لفظ دیدہ بر ارباب ذوق سلیم مخفی نیست ۱۲ ۔ ۲۔ ح = بیاموزم

کارواں رقیہ ہم چناں برخواند　　　کہ در افتاد رام و خفتہ بماند

چوں شد آں خوابش از دماغ بروں　　　پیشِ دانا درست کرد افسوں

سیومیں گفت کانچہ من دارم　　　برتو ناید من ارچہ بسیارم

برتو بنمایم آں فسانہ کار[۱]　　　تو خود آنجا برد بیا و بیار

در حدِ مصر خانہ ایست ز سنگ　　　کردہ در روے نگارش از نیرنگ

نقشِ ہر جانور کہ گیری[۲] نام　　　در روے از تیشہ کردہ اند تمام

جادوے کاوّل آں رقم دادش　　　در زمانے نہاد بنیادش

کہ شگفتی ز رازہاے جہاں　　　کردہ در زیرِ ہر خیال نہاں

ہر کہ خواہد کہ از کفایت و راے　　　گرد آں پردہ را طلسم کشاے

چشم بر پیکرے نہد یک سال　　　تا بجنبیدن آید آں تمثال

نقشِ سنگیں چو جلوہ در گیرد　　　پیکرش را نمونہ برگیرد[۳]

چوں نشاند نمونہ را بر موم　　　رازِ[۴] آں خانہ خود شود معلوم

گرت آں[۵] سکہ ہم نفس باشد　　　در ہمہ کارہات بس باشد

رام زاں ماجرا کہ دانا گفت　　　آنچناں شد کہ تا بروز نخفت

صبحدم چوں ز گنبدِ بے سنگ　　　جلوہ گر گشت پیکرِ ارژنگ

۱؎ نخجب = لیک بنمایت نشانہ کار　　۲؎ حب = دارد　　۳؎ اے ہرگاہ نقشِ سنگیں در جنبش آید نقش آں تصویر بر موم برگیرد ۱۲　　۴؎ ج = راز خود ما ازاں کنہ معلوم

۵؎ اے اگر آں نقش کہ بر موم گرفتہ [illegible] باشد ہمہ کارہاے تراہماں یک نقش کافی بود ۱۲

مرد جوینده راه پیش گرفت — ره سوے آرزوے خویش گرفت

جاں ز رنج ار چه می بیازردش — دل گریباں گرفته می بردش

گام میزد به شهر و ویرانه — تا رسید اندر آں صنم خانه

چوں بهر پیکرے فگند نظر — دید عفریت پیکرے منکر[ل]

نظر از وهم بر گماشت برو — تا به یک سال چشم داشت برو

چوں نجنبید آں نمونهٔ چست — گرمش از موم بر کشید درست

چوں بروں آمد از درونِ سراے — دید آهرمنے ستاده بپاے

گشت لرزنده زو درونهٔ رام — کرد پرسش که کیستی و کدام

گفت آنم من ار کنی معلوم — که ز سنگم نشاندهٔ بر موم

رازِ من گر ترا نه معلوم ست — کوهِ سنگیں ز دستِ من موم ست

هر چه دشوار تر همیدانی — حکم کن تا کنم بآسانی

هر چه کم گنجد اندر اندیشه — نزدِ من هست کمتریں پیشه

حاضرم با چنیں توانائی — تا کنم پیشت آنچه فرمائی

رام گفت ایں زماں همی خواهم — که به شهرِ پدر بود راهم

دیو گفتش که چشم بر هم پوش — چوں بپوشید بر نشاند بدوش

گفت بگشاے۔ چوں گشاد نظر — دید خود را درونِ شهرِ پدر

ل سهمگیں و زشت ۱۲

marfat.com

شب نهان شد بکنجِ پیرزنے ‏ ‏ زالے و رستمے دا ہر منے

چون سیاہی شد از سپیدیِ دور ‏ ‏ روز بکشاد روزنامۂ نور

شد بدیوان وزیرِ کار آگاه ‏ ‏ کامران گشته در ممالکِ شاه

رام در چشم کرد سرمۂ ریو ‏ ‏ شد بدیوان ہم عنانیِ دیو

کرد اشارت بدیو تا بر خاست ‏ ‏ دست را کرد بہر سیلی راست

زد قفائے بخواجۂ دیوان ‏ ‏ که بلرزید زان طراقِ ایوان

کارداران ز جاے بر جستند ‏ ‏ سرِّ آن حال را ہمی جستند

اندرین گفتگوئے بد ہر کس ‏ ‏ کاہرمن باز در دوید ز پس

زد چنان سیلیٔ دگر ناگاه ‏ ‏ کز سرِ خواجه در فتاد کلاه

چون[۵۱] ہمی خواست آن کله کف کرد ‏ ‏ تا ستاند قفائے دیگر خورد

حیرتے در نہادِ خلق افتاد ‏ ‏ دوست آزرده گشت و دشمن شاد

مردمان از خجالتِ دستور[۵۲] ‏ ‏ دور گشتند یک به یک ز حضور

این[۵۳] ز سوداے سیلیش خندان ‏ ‏ وان[۵۴] دگر پشتِ دست و دندان

خواجه جست از خجالت سیلی ‏ ‏ با رُخِ زرد و گردنِ نیلی

رفت در خانه ہمچو تنگدلان ‏ ‏ رُخ ز مردم نہفت چون خجلان

---

[۵۱] ن = کله گرد خورده را زان گرد ‏ ‏ [۵۲] وزیر ۱۲

[۵۳] اشاره این بسوے دشمن وزیر ۱۲

[۵۴] اشاره آن بسوے دوست وزیر ۱۲

marfat.com

چوں قفا کرد بہرِ بالیں ساز | دیوش اندر قفا درآمد باز
بازش از ضربتِ قفا خوردن | در طراقا طراق شد گردن
تا شب و روز بے امیدِ خلاص | سیلیٔ چند شد وظیفۂ خاص
رازِ پنہاں بکوی و راہ رسید | قصہ در گوشِ بادشاہ رسید
شہ عجب ماند کیں چہ شاید بود | کآں تپشِ نبود و برآید دود
دست بے دست قفا شود سوراخ | نبود دیو ایں چنیں گستاخ
داد فرماں کہ ہر کجا کس ست | کش بہ نیرنگِ ناگہا ہوس ست ق
ہمہ حاضر شوند پیشِ سریر | تا پژوہش کنند رازِ وزیر
ایں خبر گشت در ولایت فاش | گفتگوے فتاد در او باش
ہر کجا بود دیو بندے چست | کرد دیبا چہاے فتنہ درست
آمد و کرد کاردانیِ خویش | داد بیروں دمِ نہانیِ خویش
ہیچ ممکن نشد کز آں حنانہ | دیو بیروں شود چو بیگانہ
چوں بکارش زبوں شدند ہمہ | بخجالت بروں شدند ہمہ
بہرِ کردن وزیر را چارہ | دیوِ گردن زنش بنظارہ
دید چوں کاردانیِ ہمہ خام | آمد و گفت قصہ رلبا رام
رام چوں دید حالِ خواجہ جناں | کرد بر خود لباسِ پیرزناں

---

[۱] اے عمل جن و پری و ساحری میداند ۱۲ [۲] مصرعِ ثانی صفت دیو بند واقع شد ۱۲

marfat.com

صندل آلود روی و برقع بست — وز شناسندگانِ صورت رست
فرصتے جست رفت پیشِ وزیر — گفت بشنو حدیثِ مادرِ پیر
من هم از دانش این قدر دانم — کز تو این فتنه را بگردانم
لیکن آنگه بود امیدِ فراغ — که توان کرد بر شیرینِ تو داغ
گفت با او بعاجزی دستور — کانچه خواهی کن ار بود مستور
رام گفت آنچه[۵] زان شوی بکران — من نه گویم تو دانی و دگران
کرد دستور خانه را خالی — پیشِ او چارپایه شد حالی
رام چون زاوستادیِ فنِ خویش — دید زان گونه حالِ دشمنِ خویش
بر شیرین داغها نهادش گرم — زیرِ لب می نمود خندهٔ نرم
سوخت چون خواجه را بطنازی — دیو را باز داشت زان بازی
بس نبود آنکه شد قفایش لعل — جفته را هم در آتش آمد نعل
خواجه بنشست با هزار خوشی — از قفا روی وز شیرین حبشی
گنج اندر کنارِ رام افگند — چند گه یافت ایمنے ز گزند
رام را مادرِ زبانی خواند — بهتر از مادرانِ جانی خواند
محرمِ پردهٔ نهانش کرد — کار فرماے خان و مانش کرد

---

۵ رام که در پیکر زال بوده لقب با در پیر اختیار کرده بود بوزیر گفت من آن خیال عمل خواهم نمود که از این مصیبت عظمی برکران باشی و رستگاری یابی ۱۲

marfat.com

او بغارت شد اندر آں بستاں ——— نگہے در میانِ خوزستاں[1]
خانۂ پر ز صد ہزار پری ——— ہر یکے چوں ستارۂ سحری
چوں جہاں سرمہ گوں شدی ہر شام ——— سرمۂ خود بچشم کردی رام
برنشستی بدیو دیوانہ ——— وآمدی سوئے آں پری خانہ
ہر کرا خاص کردہ بودے روز ——— شب شدے بر مرادِ خود فیروز
آنکہ بر وے گذشتی آں بازی ——— بستہ گشتی لبش بغمّازی
نتوانستی آں حکایت گفت ——— کہ دُرش را درونِ پردہ کہ سُفت
کردی اندیشۂ ز ہر بابے ——— کہ خیالیست ایں و یا خوابے
دُزد گر کیسہ را فرا گیرد ——— خواجہ چوں نگرد کرا گیرد
جا بجا کارنامۂ شبِ دوش ——— لب بہ لب میرسید و گوش بہ گوش
تا چو شد پارہ پرنیانِ ہمہ ——— سخن افتاد در میانِ ہمہ
پیش گز حملہاے بے سروپاے ——— ق ——— فتنہ زائیدہ اندرونِ سراے
دختراں تن بہ تیغ در دادند ——— خواجۂ خانہ را خبر دادند
کآفتے شد دریں سرا پیدا ——— تیر پیدا و شست ناپیدا
تا نرفتست کار و بار از دست ——— چارۂ کن کہ رفت کار از دست

---

[1] نام ولایت کرستکرآنجا درعمدگی مشہورست وبعض معنی جاے طعام نیز گفتہ اند ۱۲

[2] مراد از بکارت ۱۲ ——— [3] ج = حیلہ ہاے

marfat.com

خواجه را باز خوں بجوش آمد | جانش از سینه در خروش آمد
گفت باخود که یارب ایں چه بلاست | میهماں نے وخانه پر زصدا[1] ست
بسکه عاجز شد اندر آں تدبیر | خواست[2] بازیگری زما دِرپیر
یا بخشش دادرام زیرِ نقاب | کاں خیال ست میرسد در خواب
گرچه نامش بدیو اُفتاد ست | لیک دانم که آدمی زاد ست
دیده را ریو سرمهٔ کرده است | کز نظر ہائے خلق در پرده است
گفته باید که تا ببامِ زمیں | پیشِ ہر حجرهٔ کنند کمیں
میهماں چوں دروں خرامد زود | میزباں پیش در برآرد دود
دود چوں سرمه را بشوید پاک | سرمه کش را نقاب گردد چاک
ور ازیں چاره هم عذر یو کینم | دیو باشد فسونِ دیو کینم
لیک باید که خواجه ناید پیش | تا نه بیند دگر قفا را ریش
من هم امشب بکنجِ خانه دروں | دفعِ ایں فتنه را کنم[3] بفسوں
ایں سخن گفت و رفت در خانه | گشت پنهاں بکنجِ کاشانه
شب چو پر دود شد سپهر کبود | دیده تر گشت ماه را زاں دود
رام در چشم کرد سرمهٔ راز | اهرمن را فگند در پرواز
رفت در کاخِ دخترِ دستور | گنج پیدا و نقب زن مستور

---

[1] ج = صلا [2] ج = خواست یاری گرے زما در پیر [3] عجب = شوم

marfat.com

دود برکرد ماہِ آتش روے　　شد کمینہ کشان سوے بسوے
سرمہ چوں شستہ شد ز دیدۂ رام　　گشت پیدا رخِ چو ماہِ تمام
ہر کہ آں روے چوں پری میدید　　چوں پری دیدگاں ہمی لرزید
ہم دروں تر شدند با ہمہ بیم　　سخت بستند دستہاے چو سیم
مژدہ بردند سوے خواجہ شتاب　　خواجہ نیز اوفتاد در تگ و تاب
خواست تا سر بروں کند ز رواق　　کز قفایش ببام رفت طراق
ہم چو دزداں گریز کرد ز پیش　　وز قفا گشت دزدِ گردنِ خویش
گفت تا خونِ شش برزمیں ریزند　　خاک با خونِ او در آمیزند
در دویدند خونیاں بستیز　　از پےِ خوں کشیدہ خنجر تیز
چوں چناں دید زاد[۵] سروِ جواں　　رقیۂ خواب در دمید چناں
آنگہ چوں ابلہاں بر آشفتند　　ابلہی ہیں کہ در زماں خفتند
رام بکشاد بندِ خویش ز دست　　ہمہ بندندگانِ خود را بست
ہر کہ آمد بہ بند گردنِ او　　بندِ او شد دوالِ گردنِ او
وانگہے دست را باسترہ برد　　سبلت وریش جملہ پاک سترد
زاں ظرافت کہ موی در مو داشت　　موی از جا یکی فرو نگذاشت
چوں سزا کرد شاں ظریفانہ　　بہ طریقے گریخت در خانہ

---

۵ زاد مخفف آزاد یا بمعنی پیدائش ۱۲

marfat.com

آسمان چون سترد طرّهٔ تار | خنده بکشود صبحِ سیم عذار

شد دگر بار رام برقع پوش | رفت در پرسشِ حکایتِ دوش

چون درآمد به پیش گاهِ وزیر | دید یک خانه پُر ز امردِ[1] پیر

همه را دو[2] در رفته یخ بند | ریش گم گشته ز نخ مانده

پردهٔ هر یکی چو غنچه درید | خود چو گل زیرِ پرده می خندید

باز پرسید خواجه را زان راز | بر نیامد ز رمیده را آواز

بفریبش گشاده کرد نفس | گفت کاندیشه نیست زین پس

سرِّ این فتنه خواندم از تمییز | کارِ دیو است و دیو مردم نیز

بندم آن دیو را چنان بفسون | که نیاید دگر بخانه درون

خواجه دل شاد شد ز شادی او | کآگهی داشت ز اوستادی او

چند گه بود از گزند آزاد | بخوشی دادِ خوشدلی میداد

چون دلش گشت زان بلا بی بیم | تازه شد بازش آرزوی قدیم

خواست از نعمتِ ملک توشه | حقِ نعمت نهاد در گوشه

رام چون دید کو نهان کردست | وز جوانانِ ناجوان مردست

در سراپردهٔ ملک به درست | خیره تر شد از آنچه بود نخست

---

[1] ریش و بروت همه‌ها که چون پاک سترده بود لهذا امردِ پیر گفته ۱۲

[2] دو عبارت از ریش و بروت و یخ از سپیدی چهره ۱۲

marfat.com

در شبے کو بیدگانی بود ق خواجہ مہمان خانہ خالی بود
رفت ہم بر سرِ اِ پیشینہ ہمچو گرگے بصیدِ میشینہ
در مقامے کہ دخترِ دستور بود در خواب گاہِ خود مستور
برگرفتش بہ پشتِ دیو نہاد چوں گلے کش زجا ربایدِ باد
خواندہ بودش فسونِ خواب بہ پیش کہ بہ بردن خبر نہ داشت زخویش
در نہاں خانۂ کہ بودے رام بود بر رفتہ[1] منظرے زرِ خام
نشدی مرغ را خرام برو رام بودی و دیوِ رام برو
دختِ دستور را درآنجا برد زہرۂ را ببرجِ جوزا برد
دخترِ نازنیں چو گل بہ بہار خوبروے ہمچو صد ہزار نگار
غمزہ را تیغِ کافری دادہ ناز را شغلِ دلبری دادہ
زلفش انگندہ عالمے در تاب نرگسِ مست در کرشمۂ خواب
خانہ ویران کنِ ہزاراں دل گبرِ زنار بند و سبحہ گسل
چوں درآمد زخواب چشم کشاد سو بسو از کرشمہ چشم نہاد
دید جائے کہ ہیچ گاہ ندید رہ بجائے کہ ہیچ راہ ندید
غرفۂ بردن سر بکنگرِ ماہ کردہ سوئے آسمانِ سیاہ
رام را دید در خانۂ معمور آفتابے ببرجِ خانۂ نور

---

[1] بر رفتہ بمعنی بلند ۱۲

زاں تحیّر ہراس جانش بود ‏ بود بخویش جائے آتش بود

دید چوں میزبان شعبدہ باز ‏ ق ‏ میہماں راز بے خودی بگداز

نرم نرمش بدلنوازی گفت ‏ کای شدہ جفتِ تو منِ بے جفت

منکہ پیشِ تو دیو کردارم ‏ آدمی ام نہ آدمی خوارم

دل ہراساں مکن بوہم و قیاس ‏ آدمی راز آدمی چہ ہراس

میہماں شو دمے بخانۂ من ‏ تا شوی آگہہ از فسانۂ من

نازنیں کاں شکر فشانی دید ‏ شربتے زآبِ زندگانی دید

حیرتِ جاں بروں شدش ز ضمیر ‏ حسرتِ دل[1] شدش گریباں گیر

گشت برروے رام عاشقِ زار ‏ دلش از دست رفت دست زکار

رام نیز از نکوئی دلِ دوست ‏ بانکوروی دوست شد درپوست

چوں دو دل را یکے شد اندیشہ ‏ جوشش برزد تنِ ہوس پیشہ

رام کا دل شد آں صنم را جفت ‏ گوہرِ سفتہ بارِ دیگر سفت

دلِ شاں چوں فراغ یافت زکام ‏ ق ‏ رام را گفت سرو سیم اندام

کاے گرامی جوانِ زیبا روی ‏ ایں چہ جای است کیستی تو بگوی

من کہ ناسفتہ بود گوہرِ من ‏ رخنہ کردی بلولوئے ترِ من

ویں زمانم ز پردہ کردی دور ‏ باز در پردہ چوں شوم مستور

---

[1] اے در دل حسرت وصال رام پیدا شد "

marfat.com

صبحدم چوں بپردہ جویندم | گر نہ بینند پس چہ گویندم
مردنِ آدمی بنا کامی | بہتر از زیستن بہ بدنامی
رام گفتش کہ دل مدار غمیں | کہ منم شہریارِ روے زمیں
دارم اندیشۂ بکارِ جہاں | کایں چنیں گشتہ ام بپردہ نہاں
چوں برافتد نقابِ امیدم | ہم تو روشن کنی کہ خورشیدم
لیک سوگند می خورم بخداے | ق آنکہ ہستی بامرِ اوست بپاے
کہ چو خسپم بچار بالشِ خویش | جز تو ہمخوابۂ نجویم بیش
زاں دقیقت عروسِ ترساخوی | گرد اندیشۂ از دل یکسوی
ہمہ شب با نشاط و شادی بود | با قبادی و کیقبادی[5] بود
صبح چوں رخ ز پردہ بیروں کرد | پردۂ چرخ را پر از خوں کرد
رام بر بست ماہ را در برج | خود بروں شد ز در چو لعل ز درج
صندل آلود رو و بست نقاب | در زماں پیشِ خواجہ شد بشتاب
خواجہ باز از درونۂ نگراں | نعرۂ زد چو سوختہ جگراں
کہ بجاں آمدم ز غمخواری | میرم[6] از مردمم روا داری
جگرم گشت دیو را توشہ | چوں تواں زیست بے جگر گوشہ
دیدۂ بے مردم ایں چہ بینائی ست | خانۂ بے پردہ ایں چہ سوائی ست

---

۵ اے با عشرت شاہانہ شب بسر برد ۱۲ ۶ حجب = مردم

مردمی کن که من بچشمِ نیاز — مردمِ چشمِ خویش بینم باز

مادرِ پیر گفت دل خوش دار — سینه ز اندیشه نامشوش دار

امشب از جستجوے مادرِ خویش — باز بینی جمالِ دخترِ خویش

خواجه از استوارئ کارش — خاطر آسوده شد ز گفتارش

شب چو شد جامِ مه شراب[۱] آلود ق — چشمِ خورشید گشت خواب آلود

رام در خواب کرد چشمِ عروس — خانه بردش بگاهِ بانگِ خروس

مردمِ دیده را چو دید پدر — جائے کردش درونِ دیدۂ تر

چندگه چوں شد از گزند آزاد — باز نو کرد فتنه را بنیاد

رام گفتا که رنجِ من چو از دوست — کینش از دیگراں کشم نه نکوست

بعد ازیں کارِ او ز سر گیرم — پرده از روے کار برگیرم

جست دعوی گری مخالف خوی — زیرک و سخت خشم و حجت جوی

داد بیروں بخشم و کینۂ خویش — داغِ دستورِ سوزِ سینۂ خویش

گفت زیں داغہاے دود اندود — خواجه را داغِ بندگی نه زدود

شعله چوں بر زند ز خامۂ او — داغِ او بس خطِ غلامۂ او

داغِ او از سریں چو بر خوانی — داغدارت شود به پیشانی

گر بکوشش زنی دریں ره گام — ہر چه او دارد آنِ تست تمام

۱؎ شراب مراد از روشنی ماه ۱۲

marfat.com

مردِ روزی طلب ز شادیِ مال ... رفت در پیشِ پادشا در حال
چنگ در زد بدامنِ دستور ... گفت کز من مشو چنین مستور
چون غلامِ منی و حلقه بگوش ... خواجه بشناس و خواجگی مفروش
قیمت خود بدا میمز ر د کن ... خواجه را نیز بندهٔ خود کن
کارداران شاهِ راد[1] پرست ... به پژوهش زدند بروی دست
کانچه ملکیتش روا دارے ... ملکِ تو باشد ار گوا دارے
مردِ حاضر جواب گفت که من ... شیرخواره خریدمش به یمن
پرورش کردمش چو فرزنداں ... تاش نوروز عمر[2] شد خنداں
چون جواں گشت و خویش را بشناخت ... با دغا پیشگاں دغامی باخت
کارِ ایں کز فراغ مزدی بود ... حقه[3] بازی و مهره دزدی بود
چون بهر جا گرفتمش خفته ... کردمش داغ جفته[4] بر جفته
گر فتد بر گوا حوالهٔ من ... داغِ او بس بود قبالهٔ من
خلق زاں خارخار[5] بے آزرم ... سر فگندند چون بنفشه ز شرم
خواجه چون دید کش بپردهٔ راز ... نامه باز ست و حرفها[6] غماز
بنده گشتش زراهِ دانائی ... معترف شد بو هاشمِ[7] رسوائی

---

[1] راد بمعنی سخی و شجاع ۱۲ [2] اے تا آنکه عمرش بحد بلوغ رسید و نشاط انگیز شد ۱۲
[3] اے قمار و غیرہ میباخت ۱۲ [4] جفته بمعنی سُرین ۱۲ [5] خصومت بے صلح ۱۲
[6] مراد از حرفها داغهائے سرین ۱۲ [7] حجب = به بیم

marfat.com

درمیان آمدند مردے چند   کاردانانِ مصلحت پیوند

صلح کردند با توسطِ حال   قیمتِ خواجه را به مبلغ و مال

خواجهٔ خواجه هم بدان زودی   گشت زانجا روان بخشنودی

چندگه رفت و باز خواجهٔ خس[1]   کام دل را بسر فگند هوس

رفت چوں باد و باده کش می بُد   در حرم با حرام خوش می بود

رام گفتا که چند کوشیدم   کانچه پوشیدنی ست پوشیدم

لیک چوں خواجهٔ مخالف و شوم   ق   کو ز شهوت شده است نامعصوم

گشت لابد فریضه بر جانم   کاں کنم بر سرش که بتوانم

چشم میداشت هم برین تدبیر   تا بر آماج گه رساند تیر

تا یکے روز بود هم در پے   خواجه باغمگسار رو شه در مے

شحنه در کوے می شمرد خراج   دزدی کرد قلعه را تاراج

فرصتے یافت رامِ فرصت خواه   برقع افگند و شد بخدمتِ شاه

پیش ازاں خود ببازی[2] دستور   شاه را گشته بود خاص حضور

بارها در شدی بمجلسِ خاص   گه نوازن شدی و گه رقاص

گاه کردے بغمزه عربدهٔ   گه نمودے بپرده شعبدهٔ

چوں زآں روز هم به بهروزی   کرد هر گونه مجلس افروزی

---

[1] خس یعنی کمینه ۱۲   [2] محبب = ز یاری

marfat.com

گفت شاہا بہ بیں کہ من بفسوں — بازئ میکنم ز پردہ بروں

در فسوں شد عجوزِ شعبدہ باز — داد افسونِ خواب را پرواز

تا بخلوت سرائے عیش و سرور — بانوئ شہ بخفت با دستور

پس اشارت بسوے دیو نمود — کہ برآں خفتگاں دوید چو دود

خواب شاں خود ربودہ بود چو بخت — دیو ہم در ربود شاں با تخت

پس بہ پیشِ ملک برابر داشت — رام زانجا حرارۂ[۱] بر داشت

چوں نگہ کرد شہ چہ بیند باز — حرمش با وزیر خفتہ بناز

از نوائے ترے ترانہ زناں — ہر دو برخاستند نازکناں

چوں کشادند چشمِ بستہ ز خواب — شاہ دیدند و بزمگاہِ شراب

مجرماں سر بخود فرو بردند — مجرماں خود ز خیرگی مردند

شاہ در خشم شد ز مادرِ پیر — گفت کامی زرق سازِ پُر تزویر

گر تو در پردہ بازئے بازی — لعبت از پردہ ہائے من سازی

بر تو گر آشکار شد کارے — در نہاں باز گو مرا بارے

نہ چناں کز گزافِ خود رائی — اینچنینم کشی بہ رسوائی

آں کنم بر سرت بہ پردۂ راز — کت بگرید سپہرِ لعبت باز

رو کنوں تا ز کار سازئ خویش — باز مانی ز خواب بازی خویش

---

[۱] حرارہ بمعنی نعرہ و آواز ۱۲

marfat.com

این سخن گفت و کرد اشارت تیغ　　تیغ زن تند در رسید چو میغ

چون چناں دید رام برقع بند　　برگرفت از قمر نقاب پرند

شہ چو چشم اندراں جمال انداخت　　صندل آلودہ بود رخ نشناخت

قدرے آب جست و رخ را جست[۱]　　تا پدر روشناختش بدرست

نعرۂ زد چو سوختہ جگراں　　گریہ افتاد نیز در دگراں

رام برخاست باد و دیدۂ تر　　رفت غلطاں بزیر پائے پدر

پدرش گرم در کنار گرفت　　فرقش از دیدہ در نثار گرفت

آنکہ ہجرانِ شاں زہم بگسست　　ہر دو خوں گرم بود در پیوست

تا بدیرے بہم در افتادند　　بوسہ[۲] بر دست و پاے میدادند

چوں دو دل را بہ بہتریں بختے　　داد شد دادِ آرزو لختے

ماجرائے کہ بود در دلِ رام　　اندک اندک فرو دخواند تمام

آں ز مادر وبال دیدنِ خویش　　واں بہ تہمت سفر گزیدنِ خویش

قصۂ کحل و چشم بندیِ خواب　　بازیِ دیو آدمی بہ نقاب

واں بشہر اندر آمدن مستور　　حملہ بردن بسلیۂ دستور

واں بداغِ سریں گداختنش　　پس بداں داغ بندہ ساختنش

سرگذشتے کہ داشت چوں ہمہ گفت　　شہ ز شادی چو برگِ گل بشکفت

۱؎ حجب = شست　　۲؎ حجب = بوسہ بر روے یک دگر دادند

marfat.com

آں دو نوفتنه رابکین کهن — هم بدو داد کاتخچه دانی کرن

رام زانخبا که بود با آزرم — بود بر سر فگنده دامنِ شرم

داد شاں توشهٔ فراخورِ خویش — پس بروں کرد شاں زکشورِ خویش

دخترِ خواجه را نشانده بمهد — بردو آمد بروں زعهدهٔ عهد

شاه نیزش چو دید کار آگاه — بولی عهدیش نشاند بگاه[۱]

رام به نشست بر سریر بلند — کارها را بنائے تازه فگند

بود صندل چو سرّ اسرارش — صندلی شد نمونهٔ کارش

تختِ والا ز چوبِ صندل ساخت — کرسیش نیز صندلی پرداخت

داشت زاں پس همه به صلح وجنگ — علم وچتر وجامه صندل رنگ

رنگِ صندل لطیف تر باشد — تریش دفعِ دردِ سر باشد

زآبِ صندل بتاں که رُخ شویند — ز وطراوت برنگ و[۲] بو جویند

رنگِ خوباں خوش ست صندل فام — خوش بود سروِ صندلیں اندام

چوں زلب ریخت سروِ صندل سود — شربتِ صندل وگوارشِ عود (ق)

شله سینه بسینه کردش جفت — صندل آلود سینه را بخفت

معطر کردنِ بهرام وزآدینه بهشتِ هشتم را و در گنبدِ کافوری

۱: جب = بنهاده کلاه ۲: ج = به رنگ و درد

marfat.com

با بزم آرای خوارزمی لباس خیر الثیاب الابیض پوشیدن

روز آدینه کز خزانهٔ نور	سر برون زد شمامهٔ کافور
کرد بهرام با هزار امید	جامه کافور فام چون ناهید[۱]
لب پر از خنده چون گل سوری	شد بگنبد سرای کافوری
به لطافت نگار خوارزمی	کرد ترتیب رونق بزمی
خدمت خاص رامیان بربست	همچو هندوی آفتاب پرست
از لب جام و جام لب بر پی	گاه می داد گه گوارش می
شاه با آن بهار دیده فروز	باده می خورد تا باخر روز
شب چو خورشید بست پردهٔ تار	شد فلک پر ز صد هزار نگار
رونق عیش بی مدارا کرد	رغبت هر شب آشکارا کرد
گفت با آفتاب سیمبران	تا سگالد فسانه چون دگران
نازنین چشمهای خواب آلود	در کف پای شاه عالم سود
گفت کای خسرو زمین و زمان	زیر فرمان تو همین و همان
تا سپهر بلند برپا هست	ق	نور خورشید عالم آرای است
در جهان مملکت فزایی کن	پادشا باش و پادشاهی کن

---

[۱] ناهید ستارهٔ زهره که بر فلک سوم تابد ۱۲

marfat.com

چہ بود تحفۂ مورِ بے جاں را | کہ کند پیشکش سلیماں را
لیک چوں دستِ من تہی ز عطاست | کرمِ شاہ پردہ پوشِ خطاست
نقد کم سکّہ را عیار دہم | کاسدی را رواجِ کار دہم
از بزرگی و دانش آگاہی | ق | ایں شنیدم کہ پیش ازیں گاہی

افسانہ گفتن لعبت کافوری بر سقنقور مزاج و آتشِ بہرام را آبِ کافور اشتعال دادن

در ختن بود فیلسوفے چست | رازہائے ستارہ کردن درست
خامہ بر تختۂ فلک راندہ | واں ہمہ تختہا فرو خواندہ
وقتہائے شناختہ بنہفت | کہ درآرد جماد را در گفت
راست کردے برہمنِ حکیم | صورتی ز آہن و مس و زر و سیم
گہ نمودی نہفتہ ہائے جہاں | کردی آگہ ز رازہائے نہاں
ساختی مرغ کآمدی بہ نوا | بر پریدی چو جانور بہوا
تیزیِ خاطرش کہ مویِ شگافت | وقتی از وقتِ آسماں دریافت
ساختی از روی و مس یکی تمثال | کہ بجنبد و بجنبشہائے محال
چوں شد آراستہ نمونہ چست | آزمونش نمود و یافت درست

لہ ن ۔ کہ نمودے

marfat.com

پیش فرماندہِ دیارِ شش برد ۔۔۔ ہنرش گفت بعد ازاں بسپرد
گر دشہ نیز آزمونِ ہنر ۔۔۔ واں ہنر یک یک آمدش بنظر
داد سازندہ را خزینہ بسے ۔۔۔ کاں خزینہ نداد ہ بود کسے
پس بفرمود کاں صنم بشتاب ۔۔۔ برکشیدند پیشِ صفحۂ خواب
چوں زہر کار و بار پرختی ۔۔۔ چشم بر روے گماشتی لختی
باز گفتے حکایتے زمحال ۔۔۔ در زماں خندہ کردی آں تمثال
خوی آں بادشاہ بود چناں ۔۔۔ کز عروساں کشیدہ داشت عناں
خواندہ بود از کتابِ دانایاں ۔۔۔ کہ ندارد فریبِ شاں پایاں
خوی شاں خالی از جفا نبود ۔۔۔ در دلِ سختِ شاں وفا نبود
ہیچو آئینہ در مقابلِ شوے ۔۔۔ آہنیں دل بوند و روشن روے
روزے از میلِ زن شدہ بہ نفیر[1] ۔۔۔ ماجرا باز گفت پیشِ وزیر
پاسخش داد مردِ کار شناس ۔۔۔ کہ خزینہ خطا بود بے پاس
مرد جائے کہ ہوشیار بود ۔۔۔ باز نشس فتنہ را چہ کار بود
عسسِ کوے تا بود بیدار ۔۔۔ کفِ دزداں کجا رسد بحصار
چوں بیازار خواجہ مست افتاد ۔۔۔ زشت باشد ز کیسہ بر فریاد
تو جوانی و طبع پیرت نیست ۔۔۔ از نشاطِ حرم گزیرت نیست

---

[1] نفیر بمعنی متنفر لیکن درین بیت بمعنی فریاد آمدہ ۱۲

marfat.com

شاہ کز نسل بے عطا باشد — ملک بے وارثے خطا باشد

بہ کہ جوئی درآرزو راہے — در شبستان درآوری ماہے

بر یکے نیز بس مکن زنہار — کز یکے کشت سہل خیزد بار

پادشاہی تو کم مشو زخروس — کہ جدا بنو از سہ چار عروس

جفتِ خود کن کسے کہ باید کرد — آزموں کن چنانکہ شاید کرد

آنکہ نیک ست خاص کن بر خویش — دیگراں را بروں کن از درِ خویش

کردشہ آں فسانہ را در دل — شد بدنبالِ لعبتانِ چگل

باز می جست در ولایت و شہر — خبر از مردمانِ دانش بہر

تاکہ دارد ز خسروانِ جہاں — روے پوشی بپردہ ہائے نہاں

چوں نشاں یافت زاں نشانہ کہ خواست — ق — وآگہی راست گشتش از چپ وراست

نامزد کرد کاردانان را — ہوشمندان و مہربانان را

ہر یکے را بسوئے تاجورے — کار داز سلکِ نسبتش گہرے

باز روجامۂ و جواہر و طیب — خدمتے ہا و چیزہائے غریب

وانگہی زاں نمط کہ فرماں بود — ہر یکے جانبے رواں شد زود

می نوشتند روز و شب راہے — سوئے ہر شہریاری و شاہے

---

۱ بار سہل خیزد اسے غلہ اندک پیدا می شود ۱۲

۲ حجب = بادشاہی مباش

۳ شہریست حسن خیز در ترکستان ۱۲

۴ اے دختر صاحب عصمت ۱۲

۵ ج = خردہ کاراں

۶ حجب = ہر کسے

marfat.com

درپسِ پرده رازمی جستند | جستهٔ[1] شاه بازمی جستند

تا رواں شد بکار خانهٔ بخت | چار دختر ز چار صاحب تخت

بازگشتند خوش دل و خنداں | کام حاصل امید صد چنداں

در رسیدند و پیشِ شاه شدند | بزمیں بوسِ بارگاه شدند

تازه کردند شرطِ مسند بوس | پیش بردند مهدِ چار عروس

شاه زاں خدمتِ پسندیده | بارِ منت نهاد بر دیده

هر یکے را به زر توانگر کرد | پایه شاں زآنچه بود - برتر کرد

پس فرستاد با تنعم و ناز | بانواں را درونِ پردهٔ راز

شاه را بود کوشکے چو بهشت | کنگرِ او بر آسماں زده خشت

راست کرده به نسبت و هنجار | چار جانب عمارتے چو نگار

یک طرف باغ - زیرِ سایهٔ شاخ | رودِ آبے رواں بزرگ و فراخ

نزد بانے زکاخ برده فرود | که رود شاد در کرانهٔ رود

کرد از جانبِ دگر گذرے | بازکرده بپاگاه[2] درے

نزد بانے بزیر برده که شاه | سوے آخور[3] شود گهه و بیگاه

سومی زاں علف سراے شتر | اندرون و برون ز بختی پر

---

۱ اے مطلوب ۱۲ ۲ پاے گاه مرکب از پا که معروف ست و گاه بمعنی جگهه - اے جاے پا - چار پایاں و فارسیان طویلهٔ اسپان را پایگاه گویند ۱۲
۳ آخور بمعنی اصطبل ۱۲

marfat.com

نرد بازے دگر کشیدہ بزیر — تا رسد بر شتر نوازش شیر[1]
چار می سوے کار خانۂ مے — ساقیانِ چو مہر و مہ در وے
راست کردند برگِ خانہ تمام — چار بت را درونِ چار مقام
شب چو پیرایۂ عروساں بست — راہِ فریاد بر خروساں بست
خاست از بارگہہ ملک بشتاب — رفت سوے نگار خانۂ خواب
داد فرماں بساط بوساں را — کآوریدند نو عروساں را
آمدند آں شکر لباں دو پوش — گیسوئے عنبریں کشیدہ[2] بدوش
مقنع[3] ناز در کشیدہ بہ فرق — فرق تا پا میانِ گوہر غرق
ہمہ فربہ سریں و موی میاں — از خرامش میان شاں بزیاں
دُر دیاقوتِ شاں بگوش بسے — لیک یاقوتِ شاں نہ سُفتہ کسے
زلفِ شاں مشک بر سمن بیزاں — زیرِ ہر موئے صد دل آویزاں
نرگسِ مستِ شاں بفتنہ و فن — پارسا سوز بلکہ توبہ شکن
ہر یکے شوخے و ستمگارے — خانہ ویراں کنے و خونخوارے
شہ چو دید آں چہار چشمۂ نور — گشت ہوش و صبوری از وی دُور
ہر یکے را بہ لطف بالا خواند — پہلوے خویش بر سریر نشاند
کرد لختے بہ لعبہ و بازی — با فسوں خواندگاں فسوں سازی

---

[1] مراد از بادشاہ ۱۲ — [2] حجب = فگندہ — [3] چادر باریک کہ یک عرض باشد ۱۲

marfat.com

پس یکے زاں چہار لعبتِ چیں ‏ ‏ ‏ از پئے خوابگاہ گرد گزیں

دیگراں خاستند با صد ناز ‏ ‏ ‏ در شبستانِ خود شدند فراز

شہ چو گل راز خار خالی یافت ‏ ‏ ‏ وآنچہ صد سال جست حالی یافت

با شکر خندہ شد بشیرینی ‏ ‏ ‏ در گل افشانی و شکر چینی

گاہ بر سیب سادہ سود انگشت ‏ ‏ ‏ گہ درآورد نار تر در مشت

ناگہاں درمیانِ لابہ و لاغ ‏ ‏ ‏ کہ گل و میوہ می ربود ز باغ

داشت لختے بہ کف گل خوشبوی ‏ ‏ ‏ سر و گل روی را بزد بر روی

نازنیں شد ز نازکی بیہوش ‏ ‏ ‏ شاہ کآں دید بر کشید خروش

زاں عمل کز خرد نبودش نور ‏ ‏ ‏ خندہ زد لعبتِ طلسم از دور

شاہ لختے بخویش باز آمد ‏ ‏ ‏ بارش اندیشہ فراز آمد

چوں از آں بیخودی صنم برخاست ‏ ‏ ‏ نظرے میفگند در چپ و راست

چشم ناگہ فتاد بر زبرش ‏ ‏ ‏ وآمد آں نقشِ فتنہ در نظرش

دید رو ئینہ پیکرے بر سر ‏ ‏ ‏ راست کردہ بکیمیاے ہنر

زیرِ مقنع فرو نہفتہ جمال ‏ ‏ ‏ گفت نامحرم ست ایں تمثال

آں نوآئیں خیالِ قہقہہ زن ‏ ‏ ‏ باز و خندہ باز کرد دہن

بادشاہ از دلِ خیال اندود ‏ ‏ ‏ در عجب ماند کیں چہ خواہد بود

له از صدمهٔ ضرب کمانهٔ زنبور مثل شده (؟) ‏ ‏ ‏ که شعر بر طلسم که بر حالات گل خنده بود دریں وقت هم خنده زده

marfat.com

بود تا روز با صنم بہ نشاط ۔۔۔ رازِ[۵۱] دل را فرو نوشتہ بساط

گشت چوں لعبتِ فلک خنداں ۔۔۔ کرد پنہاں عروسِ شب دنداں

آفتابِ شبانہ را فرمود ۔۔۔ جا بہ برجے کہ سوئے آخر بود

وآنچہ نزلے عروس را شاید ۔۔۔ شد مہیا چنانکہ می باید

پس بہ فرمود با وکیلِ سرائے ۔۔۔ شد بسروِ دگر بہریہ آرائے

خود چو شاہاں برہنمونیِ بخت ق ۔۔۔ با عروسِ دگر نشست بتخت

دید مردم کشئے بناز و خوشی ۔۔۔ بوسہ بازی نمود و زلف کشی

ناگہانش کشید در آغوشش ۔۔۔ پشتش از شقہ[۵۲] کرد قاقم[۵۳] پوشش

باز قاقم چو پشتہ بنہاد برو ۔۔۔ خار خارے در اوفتاد برو

تہِ دامانِ شقۂ بے صبر ۔۔۔ جست زاں تہ چو برقی از تہِ ابر

گفت کافگار گشت پشتِ مرا ۔۔۔ موئے قاقم خلید و کُشت مرا

باز شد پیکرِ ہنر خنداں ۔۔۔ شاہ را شد خیالِ صد چنداں

تازہ کرد از طریقِ دم سازی ۔۔۔ با غلط بازِ خود غلط بازی

گفت کاحسنت شاد باش آں تن ۔۔۔ کہ بود موئے قاقمش سوزن

چوں تنت را لطافت افزون ست ۔۔۔ رو در آئینہ بیں کہ تا چون ست

---

۵۱ اے رازِ دل در دل نہاں داشت ۱۲

۵۲ شقہ بمعنی پارچہ و جامہ و کاغذ وغیرہ و در منتخب بمعنی جامۂ پیش شگافتہ ۱۲

۵۳ قاقم بضم قاف دوم جانوریست کہ پوستش بغایت سفید و ملایم باشد و ازاں پوستینہا سازند ۱۲

marfat.com

در صنم در گرفت شیوهٔ شاه — آینه برگرفت و کرد نگاه

شاه رو برد سوی پهلویش — تا در آئینه بنگرد رویش

چون صنم عکس شه در آئینه دید — باد شاه دگر معاینه دید

روی بنهفت کین کدام کس ست — کش بدیدار چون منی هوس ست

در چنین روی کز مهی کم نیست — جز تو عکس تو نیز محرم نیست

باز در خنده شد خیال حکیم — دل شه گشت زان خیال دو نیم

با صنم هیچ زان خیال نگفت — کام دل راند تا به روز نهفت

قندز[1] شب چو مه فگند ز دوش — گشت سلطان[2] صبح قاقم پوش

قاقم اندام را اشارت کرد — تا شود سوی پرده راه نورد

جایگاهش بمنظری فرمود — که رهش سوی ساربانان بود

اتفاقش چنان فتاد آن روز — که بود هم بروز بزم افروز

سوی ماه را بحضرت خواند — پیش خود با هزار ناز نشاند

گلشنی بود پیش منظر خاص — بلبلی گرد هر گلی رقاص

حوضه در میانش بسته زخشت — هشت در هشت همچو جوی بهشت

---

[1] بضم قاف و سکون نون و ضمه دال مهمله و زاء معجمه نام ولایتی قریب ظلمات و نام جانوری سیاه رنگ مشابه سگ و مجازاً پوست آن را نیز گویند از برهان و سراج و کشف و در لغات ترکی نوشته که قندز نام ولایتیست یا شاخ و به ختن و جانور آبی که پوست او بغایت گرم بود ۱۲ جب مسم

[2] معنی مصرع اینکه آفتاب گرم شده ۱۲ جب محمد

marfat.com

ماہیاں درمیانش بازیگر — ہر یکے را بگوش حلقۂ زر
کشتیِ ساختہ زپارۂ عود — چوں مہِ نو در آسمانِ کبود
لعبتے چند کردہ در وے ساز — چوں بدریا مسافرانِ جہاز
گشت لختے بہارِ سوسن بوے[1] — در تماشائے باغ و سبزہ و جوے
چوں زگلشن بحوضِ گلشن دید — چشمِ ماہی فراخ و روشن دید
در زماں روے زآستیں بنہفت — ق — پس بناز و کرشمہ باشہ گفت
کیں ہمہ ماہیاں درآتش ریز — کہ نگہ می کنند بر من تیز
من کہ از چشمِ مادہ پرحذرم — آنکہ نرشد چرا کند نظرم
ایں سخن بازکاں خیال[2] شنید — خندہ برداشت کاں محال شنید
ملک آں خندہ را غلط نشمرد — لیکنش ہم بخندہ بیروں برد
گشت بازار زہ فسوں خوانی — با پری چہرہ در سلیمانی
چوں نمود از طریقِ عیش دمے — خندہ و لاغ باچنیں صنمے
صنمِ لالہ رخ دگر بارہ — بر سرِ حوض شد بنظارہ
بادناگہ بسوئے کشتی تاخت — واں ہمہ لعبتاں درآب انداخت
چوں نگہ کرد غرق گشتنِ شاں — ق — واں زسرآب برگذشتنِ شاں
لرزہ درشخصِ نازنیں اُفتاد — کزچناں لرزہ برزمیں اُفتاد

[1] مراد از معشوقہ سوسن ۱۲
[2] مراد از ہماں پیکر طلسمی ۱۲

marfat.com

باز در خندہ شد طلسمِ جناں | کہ ملک از دست رفت عناں
لیک چوں روئے دل بکارے داشت | وانگفت ار بدل غبارے داشت
زد بروے بتِ رمیدہ[۱] گلاب | تا دو چشمش کشادہ گشت ز خواب
پس بنقل و شرابِ جاں افروز | بود با او بخوشدلی ہمہ روز
آخر آں ماہ روئے روز نشیں | خواست کش منزلے شود تعیین
گشت فرماں کش آورند فرود | در رواقے کہ بود بر سرِ رود
ماہ چوں زد بر آسماں خرگاہ | گشت شب پردہ دارِ خرگہِ ماہ
شاہ در خرگہِ نشاط نشست | ماہ چارم میاں بخدمت بست
با ہزاراں ہزار زیور و زیب | شد رواں تا بروز شاہِ شکیب
دید چوں مسندِ جہانداراں | خاک بوسید چوں پرستاراں
بر زمیں کرد پائے خدمت سخت | تا نخواندش نرفت بر سرِ تخت
سر براہِ فگندگی میداشت | جاں بہ تسلیمِ بندگی میداشت
بود در پایۂ رضا طلبی | نہ چو دیگر بتاں بہ بوالعجبی
تا فروزندہ شد جہاں را ماہ | بود پائیں پرستِ خدمتِ شاہ
صبح چوں برگرفت جامِ شراب | زنگیِ شب ز جرعہ گشت خراب
شد بفرمانِ شاہِ سرو جواں | سوئے برجِ شرابخانہ رواں

---

[۱] مراد از معشوقۂ بیہوش اوفتادہ ۱۲

marfat.com

گشت زاں چار ماہِ حور سرشت | کوشکِ چار سو چو ہشت بہشت
پس برافروخت شہ زشادیِ مغز | داد باخویشتن قراریِ لغز
کہ بود بعد ازاں بہر ماہے | ہفتہ مہمانِ ھــرماہے
باسہ ہمخوا بہ زعیش خوش بود | دلش ازچارمیں مشوش بود
گفت ہست آں سہ دُرزدرجِ گراں | نازپروردِ تختِ تاجوراں
چارمیں تخت را نہ درخوردست | چوگدایانِ رنج پرورد ست
ہرکرا پرورشش بناز بود | نازنین وکرشمہ ساز بود
وانکہ خودرا کسے نداشت عزیز | چاپلوسی کند بسانِ کنیز
دلشس آسود برچنیں غلطے | برخطِ راست برکشید خطے
باسہ بانوسہ ہفتہ بودے شاد | ازچہارم گہے نکردے یاد
یکشب ازجامِ بادہ مست وخراب | خفتہ بو داندرونِ خانہ خواب
درکنارآں بہارِ دیدہ فرز | کزگل آزردہ شدنختیں روز
چوں درآمد زخواب یافت تہی | بسترِ خواب راز سروِ سہی
سربرآورد ودید درچپ وراست | چوں ندیدش زخوابگہ برخاست
سوئے ہرمنظرو رواق دوید | رفت وآنزاکہ دیدنیست ندید
ہرعمارت کہ گفت برسراو | دید قفلے نہادہ بردرِ او

لہ حجب = کز لہ جب = دے

marfat.com

بر درِ نزد باں چو رفتہ فراز | دید قفلش فتادہ و در باز
برگرفت از سرانِ خود شمشیر | وز سرِ نزد باں دوید بزیر
خویشتن را نہفتہ داشت دروں | وز پسِ در نظر فگند بروں
دید خر بندہ زنگیِ سرمست | از سرِ خشم تازیانہ بدست
بر تنے کز گلش رسید آزار | میزد آں تازیانہ را ہر بار
بانگ میزد بر آمواز شیرے | کہ چرا ماندہ بدیں دیرے
او ہمی گفت نرم نرم کہ شاہ | تا نخسپد چگونہ گیرم راہ
شہ چو بشنید ماجرائے عروس | سرخ گشت از غضب چو خونِ خروس
آمد اندر دلِ خرد بنیاد | خندۂ لعبتِ طلسمش یاد
خواست کز کنج در بروں تازد | ہر دو را سر بدامن اندازد
لیکن اندیشہ کرد در دلِ خویش | کیں دو را گر سر افگنم در پیش
لعبتانِ دگر شوند آگاہ | من بر اسرارِ شاں نیابم راہ
باز پس گشت ہم بداں تدبیر | رفت و در خواب شد بروئے سریر
یافت چوں بانواز حریف خلاص | آمد او ہم دروں بہ بسترِ خاص
چوں رہا شد ز دیوِ ظلمت حور | گشت زاں حور عالمے پرنور

لہ سران اے بالیں ۱۲ — سہ خربندہ اے خادم و سائیس خر ۱۲ — سہ جب = صورت

سہ عبارت از طلوع سحر ۱۲

marfat.com

شاہ منزل بہ برجِ دیگر کرد — ماہِ آں برج را منور کرد
بادہ میخورد با شکر لبِ خویش — راز را مہر بست بر لبِ خویش
منتظر تا بشب کے [1] آید روز — کو شود برمرادِ خود فیروز
رفت خورشید چوں بہ برجِ خاک — مہ برآمد بہ تختۂ افلاک
شاہ پیشِ عروس شاہ پرست — بہ تکلف نمود خود را مست
بے خبر وار سر بہ بالش برد — در دیدہ بقفلِ خواب سپرد
چوں گذشت از شبِ سیاہ دو پاس — نازنیں را بدل نماند ہراس
خاست از پہلوئے ملک بشتاب — سوئے منظر دوید چوں مہتاب
گشت در دستِ نفسِ فتنہ زبوں — درِ بیروں کشاد و رفت بروں
ساربانے درآں سرائے شتر — بود رہ جوئے آں طویلہ [2] در
آنچناں صیدے [3] آمدہ بنشاط — وز پلاسِ شتر فگندہ بساط
چوں صنم در رسید جست زجائے — زلف بگرفت و او فگند زپائے
پس بزورش در آورید بزیر — بر سرِ خارہائے چوں شمشیر
پشت کز قاقمے نگارش بود — تکیہ بر دو رباشِ خارش بود

---

[1] اے روز کے شب شود ۱۲ [2] طویلہ در اصل بیائے معروف ست لیکن فارسیان بیائے مجہول نیز استعمال کنند و آں رسنے دراز باشد کہ بداں پائے چند اسپاں می بندند و مجازاً بمعنی مکان و عمارت کہ در آں اسپاں را نگاہ دارند و طویلہ بمعنی سلک در رشتہ مروارید نیز آید و اینجا مراد از طویلہ دُرّ معشوقہ دو میں ۱۲
[3] سارباں دید کہ آں چناں صید بہ نشاط تمام می آید پس از پلاس شتر کہ سخت و درشت باشد فرش طیار کرد ۱۲

marfat.com

شاہ آں آفتاب را در حال — رفت پویاں چو سایہ در دنبال
چوں تنِ نازکش بدید چناں — گشت مو بر تنش ز غصہ سناں
غیرتش گرچہ بود پردہ شگاف — نیز نشگافت پردہ را بگذاف
سر کشید از وفای ہمسرِ خویش — رفت و در کرد سر بہ بسترِ خویش
ہمسرش کز برش جدائی یافت — آمدہ نیز چوں رہائی یافت
صبحدم کیں عروسِ روشن چہر — آشنا ور شد از محیطِ سپہر
شاہ زاں بت رہِ جدائی جست — با بتِ دیگر آشنائی جست
شد سوئے برجِ آب راہ گرائے — گرد چوں مہ ببرجِ آبی جائے
با نوئے آب دار[۱] روشن روئے — ریخت در ساغر آبِ آتش خوی
شاہِ گیتی بکارِ آب نشست — در دلِ دشمن آبگینہ شکست
خوش کسے کاندریں کہن دولاب — آب خوش[۲] خورد زیں رہِ بے آب
کآب ندہد بجس یکے کوزہ — شیشۂ آب گونِ فیروزہ
بود تا شب بمجلس آرائی — با مہِ تنگ چشمِ یغمائی[۳]
آرزو در کنار و مے در جام — بہ ازیں دولتے کجا و کدام
ریخت چوں ایں سفالِ ریحاں روئے ق چشمۂ آفتاب را لب جوئے

---

[۱] حجب :: آتش   [۲] آب خوش خوردن اے مراد خوبش حاصل کردن ۱۲

[۳] منسوب بہ یغما کہ شہریست حسن خیز در ترکستان ۱۲

marfat.com

بازشہ پیشِ ماہِ زرق فروش | خویش را ساخت چوں شبِ دوش
سر بہ بالش نہاد بیخود وار | چشم پوشیدہ و دلش بیدار
چوں ز شب نیمۂ تمام گذشت | مردماں را تگِ خرام گذشت
صنم از خوابگاہ رفت فرود | جامہ بیروں کشید برلبِ رود
پیش ازاں رفتہ بود گاہِ فراغ | کردہ پنہاں سبوئے اندر باغ
بستد و زیر کرد و راند برآب | چوں گلے کو کند مراغہ[۱] درآب
چوں یک آماج[۲] رفت زآنجا دور | ملک از غیرتش نماند صبور
جامہ بیروں کشید و ہم در پے | شد بدنبال در نظارۂ وے
چوں گذارا[۳] رسید لعبتِ سیم | کرد جاں را بکامِ دل تسلیم
ہندوئے چوں سگانِ آہو گیر | در کمیں بود بہرِ آں نخچیر
چوں تمنائے خویش در بر یافت ق | و آنچناں ماہ بے قصب[۴] دریافت
در وے آویخت چوں مگس در قند | داد مہ را باژدہا پیوند
چوں بدید آں نظارہ خسروِ عصر | بادلِ خستہ بازرفت بقصر
واں پری نیز چوں زدیو برست | بسلیمانِ خویشتن پیوست

---

۱ مراغہ کردن بمعنی غلطیدن ۱۲ ۲ مقدار یک پرتاب تیر ۱۲ ۳ گذارا آنرا گویند کہ ازیں کنارۂ دریا عبور کردہ برکنارہ دیگر رسد ۱۲ ۴ در خیابان نوشتہ کہ قصب بمعنی جامہ معرب کسب ست بفتحتین و کاف عربی جامہ ست کہ در ہند مشہور ست نوعے از بافتہائے ابریشمی درینجا از بے قصب مراد عریاں ۱۲

marfat.com

صوفیِ صبح خیزِ چرخ ز دور | چوں پدیدار شد چو پارۂ نور

شہ رواں شد کہ تا شود بقیاس | چارمیں سکہ را عیار شناس

رفت در برجِ چارمیں خورشید | مجلس آرائے گشت چوں جمشید

چوں در آں برج روشنائی یافت | ہمہ سیمائے پارسائی یافت

ہم نشد خوش کہ در دلِ نگراں | تازہ بودش جراحتِ دگراں

نازنیں بر قرارِ خدمتِ خویش | ایستادہ چو بندگاں در پیش

می نمود از طریقِ دلداری | ہم حریفی و ہم پرستاری

بود در رو تازہ چوں گلِ سوری | تا سیہ شد جہانِ کافوری

شب چو خورشید شد بگوشہ نہاں ق | وز شغب ماند گوشہائے[۱] جہاں

شاہ بر نسبتِ دگر شبہا | مہرِ حکمت نہاد بر لبہا

ساخت خود را چنانچہ دانی مست | وز رُخِ دوست دیدہ برہم بست

چوں بدو رغبتے نداشت خیال | طبع را سوے او نداد عناں

تا ز شب رفت نیمۂ کم و بیش | واں صنم دید خوابِ منعمِ خویش

خاست از خواب شد بگوشۂ برج | گشت مستور چوں دُر اندر درج

دور کرد آنچہ زیب و زر پوشید | جامہاے سپید در پوشید

بتضرعِ نہاد رو بخدائے | وز پئے طاعت ایستادہ بپائے

---

۱ اے گوشہائے جہاں از شور و غوغا آسود ۱۲

marfat.com

چوں ذلیلاں بعجز مے نالید — دیدہ بر روے خاک مے مالید
شہ کہ بود از کمیں بد نالش — دید چوں در سلامتی حالش
زاں نهفتہ خداے خوانیِ او — بیشتر گشت بدگمانیِ او
بر ظن کاں نیایش اندر پوست — از براے فریب ناکیِ اوست
آزموں کرد گاہ و بیگاہش — خارِ غیرش ندید در راہش
داشت در سینہ نیک خوئیِ او — دم نزد با وے از نکوئیِ او
زآزمونِ تہاں چو دل پرداخت — ہر یکے را چنانکہ بود شناخت
بست دل تا کند بپردۂ خویش — ہر یکے را سزاے کردۂ خویش
گفت با خادمے کہ زود خرام — آور از در بروں سبوے خام
رفت پنہاں بباغ زود از زود — خام بنہاد و پختہ را بر بود
چوں بہنگامِ خویش سروِ جواں — برلبِ رود شد چو آبِ رواں
از تہ سرو بن سبو برداشت — راست در زیرِ سروِ دیگر داشت
آشنا کرد و راہ پیش گرفت — رہ سوے آشناے خویش گرفت
راست کاندر میانِ رود رسید — از دگر عالمش درود[۱] رسید
در گداز اوفتاد مرکبِ خام — بوکیلِ اجل سپرد لجام
در تہِ آب رفت لعبتِ سیم — چوں بدریاے ژرف دُرِّ یتیم

---

[۱] اے اجل پیش آمدہ سلام گفت ۱۲

marfat.com

اخترش طالعِ سیاہی یافت — ماہ منزل بہ برجِ ماہی یافت
او شد و کیست کو چناں نشود — بر فلک نیک وبد رواں نشود
ہر کہ از پردہ رُخ نمود چو برق — ز آشنائی چنیں سبو شد غرق
شاہ چوں دل ز نیک صنم پرداخت — چارۂ لعبتانِ دیگر ساخت
آنکہ از برگِ گل رسیدش کوب — بس بیازرد چوں نبات از چوب
آنچناں زد بتازیانہ تنش — کہ چو گل پارہ پارہ شد سمنش
ہم بجنسِ بندۂ کہ یارش بود — ساخت جنبش کہ سازوارش بود
تا در آخور کہ خوردہ پاک کند — یادِ آں دولتش ہلاک کند
خوردنش چوں بخانہ جو باشد — ہر زمانیش مرگِ نو باشد
وانکہ بہ تیش خراشِ قاقم داشت — ق دل بہ دنبالِ سارباں گم داشت
کوفت از خار پائے تا بسرش — تا بہر مو شکست نیشترش
نیل کز نوکِ خار بر تن بود — راست چوں نقش ہائے سوزن بود
پس بخواری ز خود کرانش داد — ہم در آغوشِ ساربانش داد
تا چو برگیرد اشتراں را پشک — یادش آید ز بوئے عنبر و مشک
واں صنم کز دلِ بساں مانش — لوثِ شہوت نداشت دامانش

لہ یعنی در اصطبل خوردہ خراں واسپاں برو بد از یادِ آں تنعم شاہانہ ہلاک شود ۱۲

لہ بمعنی سرگین کہ بہندی مینگنی گویند ۱۲

marfat.com

برکشیدش باحترامِ تمام — بانوِ بانوان نهادش نام
کرد عهدے کہ تا بود عہدش — ماہِ دیگر نتابد از مہدش
بسکہ آں پاک دامنِ پر نور — داشت جامہ سفید چوں کافور
شہ موافق شد اندراں کارش — گشت کافور گوں شبِ تارش
پس ازاں چوں بلیض نامۂ شاں — بود کافور فام جامۂ شاں ق
جامہ کافور گوں بہ است بساز — کہ بخیر الثیاب[۵۲] یافت طراز
پاک رنگ ست رنگِ کافوری — نامہارا بیاضِ مغفوری
چوں شود موئے آدمی کافور — موئے اورا خدائے خواند نور
روزِ روشن کہ سر بسر نورست — ہمہ نورش برنگِ کافورست
شہ کز افسانہ ماہِ منظورش — داد کافور چوں سقنقورش[۵۳]
ہمچو کافور ماہِ زہرہ تاب — گشت با او یکے و رفت بخواب
بعد ازاں زندہ بود تا بہرام — ہمبریں گونہ داشت عشرت و کام
ہر شب از گنبدے گذر می کرد — عیش در گنبدِ دگر می کرد
چند گہ زیرِ ہفت گنبدِ نور — نشد از عیشِ ہفت گنبد دور
عاقبت ہفت گنبدِ گردوں — کرد از ہفت گنبدش بیروں

---

[۵۲] لا۔ حجب = زخیر الثیاب سفید (کافوری) ست ۱۲ — ۵۲ در حدیث آمدہ است خیر الثیاب ثوب ابیض یعنی بہترین لباس ہا لباس

[۵۳] جانوریست از حشرات الارض مثل سوسمار یعنی گوہ نزد اطبا گوشت آں بغایت مقوی باہ است ۱۲

marfat.com

نامِ او چوں زگور نسبت یافت | هم بگنبد سرائے گور شتافت

داستانِ وفاتِ بهرامِ و آهنگ او سوی گور و در پئے گور در چاه فرو رفتن و در بوستانِ بهشت رسیدن

قصه پردازِ شاهِ گنبد ساز | داد در هفت گنبد ایں آواز
که چو بهرام چندے از دلِ شاد | راند گنبد بگنبد اسپ مراد
عاقبت گنبدِ سپهر بزور | شد کشانش بسوئے گنبدِ گور
داد گنبد کناں دگور زناں | گور پا را بگورِ دشت عناں
جست چنداں بگور و صحرا راه | که در افگند گور رش اندر چاه
روزی از بس که دل بگور رش بود | سوے پهلوے گور شور رش بود
بامداداں پگاه گشت سوار | راند بیروں بجست و جوئے شکار
بادپا را بهر طرف در گشت | میدوانید همچو باد بدشت
کرد آں سو که کرّه راندی تند | پائے آهو زره بریدن کند
تیرِ آهو کُشش زدی بصریر | نغمهٔ هندوانِ آهو گیر
زاں سنانِ تیر میزد از هر سو | گلّهٔ گور و جستهٔ آهو
اندراں جستهٔ دگله پیوست | اشقرش پائے کوفت دست ببست

لہ گنبد کردن نوعے از جستن آهو داسپاں ۱۲   لہ بضمه اوّل بچه اسپ ۱۲

marfat.com

از خدنگِ وے ارچہ درہر جائے — آہواں می شدند کوتہ پائے
لیک او میل جز بگور نداشت — گور پیشش بہ پویہ زور نداشت
تا دریں جنبش از سرِ زورے — خاست از پیشِ آہویش گورے
طرفہ گورے دو دیدہ چوں پرِ زاغ — راست چوں در سرانِ گور چراغ
سخت پے چوں کمانِ محکم ساز — خانہ کوتاہ دگو شہائے دراز
یال آزادہ از عناں تازی — گردنش فارغ از سناں بازی
پہلوش زیرِ چرم گلناری — چوں کماں زیر توزِ بلغاری
از خرامش خراش در سینہ — زدہ با کوہ و دشت سر سینہ
شکم از خطِ سبزہ بردہ برات — از بروں سبزہ در دروں چہ نبات
خطِ پشتش درست و نسخۂ باد — راست با باد باز خواندہ سواد
در کفلگاہ گرد درِ روشنِ او — گرد گشتہ لطافتِ تنِ او
بستہ از خیزراں و صندل طاق — صندلی راں و خیزرانی ساق
جانِ شیراں بہ پنجہائے دمش — کحلِ گوراں بجھہائے سُمش
کلکِ پایش چو جامۂ چالاک — نصف صفرش رقم بتختۂ خاک
تیز گامے چو آسمانِ کہن — تیز پائے زبا دکردہ سخن

لہ جب = آہو   ۲ہ بضم دا و مجہول نام پوست درختیست کہ مثل پے بر کمان دزیں بکار برند و بلغار بضم اوّل نام شہریست نزدیک ظلمات آباد کردہ اسکندر ۱۲

۳ہ ل = بے زبانے

marfat.com

بسکه همچون خیال بود بچشم | می نمود و نمی نمود بچشم

دیو نقشی که دل کند شیدا | گاه پیدا و گاه ناپیدا

نه بُد او جانور بسبزه و برگ | دیو جاں بود بل فرشتهٔ مرگ

گور در پیش می شتافت دلیر | شه بدنبال میدوید چو شیر

زاتش رخش خوی دراں شتاب چکاں | آتشی میدوید آب چکاں

شه عناں را بدو رها کرده | باد را زود وال پا کرده

هر خدنگی که سوی گور گشاد | گور گنبد[۵۱] زد و خدنگ اُفتاد

تیر کز مو درست جستی صاف | مو نجستی از و بگاهِ شگاف

شه براں گور میزدش بشکوه | در نمی شد درو چو مو در کوه

زاں خطاها سوارِ قادر دست | جست میزد چو تیر شست بشست

ناگه از پیش چاهی آمد تنگ | در فتادن نداشت گور درنگ

توسنِ شاه نیز در پیِ گور | رفت[۵۲] در چاهِ گور گور اکور

آنکه ده میل زاں دو بینش نور ق | سرمه[۵۳] کردی زمیں تقلب ز دور

از قضا کور شد که پیش ندید | چاه را زیر پای خویش ندید

هست در چرخ کحلِ این همه کار | بهرِ بینائیِ اولی الابصار

---

۵۱ گنبد زد ای جست کرد ۱۲ — ۵۲ ج = رفت در چاه و شاه شد در گور

۵۳ ای تحقیق کردی ۱۲

marfat.com

گورپویاں کہ سوئے چاہ آمد　　گور[1] بود آں کہ سوئے شاہ آمد
آنکش از چاہِ کور شور افتاد　　عاقبت ہم بچاہِ گور افتاد
ارچہ در گور کس بزور نرفت　　کیست آں کو بچاہِ گور نرفت
انجمن شد چو گرد رخنہ سپاہ　　مہ فرو رفتہ بود در بُنِ چاہ
دلوہا بستہ شد بحبلِ امید　　بر نیامد فرو شدہ خورشید
آفتابے کہ گشت خاک نشیں　　آدمی کے برآردش ز زمیں
آنکہ از چہ خیالِ[2] ماہ کشید　　ماہِ سیماب را ز چاہ کشید
آں نہ چہ بود بلکہ غارے بود　　تا بُنِ چاہ میل وارے بود
چوں تنورِ نو از سیہ تابی　　چوں کہن دوزخے ز بے آبی
درچپ و راست غارہائے کہن　　قعر ہر غار ناپدید از بن
اسپ دیدند پر زکوب و شکن　　کوفتہ باد چرخ در ہاون
برگرفتند از زمینش چناں　　استخواں آرد بود در انباں
باز جستند سو بسوئے قبے　　از سوارش نشاں نداد کسے
از شگافندگاں بگردِ مغاک　　کاو کاوے درا وفتاد بخاک
ہر یکے آہنے گرفتہ بدست　　جگرِ گل درون درون می خست

---

[1] گور در مصرعۂ ثانیہ بمعنی قبر ۱۲ [2] دریں شعر اشارہ بسوئے حکمت حکیم مقنع ست کہ ماہے از سیماب ساختہ از چاہ آوردہ بود لیکن بہرام در چاہے کہ افتادہ بود او پایاں نداشت پس چگونہ برآید ۱۲

marfat.com

پاره کردند در یکے فرسنگ — رخنهائے فراخ و فرجۀ تنگ

سر میتین[1] بقعر آب رسید — چشمۀ آرزو نگشت پدید

ز آتش سینها در آں زاری — چشم سیماب[2] گشت پنداری

ارچه سیماب[3] ریخت دیدۀ تر — کیمیا را کسے نداشت خبر

ایں چنیں گنجها نشست[4] بخاک — که تواند کشیدنش ز مغاک

وانکه ایں اژدها کشد بدمش — کے تواں برکشیدن از شکمش

آید آں کاندیش هست براز — رفتنی را کسے نیارد باز

خورد خونهاے خلق خاک بسے — که یکے خوں ازو نخواست کسے

ساقی آں مے که در زمیں ریخت — چوں کشد چوں بخاک بازآمیخت

گر بغربال کس ببیزد خاک — بر نیابد نشانِ مردمِ پاک

خاک بهرام جسته‌اند تمام — بهره زاں خاک بود نے بهرام

بازگشتند مردماں زاں غار — دیده پرآب سینه پر ز غبار

رفت گوهر ز دشت و خاک بدشت — زاں عجب ماند در دهاں انگشت

چند روزے بغم خروشیدند — جامهاے کبود پوشیدند

---

[1] میتین بکسر میم و یاے مجهول و کسر فوقانی میخ ست آهنی که بداں در سنگ شگاف اندازند ۱۲

[2] اے از کثرت گریه چشم مردماں سیماب گشت اے سفید شد یعنی کور گشت ۱۲

[3] سیماب ریخت اے اشک ریخت و در مصرعه ثانیه از کیمیا مراد بهرام ۱۲ — [4] ج = بسے ست

[5] مراد از زمین ۱۲

marfat.com

آخر الامر دل ز گمرہوشی — داد شاں دارو ے فراموشی

نیں دریں چہ کہ بہر ماکنند — زیں فراموش گشتگاں چندند

چرخ گورست نیلگوں سلبی[1] — دانی آخر کہ نیست بے سببی

کس ز گیتی کجا خبر یابد — مشتِ قلّاب راکہ دریابد

عمر آبست شخصِ[2] مردم دام — کش چو دامست رخنہاے مسام

زو چو رفت آب ہر کجا خواہی — دیر نبود ز مردنِ ماہی[3]

کہنہ گورےست گوربانان[4] را — گورخاں‌ست گورخانان[5] را

ایں مقرنس[6] رواقِ بے ستون — بر سرِ گور گنبدست کہن

اندریں گنبد آنکہ محرم گشت — غلغلے کرد چند روز و گذشت

آنکہ او خود گلےست مقدارے — خانۂ سنگیں چرا کند بارے

زندگاں را بود درو دیوار — مردنی را چہ کار باایں کار

قلعۂ طینت ار چہ چُست افتاد — زود ویراں شود چو سُست افتاد

چوں رسد سیلش از محیطِ کبود — مرد بالاش زیرِ خاک چہ سود

---

[1] پوست و لباس ۱۲ [2] اے ذات و وجود انساں ۱۲ [3] دریں‌جا مراد از ماہے روح انسان است ۱۲

[4] گور دوم بواو مجہول بمعنی عیش و عشرت و شراب و بان بمعنی نگاہ دارندہ الف و نون جمع پس معنی گوربانان ارباب عشرت و شاہان جلیل القدر ۱۲

[5] گورخاں لقب بادشاہ خطا و ختن و خان اوّل بمعنی خانہ ۱۲

[6] مقرنس بضم میم و فتح قاف و فتح نون عمارتیکہ آنرا بصورت قرناس ساختہ باشند و قرناس بالضم بمعنی کوہ و مراد از مقرنس عمارت بلند و بناے عالی و رواق بمعنی سقف ۱۲

marfat.com

روزگارا ندرونِ ایں چہ پست — جاں طلب میکند چراغ بدست

چہ برد دزد تا کہ شمع نمرد — طرفہ دزدی کہ شمعِ روشن برد

گرچہ مرگ از جفا ستیزہ گرست — بیوفائیِ عمر ازاں بترست

گل مبیں خشک بر سراچۂ گور — آں گلِ خشک را نگر تہِ گور

ورقِ گل بگور خاناں را — پند نامہ است کار داناں را

لالہ ترکہ رنگِ خوں دارد — خوں ز روہاے لالہ گوں دارد

یا رخ از خونِ آدمی شستست — یا خود از خونِ آدمی رستست

تن کہ خواہد گذاشت ہرچہ گذاشت — نیکبخت آنکہ نامِ نیک گذاشت

آن بنا کن دریں کہن بنیاد — کز تو خلقے کنند بہ نیکی یاد

از پسِ مرگ یادِ نیک برند — وز پئے مرگِ مرد غم بخورند

آنکہ نامردہست و بے تمیز — مردہ باشد بزندگانی نیز

بانگِ شورے کہ میزنند برو — لعنت ست آنکہ می کنند برو

پس چناں باش کز تنِ پاکت — آفریں ہا کنند بر خاکت

دوستاں کز پئے تو در شورند — با تو ہمراہ تا لبِ گورند

ہست تا خاک ہمرہِ تو بسے — نیست در خاک ہمرہِ تو کسے

پس ورا یاد کن کہ جاں بخشد — مردئست[1] عمرِ جاوداں بخشد

---

[1] حجب = ہردمت

marfat.com

دانکہ زینگو نہ شد مسیح نفس — در صفِ اہل درد یابی وبس

خسروا پائے نیک مرداں گیر — با مسیحا نفس ز پیش بمیر

بایدت خانۂ حیات درست — از خضر باید آبِ حیواں جُست

خواہی از خاک بر سپہر خرام — خاک شو زیرِ پائے شیخِ نظام

در تمام شدنِ عمارتِ ہشت بہشت و سیراب گشتنِ مناہلِ لطائف و برآمدنِ نہالہای نامی و در رسیدنِ میوہای جانی و مُرغانِ بی نوا را آواز دادن و بیارِ عام صلا گفتن و از شاخ امرودِ خام بر شکستن و دوستانِ جانی را بفاکہۂ کثیرۂ لا مقطوعہ ولا ممنوعہ سراپا برخوردارِی کام ارزانی داشتن و صادر و وارد را بدین خلدِ نعیم دعوت کردن

چوں شد آراستہ بنقش و نگار — روے ایں کارگاہ جادوکار

کرد در دیدہ مشتری جایم — وآسماں بوسہ داد بر پایم

دید رضواں ز ہشت خلدِ بریں — ہشت خلدِ بریں بروئے زمیں

marfat.com

از نسیمش کہ عنبر پرور گشت — مغزِ روحانیاں معطر گشت

شربتش ذوقِ سلسبیلی داد — خامہ را پرِ جبرئیلی داد

زیں مروق[4] رحیقِ نوشں گوار — عقل ہم مست گشت و ہم ہشیار

ایں مصفا ز جا جۂ مے ناب — کہ رود جاں ز بوئے او در خواب

از ارم ساغرے ست پر ز نسیم — بل ارم خانہ ایست پر ز نعیم

از مۓ نو بہ نزہت در و نق — مثلہا فی البلاد لم یخلق

خانۂ خاکِ او عبیر سرشت — خانہاے دگر درو چو بہشت

ہمہ بیتش بگاہِ عرض شمار — سہ صد و پنجہ و دو دو سہ ہزار ۳۳۵۲

سال ہجرش یکے و ہفصد بود — کیں بنا بر دسر بچرخِ کبود

گر بقا را بنائے محکم نیست — چوں من ایں خانہ ساختم غم نیست

زیں ہنر نامۂ ہمایوں ساز — ہر خطے زندگانی ست دراز

ایں نمونہ کہ نقشِ پرکاریست — از طرازِ کہن[1] نمودارے ست

ہر چہ در گنج پیش پنہاں ست — ہم عیارش درونِ ایں کان ست

آں زر ار چہ سرہ[2] است عیارش — نیست جز دہ دہیِ[3] من یارش

پوست گر چہ چو مغز شیریں نیست — بہتر آں مغز۔ پوست بہ زیں نیست

لہ مراد از مثنوی ہفت پیکر مولنا نظامی ۱۲ ٢ہ سَرَہ بفتحتین تخفیف در فارسی بمعنی خالص و پاکیزہ و بے عیب ۱۲ ٣ہ بفتح ہردو دال و یاے معروف بمعنی خالص و کامل عیار و زر کہ در آتش نہند مطلقاً ازاں سوختہ نشود و کم نگردد ۱۲ ٤ہ مروق صاف کردہ شدہ کہ اصلاً غش درد نبود و رحیق شراب خالص ۱۲

marfat.com

گرچہ ایں دارد انگبیں کارے — سرکہ را ہم بود خریدارے

گرچہ گوہر بقیمت ست عزیز — قیمتی ہست کہربا را نیز

دُر بتاجِ ملک بود شایاں — گوشِ ماہی بزعفراں سایاں

ایں رقم کاندرو صفائی ہست — گرچہ زر نیست زر نمائی ہست

نکند گر نشاطِ زیرک تیز — ابلہاں را بود فریب انگیز

گر ہمہ کس گزیدہ باشد و اہل — کس چو من نیز باشد آخر سہل

آنکہ باشد چو من تہی مایہ — بوکہ ریزد بدیں رقم سایہ

خوش بود گل فروش زابتاں — خارکش را ہوائے خارستاں

مرغِ صحرا کہ سنگ خور باشد — سنگش از دُر عزیز تر باشد

نوبتی کز دہل نیاید تنگ — دردِ سر خیزدش ز نغمۂ چنگ

چوں شتابندہ راگہ و بیگاہ — رفتنی شد ازیں تماشاگاہ

ہست در زیرِ کاخِ فیروزہ — آدمی میہمانِ دہ روزہ

نیکبخت آں کسے کہ در انجام — زندۂ جاوداں نہ گشت بنام

آنچہ مقصودِ آدمی زادست — نامِ نیک ست و آں دگر بادست

وانچہ زاں نامِ مرد ماند دیر — سخن ست و نہ خامہ نے شمشیر

گر کسے را بود جواہر و گنج — ق — بیش ز اندیشۂ جواہر سنج

یا زند بر بساطِ سلطانی — ملک را سکۂ سلیمانی

marfat.com

یا برآرد بگاہِ سر فگنی — سر بر دئیں تنی و تہمتنی
چوں فرو رفت قالبش در خاک — نامِ او گردد از ورقہا پاک
چند گاہے چو در میاں اُفتاد — ہیچکس را ازو نیاید یاد
مگر از نامۂ سخن سازے — کہ بماند بعالم آوازے
ایں ورق گز نشاط دارد دہر — یادگارے ست از من اندر دہر
چند بایست سینہ سوزی کرد — کہ شد ایں در بآبِ حیواں خورد
پختگاں را اگر نماید خام — ہست پختہ بکامِ من ناکام
ہر کسے را بکارِ خویش ہش ست — کس نگوید کہ نارِ[۵۲] من ترش ست
زنگی ار چہ سیام فام بود — نزدِ مادر مہِ تمام بود
گر قبولی ز غیب یارش گشت — سکہ تا محشر استوارش گشت
چوں شد ایں نامہ در زمانہ عزیز — نامِ من زو عزیز گردد نیز
وگر افتد ز میلِ دلہا دور — خود بماند ز چشمہا مستور
پیشِ بدگوے کو بچشم[۵۳] باشد — عیب[۵۴] پوشی ہماں بسم باشد
زیورے را کہ گم شد اندر خاک — کس چہ داند زرست یا خاشاک
گوہرے کاں بدرج روے نہفت — جوہری قیمتش چہ داند گفت
کاش کیں بکر روے پوشیدہ — ماند از چار سوے پوشیدہ

---

۵۱ جب = دوغ ۵۲ انار ۱۲ ۵۳ اے ببیں من ۱۲ ۵۴ عجب = پردہ پوشی

marfat.com

تا بماند بروزگارِ دراز ‏ ناقصاں را بخندہ دنداں باز

شورِ ایشاں زمن رباید خواب ‏ شاں بغیبت گری ومن بعذاب

گفتہ اند آنچنانکہ باید گفت ‏ کز پسِ مردہ بد نشاید گفت

آنکہ در ما کند بید نگہے ‏ آخر او نیز مردہ خواست گہے

ہر کہ گفت از جفا چو بے ہنراں ‏ بشنود بعدِ مردن از دگراں

گنبدِ پر صدائے خالی ساز ‏ ہر چہ گوئی ہمانت گوید باز

چوں بد و نیک را جزائے ہست ‏ گفتہ ناگفتہ را سزائے ہست

گرچہ ایں گلشنِ مدوّر کار ‏ ہست در بوستانِ عقبیٰ حنا[1]

لیک گر عفوِ کردگار بود ‏ خارِ من جملہ لالہ زار بود

دارم امیدِ رحمتِ حبا وید ‏ چوں تواں گشتن از درش نومید

چوں کند رحمتش مدارائے ‏ چیست حرفِ سیہ بدریائے[2]

مایہ گر عودی ست وگر بیدی ‏ کفر باشد رضا بنومیدی

چوں امیدم بکف سپردہ عناں ‏ رستم از حربۂ دَرَک[3] فگناں

ہر چہ کردارِ من ز پیش و پس ست ‏ عذر خواہم ہماں امید بس ست

یارب ایں نوعروسِ زیبا را ‏ ق ‏ کہ بر آب نقشِ دیبا را

۱؎ حب = عون ‏ ۲؎ یاتے عظمت اسے مقابل دریائے عظیم ۱۲

۳؎ دَرَک بفتحتین طبقہ دوزخ ۱۲

marfat.com

جلوهٔ ده بچشمِ دانایاں — که دل و دیده را بود شایاں
خاص گردانش در دلِ همه کس — هم بریں نکته ختم کردم و بس

در شکرگزاری حق تعالیٰ

شکر حق را که از خزانهٔ غیب — ریخت چنداں جواهرم در جیب
که ازاں نقدِ قیمتی بسه سال — کردم ایں پنج گنج مالامال
در هر گنج کش فرو بستم — کیمیاے دگر درو بستم
داند آنکس که سنجد ایں گفتار — کیمیاے مرا بوزن و عیار
نیست اندیشه گر بد اندیشے — رگِ بے رنج را زند نیشے
کز علل هرچه دیدم از تمیز — چیده ام معنوی و لفظی نیز
راست کردم هر آنچه روشن گشت — راست و[1] روشن دل از خطا نگذشت
و آں خطا کاندرو گماں نرسد — دل ز پوشیدگی بداں نرسد
یک یک ایں پنج نامه تا پایاں — عرض کردم بچشمِ دانایاں
هر کسے را چنانکه روئے نمود — در بد و نیک گفتگوے نمود
هرچه بیننده راست را هم دید — بجوابِ سخن فرا هم دید
و آنکه در گفتن از دلم کژ خاست — راست گو چوں نمود کردم راست

---

[1] دل موصوف و راست و روشن صفت ۱۲

marfat.com

زیں ہمہ ناقدانِ نکتہ شناس ہر کسے زد دمے بوہم وقیاس
لیکن آں کاندریں خزائنِ پُر مہرۂ قلب دور کرد ز دُر
نیست الا کہ آں جہانِ علوم کہ شدش ہرچہ در جہاں معلوم
آسماں عالمِ نہ مانندش خواند دہر علّامۂ جہانش خواند
چوں فرو شد درو کمال اندیش از کمالش فرو شد اندر خویش
بوحنیفہ سراجِ امّت بود نور افزائے دین و ملّت بود
مجتہد در خلافِ نکتہ کشی مالکِ فقہِ کوفی و قرشی[1]
بس کہ در علم راست تدبیرست راستی ہم شہاب و ہم تیرست
راستی ساکن اندرو بصواب راست ہمچوں الف میانِ شہاب
چوں ازو موج زد کلامِ احد نَفِدَ الْبَحْرُ[2] قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ
روشن اندر دلِ چو مصباحش کشفِ کشّاف و فتحِ مفتاحش
رقمِ عنبرینش بر کافور از بروں سو دخاں[3] دروں سو نور
او شہاب و دل و تنش زاخبار نیّرینِ مشارق الانوار
از تمامِ فنون و فضلِ تمام غیرتِ[4] بحتری و بوتمام
گاہِ تحریر گر بہ بیتِ عتیق ق یافت اشعار تا زبانِ تعلیق

---

[1] مراد از امام ابوحنیفہ و امام شافعی رحمہما ۱۲
[2] تمام و خرچ شود دریا قبل ازاں کہ کلامِ احد تمام شود ۱۲
[3] دخان و نور نام سورہائے قرآن نیز ہست از کافور مراد صفحاتِ کتاب کہ سفید اند و از رقمِ عنبریں مراد سوادِ تحریر ۱۲
[4] غیرت بحر و بر چو ختم جام ۱۲

marfat.com

شعر او را کہ مطلعِ نورست — جائے تعلیقِ بیتِ معمورست
موجِ بحرست در عطا رقمش — تیرِ چرخ ست بے[1] خطا قلمش
در تشابہ یقینِ او اعلیٰ ست — در تناسخ درستِ بو اعلیٰ ست
چرخ چوں راست کرد دستارش — بست عزّ الٰہی بہ تارش
گر کند سوئے آں عمامہ نظر — مشتری را فتد عمامہ ز سر
حکمتش داد از بس افزونی — ملکِ بقراطی و فلاطونی
در الٰہی فنش نہ در حدِ کس — حدِ او ہم اِلٰہ داند و بس
در طبیعی شناختہ تمام — رازِ مولودِ عنصر و اجرام
در ریاضی بیک صریرِ قلم — باز کردست گوشِ جذر اصم
عقلیش اَز قیاسِ عقل بروں — نقلیش از مقامِ نقل فزوں
دُرِ مبسوط[2] در یکے مشتش — صد اشارات[3] در ہر انگشتش
ہر چہ در دہر نقشِ دانائی ست — دلِ او را بر آں توانائی ست
او چو ابرِ کرم بغرقِ جہاں — زیرِ کاں چوں صدف کشادہ دہاں
نورِ دل چوں بعالم افگندہ — سایہ بر کارِ من ہم افگندہ
من بدو عرض کردہ نامہ خویش ۔ — او باصلاح راندہ خامہ خویش

لہ مجب = بے خطا   ۲ہ مبسوط نام کتاب فقہ نیز ۱۲   ۳ہ نام کتاب شیخ بو علی سینا کہ در فنِ حکمت ست ۱۲

دید ہر نکتہ را رستم برستم — ریخ بر خود نہاد ومنت ہم
نظرِ تیز کرد موئے شگاف — نے بعمیا نظارۂ بگزاف
گرچہ چوں دوستاں پسندیدہ — لیکن از چشمِ دشمناں دیدہ
دیدۂ خصم عیب کوش بود — دیدۂ دوست عیب پوش بود
دید چوں دشمناں دریں دفتر — تا ہمہ عیب آیدش منظر
چوں ہمہ عیب دید دشمن وار — شست چوں دوستانِ آئینہ وار
کلکِ او تیرِ راست را بگذاشت — کہ دریں روضہ آہوئے نگذاشت
چوں شد آہو ہمہ نشانۂ تیر — چہ غم ست از سگانِ آہوگیر
زیں دقایق کہ شد ز مغزش پوست — مو بمو شعر سبز کردۂ اوست
شمعِ من یافتہ ضیا ازوے — مسِ من گشتہ کیمیا ازوے
ہر چہ او گفت من نہادم گوش — بر کشیدم بگس ز شربتِ نوش
و آنچہ بنمود من نجستم پے — عیبِ آں بر منست نے بر وے
گر بماندہ زد شنہ اش جائے — بے خسے نیست ہیچ دریائے
جز ہنر بیں ازو نیاساید — عیب جو راز عیب کم ناید
صد ہزار آفریں بر آں دلِ پاک — کہ بروں بُرد زیں چمن خاشاک
آنچہ او دید تا نہایت دید — خس و خارے ز گلشنے برچید

لہ جب ے بے

marfat.com

آنچہ ماند از نظر بہ پردہ نہاں ہم نہاں داردش خدائے جہاں

یارب او چوں ز پیچ نامۂ من ق بردہ بیروں خطاے خامۂ من

نامۂ او کہ حرزِ جانش باد درقیامت خطِ امانش باد

بالخیر تمت

مکاشفۃ القلوب اردو

امام غزالی کی مایہ ناز کتاب تزکیۂ نفس

اور

حسنِ معاشرت پر ایک عظیم اصلاحی شاہکار

قیمت ۱۲۵ روپے

marfat.com

مستند ترین تذکرہ ایست

از خاتم المحدثین برکۃ المصطفیٰ فی الہند شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی

کہ مشتمل است بر سیر و سوانح علماء و مشائخ ہند از زمانہ پاک خواجہ بزرگ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہٗ زمانہ شیخ محقق و در آغاز کتاب تیمناً و تبرکاً ذکر سیدنا غوث الاعظم شیخ سید عبدالقادر جیلانی نمودہ شد و بر حاشیہ

اخبار الاخیار

اخبار الاخیار مجموعہ مکاتیب و رسائل مطبوع است کہ شیخ محقق در آنہا مسائل شریعت و طریقت تفصیلاً بیان فرمودہ است

طباعت : فوٹو آفسٹ — اعلیٰ کاغذ — جلد : دیدہ زیب و مضبوط

ذکر کمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

از بقیۃ السلف حجۃ الخلف شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی

و بیان جمال او جان ایمان است و روح مومن در مجلسے نیاساید کہ خالی از ذکر محبوب خدا باشد، مدارج النبوۃ

در شمائل نبوی کتابیست مستند کہ بزبان عجمی منتشر نمودہ شد

مدارج النبوۃ

طباعت: عکسی — قلم: جلی — کاغذ: اعلیٰ — جلد: خوشنما

نوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی گنج بخش روڈ بلال گنج لاہور

marfat.com